انتخابِ قصائدِ اُردو

مع مقدّمہ وحواشی

مرتّبہ

ڈاکٹر ابو محمّد سحر

انتخابِ قصائدِ اردو

مع مقدّمہ و حواشی

مرتّبہ

ڈاکٹر ابو محمّد سحر

ایم۔ اے۔، پی ایچ۔ ڈی

پانچواں ایڈیشن ـ ۲۰۱۲ء

نام کتاب : انتخابِ قصائدِ اردو، مع مقدمہ و حواشی

مؤلف : ڈاکٹر ابو محمد سحرؔ

ناشر : مسز مونس اختر (اہلیہ ڈاکٹر ابو محمد سحرؔ مرحوم)

تعدادِ اشاعت : ۱۰۰۰

کتابت : مبارک شاہ خاں

مطبع : شبد پرنٹنگ انڈسٹریز، نزدیک کوتوالی ـ بھوپال ـ ۴۶۲۰۰۱

قیمت : ۲۵۰/- روپے

ملنے کا پتا :

مکتبۂ ادب، ۳۹، مالویہ نگر ـ بھوپال ـ ۴۶۲۰۰۳

فون نمبر : ۴۲۲۰۵۱۰ ـ ۲۵۵۱۹۰۶ (۰۷۵۵)

موبائل نمبر: ۹۸۹۳۰۵۴۵۱۰

INTIKHAB-E-QASAID-E-URDU, MA MUQADMA-O-HAWASHI

by DR. ABU MOHAMMAD SAHAR

Fifth Edition(Reprint)-2012 Rs 250/-

MAKTABA-E-ADAB

39,MALVIYA NAGAR,BHOPAL- 462003

Ph.No.(0755) 2551906 , 4220510

Mob.No. 9893054510

انتساب

اپنے شفیق اُستاد ڈاکٹر مسیح الزّماں مرحوم

کے نام

اعترافات

میں نے اس کتاب اور "اُردو میں قصیدہ نگاری" کو پچھلی نظرثانی میں آخری شکل دینے کی کوشش کی تھی لیکن ان کے نئے ایڈیشن اتنے غلط اور خراب چھپ گئے کہ یہ توقع بھی نہیں رہی کہ آئندہ ان سے صحیح ایڈیشن شائع ہو سکیں گے۔ مجبوراً ان کتابوں کو مجھے ایک بار پھر درست کرنا پڑا اور ان کی کتابت اپنی نگرانی میں کرانی پڑی۔ فی الحال یہ کتاب طباعت کے لیے دی جا رہی ہے۔

اِس کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں میں نے ایک دیباچہ شامل کیا تھا جس میں ترتیبِ متن اور املا کے کچھ پہلوؤں کے ذکر کے ساتھ ساتھ پہلے ایڈیشن کی نظرثانی میں ڈاکٹر مسیح الزّماں مرحوم، جناب اکبرالدین صدیقی مرحوم اور ڈاکٹر عابد پیشاوری کے مشوروں کا شکریہ ادا کیا گیا تھا۔ اسی طرح تیسرے ایڈیشن میں "عرضِ حال" کے عنوان سے تفہیمِ متن کی دشواریوں اور حاشیہ نگاری کے حدود کی طرف اشارے کیے گئے تھے اور دوسرے ایڈیشن کی نظرثانی میں بعض موقعوں پر ڈاکٹر سید حنیف نقوی کے تعاون کا اعتراف کیا گیا تھا۔

اس بار انشا کے دوسرے قصیدے میں مقامی بولی کے ایک مصرع اور اس کے حاشیے کی درستی میں ڈاکٹر عابد پیشاوری اور ڈاکٹر سید حنیف نقوی نے بڑی کد و کاوش کی۔ حنیف نقوی صاحب نے انشا کے تیسرے قصیدے کے شعر نمبر ۱۶ کے سلسلے میں مجھے محترمہ قرۃ العین حیدر کے ناول "گردشِ رنگِ چمن" کی طرف متوجہ کیا اور ڈاکٹر اخلاق اثر نے اس کا متعلقہ اقتباس فراہم کیا۔ اگرچہ اس میں بیان کیے ہوئے معنی سے میں اتفاق نہیں کر سکا لیکن میں نے اسے حواشی میں درج کر دیا ہے۔ کتابت کا انتظام فضل تابش صاحب نے کرایا اور حبیب احمد صاحب نے اس کو مکمّل کرانے میں میری بھرپور مدد کی۔ بقیہ کام اپنی نگرانی میں کرانے کا ذمہ ڈاکٹر مختار شمیم نے لیا ہے۔ میں ان سب کا ممنون ہوں۔

بھوپال
۱۵ رمئی ۱۹۹۵ء

مؤلف

فہرست

مقدمہ ۷

قطب شاہ	محمدؐ ناؤں تھے بستا محمدؐ کا اے بن سارا	۱۴	۲۱۲
″	بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یاقوتِ رمانی	۱۵	۲۱۳
غواصی	جگ میں جو یو گٹ ہوا فیض پھریا نو بہار	۱۶	۲۱۴
″	دریا میں تھے جو نکلے بجار اے انگار موتی	۱۷	۲۱۵
شاہی	مج دل کیرے میدان پر جب عشق کے فوجاں چڑے	۱۹	۲۱۶
″	دیکھو اچنبھا لگیا ہے یو بن نوے گلال سے بھریا ہے سارا	۲۲	۲۱۹
نصرتی	اے شہ تو ہم نام علیؑ شاہاں پو تیری سروری	۲۴	۲۲۰
″	دی ہے زمستاں نو کزی دوگاں اچاو صند کا راج	۲۵	۲۲۲
″	اے نر تپی بھوگی سگھڑ تج بھوگ دنیا استری	۲۶	۲۲۳
ولی	عشق میں لازم ہے اوّل ذات کوں فانی کرے	۳۰	۲۲۷
حاتم	کیا بیاں کیجیے نیرنگیٔ اوضاعِ جہاں	۳۲	۲۲۹
سودا	ہوا جب کفر ثابت، ہے وہ تمغائے مسلمانی	۳۴	۲۳۰
″	چہرۂ مہروش ہے ایک سنبلِ مشک فام دو	۳۷	۲۳۳
″	اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستاں سے عمل	۳۹	۲۳۵
″	فجر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک	۴۶	۲۴۴
″	آیا عمل میں تیغ سے تیری وہ کارزار	۵۲	۲۵۰
″	اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جواں ہے	۵۵	۲۵۳
میر	رات کو مطلق نہ تھی یاں جی کو تاب	۶۰	۲۵۷
انشا	اے خداوندِ مہ و مہر و ثریا و شفق	۶۲	۲۵۸
″	صبح دم میں نے جو لی بسترِ گل پہ کروٹ	۶۴	۲۶۰
″	بگھیاں نور کی تیار کرا اے بوئے سمن	۶۹	۲۶۵
مصحفی	جب سے سرطاں میں ہوا نیرِ اعظم کا عمل	۷۷	۲۷۲
ذوق	واہ وا کیا معتدل ہے باغِ عالم میں ہوا	۸۴	۲۷۸

ذوق	شب کو میں اپنے سر بستر خواب راحت	۸۷	۲۸۱
״	زہے نشاط اگر کیجیے اسے تحریر	۹۵	۲۹۴
״	دل کہ اس دہر میں ہے گرسنۂ نازِ بتاں	۱۰۰	۳۰۰
״	ساون میں دیا پھر مہِ شوال دکھائی	۱۰۴	۳۰۴
مومن	صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری	۱۰۶	۳۰۶
غالب	دہر جز جلوۂ یکتائیِ معشوق نہیں	۱۱۱	۳۱۵
״	ہاں مہِ نو سنیں ہم اس کا نام	۱۱۳	۳۱۹
شہیدی	رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کی مد کا	۱۱۶	۳۲۱
سحر	تمام ہند کی تھا جان لکھنؤ اپنا	۱۱۸	۳۲۳
اسیر	ایک رستے میں جو اک روز ہوا اپنا گزر	۱۲۴	۳۲۸
منیر	رخِ احباب سے ظاہر ہوا ہے بغضِ پنہانی	۱۲۸	۳۳۰
״	اشکِ زلیخا ہوئے بحر صفت جوش زن	۱۳۷	۳۳۸
امیر	مژدہ اے اہلِ تماشا کہ ہے ہنگامِ نظر	۱۴۴	۳۴۹
״	سلطانِ شرق نے جو بصد عزّ و افتخار	۱۴۹	۳۵۳
داغ	میں ہوا بادیہ پیما طرفِ ملکِ دکن	۱۵۴	۳۵۶
جلال	میں شب کو بند کیے دیدۂ تماشا بیں	۱۵۹	۳۵۹
محسن	سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل	۱۶۳	۳۶۲
اسمٰعیل	میں شاعرانہ روش پہ نہیں قصیدہ نگار	۱۷۰	۳۶۸
حالی	زمیں سے آسماں تک غلغلہ ہے شادمانی کا	۱۸۱	۳۷۵
نظم	زباں جب تک نہ کھولی تھی مجھے آتا نہ تھا باور	۱۸۴	۳۷۶
صفی	ہیچ در ہیچ ہے شیرازۂ اسباب و علل	۱۹۱	۳۸۱
عزیز	بہارِ برشکال آئی کدھر ہے ساقیٔ مہرو	۱۹۶	۳۸۶
محشر	دن کٹ گیا ظاہر ہوئی شامِ شبِ ارماں	۲۰۰	۳۹۰
سہیل	کرے تارِ شاعری لاکھ اپنی سعیٔ امکانی	۲۰۶	۳۹۴

مقدّمہ

اصنافِ سخن کے عروج و زوال کی کہانی تہذیبوں یا ان کے کسی رنگ کے عروج و زوال کی کہانی سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ اکثر اصنافِ سخن انفرادی یا اجتماعی ضرورتوں کے تحت طلوع ہوتی ہیں، جب تک ان ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں ان کا سورج چمکتا رہتا ہے ورنہ ماند پڑ جاتا ہے اور دھیرے دھیرے غروب ہو جاتا ہے۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے قصیدہ اردو شاعری کی سب سے ذی وقار صنف تھا۔ اس کے بعد وہ ایک بگڑے رئیس کی طرح اپنی حیثیت سنبھالنے میں مصروف رہا۔ آخر بیسویں صدی میں وہ وقت آ ہی گیا کہ اس کے ہوا خواہوں نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ کسی اہم صنفِ سخن کے خاتمے سے یہ تو آشکار ہو جاتا ہے کہ اس کی ضرورت باقی نہیں رہی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کی ضرورت کبھی نہ تھی۔ اردو شاعری کے کسی بھی سنجیدہ مطالعے میں قصیدے کو نظر انداز کرنا اس لیے محال ہے کہ اس کے بغیر ہم اپنی شاعری اور زبان کی پوری تصویر سے آشنا نہیں ہو سکتے۔

قصیدہ اور مدح کچھ ایسے ایک جان دو قالب رہے ہیں کہ عرفِ عام میں قصیدے سے مدحیہ نظم مراد لی جاتی ہے لیکن جس طرح عشقیہ اشعار کا ہر مجموعہ غزل نہیں ہو سکتا اسی طرح لازمی نہیں کہ ہر مدحیہ نظم قصیدہ ہو۔ غزل کی طرح قصیدے کے لیے بھی بنیادی شرط یہ ہے کہ اس کے پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور بعد کے اشعار کے دوسرے مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں۔ مدح کے علاوہ ہجو بھی اس کا ایک خاص موضوع ہے اور ایسے قصائد بھی مفقود نہیں ہیں جن میں مدح اور ہجو دونوں سے قطعِ نظر کر کے کوئی اور ہی موضوع اپنایا گیا ہے۔ تاہم قصیدے کی زیادہ رائج شکل قافیہ و ردیف کی مذکورہ قیود میں

ایک ایسی نظم کی ہے جس میں تشبیب، گریز، مدح اور دعا کے اجزا پائے جاتے ہیں۔

قصیدہ اپنی اصل کے اعتبار سے عربی کی شہرۂ آفاق صنفِ سخن ہے۔ فارسی میں اس نے ایک اور تمدن کی استعدادِ فکر، وسعتِ خیال اور ذوقِ شعری کی بہترین اصلاحیتوں کا مظہر بن کر نئی بلندیاں حاصل کیں۔ اردو نے جب اسے اپنایا تو دوسری مستعار اصنافِ سخن کی طرح اس نئی زبان میں یہ بھی رس بس گیا۔ اگرچہ عربی و فارسی کے مقابلے میں اردو میں قصیدہ کم لکھا گیا ہے لیکن اردو میں بھی اس کی ایک مربوط تاریخ ہے۔ اس کے اولین نمونے دکن میں سولھویں صدی سے ملنے لگتے ہیں۔ چنانچہ پہلا دور دکنی قصیدہ نگاروں کا ہے۔ اس کے بعد دہلی میں اردو شاعری کے عروج کے ساتھ سودا اور ان کے ہم عصروں نے اس میں دادِ سخن دی۔ پھر انشا و مصحفی، ذوق اور ان کے معاصرین اور منیر و امیر کے ادوار سے گزرتا ہوا اس کا قافلہ دورِ جدید میں داخل ہوا۔ لیکن راستے بدل چکے تھے، پرانی منزلیں گرد ہو چکی تھیں۔ بعض شعرا نے نئے راستوں اور نئی منزلوں کی تلاش میں بہت کچھ سعیٔ مشکور کی لیکن یہ دور بالآخر قصیدے کا دورِ زوال ثابت ہوا۔

اردو قصیدہ نگاروں میں سودا کے فن کی عظمت اور ہمہ گیری اور ذوق کی علمیت اور شاعرانہ صناعی سے کون واقف نہیں لیکن تحقیق کی نگاہیں کہتی ہیں کہ سودا سے پہلے ہی یہ فن کافی ترقی کر چکا تھا۔ دکنی شعرا میں قلی قطب شاہ اور شاہی جیسے اچھے قصیدہ نگار ہی نہیں بلکہ غواصی اور نصرتی جیسے بڑے قصیدہ نگار موجود ہیں۔ سودا کے بعد ذوق کے علاوہ انشا، مصحفی، مومن، غالب، امان علی سحر، امیر لکھنوی، منیر شکوہ آبادی، امیر مینائی اور محسن کاکوروی کا بھی مختلف حیثیتوں سے اس چمن کی آبیاری میں نمایاں حصہ ہے۔ جدید شعرا میں اسمٰعیل میرٹھی، حالی، نظم طباطبائی، صفی، محشر اور عزیز نے اس کی ترمیم و اصلاح میں اپنے اپنے طور پہ اہم کردار ادا کیا ہے۔ اسی زمانے کے ایک شاعر عبدالرحمٰن شاطر مدراسی ہیں جنھوں نے "اعجازِ عشق" کے عنوان سے ۱۳۹۶ اشعار کا ایک قصیدہ لکھا ہے۔ یہ قصیدہ نہ صرف اپنی غیر معمولی طوالت بلکہ اپنے جدید فلسفیانہ اسلوب کے لحاظ سے بھی خاصا اہم ہے۔ اقبال سہیل، شفیق جونپوری اور نجم آفندی وغیرہ اس

صنفِ سخن کے آخری قابلِ ذکر شعرا کہے جا سکتے ہیں۔ یوں تو قصیدے خصوصاً مذہبی قصیدے اس کے بعد بھی لکھے جاتے رہے ہیں بلکہ اب بھی لکھے جاتے ہیں اور کبھی کسی نظم کو بھی قصیدے کا عنوان دے دیا جاتا ہے۔ لیکن ایسی مثالوں میں اس صنفِ سخن کی زندگی اور نشوونما کے آثار مشکل ہی سے تلاش کیے جا سکتے ہیں۔

قصیدے کی تاریخ پر گہری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ شاعرانہ حسن کاری کا ایک نہایت لطیف تصوّر وابستہ تھا۔ معشوق کے حسن وجمال کی تعریف میں وؔلی کا شعر ہے:

تو سر سوں قدم تلک جھلک ہیں
گویا ہے قصیدہ انوریؔ کا

خارجی کوائف اور داخلی تجربات کا بیان بھی اس میں جابجا شاعرانہ لطافت اور صداقت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر قلی قطب شاہ اور شاہی کے بعض قصائد مقامی رنگ، شعریت اور رومانیت میں ڈوبی ہوئی دلکش اور موہنی نظمیں ہیں۔ نصرتیؔ کے قصائد میں رزم و بزم کی جیتی جاگتی تصویریں ملتی ہیں۔ سوؔدا کے قصیدۂ شہرآشوب اور قصیدۂ تضحیک روزگار ہجو و ظرافت کے پردے میں معاشرتی زوال و ابتری کا حقیقی روپ پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے ایک قصیدے میں نوابؔ شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں کی فوجوں کے درمیان لڑائی کی چشم دید کیفیت نظم کی ہے۔ اسمٰعیل میرٹھی کا قصیدہ "جریدۂ عبرت" زمانے کی رفتار سے بے خبر رہنے والوں کے لیے ایک سبق آموز مرقع ہے۔ اس کے علاوہ اگر قصائد کی تشبیب کو دیکھیے تو موضوعات و مضامین کی ایک وسیع دنیا سامنے آتی ہے۔ بہار و خوشی کا تذکرہ ہو یا آسمان و زمانہ کی شکایت، معشوق کی سراپا نگاری ہو یا تاریخی و معاشرتی حالات کا بیان، ایسے سیدھے سچے اور پرتاثیر اشعار آپ کو مل جائیں گے جو اردو شاعری کے عام معیار پر پورے اتریں گے۔ مدح بھی کبھی کبھی صداقت و اصلیت سے عاری نہ دکھائی دے گی۔ قصیدے کے ان پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرنا تنقیدی مطالعے کی جامعیت کی دلیل ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قصیدہ اپنے مخصوص اندازِ مدح سرائی، مبالغہ آرائی اور مشکل پسندی ہی سے پہچانا جاتا تھا۔ آج ہم انھیں خواہ کتنا ہی ہدفِ ملامت

بنائیں لیکن یہی وہ امتیازی خصوصیات تھیں جن کی بدولت یہ صنفِ سخن اپنے زمانے کی کچھ خاص سماجی اور ادبی قدروں کے اظہار کا ایک کامیاب ذریعہ بن گئی تھی اور اس نے قدیم اصنافِ سخن میں ایک بلند مقام حاصل کر لیا تھا۔

قدیم زمانے میں بادشاہوں اور امیروں کی شخصیتیں خاص و عام کی توجہ کا مرکز تھیں۔ ان کے دربار علوم و فنون کی سرپرستی اور قدر افزائی کا سب سے بڑا بلکہ اکثر واحد وسیلہ تھے۔ معاشرے میں ان کی عظیم الشان حیثیت اور اس کے ساتھ ان کا جذبۂ قدردانی اہلِ علم و فن کو فطری طور پر ان کی مدح و ثنا کی طرف راغب کرتا تھا۔ مبالغہ ایک تو یوں بھی شاعری کی جان ہے، دوسرے تعریف کا موضوع کچھ ایسا ہے کہ مبالغے کے بغیر اس کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا، ایسی صورت میں اور بھی کہ اس کا تعلق سماج کی مقتدر ہستیوں سے ہو۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ شعرا نے ممدوحین کے ذاتی اوصاف کی جگہ ان کے طبقاتی اوصاف کا لحاظ رکھا اور جس طبقے کے وہ فرد تھے اس کی خوبیوں کو منتہائے کمال تک پہنچا کر پیش کرنے کی کوشش کی۔ شعرا کو اپنی پروازِ تخیل کے مظاہرے کا بھی اس سے بہتر اور کیا موقع مل سکتا تھا کہ ممدوح کی ذات محض ایک علامت ہو اور اس کی طبقاتی صفات ایک مثالی نمونہ۔ مبالغہ آرائی کا ایک اور بڑا مقصد شان و شکوہ اور رعب و جلال کی اس فضا کی تعمیر تھا جو ذی اقتدار افراد کی توصیف کے لیے ناگزیر تھی۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ "قصیدے میں اگر مبالغے سے کام لیا جاتا ہے تو اصولاً اس میں کوئی خاص برائی نہیں۔ قصیدے کے میدان میں شاعر ایک لحاظ سے متحیر اور ششدر کر دینے والے استعجاب کو ابھارتا ہے جس سے اسے رعب اور دہشت کا اثر پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہ مبالغے کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔" بزرگانِ دین کی تعریف میں مبالغہ مذہبی عقائد سے پوری طرح ہم آہنگ تھا۔ اس کی لامتناہیت شعرا کے بیکراں مذہبی جوش و خروش اور حسن عقیدت کی ترسیل کا بہترین وسیلہ تھی۔

قصیدے کی مبالغہ آمیز مدحت طرازی کچھ خاص سماجی اور شاعرانہ تقاضوں کے عین مطابق تھی۔ انھیں کے زیرِ اثر مبالغہ اس صنفِ سخن میں عام طور پر سرایت کر گیا اور تشبیب کا حصہ بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ بڑی حد تک یہی تقاضے اس کی

مشکل پسندی کے بھی محرک ہوئے۔ شان و شکوہ، حیرت و استعجاب اور نمائش فن کی جو فضا شعرا کے پیشِ نظر تھی اس میں علمیت کے مظاہرے سے بڑی مدد مل سکتی تھی۔ درباروں میں چونکہ اہلِ علم کا مجمع ہوتا تھا اس لیے اس کی خاطر خواہ پذیرائی کا سامان بھی موجود تھا۔ چنانچہ قصیدے میں مشکل الفاظ و تراکیب کے ساتھ ساتھ دقیق خیالات اور عالمانہ مضامین نے بھی جگہ پائی۔

آج ہماری دل بستگی قصیدے کے ایسے نمونوں سے تو بالکل فطری ہے جو زمانے کی تبدیلی کے باوجود اپنے اندر ایک کشش رکھتے ہیں۔ لیکن اگر ہم نے شاعری کو اس کے تاریخی پس منظر میں پرکھنے کا فن سیکھا ہے اور ہمیں اصنافِ سخن کی غرض و غایت اور انفرادیت کا عرفان بھی حاصل ہے تو ہم ان عناصر کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے جو زمانے کی تبدیلی کی وجہ سے بظاہر اپنی جاذبیت کھو چکے ہیں۔ بقول نیاز فتح پوری "قصیدہ نگاری بڑی مشکل صنفِ سخن ہے جس میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے محض شاعرانہ فطری صلاحیت ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ وسعت مطالعہ، اچھی تعلیم اور نقاشانہ مہارت کی بھی ضرورت ہے۔ اسی لیے اردو کے اچھے قصیدہ نگار بہ نسبت اچھی غزل کہنے والوں کے کم ہوئے ہیں۔"

قصیدہ شخصی نظام کی مخصوص روایات اور مذہبی جوشِ عقیدت کا آئینہ دار ہی نہیں، وہ اس ذہانت کی جولاں گاہ بھی تھا جو ہمارے قدیم علوم و فنون کا سرمایۂ افتخار تھی۔ اس کی معنی آفرینی، مرصع کاری، پرشکوہ اور عالمانہ لہجہ اور زبان و بیان کی وسعت اردو شاعری کی تاریخ کا ایک یادگار باب ہے۔

(۲)

اردو قصائد کے کسی قدر مبسوط انتخاب کی ترتیب کا خیال مجھے ایک مدت سے تھا لیکن اس کی طرف توجہ کرنے کا موقع مجھے اس وقت ملا جب طبعِ دوم کے لیے "اردو میں قصیدہ نگاری" کی نظرِ ثانی سے مجھے فراغت حاصل ہوئی۔ آج یہ امر میرے لیے ذاتی اطمینان کا موجب ہے کہ قصیدے پر جو کام میں نے شروع کیا تھا وہ اس انتخاب کے ساتھ بڑی حد تک مکمل ہو گیا۔

اس انتخاب میں ایک ہی طرح کے اچھے قصیدے شامل کرنے کے بجائے

اچھے نمونوں کے تنوّع پر نظر رکھی گئی ہے تاکہ موضوعات، مضامین اور اسالیب بیان کی رنگارنگی کی زیادہ سے زیادہ نمائندگی ہو سکے۔ جن قصیدہ نگاروں کے ایک سے زیادہ قصیدے شامل کرنے کی ضرورت تھی ان کے انتخاب میں بھی اسی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ کسی صنفِ سخن کا انتخاب مرتّب کرنے کے لیے اس کے پورے ذخیرے کا علم اور اچھے نمونوں کی پہچان کافی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اردو کے کلّیات و دَواوین تحریفِ متن اور کتابت کی غلطیوں سے اتنے پُر ہیں کہ انتخاب کے مرتّب کو متن کی تصحیح کی ذمّہ داری بھی اٹھانا پڑتی ہے۔ اختلافِ نسخ کی صورت میں میں نے موزوں ترین متن لے لیا ہے۔ کہیں کہیں قیاسی تصحیح بھی کی ہے۔ چند قصائد میں دو تین شعر ادبی نقطۂ نظر سے خارج کر دیے ہیں۔

قصیدے کے دقیق اور عالمانہ اسلوب سے صحیح واقفیت آج کل بہت دشوار ہو گئی ہے۔ جو لوگ اس کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں وہ بھی اس کی مشکلات کے آگے سپر ڈال دیتے ہیں۔ حواشی لکھنے کی ضرورت اسی لیے محسوس ہوئی۔ ہر صفحے پر حاشیے اس کثرت سے تھے کہ انھیں آخر ہی میں شامل کرنا بہتر معلوم ہوا۔ حاشیہ نگاری اور مفصّل شرح میں فرق ہے اور حاشیہ نگاری اور حاشیہ آرائی کا گٹھ جوڑ تو میرے نزدیک بالکل غلط ہے۔ جن تلمیحات، روایات اور عقائد وغیرہ پر شعر کے مضمون کی بنیاد ہوتی ہے ان کو اسی طرح تسلیم کر لینا پڑتا ہے۔ نہ تو ان کی صحت و عدمِ صحت یا علٰحدہ تحقیق سے غرض ہوتی ہے اور نہ غیر متعلق تفصیلات سے، اس لیے میں نے ان باتوں سے گریز کیا ہے۔

ترتیب و تحشیہ کا ایک بلند معیار میرے ذہن میں ہے لیکن اس سلسلے میں سب سے پہلے مآخذ کی فراہمی اور طباعت و اشاعت کے وسائل کو دیکھنا پڑتا ہے۔ ترتیب کا جو طریقہ میں نے اختیار کیا ہے وہ انھیں وسائل کا تابع ہے جو میری دسترس میں تھے۔ قصائد میں الفاظ و معانی کے اتنے وسیع ذخیرے سے سابقہ پڑتا ہے کہ کوئی ایک شخص مشکل ہی سے ان پر عبور کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ بعض نکات تک میری رسائی نہ ہوئی ہو۔ اہلِ نظر سے گزارش ہے کہ میری فرو گذاشتوں سے مجھے آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ ان کی تلافی کی جا سکے۔

اگرچہ سہو و اغلاط کی تمام تر ذمہ داری میری ہے لیکن اس کتاب کی تالیف میں مجھے اپنے کئی بزرگوں اور دوستوں سے مدد ملی ہے۔ ڈاکٹر مسیح الزماں صاحب نے قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی ہے۔ دکنی قصائد کے سلسلے میں میں نے ڈاکٹر غلام عمر خاں صاحب کے آرائے گرامی سے بڑا فائدہ اٹھایا ہے۔ کچھ اہم معلومات اور مواد کے لیے میں مولانا امتیاز علی خاں صاحب عرشی، حضرت محوی لکھنوی، ڈاکٹر مسعود حسین خاں صاحب، جناب اکبر علی خاں، ڈاکٹر سید حامد حسین، جناب عبدالقوی دسنوی، جناب زبیر صدیقی، ڈاکٹر سید سلیمان حسین، عزیزی حنیف نقوی، عزیزی ڈاکٹر یونس حسنی اور عزیزی عبدالرشید قریشی کا بھی ممنون ہوں۔

آخر میں میرا ایک نہایت خوشگوار فرض حضرت نسیم انہونوی کا شکریہ ادا کرنا ہے جن کی علم دوستی کی بدولت میں بڑی مسرت کے ساتھ اپنی یہ تالیف بھی اشاعت کے لیے نسیم بک ڈپو لکھنؤ کی نذر کر رہا ہوں۔

بھوپال
۲۲ مئی ۱۹۶۸ء

ابو محمد سحر

قطبؔ شاہ

(۱)

باغِ محمد شاہی

محمد ناؤں تھے بستا محمد کا اے بن سارا ۔ سو طوباں سوں سہاتا ہے جنّت نمنے چمن سارا

دسے فانوس کے درمیان تھے جوں جوت دیوے کا ۔ سو تیوں دستا دو الاں میں تھے میویاں کا برن سارا

بہے دم عیسوی دایم چمن میں گل لگانے تیں ۔ ہرے نہالاں کے جلوے تیں مشاطا ہو یو بن سارا

ٹرک تھے باغ کوں دیکھت کھلے منج باغ کے غنچے ۔ سو اس غنچے کے باساں تھے مگیا جگ ململ سارا

چمن کے پھول کھلتے دکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا (۵) سہاتا تھا محمد پھل نمن ان کا نین سارا

دسے ناسک کلی چنپا بھواں دو پات ہیں تس کے ۔ بھنورتل دیکھ اس جاگا ہوا حیران من سارا

سو خوشے داکھ لاکھاں کے ثریا سنبلہ ہے جوں ۔ تھپے اس داکھ منڈوا سوں بچیا انبر کہن سارا

اناراں میں تھپے دانے سو جوں یاقوت پلیاں میں ۔ ہر اک پھل اس اناراں پر سہے سکے نمن سارا

کھجوراں کے دسیں جھونکے کہ جوں مرجان کے پنجے ۔ سپاریاں لعل خوشے جوں دسیں دن ہور رین سارا

دسیں ناریل کے پھل یوں زمرّد مرتباناں جوں (۱۰) ہور اس کے تاج کوں کہتا ہے پیالہ کر دکھن سارا

دسیں جامون کے پھل بن میں نیلم کے نمن سالم ۔ نظر لاگے نہ تیوں میویاں کوں رکھیا ہے جتن سارا

صفت کرنے کوں سوسن بی کھلیا ہے اس زباں اپنی ۔ دکھن سب سندریاں کے تیں کھلیا نرگس نمن سارا

چمن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپے ہیں ۔ سو تس آواز سن حوراں کریں قصاں اپن سارا

دیکھت رُکھ مست ہو دستک بجاویں پات تا ہن سوں ۔ سو ڈالیاں ڈلتے ہو متوال پی پھول ابرہن سارا

مگر شبنم کا مے ہے یا اُدھر جلاّب کا پیالہ (۱۵) یو بی خوب ہور او بی خوب تج سوں مل پون سارا

امنگاں آپ امنگاں سوں اپس میں آپل ناچیں

تمنّا کا تنن ناچیں ہجے تن تن تنن سارا

(ناقص الآخر)

(۲)

بسنت

بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یاقوتِ رُمّانی
کرو مل کر سہیلیاں سب بسنت کے تائیں مہمانی

بسنت کا رُت بجھایا ہے برہ اگ کوں خوشیاں سیتی
نویلیاں مل کرو مجلس نویلا آج شاہانی

سکل جھاڑاں کوں لاگے ہیں جواہر کے نمن پھولیں
سو پھولاں سوں کرے تل تل پیا پر گوہر افشانی

بسنت پھولاں کا شبنم ہے سو بھر ساقی صراحی میں
جو اس مدتھے مدن چڑھ کر ہمن رنگ ہوئے نورانی

جو گرجے مست ہو بادل صراحی نت کرے قلقل (۵)
سبو پیالا و غلغل نا دسوں ہے میگھ نیسانی

پلا ساقی سراسر مے کہ تا ہوئے کشف ہمنا کوں
کہ اس مے تھے دیسے ہنج کوں سدا سب رازِ پنہانی

عنبر ہور عود و مشک و زعفراں کا رت آیا ہے
اسی تھے باس انو کا جگ میں کرتا ہے گلستانی

نچھل پچھل کے عرق میانے کلاو تم کدم چھند سوں
دلے فتنہ عرق سب باس میں کرتا ہے سُلطانی

بندھا دو حوض خانے چاند و سورج کے سہیلیاں مل
بھرا دو نیر امرت کا کہ کھیلیں رنگ افشانی

بسنت پچھل کا حمائل پہن کر آئی انگن میں دھن (۱۰)
سو کچھل سنگار کے نقشاں منے حیران ہے مانی

بندی چُنری پرت نقشے کری اس پر تگٹ تارے
نوے قد پر سُہاتا ہے پھولاں چولا عروسانی

سورج کرنا کی چڑ کیاں ہات میں چھڑکے یک چپٹ سوں
سہیلیاں سوں اچھو ہنج کوں سدا اے کھیل ارزانی

نظر ہے مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کا قطب شہ اوپر
کہ دشمن کی پیشانی پر لکھے حرفِ پشیمانی

انوں کے دشمناں اوپر ازل تھے لعن واجب ہے
اگر ہوئے سمرقندی، بخارائی و ملتانی

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں تج کوں
معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعرِ خاقانی

غواصی

(۱)

در مدح سلطان عبداللہ قطب شاہ

جگ میں جو پرگٹ ہوا فیض بھریا نو بہار
دھرت کوں رنگیں کیا پھول کھلا ٹھار ٹھار

باؤ جو مشاطہ ہو زیب دیا باغ کوں
جلوے میں آئے ہوئے ڈال عروساں کی سار

عطر کے طبلے کلیاں کھل کے جو کھلیاں تمام
ارگجہ کی باس کا جگ میں اٹھا مگ مگار

لالہ جو ہو عود سوز روشن انگارے کیا
عنبر سارا کرا چرخ ہوا جوں بخار

محض تماشے بدل ایسی ہوا میں جو میں (۵)
شوق ستی آپنے گھر میں تھے نکلیا بہار

دیکھ منجے دور تھے پنکھ پھلا ناگہاں
جھاڑ اپر تھے اٹھے سوز سوں بلبل پکار

رخ منج اپر دھر کہے کون ہے توں بول منج
کھول کہیا تب اسے میں سو ہوں عاشق شعار

سو یو بچن کان دھر بلبل بے دل کہے
اے جو توں ہے منج نمن عشق تھے زار و نزار

میرے سینے میں یتا پھول کرا سوز ہے
جھاڑوں اگر پنکھ میں تو پڑیں جھڑ جھڑ انگار

تل جو نہ دیکھوں کبھی، فاختے اڑ جا مرے (۱۰)
ہوؤں اپس میں نڈھال دل میں سلے خار خار

حیف جو نیں اعتبار اس کی دغا کا منجے
ہوں میں اسی فکر تھے باغ منے دلفگار

جب بچن اس دھات کا بلبل اٹھے بول کر
چھوڑ اسے پھول کی دھر جو گیا میں گذار

دیکھ کے ہنس پر کہیا کون ہوں میں جانتا
شاہ کے رخسار کا عین ہوں میں یادگار

بلبل اپر ناز میں آج کروں تو سجے
جم ہے مرے ناز کا بلبل اپر کاروبار

روح کرا قوت کرنا نوں رکھے ہیں جسے (۱۵)
سو ہے مرا باس آج، ڈرد نبی پہ ہزار

قطب جہانگیر جو اس کے لطافت تھے
زیب چمن کوں ہے ہور باغ کو سجے سنگار

آج نہ اس دھات کا جگ منے کوئی حق شناس
آج نہ اس سار کا شاہ کہیں حق گزار

بزم کی بستان کا عین ہے چشم و چراغ
رزم کے میدان کا شیر ہے یو شہریار

دولت و اقبال سوں عزم کرے جس طرف
فتح و ظفر باند صف دھائیں ہیں دیار

ذوق سوں تیزی پہ چڑجب لیوے چوگان ہاتؔ (۲۰) گنبد ہواسمان تھے سو راتہ آوے تلار
گرز سواس کا کرے پھوڑ پہاڑ اں کوں چور　　　کھڑگ سواس کا کرے خصم پہ برگ آشکار
رات کوں ہے قدر جم اس کے خط وخال تھے　　　دیس کوں ہے نور جم اس کی جھلک تھے اپار
مکرکسی غیر کا اس پہ نہ ہر گز چلے　　　بارہ اماماں کرا اس ہے مدد جوں حصار
کھا نمک اس کا جو کوئی دل میں اندیشے بدی　　　نیست و نابود اس ترت کرے کردگار
اے شہ والا گہر آج توں وہ شاہ ہے (۲۵) جو ہیں تج احسان کے دام کے شاہاں شکار
آج کے راجا منے توں ہے سکندر سر پہ　　　آج کے شاہاں منے توں ہے سلیماں وقار
تخت کوں ہور تاج کوں تج تھے ہے دائم رواج　　　بخت ہور اقبال کوں تج تھے ہے جم افتخار
چاند جو ہر نس نکل سیر کوں آتا اہے　　　نقش ترے روپ کا لیوے سینے پہ چپار
عکس ہے تج روس کا جس کو کتے ہیں خزاں　　　چھاؤں ہے تج لطف کا جس کو کتے ہیں بہار
تج کوں سبھے مہر ہور قہر جم اے جگ پتی (۳۰) تج کو سہاجے سدا داد و ستد گیر و دار
جگ کے زہے بخت جو باؤ ترے عدل کا　　　روئے زمیں تھے کیا دور ستم کا غبار
عدل سو تیرا اچ عدل داد سو تیرا اچ داد　　　مہر سو تیرا اچ مہر پیار سو تیرا اچ پیار
چرخ تھے دلگیر ہو جن ترے دربار آئے　　　جائے غم اس کا نکل پائے خوشی بے شمار
شکر جو اے بادشاہ منج غواصی کوں تیں　　　سکھ سوں رکھیا ہے سدا مہر سوں دکھ سکھ بچار
کھول کتا ہوں تجے آج سو میں ہوں کہ جان (۳۵) جس کو کہیں بے ہنر در صف مردان کار
گر ہنر اچتا تو کچ دل منے اچتا صفا　　　گر خبر اچتا تو کچ کام میں اچتا ہوشیار
کاڈ دہنر منج منے جو تجھے اے شہ رچھاؤں　　　کاڈ دگہر منج منے جو کروں تج پہ نثار
جو تلگ اسماں پر سورکر اسیر ہے　　　جو تلگ اس جگ میں ہے گردش لیل و نہار
جو تلگ آرام ہے نیر کو دریا منے　　　جو تلگ اے دھر تری تازہ ہے جیوں لالہ زار
تو تلگ اے راجنا دوں سوں توں راج کر
ہے ترے سر پہ قوی حیدر دُلدل سوار

(۲)

دریا میں تھے جو نکلے بھار اے انگار موتی　　　سکھ پائے دیکھ تیرا مکھ آب دار موتی
جو لگ تھے جو ہریاں کن تھے بقرار تو لگ　　　تج دھن کے تن چڑے جیوں پکڑے قرار موتی

خاطر میں کس رتن کوں لیاتے نیں آج ہر گز
تج گل سری کے بالے ہیں قرب دار موتی

تاریاں سوں چاند کھن کا بے شک ہوئے دیوانہ
چندنے میں جوں توں نکلے سب تن سنوار موتی

توں جھاڑ بے سونے کی حیراں ہوا ہوں یاں میں
(۵) کیوں جھاڑ کوں سونے کے آئے ہیں بار موتی

بے مست توں مدن کی استھیج تج سینے پر
جھلتے ہیں بے خبر ہو نیں کوئی ہوشیار موتی

کندن کے گرد کتے سو جوبن ہیں عین تیرے
ہور آس پاس ان کے ہے جیوں حصار موتی

مکھ چاند دیکھ تیرا ہر دم کریں دعا تج
جالی میں جو ہیں تیری تاریاں کے سار موتی

غیر از ترے ادھر میں بھی کیں تو میں نہ دیکھا
یاقوت میں تھے جھڑتے یوں بے شمار موتی

ہر اک ادھر پہ تیرے قربان لال سو سو
(۱۰) ہر اک دسن پہ تیرے صدقے ہزار موتی

تج بے نظیر دھن کے شاکر حجرت کے نگ سوں
ہور تج اتم رتن کے ہیں شرمسار موتی

تجھ قد کے ڈال کی جب کرتا ہوں میں صفت تو
جوں پھول کھل ہو دیتا خوش بے اختیار موتی

ہارا ہوں تج گلے کے دھر پیار تج اپر خوش
لیتے ہیں پیار تیرا لیل و نہار موتی

تج نور سوں مشرف جب تھے ہوئے ہیں تب تھے
گذرانتے ہیں اپنا خوش روزگار موتی

محبوب بے بدل توں قطب جہاں کی ہے کر
(۱۵) کہتے ہیں کان میں آ میرے پکار موتی

قائم یو جوڑا اچھو کر دائم منگیں خدا کن
شکرانے کا دوگانہ ہر دم گذار موتی

دے تج کوں حسن اگلا ساریاں تھے آج پیدا
تیرے بدل کیا ہے پروردگار موتی

کرتے ترا سنگاتی سلطان عبداللہ جو
شاہاں کے تار پر کا ہے شاہوار موتی

باذوق ہے غواصی اس شہ کے دور میں خوش
لیاتا ہوں کاڑ دل کے دریا کے بھار موتی

من آپنا منگے تیوں بھر جیو کے طبق میں
(۲۰) کرتا ہوں روز اس کے قد پر نثار موتی

چند سور کے گلے کی کنٹھاں جے کتے ہیں
سو ہیں مرے بچن کے جوتی ہتوار موتی

دولت علی ولی کی جو منگ دیا ہے تو لگ
شہ کوں اچھو مبارک یو یادگار موتی

شاہی

(۱)

در منقبت دوازدہ امام علیہم السلام

مج دل کیرے میدان پر جب عشق کے فوجاں چڑے   تب ہوش کے راوت جتے مک ہوڑ ہو بیخود پڑے

جو عشق کے سلطان کا فرمان گھٹ میں آ گیا   اپال ہو تپلیاں یو دو خدمت بدل نس دن کھڑے

قادر ہوا سلطان یو اب بُد گیا حیران ہو   جب عشق کے پردھان مل بُدساتت صف در صف اڑے

سینا اگر ظلمات ہے دل آپ تس میں پانچ ہے   دستے نشانیاں عشق کے جیسے سکندر تھے ٹپے

(۵) گل کا بدن جتے ہوا گل ہور بھنور تیوں کر جیا   ہر کیں بدن میں ہوا میں جیسے کُدن پر نگ جڑے

گر بو الہوس کھوڈے جنم پانا سکے تس کا مَرَم   مشکل ادا ہے عشق کی جانے وہی جس سر کھڑے

جس عشق کا سرتاج ہے ہر راز تس پروانہ ہے   بے شک بھنور ہو نت پھرے اسمان گر چہ گڑ گڑے

جو طبع میں شیریں اچھے تس پر خطر ہوئے عشق کا   معشوق کی نت یاد میں جیون مَیَن جل بن تڑپے

جو عشق کی صورت لکھا سینا سفینا صاف کر   اس کی قلم کاری اگیں نقاش جگ کے گر پڑے

(۱۰) من عشق میں پاوک ہوا دل کی انگیٹھی پُور کر   توبہ کے اپڑاتے سینے میں شعلے دھڑ دھڑے

معشوق کی دوری بدل وس میں اسی تج عشق لئیں   نیہ روپ کھلا کر ادل مرجھن کی گت آخر گھڑے

عاشق دھرے ثابت قدم معشوق کی جب راہ میں   ہر دے میں تب لاگے میٹھا معشوق گرچہ نڑ پڑے

بر ہا دسن کے درد تھیں بیاکل پڑے نت زرد ہو   بے کس ہو ٹٹ جا بیل تے جیوں پات پیلا جھڑ پڑے

اُجلا او پر تل پاؤں کیں یک ٹھہر نہیں رکھے کدھیں   اسپند ہو عاشق دیہ سب ہے اگن دھک تڑ تڑے

(۱۵) گر عشق کے پیچاں مینے آ بوعلی اچھے کدھیں   ناکھول سکے اس گرہ کوں بیتاب ہوا کڑ اڑے

گر کوئی نظر کر عشق کی درپن میں دیکھے گا نین   سایا دسے انجو کا یوں غلطان ہوتی جیوں لڑے

ہے حسن کے بازار میں خم نمانہ خمار ہو ڑکے   مد عشق پی من مست ہو عاشق ہمیشہ گر گڑے

سونسار کے دریاؤ میں غواص ہو یکے صیاں موں   عاشق سدا ماٹے اُوڈی تو ہات کچھ موتی چڑے

ہر اک لگاوے عشق کیتی یج عشق ہے اس شاہ کا   جس کی کھڑگ کے ناؤں سن کفار جگ کے ہڑ بڑے

جس شیر کی دہشت انگے شرزے رہے ویران میں (۲۰) سر پال سب تس نانوں سن پاتال میں جا دڑے
دلدل تر نگ کی پھر انگے رہے باد کے پگ دصوج کر آکاش پر بالہ دسے جب نعل کا سایہ پڑے
مورت ترنگ کی دیکھ کر اچھپر ہوئے گمنام سب چنچل کی چپلائی نرک چپلا گگن میں جا دڑے
ویسے ترنگ پر سار ہو جب صف تے آگے ہو چلیا یک بات ہور یک ۲ ارسوں کیتی الکہ عدو گر گر پڑے
جب تے کوڑا اپڑھی اوپر پھریا ترنگ توں سار ہو ہموار ہو رہے سم تلے ڈونگرا تھے جے کھڑے
کیتا ترنگ چوپٹ ملنگ تب تھیک سٹ سیار رنگ (۲۵) شرمندہ ہو کاڑی او چامک میں پکڑ دک ہو کھڑے
جب اسپ کے سم تل کی گرد آ کر پڑی دندے اوپر جامک سیتی پانی نکل جیوں کاٹھ کے تیلے کھڑے
تج ہاتھ کے پرتاب تے ناتاب لیا مشرک جتے آرام سٹ ہور خواب سٹ سپنے میں تے اٹھ ہر بڑے
تج قہر کی آتش کنے اسپند ہوئے حاسد جتے شمشیر کے پانی مینے دشمن کے سر میں بڑ بڑے
ہر دل میں دستا نور توں فتح و ظفر کا پور توں رج تج کہ سٹ گھر بار سب جگ پک گنوا دشمن اڑے
خنجر کے تیرے سامنے بر ولینگ ناخن چھپا (۳۰) رنگ زرد ہو تن تاپ بھر سب عمر در بستر چڑے
جب رن میں کھینچے کھڑگ توں پھر ہوئے دہشت مرگ کوں اس دار کی جھنکار تے بھوناگ کے پھن جھڑ پڑے
تج ہات زور آور بدل پر ھی گر ایک بال ہو سن حیدری نعرے کوں تج منگل کی مستک دھڑ دھڑے
جو جھنت کرنے تج بدل جیتے سلح باندے وتے بل ٹوٹ جا پگ بانہہ کے جیوں کونتے ہو کر لڑے
موسیٰ عصا ہو کھڑگ تج جھلکیاں ہے جب میدان میں افسوں گراں افسوں بسر مک بند ہو گھر دڑے
تیری تری شمشیر کی رپ گر دیکھے سونے میں تو (۳۵) موہوم کے نقطے تے کم کئی لاک ٹکڑے ہو چڑے
تلوار تیرے ہاتھ کی تاثیر تے ہوئی سرخ رو نس دن رکت میں یوں دسے جیوں لال مخمل لٹ پڑے
جیوں سامنے آصف بنے مغرور ہونا مان تج یک ہوں تج کن کان میں کئی صف بہ صف ہو پڑے
ہو فوج سیانے گرم جو دیکھے نظر بھر گھور جس تن جل بھندر میں سگل سر کو لسا ہو کر پڑے
جب لاف کمر باندھے اتھے دعوے جتے گھر دین سوں تج سیف کی پر کاٹ تے جیوں مرغ بسمل پھڑ پھڑے
کیتے ہزاراں پر ایکنگ دھایا تری جب تیز کر (۴۰) ہو چل بچل فوجاں سگل آپس میں آپ میں ہڑ بڑے
سارے جہاں میں فی ہوا تج سار کا شمشیر زن جس پر کیا یک وار توں دو دھڑ برابر ہو پڑے
دلدل کا جب باجا ہے ٹل پر تھی اوپر سن کان میں بیری مہابل جا تھے سد چھوڑ دے دنگ ہو کھڑے
تج کھڑگ کی ہور علم کی تعریف میں کیا کر سکوں حق کی عنایت تھے ادھک یو دو صفت تج ہت چڑے
پھر پھیر ہوا لازم مجھے تعریف کہنا شاہ کی تو مطلع ثانی کیا ات شوق سوں ہر یک پڑے

مطلع

نابولتے کچ جانتے تھے طبع کے جو کھر بڑے (۴۵) تر لوک میں شیانے دے جب درس میں شہ کے جڑے

جو کوئی اتھا شہ درس کا وہ درس تھا سب درس کا
تس درس کی تاثیر تے یک پل منیں قرآں پڑے

گر توں تغافل کچ کرے آسان سب مشکل دسے
فی الحال توں آساں کرے مشکل جدر کچھ آپڑے

تج لطف کا جب تے ہما سایا دھرا مج سیس پر
روں روں سکل آرام ہو غم کے اڑے سب کاکڑے

تج ناؤں کی تاثیر تے مقبول ہو میرے بچن
تعویذ کر راکھے جتن اوصاف کے جاوے بڑے

اندکار کی فوجاں جتے مج دل تے سب بھاگے ہیں تو
(۵۰) روشن ہوا ہے گھٹ سکل تج ناؤں آ جب چت چڑے

باندیا کر قافیے کئی بار میں صنعت بدل
تاریخ کر تحسیں کرے یو منقبت جو کوئی پڑے

دیپک لگا مج طبع نے ڈھونڈیا ہے جو کرتار سب
بارا اماماں بن کہیں دیکھیا نہیں وو جے بڑے

اول علی المرتضیٰ جس ناؤں ہے شیرِ خدا
جاجے صفت اس لافتیٰ جب تیغ لے دلدل چڑے

دوجا حسن المجتبیٰ سردار ہے ثقلین کا
جس سور کی خدمت بدل ہت جوڑ کر حوراں کھڑے

تیجا حسینِ مقتدا مقبول ہے کرتار کا
(۵۵) مردود ہیں دو جگ منیں اس ذات سوں جو کوئی لڑے

چمن امام چاری سو پیر زین العابدیں
ہوئے ہدایت خلق کوں منبر اوپر جب وہ چڑے

باقر امام پنجمیں سو بحر و بر ہے دین کا
جس کوں کرے تعلیم جب کس چیز میں کونا اڑے

جعفر امام ششمی استاد ہے ہر علم کا
جتنے معلم دین کے اس تے ہوئے سارے بڑے

کاظم امام ہفتمیں تس ذات کی تاثیر تھے
ہوئے زمیں سب زر گر جس دھرت پر سایا پڑے

ہشتم علی موسیٰ رضا جس کی کرامت سوں سدا
(۶۰) یک پل منے پاوے شفا مشکل مرض جیچ اڑے

نہم امام متقی تس ناؤں ہے جگ میں تقی
جس کوپ کی یک دشٹ سوں جیتے شقی سارے ڈرے

دہم نقی ہے نکتہ داں کرتار کے ہر رمز کا
تس کی محبت جن دھرے اس کو ادھک عزت چڑے

ہے یازدہم عسکری تس کو سہاوے سروری
جے کفر میں سردار تھے تس دھاک تے سب گر پڑے

مہدی اچھے صاحب زماں سو ہے امام بارواں
سارے جہاں کے لوگ سب تس ناؤں کا خطبہ پڑے

چاروں پہر دن رات مل ہت چت لگا یک دھیان سوں
شاہی ورد کر عشق سوں یوں منقبت دائم پڑے

(۲)

قصیدۂ چار در چار

دیکھو اچھنبا لگیا ہے یو بَن نوے گلاں سوں بھریا ہے سارا
سَرُو صنوبر سمن کی بیلاں پھلے ہیں پھولاں اچھے ہکارا
تہاں کا مالی پرم کا پانی نین مڑیاں میں سدا بھرائے
جتے عروساں چمن کے اوپر کھلے پھلے ہور کریں چھکارا
دیچ بن میں سو دھن اہولی انیک چھندوں اپس بنائی
پری کی تیسی حُسن کی آلی سدا جھُلے واں بندھا دلھارا
ہرے انچل میں سندر وہ مکھ یوں چندر گگن بچ جھمک دسے جیوں
ہنسی میں تس کے اَدھر دسے یوں ہوا شفق مل صبا کا پارا
سُندر نکھوں کوں چندر نے دیکھیا و جھل ہوا تب اماس میں چھپ
خبر یوں سن کر گنوا گیا پگ لیا ہے کونا قطب کا تارا
نزیک جا کر کہیا سو دھن سوں کرم ہمن پر کرو پیاری
سنی سخن جب اٹھی تڑک کر کہی کروں گی ایتا پکارا
کہیا تیا کیا غصا ہے مج پر مجے تجے اب لگیا ہے سوندل
پرم رسی کر کمند ڈالوں گمان سر تھے کروں اتارا
انچل پکڑ کر مدن نکھوں سوں سندر کے جوبن ستر لکھیا جب
گئی ستر کر پھلی دو من میں کہی توں من کا مرا پیارا
لگی محبت مجے امے یوں جڑت کو ندن سوں جڑے گیا جیوں
یہاں سو باہاں گلے ملا کر کرے اپس تے غصے کوں نیارا

مدن کی ماتی ارت کوں پاتی فہم قراری ہوا اسے جب
سینے کی درجک منیں جتن سوں رکھی رتن کر پرم ہمارا
سکھی سوں بولی پیا بلانا مندر میں میرے مندر سنوارو
کدم و کیسر مشک ملا کر انگن پہ سارا سٹو پھوپارا
سجن سوں دل یوں لگیا ہے میرا چکور چندر ہے جنم جیوں
پیا سوں ملتے ہوئی خوشی مج دو تن کا دل سب ہوا ادارا
بندھیا تھا کوکس بلند عمارت چھجے تھے انو نین صفت کے
صحن کے چاروں طرف چمن میں اگر چندن کا اتھا کنارا
جھجر کے جاماں اگر دیکھے جم منم گنواں کر جنم رہے خم
گگن سینپی کر سُرج کا جل بھر چتر بکھیا گھر چتر چتارا
بندھائی مہندی رنگائی چونری نہاں فانوس سنوارے چوندھر
زنگی تیاں سوں سنے کتاں دے مجھے کے اوپر لگا پھرارا
زری بچھانا بچھا صدر کر ہلال چندر اتھا انگن بچ
مندر میں اپنے مجے لجا کر گلے و موتی کرے نثارا
موہن پیا جب رہے انند میں انند بڑھانے کیا بدھاوے
سو دھن کی منکیاں اتھیاں دو شکیاں لگیاں پلانے کنٹر کدارا
یتھی ارائش ہوئی محل میں اینیدر نے دیکھن نین کیا تن
رنبھا تے جیتی حسن میں آلی بندھے ایس تو بمدا تھارا
جتے بحر میں بحر میٹھا یو دلے ہے مشکل اگر بندھے کوئی
بندھا ہے شاہی شعر یو تازہ مدد ہوئے جب امام بارا

نصرتی

(۱)

قصیدہ بادشاہ غازی بیجاپور کو آنے کا

اے شہ تو ہم نامِ علی شاہاں پو تیری سروری
دُلدل فلک کا راج تج کرتا زمانہ قنبری

سب دھرت کے تختے پو توں جب شش جہت کوں نیں کیا
دندی معطل ہو پڑیا یک یک ہو مہرہ ششدری

دارا ستے لگ جرد اٹل تج داب تل دابے گئے
ادچار کر جب جگ میں توں ظاہر کیا اسکندری

تج شیر مردی تل ہوا دھرت و گگن جب تل اُپر
ڈرتے حمل ہور گاؤ کوں زیر و زبر ہوئی لاغری

اوساقی لگ جرد فلک دھاکیا سو تیرے دور میں (۵)
تھر کانپتا سو ہے دہی جام سورج کوں تھر تھری

جنگل پھرایا توں جسے کرتا ہے تس کے تن پو نت
ہر یک کس برچھا بنا کانٹا سو ہر یک خنجری

جاں تو کٹک لے ٹک اٹک سنمک ہٹک ہوندل کیا
کھڑکاں کوں کھڑکا لگ اوک ہر اک کھڑک ہوتی کھڑ کھڑی

تج شہ جواں کے سامنے رستم تو یک طفل اد ہے
دھرتا ہے تس گرز گراں تو جھنجھنے تے کمتری

برچھیاں کو رجپوتاں اپس داتناں میں کاڑی کر دیں کھر
حملہ کرے جس صف پو توں جب مار نعرہ حیدری

ناہوے اجل کے آب بن باغی کلیتے جیو تھنڈا (۱۰)
ہرگز سو بن گھر گور کے نا نیند پاوے سک بھری

جوہر کے جس اے شاہ توں دھر سرفرازی کی نظر
کہہ کر صلابت خاں اپیں کیتا عطا سرلشکری

بختوں کی مے کا ات اثر بے مغز کے جب سر چڑیا
سرکش ہو دکھلانے لگیا مستی میں آبد گوہری

یوں ملک رانی کا کتاب اس بے سمج کے ہات پڑ
دیکھے کرشمہ ہونے پچھے یک یک ورق کی ابتری

ویں تس کو سکلانے ادب یلغار کر دوڑیا اپیں
اچھتے اپس کا سر دھنی کرتا نہ گر او بے سری

دھرتے غروری سعز میں سرلشکری کی فوج لے (۱۵)
ہوندل پو آیا سو سوں کھلا کہ آپس اختری

برسیا کھڑگ کے ابر تے یوں تس پو پانی قہر کا
خشکی پو ساری بحر اب چوندھر چلی لہو کی تری

دریا لہو سو جوش کھا لنکا کوں کیتا غرق جب
موجاں تے پانی سیت کا ڈھل جا ڈبی رامیسری

کھایا شکست یوں پست ہو اس کل ہکی نے فوج سوں
تاریاں سوں جونس ہوئے ہوا دیک آفتاب خاوری

ٹھاٹیا وطن میں گرچہ یوں بیگانہ اس تے جگ ہوا — تس جیو تے تن سٹ جا بن دیکھیا نہ اپنی بہتری
جب شہ کھڑک کے آب سوں جوں آگ فتنے کو بجائے (۲۰) — دار الخلافت کی طرف چلنے کیا عزم آدری
جوں ادچتے یکبارگی باجیا دماماں کوچ کا — جگ کی خوشی کی ہاک نے گوش فلک کوں کر کری
تھرے بی بھج بھج آب سوں ڈھیپیاں تمن نکلے اتھے — بھیں پہ گری تھی کیچ یوں باران گرچہ اکثری
لیکن بسا سو کا بڈھاپا تیں یوں خوش حالی تیں بل — آنگیں جواناں کے چلیا کرنے وطن کی رہبری
جوں موج شہ کا فوج تس جل تھل اپڑتے یوں چلیا — پیدا ہوئی تس دھاک تے تن میں سورج کے تھرتھری
جس پر شبا بجا دم بدم آ بٹتی تھی دھڑ منے (۲۵) — لگتی تھی روں روں کانپنے مانند شاخ عرعری
یوں دھر محبت آگ سوں عالم چھپایا بہ منے — خورشید بن کیں یک انگار اکثر نہ دیکھا آدری

اس ٹھنڈ کی تعریف میں یو یک قصیدہ میں لکھا
یو شعر رک کر دئی پڑے پڑتا ہو جیو تیوں سرسری

(۲)

قصیدہ ٹھنڈ کی تعریف کا

دی ہے زمستاں نو کزی دوں گا اُچا دھند کار آج — سردار ہو باد خزاں ٹھنڈ کا رچیا ہے بھار آج
اپٹیا ہوا کا فوج یوں شبنم کی گولیاں چھانٹتا — ڈر سوں اگن ہوں چھانپ کے دڑ رہیے ٹھاڑے ٹھار آج
اُد آگ کوں کوئی ملے تو دم اٹھتی تھی ہو سب تن زباں — ویسی بی سرکش سر نوا ہیلی دسے سہ بار آج
بے شک وطن اس جگ تے ٹٹ جاتی اگن ہو بے نشاں — گر دل میں اپنے عاشقاں دیتے نہ اس کو ٹھار آج
سب کس بی تس کے مار تیں اوڑتے تلاک بس بس اچھے (۵) — دوڑے ہے نس کے بیان تیں یوں کھینچ ٹھنڈ تروار آج
حوض اک ہوا کا یوں دسے مشرق تے مغرب لگ بھریا — کانپے فلک جوں بڑبڑا بیٹھے تو کس کی لھار آج
شبنم جو اُجلا چھاچ سا آ شیر سے جگ میں پڑیا — ہر بائیں ہوئے ہے ٹھنڈی جم نیر سب یکبار آج
جل بھیج ہر یک جا بجا بلور کا درپن دسے — اے چاند بیگی دیکھ لے تس بیچ اپس دیدار آج
ہر برگ کوں بارا مارتیں پیلے ہوئے ہیں پات سب — ہر یک نگر باغ جہاں ہے ٹھنڈ سوں بیمار آج
نا سرفرازی پا سکے دولت تے ٹھنڈ کی کونپلی (۱۰) — نا بیل اپنی گود تے لنبا کرے ہت بھار آج
گلشن کے آئینہ اپر بٹتا چلیا سردی سوں زنگ — ہر خار و خس شبنم ستی ہوتا ہے جو ہر دار آج

بستہ رحم ہو کر کلی، ہر شاخ گل پکڑی نہ چھوڑ کھایا نج کاڑا باغ سب لیا نا سکے پھل بار آج
دیکھے نہ جوں جوں تھنڈ تے کس یک کلی کوں خندہ رو نغمے بسر جا بلبلاں ہر بن میں ہیں بیکار آج
بج بج نمی لگ اوس کی سرخیاں کیا جھنڈیاں رنگ سیٹیاں ہور کسوتاں رنگیل کیاں کیتے کوئی سنگار آج
سورج کے چشمے کارداں آبِ تپش یوں جم رہیا (۱۵) کیوں سینکنے بس آئے گا تنیاں کوں یک انگار آج
ہوں میں تجبے ساماں اوک دشمن تو ہے بھاری اٹھل پانے سلاح اس جنگ کوں شہ کا دھرن دربار آج
سلطان عالم بخش اوشا ہنشہ عادل علی ہیں یو جہاں پر وراوک تہ دھار کوں آدھار آج
جس مہرباں کے فیض نے نت نو بہار اس دور میا جس کی عنایت تے اوک عالم دسے گلزار آج
شبنم نہ ہوئے شہ بدل دیتی مرصع سب بھوئیں چلنی گگن کی بات لے نس کی ہے موتی جھار آج
تس زرفشاں کے ہت تے نت تچھے نظر کی گودیاں (۲۰) پاتاں سو پیلے باغ کا دامن ہے یوں زردار آج
سورج جنم کا تن ننگا شہ ہت تے خلعت پائے تو کا ٹھانہ آتس تن اپر کانپے نہ پھر یکبار آج
یں اس قصیدے میں صفت کہتا ہوا کئی ولے تس تھنڈ سوں مکھ میں تے پھٹ نکلے نہ چک گفتار آج

اے نصرتی بہتر ہے تج پیلیچ دل گرمی ستیں
کر مطلعِ تازہ سو پھر وو شعرِ شکر بار آج

(۳)

قصیدہ بادشاہ بیجاپور کوں آکر جشن کیے سو

اے زینتی بھوگی سگھڑ تج بھوگ دنیا استری پل پل سنوارے تج اگیں ہر دم دکھانے دلبری
بیت الشرف کے پاس جب لے سور نزر آنے میں قس رونق سے گلشن ہو رہے یکدم گگن اور دھر تری
چندر نو نکلتا تگٹ اس شش جہت کوں مڑ لیا تاریاں سو نہ منظر کوں نس آئینہ بندی سب کری
اول سورج کی آگ پو عنبر اندھار اجل کیا طبلہ ہوا کا فور کا بعد از فلک سٹ مجری
چندنی تے جیں سب صاف ہو یوں عکس تاریاں کا دسے (۵) چھونے میں جوں ابرک کلا لیپے ہیں ساری دھرتری
پانی کیاں صدراں پون ہموار کیتا اب جھٹک لیتے ہوا ہو معتدل دکھلائی سیوٹ دلبری
نس خوش ہوا کوں دیک کر شہ شہر گشت آنے کر دن نکلیا جھلکتا سور سا تس رات میں چندنی بھری
شہ تج رجھانے چاند ہیں چنبر کھیلے کا لجا گ لے چڑ کر گنگن کے اوج پہ کرنے لگیا بازی گری

سورج جو لعبت باز سب تپلی ستاریاں کی نچا — بھار آکو پردے بیچ تے تشریف پایا زر زری
دیں یو مبارک وقت پا کسوت شوانی شہ بنا (۱۰) — ایسا چڑیا تازی منگا جس اہرمن کی زیوری
یک عمر اگر جب جب گگن پھر پھر سورج کانت کنچن — جوڑے جو تاروں کے رتن دیسی نہ ہوئے صنعت گری
ہے شہ کا تازی تیز پر کیا ناز کی تیزی بھریا — سکتی ہے جس طنّاز کن پرواز نس دن شہپری
خوش رنگ کس یک پھول کا ہرگز تفاوت نا کسے — گلشن اپر چل جائے تو جوں بادِ صرصر سرسری
گرنیٹ پھرتی باد کی بھایا فلک تس پاؤں میں — لیایاں ہماں کوں صید کر دھرتیں ہوا جو ابری
سُہتے ہیں بروایت کے نت جس پر سلاح و برقی (۱۵) — گج کھاد ہور شرزہ ہماتوں در سرک پاکھر سری
ڈونگر سے حلقاں کے ہتی ڈھل جائیں تس کی لوٹ میں — صف جنگ میں گج دل پو شاہ ادل کرے جب صفدری
شہ شہر گشت آتا لگر حاکم جو تھا سو شہر کا — چوندھیر سنجایا کیا رونق سوں دے جلوہ گری
ضابط جوالہ دار اک تھا مرد نامی نامور — جس ناؤں منجلے شاہ اہے فرزند آلِ حیدری
وو معتمد درگاہ کا، ہمراز پیارا شاہ کا — شائستہ عالی جاہ کا سُہتی ہے جس سرسردری
موذیاں پو جس کا دھاک لگ کیا خواب بیداری میں کیا (۲۰) — گھر گھر کوں سارے شہر کے اچھتی تھی نس دن بے دری
کنگر کی ہر دہلیز سو عالی فلک تے چڑ دسے — قوسِ قزح نمنے سُہے یک یک کماں لعل دہری
مہندیاں کے اور نقش انگے کیا ہے نگارستان چیں — مانی کیری از رنگ پر دے تختہ ہر صورت گری
جوں کہکشاں انور سُہے رستہ صفا بازار کا — یوں فرش لئی روشن دسیں یک رنگ کان مرمری
دوکان ہر یک خوش سنور کر رنگ برنگ صدّاں نگیں — بیٹھے جتے سوداگراں لے کر متاعاں بندری
خوش باس کا مہکار اک ہفتم فلک میں جا پڑیا (۲۵) — پروردگی پا کر زحل خوشبو پکڑیا عنبری
عالم سو شہ کے سات کا تھا عین شو بالی منن — شہ سر سُہے نوشا نپا دیتا یو پاکر شوہری
سورج نے پا انداز کوں لیا بتہ شہ کے پگ تلیں — دھرتی پو دکھلاتا چلیا بھر چال نگٹی بستری
پرتو تے شہ کے چتر کے نکٹی دس آتا تھا گگن — سائے تھے تریاں پان کے سورج نے پایا نوری
شہ کا دس آتے درس یوں خوباں کے مکھ تازے ہوئے — دیکھت سورج کوں جوں کھلی نازک گل نیلوفری
ہر یک دریچہ بام کا تھا مطلعِ خورشید سا (۳۰) — ہر گجگجی تا سقف سو تھا ہو گگن پر اختری
دیکھیں جدر تو جلوہ گر یک طرح کی خوبی دسے — کوئی ہے سورج کوئی چاند کوئی زہرہ ہور کوئی مشتری
آیا سو چنچل پاتراں جاں بخش ہر یک بول سوں — امرت میں لا گیاں گھولنے کھولیں لباں جب شکری
ات حسن کی مجلس منے تھے شمع ہر یک خوبرو — پڑتے تھے جن کے نور انگے، پرواز نمنے شہپری

جن کے سبک گت سوں پڑے پیچاں پون کے پانوں میں — کھا چھل جنن پرواز کی ہر شہ پری بی جل پری

یو راگ رنگ خوش سب دکھن پر تنگن کے جب چھٹیا (۳۵) زہرہ لگے تب جھانکنے ہو مست کر پردہ دری

یوں شہ عروج تے آئے ٹک دربار لگ یک یک قدم — یک دھرتی راحت سوں ہوئی عالم کی سب جاں پر دری

شہ آئے سو آنند تے یوں پائے آرائش محل — پر تو تے جس زینت دھرا سقفِ فلک نہ منظری

سلطاں محمد کا چراغ انور شہ عادل علی — شاہی کے گھر تے جب دھریا جس نور نے روشن تری

اس روشنی کا بھر خوشی و نی مجلس آرائی کیا — کیا شاہ کوں مہماں پیں یک بزم کوں دے زیوری

سب شہر میں کئی لک دیوے یوں پل میں بلکنے لگے (۴۰) طبلے رتن کے کھول جیوں بیٹھے رین کے جوہری

عقدِ ثریا کے نمن قندیل کے جھبیلے دسیں — ہور کہکشاں تیں ناب دک ہر لڑ محافے کی دھری

پر نور تاریاں تے اوک بھیں پر چراغاں یوں دسیں — آیا کمر بند آسماں کرنے زمیں کی چاکری

دہلیز و کنگر جوت دھر لنکا کوں شرمندہ کیے — پانی اجالے کا ابل یک نور کی دریا بھری

پا کر لمع جوت کا گنبن سی بلکنے لگی — تھی سو فلک کی ڈھال پر پھولاں روپے کی اختری

ہر کوئی فرخ کاج کا لیا لیا کو ہدیہ شہ اگیں (۴۵) عالی نظر کے فیض تے طالع کی پایا برتری

تو میں بی یو تحفہ شہ بدل ڈھونڈتے پو پا کر گوہراں — تس جھانک سر پوش دعا لیتا ہوں ہدیہ آدری

اے عارفاں کے شاہ نت الحق کہ یوں مشہور ہے — اس گوہراں کے مول میں عاجز حساب دفتری

صنعت کی ہر یک داد ہوئے شہ کیوں تیرے دور میں — لیتا سخن کی فوج سوں ملک ہنر کی داوری

گوہر ہنر کے بے بہا پہنچے جتے عالم منے — لیاتے ہیں چن چن تج بدل کامل ہنر کے جوہری

صنعت فروشاں آج کاں پڑوا دسیلے کا دھریں (۵۰) دلال کا کیا کام جاں عارف ایں ہے مشتری

اے شہ رتن کا کھن ہوا منج من سو تیرا فیض ہے — تج کسب سور دتی نہیں حقا کہ منج یو شاعری

چن چن کو رچ یو قافیہ فیضِ قصیدے میں گنا — یو بار نا لما سکے بن طبع کے زور آوری

حقا کہ ظاہر یوں کروں سحر حلال اس بات میں — ہوں منج قلم کا اژدہا بسرائے سحر سامری

پن کیا کروں اے شاہ میں کئی بات بے سامان ہوں — اول تو گھر ایسا نہیں جاں ٹھار جیوئے راحت بھری

گھر بی نخفا ماہے و لے دائم ہے یو علت اُسے (۵۵) لڑ کا نذسوں ہمسایہ بد ویچ بھیں کی بدتری

مطلق اراذل قوم ہیں تس گرد ایسے بی حیا — سمجیں اگالی گھاٹوں کوں سمجیں لگت ہور مسخری

جن کی زباں سے لام و کاف آتا ہے شیطاں سیکنے — سانچے پنے سوں جب کریں تعلیم جنگ نہ زرگری

سونے نہ کیں تو گھر میں ٹک نا تن میں لعو رہے یک چھٹک — ہو جوک لگتا ہے کمن کرتا ہے ہو پیو نشتری

ہنگام پہ برسات ٹھک پڑتے ہیں لڑکا نیر بھر گھر حوض ہو کر کیچ کی رہی دھوپ کالے رنگ تری

اس سال تو لڑکا ستم، سامان گھر کا لے لیا (۶۰) ابر ہے یک نہالی لحاف یعنی گگن اور دھرتری

بندے کا آخر عرض یوں ہے اے جہاں کے سایہ باں یا کر مجے گھر کوں کھڑا یا کر کرم سوں یاوری

فرماں ہو عالی حکم کے بخشش منجے ایسا گھر دلا جو صاف ترمنج طبع تے ہوئے جاں صفائی بہتری

اے نصرتی مشغول ہو شہ کی دعا کے ورد میں تامن کو بیگ آمیں کہیں خوش ہو ملائک انبری

یارب تُلک شہ چتر کا سایہ جگت سر جم اچھو
خورشید کے پرتو تے نت جیسے ہی ذرہ پروری

ولیؔ

در نعت

عشق میں لازم ہے اوّل ذات کوں فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم یادِ یزدانی کرے

یاد کے گلزار پر دو نین کر ابرِ بہار
پیچ کھا سینے میں دل کوں سنبلستانی کرے

مرتبہ خُلّت پناہی کا وہ پاوے گا جو کئی
مثلِ اسمٰعیل اوّل جی کوں قربانی کرے

جوش دے یکبارگی دریا کوں دل کے لہو ستی
گوہرِ انجھواں کو رو رو رنگ مرجانی کرے

(۵) جو اپس تن کوں گلاوے عشق میں ہر صبح و شام
دہچہ کامل ہو سو جیسے ماہ تابانی کرے

سرخرو ہو آبرو دو جگ میں پاوے اے عزیز
دل کو لو ہو کر اول گوہر سوں جو پانی کرے

عشق کی آتش میں جالے تن کوں جو کئی رات دن
وہ قیامت لگ سو جیوں سورج درخشانی کرے

دہچہ پاوے مطلب راضیۃً مرضیۃً
محض للہ جگ میں جو اعمالِ پنہانی کرے

وِرد پڑھنے وَرد کا انجھواں کی تسبی ہاتھ لے
دل کوں کرسی پارۂ غم ذکرِ قرآنی کرے

(۱۰) عشق سوں فارغ جو کئی وہ نحسِ اکبر ہے مُدام
ساتواں گھنڈ پہ اگر ایوانِ کیوانی کرے

دہچہ دانا ہے تجے گم دونِ دوں کوں اے عزیز
سٹ کے دنیا کوں جو کئی جگ میں خدادانی کرے

اپنے مطلب کے سوں لیلیٰ کا وہی دیکھے جمال
عشق میں دل کوں جو مجنونِ بیابانی کرے

حشر میں شیریں ہو وہ حق سوں سنے شیریں بچن
شوق میں دل کوں جو فرہادِ کہستانی کرے

بوریائے بے ریا کوں تخت سوں بوجھے ادھک
اس اُپر ہو کر سلیماں شکرِ رحمانی کرے

(۱۵) جوں انگوٹھی میں نگینہ یوں کرے تسخیرِ خلق
تختِ دل کوں جو بہ از تختِ سلیمانی کرے

زندگی پاوے ابد کی جگ منیں رہ خضرِ وقت
جو اپس کوں فدوئ محبوبِ سبحانی کرے

یا محمدؐ دو جہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں
خلق کوں لازم ہے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے

وہ اچھے آزاد جو بازار میں تجھ حسن کے
بندگی میں آپ کوں جوں ماہِ کنعانی کرے

زَیِّنُوا الْحَانَکُم کا گر سُنے داؤد ناد
ہووے خوش دربار پہ تیرے خوش الحانی کرے

نوح تجھ رحمت کی کشتی آج کہیں پاوے نہ تھاہ (۲۰) تجھ غضب کا گر سمندر جوشِ طوفانی کرے

رتبۂ عالی میں دیکھے حق نزیک اپنا کلام گر کلیم اللہ آ تیری ثنا خوانی کرے

تب مسیحا فقر کے خط کو سکھے گا تجھ نزیک مشق کرنے فقر کی جب لوحِ پیشانی کرے

جس مکاں میں ہے تمہاری فکرِ روشن جلوہ گر عقلِ اول آ کے واں اقرارِ نادانی کرے

حکمتاں کی سب کتاباں دھوسٹے یکبارگی (۲۵) گر فلاطوں تجھ دبستاں میں سبق خوانی کرے

تجھ قدم پر جو اپس کا سیس رکھے جیوں سُرج وہ قیامت لگ اپس چہرے کوں نورانی کرے

کیا ملک کیا انس و جن یہ جگ میں کس کوں ہے سکتا خط بنا تجھ مکھ کے جو تفسیرِ قرآنی کرے

دیکھ طوبیٰ قد ترا جنبش میں آوے شوق سوں جب گلستانِ ارم کی تو خرامانی کرے

عارفاں بولیں گے جان و دل سوں لاکھوں آفریں
جب ولی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے

حاتم

(زمین طرحی ۱۱۷۲ھ)

کیا بیاں کیجیے نیرنگیٔ اوضاعِ جہاں — کہ بیک چشم زدن ہو گیا عالم ویراں
جن کے ہاتھی تھے سواری کو سو اب ننگے پاؤں — پھریں ہیں روٹی کے محتاج پڑے سرگرداں
نعمتیں جن کو میسر تھیں ہمیشہ ہر وقت — صبح سے شام تلک قوت کو ہیں گے حیراں
جن کی پوشاک سے معمور تھے توشک خانے — سو ہیں پیوند کے مشتاق سراپا عُریاں
پرچہ ناں کے تئیں ہاتھ میں رکھ کھاتے ہیں (۵) — خوانِ الوان کہاں اور وہ کہاں دسترخواں
رتبہ شیروں کا ہوا ہے گا شغالوں کے نصیب — جائے بلبل ہیں چمن بیچ غزل خواں زاغاں
وہ جو ہنڈی کو ترستے تھے سو اس دور میں آج — ہوئے ہیں صاحبِ مال و محل و فیل و نشاں
اے خدا وقت کے موقع ہے کسی کا مصرع — یعنی نعمت بہ سگاں بخشی و دولت بہ خراں
پوچھتا کوئی نہیں حال کسی کا افسوس — ہے عدم دہر کی آنکھوں سے مروّت کا نشاں
زن و بچے سے چھپا کھاتا ہے روٹی عالم (۱۰) — غضب آوے جو کوئی جائے کسی کے مہماں

مطلع

جس کو دیکھوں ہوں سو ہے فکر میں غلطاں پیچاں — یعنی چہ میر و چہ مرزا و چہ نواب چہ خاں
وہ جو بیکار ہیں ان کا تو خدا ہے حافظ — وے جو ہیں نام کو نوکر انھیں تنخواہ کہاں
جہاں سنتے تھے شب و روز طنبورا ڈھولک — تہاں اب مرد ہیں مانندِ زناں نوحہ کناں
کان دھر بات کسی کی نہیں سنتا کوئی — آنکھ سے آنکھ ملانا تو یہاں کیا امکاں
کیا زمانے کی ہوا پھر گئی سبحان اللہ (۱۵) — زندگانی ہوئی ہر ایک کی اب دشمنِ جاں
گرم ہے ظلم کا بازار خدا خیر کرے — کہیں مظلوموں کے رونے سے نہ آوے طوفاں
چشمِ عبرت سے نظر کیجو اولی الابصار — راست کہتا ہوں نہیں جھوٹ عیاں را چہ بیاں

آشنا تھا مرا ازبسکہ تمام ہندستاں　　غرض ہے یہ کہ کوئی کام نہ آیا میرے

حاتم اس بحرِ مروّت کی علی دیوے مراد
جس کا اس وقت ہوا ہے تو عَبیدالاحساں

سودا

(۱)

در نعت

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی — نہ ٹوٹی شیخ سے زنّارِ تسبیحِ سلیمانی

ہنر پیدا کر اوّل ترک کیجو تب لباس اپنا — نہ ہو جوں تیغ بے جوہر وگرنہ ننگِ عریانی

فراہم زر کا کرنا باعثِ اندوہِ دل ہووے — نہیں کچھ جمع سے غنچے کو حاصل جز پریشانی

خوشامد کب کریں عالی طبیعت اہلِ دولت کی — نہ جھاڑے آستینِ کہکشاں شاہوں کی پیشانی

عروجِ دستِ ہمت کو نہیں ہے قدرِ بیش و کم (۵) — سدا خورشید کی جگ پر ساوی ہے زرافشانی

کرے ہے کلفتِ ایام ضائع قدر مردوں کی — ہوئی جب تیغ زنگ آلود کم جاتی ہے پہچانی

اکیلا ہو کے رہ دنیا میں گر چاہے بہت جینا — ہوئی ہے فیضِ تنہائی سے عمرِ خضر طولانی

اذیت وصل میں دونی جدائی سے ہو عاشق کو — بہت رہتا ہے نالاں فصلِ گل میں مرغِ بستانی

موقّر جان اربابِ ہنر کو بے لباسی میں — کہ ہو جو تیغ با جوہر اُسے عزت ہے عریانی

برنگِ کوہ رہ خاموش حرفِ ناسزا سن کر (۱۰) — کہ تا بدگو صدائے غیب سے کھینچے پشیمانی

یہ روشن ہے برنگِ شمع ربطِ باد و آتش سے — موافق گر نہ ہووے دوست ہے وہ دشمنِ جانی

نہیں غیر از ہوا کوئی ترقی بخش آتش کا — نفس جب تک ہے داغِ دل سے فرصت کیونکہ ہے پانی

کرے ہے دہر زینت ظالموں پر تیرہ روزی کو — کہ زیبِ ترکِ چشمِ یار سرمہ ہے صفاہانی

طلوعِ مہر ہو پامالِ حسرت آسماں اوپر — لکھوں گا پھر غزل گر اس زمیں میں مطلعِ ثانی

مطلع

عجب ناداں ہیں وہ جن کو ہے عُجبِ تاجِ سلطانی (۱۵) — فلک بالِ ہما کو پل میں سونپے ہے مگس رانی

نہیں معلوم اُن نے خاک میں کیا کیا ملا دیکھا — کہ چشمِ نقشِ پا سے تا عدم نکلی نہ حیرانی

ہماری آہ، دل تیرا نہ نرماوے تو یا قسمت — دگرنہ دیکھ آئینے کو پتھر ہو گئے پانی
تری زلفوں سے اپنی رو سیاہی کیونہیں سکتا — کہ ہے جمعیتِ خاطر مجھے ان کی پریشانی
زمانے میں نہیں کھلتا ہے کارِ بستہ حیراں ہوں — گرہ غنچے کی کھولے ہے صبا کیونکر بآسانی
جنوں کے ہاتھ سے سرتا قدم کا بیدہ آشنا ہوں (۲۰) — کہ اعضا دیدۂ زنجیر کی کرتے ہیں نگرانی
نہ رکھا جگ میں رسمِ دوستی اندوہِ روزی نے — مگر زانو سے اب باقی رہا ہے ربطِ پیشانی
سیہ بختی میں اے سوداؔ نہیں طولِ امل لازم — نمط خامے کے سر کٹوائے گی ایسی زباں دانی
سمجھ اے ناقباحت فہم کب تک یہ بیاں ہوگا — ادائے چینِ پیشانی و لطفِ زلفِ طولانی
خدا کے واسطے باز آ تو اب ملنے سے خوباں کے — نہیں ہے ان سے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی
نظر رکھنے سے حاصل اُن کی چشم و زلف کے اے پسر (۲۵) — مگر بیمار ہووے صَعب یا کھینچے پریشانی
نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے — برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیفِ مسلمانی
زہے دینِ محمدؐ پیروی میں اس کی جو ہو دیں — رہے خاکِ قدم سے ان کی چشمِ عرش نورانی
ملک سجدہ نہ کرتے آدمِ خاکی کو گر اس کی — امانت دارِ نورِ احمدی ہوتی نہ پیشانی
اسی کو آدم و حوّا کی خلقت سے کیا پیدا — مراد الفاظ سے معنی ہے تا آیاتِ قرآنی
خیالِ خُلق اس کا گر شفیع کا فراں ہووے (۳۰) — رکھیں بخشش کے سر منّت یہودی اور نصرانی
زباں پر اس کی گزرے حرف جس جاگہ شفاعت کا — کرے واں نازِ آمرزش پہ ہر اک فاسق و زانی
رکھا جب سے قدم مسند پہ آں نے شریعت کی — کرے ہے موجِ بحرِ معدلت تب سے یہ طغیانی
اگر نقصان پہ خس کے شرر کا ٹک ارادہ ہو — کرے کو آگ کے وہ میں کرے غرق آن کر پانی
موافق گر نہ کرتا عدل اس کا آب و آتش کو — تو کوئی سنگ سے بند صتی تھی شکلِ لعلِ رمانی
یہ کیا انصاف ہے یاں دکھ طیر و وحش تک جگت میں (۳۵) — اس امن و عیش سے اپنی بسر اوقات لے جانی
پلے ہے آشیاں میں باز کے بچہ کبوتر کا — شباں نے گرگ کو گلّے کی سونپی ہے نگہبانی
ہما آسا ہے پروازِ ملخ اوجِ سعادت پر — کرے ہے مور چڑھ کر سینۂ دَد پر سلیمانی
کھلے ہے غنچۂ گل باغ میں خاطر سے بلبل کی — جوابِ ادراکِ جمعیّت کو ہوتی ہے پریشانی
جہاں انصاف سے ہر گاہ اب معمور ہے آنا — تو اس کے آگے ہوگی عدل کی کیا کچھ فراوانی
ہزار افسوس اے دل ہم نہ تھے اس وقت دنیا میں (۴۰) — دگرنہ کرتے یہ آنکھیں جمال اس کے سے نورانی
نہ ہونے سے جدا سائے کے اس قامت سے پیدا ہے — قیامت ہووے گا دلچسپ وہ محبوبِ سبحانی

جسے یہ صورت و سیرت کرامت حق نے کی ہووے بجا ہے کہیے ایسے کو اگر اب یوسفِ ثانی
معاذ اللہ یہ کیا حرف بے موقع ہوا سرزد جو اس کو پھر کہوں تو ہوؤں مردودِ مسلمانی
کدھر اب فہمِ ناقص لے گیا مجھ کو نہ یہ سمجھا کہ وہ مہرِ الوہیت ہے، یہ ہے ماہِ کنعانی
جو صورت اس کی ہے لاریب وہ ہے صورتِ ایزد (۴۵) جو معنی اس میں ہیں بیشک وہ ہیں معنیٔ ربانی
حدیث مَن رَآنی دال ہے اس گفتگو اوپر کہ دیکھا جن نے ان کو ان نے دیکھی شکلِ یزدانی
غرض مشکل نہیں ہوتی کہ پیدا کرکے ایسے کو خدا گر یہ نہ فرماتا نہیں کوئی مرا ثانی

بس آگے مت چل اے سوداؔ میں دیکھا فہم کو تیرے
کر استغفار اس منہ سے اب ایسے کی ثنا خوانی

(۲)
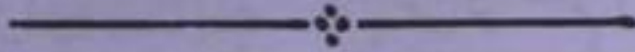
در نعت و منقبت حضرت علیؓ

چہرۂ مہر وش ہے ایک سنبلِ مشک فام دو — حسنِ بتاں کے دور میں ہے سحر ایک شام دو
میں وہ تُنک شراب اور ساقی کی چشمِ مست یہ — کیونکہ نہ بگڑے صحبت اب بادہ کش ایک جام دو
میرے ترے یہ ربط ہے جیسے میانِ بحر و موج — واقعی میں تو ایک ہیں گو کہ ہوئے بہ نام دو
خوں جو کیا ہے بے گنہ تو نے مرا دل و جگر — لینے ہیں تجھ سے حشر میں اپنے یہ انتقام دو
تجھ سے وفا و مہر کی دیدہ و دل کو ہے طلب (۵) کرتے ہیں اٹھ ہر ایک دن مل کے خیالِ خام دو
ابروئے یار کا خیال دل میں رہے ہے روز و شب — کاش یہ تیغِ آب دار کر کبھی چلکے نیام دو
فکرِ معاد اب کریں یا کہ معاش کا تلاش — زندگی اپنی ایک دم کیجیے کیونکہ کام دو
پھینکے ہے منجنیقِ چرخ تاک کے سنگِ تفرقہ — بیٹھ کے ایک دم کہیں ہو ویں جو ہم کلام دو
خرد و بزرگِ دہر میں نسبتِ جام و شیشہ جان — بادہ انھوں میں ایک ہے گو کہ ہوئے بہ نام دو
دل کو میانِ خط و زلف تیں جو رکھے یہ عدو ہے (۱۰) ایک یہ مرغِ ناتواں جس کے لیے ہیں دام دو
کہتی ہے مجھ سے مغفرت ہووے گی خوب یہ غزل — ہمرہِ نعت و منقبت گر اسے انصرام دو
اپنی یہ عرض اس سے ہے کہہ تو بھلا یہ کیونکہ ہو — ایک زمیں سو سنگلاخ اس میں نبھیں گے کام دو
دے ہے جواب مجھ کو یوں ایک غزل تو کیا ہے یہ — ایسے کہے قصیدے تو صبح سے تا بہ شام دو
مطلعِ نعت و منقبت کہہ تو چکا ہے میرے دست — بس مجھے آ کے مانگے کر کے تو اب کلام دو

مطلع

شلِ زبانِ خامہ ہیں گر نبی و امام دو (۱۵) معنی تو ان میں ایک ہیں گو کہ ہوئے بہ نام دو
ہونے نہ دے غروب ایک بہرِ نماز مہر کو — ایک کرے اشارے سے قرصِ مہ تمام دو
جا کے انھوں کے رتبہ تک ماندہ ہوں گے خیال و وہم — وقتِ مراجعت جو کوچ ایک کریں مقام دو
ان کے طوافِ روضہ کو پہنچے کبھو جو جبرئیل — رکھ کے زمیں پہ ایک گام تا نہ کرے سلام دو

موسیٰ و خضر اور شیث در پہ انھوں کے وقت طوف ایک بنے ہے چوبدار کرتے ہیں اہتمام دو

سجدہ کریں ہیں مہر و مہ در پہ انھوں کے روز و شب (۲۰) مُجبُر ہیں اس لیے یوں ہو داغی ہیں یہ غلام دو

ہوتے حکیم کس سبب معتقد قیام دہر دیتے نہ گر زمانے کو مل کے یہ انتظام دو

وصفِ براق و دُلدُل اب مجھ کو کرنا ہیں کیا بیاں شرق سے راہ تا بہ غرب جن کے تئیں ہیں گام دو

مرضیٔ حق نہیں ہے یہ ہوں وہ ہوا ایک بام ورنہ پھریں وہ عرش پر ایسے ہیں خوش خرام دو

برِّش انھوں کی تیغ کی مجھ سے بیاں نہ ہو سکے خامے کی اب زباں ہوئی لکھنے سے جس کا نام دو

اس کے خیال میں کوئی دیکھے جو مُفردات کو (۲۵) اَحوَلوں کی طرح اُسے آوے نظر تمام دو

یاد میں اس کی گر عدو دیکھے جو اپنے باپ کو ماں سے کہے سمجھ حلال ایک ہے اور حرام دو

بس میں اب آگے کیا کہوں مجھ سے کہے ہے ان کا ذکر قطعِ کلام کر کے تم مدح کو اختتام دو

چاہے تھی طبع یہ مری طول دے اس کلام کو کہیے نبیؐ علیؑ سے یوں اس کا صلہ تمام دو

ہے یہ امید اس سے ہی یوں علیؑ سے نبیؐ کہیں اوروں کو دو جو ایک جام دیجیو اس کو جام دو

یہ بھی صلہ نہیں ہے کم عرصۂ حشر میں اگر
یاد کریں جو مجھ سے کو ایسے با احترام دو

---

(۳)

در منقبت حضرت علیؓ

اُٹھ گیا بہمن و دَے کا چمنستاں سے عمل تیغِ اُردی نے کیا ملکِ خزاں مُستاصل
سجدۂ شکر میں ہے شاخِ ثمردار ہر ایک دیکھ کر باغِ جہاں میں کرمِ عزّ و جل
قوتِ نامیہ لیتی ہے نباتات کا عرض ڈال سے پات تلک پھول سے لے کر تا پھل
واسطے خلعتِ نوروز کے ہر باغ کے بیچ آب جو قطع لگی کرنے روش پر مخمل
بخشتی ہے گلِ نورُستہ کی رنگ آمیزی (۵) پوششِ چھینٹِ قلمکار بہر دشت و جبل
عکسِ گلبن یہ زمیں پر ہے کہ جس کے آگے کارِ نقّاشیِ مانیؔ ہے دوم، وہ اوّل
تارِ بارش میں پروتے ہیں گہر ہائے تگرگ ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل
بار سے آبِ رواں عکسِ ہجومِ گل کے لوٹے ہے سبزے پر از بس کہ ہوا ہے بے کل
شاخ میں گل کی نزاکت یہ بہم پہنچی ہے شمع ساں گرمیِ نظّارہ سے جاتی ہے پگھل
جوششِ روئیدگیِ خاک سے کچھ دور نہیں (۱۰) شاخ میں گاوِ زمیں کی بھی جو پھوٹے کونپل
دمِ عیسیٰ سے فزوں فیض ہوا ہے یاں تک دیں میں قسمِ جمادات سے شاید ہو خلل
فکر رہتی ہے مجھے یہ کہ زباں سے اپنی کہیں دعوائے خدائی نہ کریں لات و ہبل
حدِ ایام کی بیش از مددِ نامیہ سے بچۂ مرغِ چمن تخم سے آتا ہے نکل
سبز ہوتا ہے فصیحی کے سبب سے ہر بار جو زباں سے سخن اب طوطی کی آتا ہے نکل
دستِ گل خوردہ و شاخِ گل و گلزار بہم (۱۵) بجہاں نشو و نما کرنے میں ہیں ضرب مثل
غنچے پر کچھ نہیں موقوف عجب فصل ہے یہ گل بہم پہنچے ہے عقدہ ہو کسی طرح کا حل
آوے ہے اب کے نظر لاکھ طرح کا وہ پھول ان گلوں چھُٹ جو نگہ کے ہیں سدا مستعمل
یاسمن رنگ جو رکھتی ہے خزاں سے مانا چاہتی ہے بسما جب کرے سبزے سے بدل
چشمِ نرگس کی بصارت کے زبس ہے درپے غنچۂ لالہ نے سرمے سے بھری ہے مکحل
اس قدر محوِ تماشا ہے کہ نرگس کی طرح (۲۰) چشمِ سیّار گلستاں میں جھپکتی نہیں پل

آب جو گردِ چمن لمعۂ خورشید سے ہے
خطِ گلزار کے صفحے پہ طلائی جدول

سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پہ
ساغرِ لعل میں جوں کیجے زمرد کو حل

سنگ نے رتبۂ آئینہ کیا ہے پیدا
تیغ کہسار ہوئی بسکہ ہوا سے صیقل

برگ برگِ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہے
گل کو دیکھو تو نگہ جا ہے سنبل پہ پھسل

لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہے خیاباں میں نسیم (۲۵)
پاؤں رکھتی ہے صبا صحن میں گلشن کے سنبھل

اتنی ہے کثرتِ لغزش بہ زمینِ ہر باغ
جو ثمر شاخ سے اترا سو گرا سر کے بھل

فیضِ تاثیرِ ہوا یہ ہے کہ اب حنظل سے
شہد ٹپکے جو لگے نشترِ زنبورِ عسل

دانہ جس شور زمیں پر نہ پھلا دہقاں سے
سبزواں دانۂ شبنم سے ہوا ہے جنگل

کشت کرنے میں ہر اک تخم سے از فیضِ ہوا
گرتے گرتے بہ زمیں برگ و بر آتا ہے نکل

سبز فام ان دنوں آتا ہے نظر ہر گلرو (۳۰)
خواہ ہو شیخ پسر، خواہ ہو فرزندِ مغل

جوہری کو چمنستانِ جہاں میں ہے فصل
آ گیا لعل و زمرد کے پرکھنے میں خلل

تا کجا شرح کروں میں کہ بقولِ عرفی
"اخگر از فیضِ ہوا سبز شود در منقل"

نسبت اس فصل کو پر کیا ہے سخن سے میرے
ہے فضا اس کی تو دو چار ہی دن میں فیصل

اور میرا سخن آفاق میں تا یومِ قیام
رہے گا سبز بہر مجمع دہر یک دنگل

تا ابد طرزِ سخن کی ہے مرے رنگینی (۳۵)
جلوۂ رنگِ چمن جاوے گا اک آن میں ڈھل

نام تلخی نہیں مجھ نطق میں جز شیرینی
یک طرف نار گلستاں میں ہے یک سو حنظل

ہیں برومند سخنور مرے ہر مصرع سے
مصرعِ سرو سے پایا ہے کسی نے بھی پھل

ہو جہاں کے شعرا کا مرے آگے سر سبز
نہ قصیدہ نہ رباعی نہ مخمس نہ غزل

ہے مجھے فیضِ سخن اس کی مدّاحی کا
ذات پہ جس کی مبرہن کنہِ عزّ و جل

مہر سے جس کے منور رہے دل جوں خورشید (۴۰)
رو سیہ کینے سے جس کے رہے مانندِ زحل

بغض جس کا کرے جوں مور سلیماں کو ضعیف
مور کو حُب سے ملے جس کے بلوں کا سا بل

جائے وصلت بہ نبی جس کو نہ دی غیر از عرش
فرشِ گلزارِ زمیں حق نے سمجھ مستعمل

شیرِ یزداں شہِ مرداں علیؑ عالی قدر
وصیِ ختمِ رسلؐ اور امامِ اوّل

خاکِ نعلین کی جس کی مددِ طالع سے
پہنچے اس شخص کو جو شخص ہو اعمائے ازل

وہ نظر آئے اسے دہر کی بینائی سے (۴۵)
رہ گیا اور رہے گا جو ابد تک اوجھل

مدحِ غائب سے کھلے اس کے نہ مداح کا دل | روبرو مطلعِ ثانی سے یہ ہو عقدہ حل

مطلع

دیدِ تیرا بہ دوئیِ حق سے نگہ کا ہے خلل | ایک شے دو نظر آتی ہے بہ چشمِ احول

تیری قدرت بجہاں قدرتِ حق کی خاطر | خلق کے وہم غلط کار میں ٹھہرے ہے مثل

مرضیِ حق تری مرضی سے ہے جوں جوہرِ فرد | اس یقیں میں نہ گماں کر سکے زنہار خلل

علم تیرا نہیں کچھ علمِ خدا سے باہر (۵۰) | ہے عمل بھی وہی تیرا جو خدا کا ہے عمل

رائے تیری کے موافق جو نہ لکھے نسخہ | کرے تاثیر نہ عیسیٰ کا مداوا بہ کسل

سر کے پیکان نہ قبضے سے کماں کے سر ہو | ہو اشارہ جو ترا تیرِ قضا کو کہ نہ چل

ٹک تری مرضی سے باہر جو کرے کام جہاں | ہاتھ سے کام زمانے کے وہیں جائے نکل

معنیِ علتِ غائی جو نہ ہو تو ان کا | خانۂ ہر دو جہاں پھر ہوں دو بیتِ مہمل

سائے میں دستِ کرم کے ترے ہر صبح و مسا (۵۵) | دولتِ ہر دو جہاں سے ہو غنی عبدِ اقل

دین و دنیا کی ہے اشیا سے کہیں وہ اعلیٰ | ہووے جو شے تری اشیا میں سبھوں سے افضل

جو گدا ہے بجہاں تیرے گدائے در کا | اس کے در کا وہ گدا کہیے جسے اہلِ دول

ایسی بخشش نہ ہوئی تجھ سے کہ جس کی شمار | حدِ تعداد ہے جتنی یہ ہوئی ہو فیصل

وصف تجھ تیغِ دو سر کا میں کروں کیا نہ دیا | دلِ محبوں کے جو میداں میں کرے ہے صیقل

اس کے قبضے پہ جو ہو دستِ مبارک تیرا (۶۰) | نہ رہیں دینِ محمدؐ کے سوا اور ملل

کھینچ اسے گر تو عدو پر کرے میداں میں نہیب | استقامت کا زمانے کے قدم جائے نکل

عرض میں سے دو طرف ہو کے لگے بہنے طول | پڑے دریا میں جو وہ تفرقہ انداز اگل

جمع کب رہ سکیں اعدا کے حواسِ خمسہ | دیکھ کر اس کو علَم ہاتھ میں تیرے یک پل

توام اجزا جو موالید کے ہیں یک دیگر | منجمد رہنے میں ان کے وہیں آجائے خلل

نرم اور سخت مساوی ہے کسو پر آوے | (۶۵) خواہ بہ روئے قز و خواہ وہ بہ پشتِ جبل

اس کو آسیب نہیں صورتِ شمشیرِ قضا | نہ جھڑے وہ، نہ مڑے وہ، نہ پڑے اس میں بل

زیبِ داماں ہے جو ترے رخشِ فلک سیر شہا | ہے وہ محبوب جسے کہیے نہایت اچپل

شکل کیا اس کی بتاؤں کہ جسے شوخی سے | دائرے بیچ تصور کے نہیں پڑتی کل

اس کی سر چوٹی کا میں حسن کہوں کیا جس کے — زلفِ معشوق کا دیکھے سے نکل جاوے بل
پَرِ غمزہ دگام سے باہر ہے کچھ اس کی رفتار (۷۰) ہے چھلاوے کی طرح چال میں اس کی چھل بل
پلۂ دہ ہاتھ سے شاطر کے اگر ہو جاوے — پڑ سکے پیچھے نہ اس کے کوئی جز اس کے کفل
جست و خیز اس کی بیاں کیجیے گر پیشِ حکیم — اعتقاداتِ حکیمانہ میں آجاوے خلل
قاش سے زین کے ذرّہ جو اچک جائے عناں — لاوے جوں روئے زمیں پشتِ فلک کو وہ کھندل
میخ سے نعل کی اس کے میں اگر دوں تشبیہ — کرے دورے کو تمام اپنے بیک آن زحل
اس کی جلدی کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ (۷۵) نسبت اس کی فرس ایسا کہ جسے کہیے اچل
توسنِ وہم کو دوڑائیے ساتھ اس کے تو ہو — بازگشت اس کا تمام اس کے بگام اول
خانۂ زین کب اس کا ہے کم از بیت اللہ — تجھے معنی کی شباہت اس میں ہو جب و زائل
ہیبتِ عدل یہ تیری ہے کہ ہر دشت میں شیر — واسطے دردِ سر آہو کے گھسے ہے صندل
سامنے بز کے یہ کیا دخل کہ نکلے آواز — گرگ کے پوست کو منڈھوا کے بجائیں جو دُہل
گوہرِ سنگ ہو شیشہ تو غضب سے کر دے (۸۰) کوہ کو ہر دو کفِ دست میں مل کر خردل
ذکر و اذکار ترے حفظ کا گر آجاوے — کسی محفل میں بہ تقریب زباں پر یک پل
شعلۂ شمع کی گرمی سے یقیں ہے دل پر — شب سے تا صبحِ قیامت نہ سکے موم پگھل
معدلت کیش تری ذات ہے ایسی شاہا — آنچ سے آگ کی ٹک خس میں جو آجاوے بل
کرۂ نار تجھ آتش سے غضب کی جل کر — چشمِ لولیٔ فلک کے لیے ہووے کاجل
مرغِ زرّینِ فلک عہد میں تیرے شاید (۸۵) بوجھ کر دانہ گیا ہے کسی اختر کو نگل
تار تار اس کے جو یہ بال و پر آتے ہیں نظر — بازِ قدرت نے ترے پنجے سے ڈالا ہے مسل
امر سے نہی کے تیرے بجہاں یا شہِ دیں — کام پہنچا ہے مناہی کا بھی یاں تک بہ زلل
کہ حیا سے بچمن غنچہ سر اپنا کیا دخل — نسبتِ شکلِ صراحی سے اٹھاوے یک پل
جب سے گل بوتے بلبل نے قماری کو سنا — عشقِ گل تب سے دھویا کرتے ہے دل سے مل مل
جوش میں آوے یہ کیا معنی بہ خمِ لالۂ شراب (۹۰) چشمے سے میں یہ ڈروں ہوں نہ سکے آب ابل
رقص بے دخل کچھ اب روئے زمیں پر ہی نہیں — پیچھے لولیٔ فلک کے بھی نہ باجے مندل
کیونکہ آواز مغنی ہو گلے سے باہر — شرم سے ساز کے پردوں میں صدا ہے اوجھل
امرِ حق سے جو ملک نے یہ چاہا سو نہیں — حلم کا بار ترے کوہ و فلک کو بہ ازل

عرض دونوں نے کیا یوں بجناب اقدس   بوجھ اس میں ہے بہت ہم ہیں گرفتار کسل
آخرش تجھ کو ہی پایا متحمل اس کا   (۹۵) جب یہ دیکھا کہ کسی سے نہیں سکتا ہے سنبھل
دشتِ ارزن میں جو سلماں کو ملی تجھ سے نجات   کچھ ترے وصف سے نسبت نہیں رکھتا یہ عمل
گر اسے کر کے بیاں سمجھوں ثنا کی میں نے   خلق سمجھے گی دماغ اس کا ہوا ہے مختل
جبہہ سا جو کوئی در کا اسد اللہ کے ہے   کلّہ شیر کو روبہ کی نہ سمجھے پشکل
محرمِ کنہ جو تیرا ہو کرے تیری مدح   سو تو جز علمِ خدا علم ہے سب کا مہمل
وصف تیرے کی ہے شایان زباں تیری ہی   (۱۰۰) سمجھے تو آپ کو یا تجھ کو خدا و نہ اجل
مدح اپنی نہ سمجھ یہ جو کیا میں اس سے   رتبہ تجھ مدح کا اعلیٰ ہے سخن ہے اسفل
عرضِ احوال ہے اپنا ہی مجھے اس سے غرض   تا بہ آخر جو یہ موزوں میں کیا از اوّل
سو تو وہ کیا ہے رہا ہووے جو تجھ سے مخفی   سادہ لوحی پہ مری کیجیے یہ نظم حمل
سب کا احوال ترے پیشِ ضمیرِ روشن   ایک سے دونوں ہیں کیا ماضی و کیا مستقبل
پر کروں کیا میں کہ ہے آٹھ پہر دل میرا   (۱۰۵) گردشِ چرخ سے جوں شیشۂ ساعت بے کل
نہ تو رو زانہ مجھے اس سے خورش کا آرام   نہ مری چشم میں خواب اس سے شبانہ یک پل
کہے جاتے نہیں وہ مجھ سے جو اس ظالم نے   جس طرح کے مرے اوقات میں ڈالے ہیں خلل
لا بٹھایا مجھے گھر بار چھڑا اشکر میں   پال بے چوب تلے اپنے بغیر از پر تل

اس ستم گار سے جب زور مرا کچھ نہ چلا
تب میں ناچار کہی شکوے میں اس کے یہ غزل

داد کو کس کی فلک پہنچے کہ از روزِ ازل   (۱۱۰) صبح جو نکلے ہے خورشید تو لے کر مشعل
سامنے اس کے اٹھے دستِ تظلّم اس کا   جوہرِ عقل میں جس شخص کے آجائے خلل
خود یہ ظالم ہے تظلّم پہ کرے کس کے نظر   آسیا کب کرے فریاد پہ دانے کو بحل
راست کیشوں سے کجی اتنی ہے اِس طلحوں کو   کہ دیا سرو کو اِن نے نہ کبھو پھول نہ پھل
سات یہ فتنے ہیں کہتے ہیں جسے ہفت فلک   ایک سے ایک بڑا ایک کے اک زیرِ بغل
میں یہ دیکھا نہ کہ از نخلِ حیاتِ انساں   (۱۱۵) بر لے آوے عمل اس کا کبھو امید و امل
ہے کہیں مہر کہیں کین جدا سے عالم سے   علم اس کا ہے عجب عقدۂ مالا ینحل
اِس ستم گر کے تلوّن سے یہ عالم ہرگز   شادی و غم میں نہ دیکھا میں تفاوت یک پل

سینہ کوٹے ہے نکلتے ہی وہ دروازے پر
گر کسی گھر میں کوئی جا کے بجاتا ہے دُہل

حلقہ مارے یہ وہ افعی ہے محیطِ عالم
زہر کا جس کے نہیں ہے کوئی پازہر بدل

فی الحقیقت ہیں یہ سب آبلے اخترنہ سمجھ (۱۲۰)
اس کے اندام پہ مہتاب سے لے تا بہ زحل

زہر اپنے کو جو ہیبت سے تری یا حیدر
آپ پیتا ہے گیا ہے بدن اس کا سب پھل

کر کے دریافت اس احوال کو اب یا مولیٰ
تجھ سے یوں عرض کرے ہے یہ ترا عبدِ اقل

یہ نہ کر مجھ پہ گوارا کہ گزند اس کے سے
ہند کی خاک میں اجزائے بدن جاویں گل

جلد پہنچا بہ زمینِ نجف اس عاصی کو
کہ اسے عمرِ ابد ہے وہ جو واں آئے اجل

یاں معاش اپنی نہ سمجھوں ہوں نہ میں اپنی معاد (۱۲۵)
اخذ و جر میں ہوں بد و نیک سے بالمکر و دغل

تجھ سے جز راستی کیا عرض کیا جاتا ہے
علم میرا ہے یہ علم اور عمل ہے یہ عمل

مجھ کو کچھ عذر نہیں اس میں ترا ہو یا میں غلام
خواہ تعزیر کر اب اس پہ مجھے خواہ بحل

مدعا اتنی عرائض کا مری، ہے یہ غرض
سر فرو ہو نہ مرا یاں بہ درِ اہلِ دُوَل

میری قسمت کے موافق تو معین کر دے
اپنی سرکار سے واں ماتیحتّل کا بدل

ہاتھ پھیلائیے جا نزدِ فلک کس کے حضور (۱۳۰)
دستِ ہمت نظر آتا ہے جہاں کا بہ بغل

لیکن اس امر میں ہے حق بطرف خلقت کے
کر کے جب دیدۂ قسمت سے سبھوں کے اوجھل

جو ہر جود و کرم تھا جو بہ روزِ تقسیم
لکھ گیا ہووے ترے نام ہی منشیٔ ازل

طاقتِ طولِ سخن آگے بھی ٹک سوداؔ کو
بخش اے قوتِ بازوئے نبیٔ مرسل

چاہتا ہے کرے آخر وہ دعائیہ پہ
نظم تجھ مدح کی بہتر ز کلامِ اول

برگ پیدا کرے تا باغ میں ہر ایک نہال (۱۳۵)
پھوٹے تا نامیہ سے شاخِ شجر میں کونپل

تا ملے خلعتِ نوروز بہ بستانِ جہاں
پا دے تا نیرِ اعظم شرف از برجِ حمل

خوشہ روئیدگیٔ خاک سے تا پہنچے بہم
دانے کو جب تئیں کھینچا کرے خرمن سے نحل

تا کرے سبزہ بہ رخسارِ گل اندام نمود
تا پڑے سنبلِ پیچیدۂ محبوب میں بل

تا ہے داغِ دلِ سوختۂ عاشق کو
پھولتا لالۂ خودرو رہے جب تک بہ جبل

بحر میں قطرۂ نیساں سے ہو جب تک گوہر (۱۴۰)
کڑکے تا وقتِ ترشح کے ہوا میں بادل

لبِ معشوق کو تا شہرہ دیں شاعر بہ شفا
چشمِ نرگس کے تئیں تا کریں نسبت بہ کسل

بوئے گل مست کرے باغ میں تا بلبل کو
تا کرے بادِ سحر عقدے کو غنچے کے حل

موج ہو آب کے تا سرو کے پا میں زنجیر — جب تلک طوق رہے گردنِ قمری کا محل
تا لبِ جو پہ کرے خیمے کو استادہ حباب — تا بچھاوے بہ روش سبزۂ فرشِ مخمل
شاخ کے ہاتھ میں ہوتا بہ چمن ساغرِ گل — (۱۴۵) گل کے جب تک رہے غنچے کی صراحی بہ بغل
تا بہ مے خانہ پئیں بادۂ گلگوں مے خوار — ساتھ مطرب کے بجے تا دف و نے چنگ و دہل
پھرے تا باغ میں ہر ایک روش پر سرخوش — راہ چلنے میں قدم مست کا تا جائے پھسل
مہ کے پرتو سے ہو تا چاک گریبانِ کتاں — گلِ خورشید سے تا عشق رکھے دانۂ طل
قدر ہو عود کی تا مجمرِ آتش سے فزوں — لطف بو تا رہے عالم میں بچوبِ صندل
تا مسمّیٰ رہے یہ نظم بہ باب الجنّت — (۱۵۰) جب تلک اس سے بر آوے مری امید و امل

نخلِ امید سے اپنے ہوں برومند محب
ہو محبّت نہ تری جن کو نہ پاویں وہ پھل

———— ⁘ ————

(۴)

در مدح نواب عماد الملک آصف جاہ نظام الملک بہادر

فجر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک — دی وہیں آ کے خوشی نے درِ دل پر دستک

پوچھا میں کون ہے، بولی کہ وہ میں ہوں غافل — نہ لگے شوق میں جس کے کبھو شائق کی پلک

ہے خوشی نام مرا ہوں میں عزیزِ دلہا — زندگانی کی حلاوت ہے جہاں میں مجھ تک

کھول آغوشِ دل اور لے مجھے جلدی نادان — پھر خدا جانے یہ دن کب تجھے دکھلائے فلک

سُن کے یہ مژدۂ جاں بخش جو میں کھولی آنکھ (۵) — اشعۂ نور کی سی مجھ کو نظر آئی جھلک

آنکھیں مل کر کے جو دیکھوں ہوں تو اک بادلہ پوش — سر سے لے غرقِ جواہر میں وہ ہے پاؤں تلک

حسن ایسا کہ جسے ماہِ شبِ چاردہم — یک بیک دیکھے تو یک چند ہی رہ جائے جھجک

چہرے میں ایسی ہے گرمی کہ شب و روز جسے — باؤ کرتی ہی رہے دامنِ مژگاں کی جھپک

زلفیں یوں چہرے پہ بکھری ہوئی ناگنیں تھیں دل — جس طرح ایک کھلونے پہ ہٹیں دو بالک

جعد وہ قہر کہ گتھنے میں ہو جس کے ہر لہر (۱۰) — گھر ڈبا دینے کو عشاق کے دریائے اٹک

ناگنی پیچ میں آن کے نہ مانگے پانی — کھیں جا دوہیں کالا جو ڈسے ان کی لٹک

جبیں ایسی کہ جگر ماہ کا ہو جاوے داغ — اس کی تشبیہ سے جب اس کو تجاوز دے فلک

قتل کرنے کا یہ جوہر نہ ہو شمشیر کے بیچ — اس کے ابرو سے مشابہ نہ بنا دیں جب تک

ڈھیٹ وہ تیز کہ عالم میں نہیں جس کی پناہ — چشم وہ ترک کہ ہو قوم جنھوں کا اُزبک

فتنہ اس چشم کا ایسا کہ مژہ سے خونخوار (۱۵) — متصل چونکتے پا کر دیا کرتے ہیں تھپک

حسن سے کان کے آویزے میں یہ لطف کہ جوں — منتعد قطرۂ شبنم کہ پڑے گل سے ٹپک

بحرِ خوبی کی گویا مچھلی ہے قُلّاب کے بیچ — نتھ کے حلقے میں جو دیکھے کوئی نتھنے کی پھڑک

نظر آیا نہ دہن بینی کو تنگی کے سبب — منخرِ اپنی سے گو ان نے تراشی عینک

مسی آلودہ لبِ اخگر تھے تہِ خاکستر — کہ ہوا سے وہ سخن کہنے کو جاتے تھے دہک

سلک گوہر کی، صفا وام لے ان دانتوں سے (۲۰)
برق دریوزہ کرے موجِ تبسم کی چمک

دونوں عارض گویا شیشے تھے مئے گلگوں کے
زنخ ان دونوں میں یوں جیسے نمکداں میں گزک

وصف میں اس کی ملاحت کے پڑھوں اک مطلع
جس کے آگے نہ رکھے مطلعِ خورشید نمک

مطلع

رنگِ رخسار سے شرمندہ ہو کندن کی دمک
آگے غبغب کے خجالت زدہ سونے کی ڈلک

ڈھیلے پیچ اس کے نے گردن کا بڑھایا یہ حسن
جلوہ گر شمع ہو جیسے تہِ دامانِ شبک

ساعدِ دستِ حنا بستہ کی ایسی حرکات (۲۵)
شاخ میں گل کی پَوَن بہنے سے جوں آئے لچک

دیکھے جو اس کے کچوں کو یہ تیقن ہو اسے
تبنو یہ تان کے یاں کام کا اترا ہے کٹک

یا وہ معجونِ مبہی کی ہیں ڈبیاں ایسی
آوے ہیجان میں چھیڑے سے جنہیں روحِ ملک

پیاری پیاری وہ لگیں نظروں میں ایسی کہ نگاہ
یہی چاہے کہ کبھو پاس سے ان کے نہ سرک

لنج یہ قصد رکھے ڈال دے تو ہاتھ ان پر
لنگ کے دل میں بھی آجائے کہ لے بھاگ اچک

ناف کے حسن کو اس کے جو کیا میں نے قیاس (۳۰)
دل نشیں یوں ہوا میرے کہ بلا شبہ و شک

نرگسی چشم کوئی ہوگا کہ جس کی یہ آنکھ
لگ کے چھاتی سے صفائے سبب آئی ہے ڈھلک

مگر اس کی میں نہ دیکھی کہ کروں اس کا وصف
تھی وہ اک آہوئے دل کے لیے چیتے کی لپک

آگے تو کہہ نہیں سکتا میں کچھ اس کی تعریف
یوں حیا کہتی ہے مجھ سے کہ بس اب زیادہ نہ بک

پس میں زانو کو کہوں کیا کہ وہ ہیں آئینہ
اس کی بھی چھوٹے نہ آنکھ ان سے اگر جائے اٹک

آوے جس بزم میں اس ساقِ بلوریں کا ذکر (۳۵)
جلوۂ شمع کا پامالِ حسد ہووے نمک

پشتِ پا چھینے روئے لیلیٰ سے مجنوں کا دل
خونِ فرہاد سدا شیریں سے چاہے وہ کفک

وقتِ نظارہ مری جب نگہ دیدۂ غور
سر سے لے اس قدِ رعنا کے گئی پاؤں تلک

فندقِ پا لگی کہنے کہ نہ دیکھا ہوگا
سرو کی بیخ سے پھولا گلِ اورنگ اب تک

قامت ایسا ہے کہ ہنگامِ خرام اس کے اگر
آگے آ جائے قیامت تو یہ بولے کہ سرک

قدم اس دھج سے رکھے وہ کہ سرِ عالم کا (۴۰)
موجبِ شور ہو خلخال کی پاؤں کی جھنک

کج دوا کج چلے جس طرح وہ اٹکھیلی سے
موجِ دریا بھی اسے دیکھے تو رہ جائے ٹھٹک

زرق برق ایسی ہے پوشاک میں اس کی کہ جسے
کوندتی بجلی کی کہوں یا کہوں شعلے کی چمک

جیسی سج سے تھی گلے بیچ حمائل گل کی
ویسی ہی عطر کی بو ویسی ہی سوندھے کی مہک

کیفی یاں تک کہ یہ انداز سخن میں اس کے   کسی کو ہُشت کہہ اٹھنا کسی کو دوت دبک
بات اس لطف سے بہکے تھی دہن سے اس کے (۴۵) بادہ جوں ساغر بر پر سے جاتا ہے چھلک
غرض اس شکل سے آئی جو نظر وہ کافر   کہا میں دل کی طرف دیکھ کے اللہ تُنک
ناگہ اس شوخ نے مجھ سے یہ کہا اے سودا   اب تو شیشہ مئے اندوہ کا بھر سے ٹپک
یہ بھی کوئی طرز ہے رہنے کا زمیں پر ناداں   یہ کوئی طور ہے جینے کا ترے زیرِ فلک
نہ ترے گھر میں کبھو ناچ میں ہوتے دیکھا   نہ ترے در پہ سُنی آ کے پکھاوج کی گمک
آدمی کے تئیں کچھ گرمیِ صحبت ہے شرط (۵۰) وہ بھی انسان ہے دنیا میں جو اتنا ہو خُنک
گو ترا وضعِ زمانہ سے ہے دل افسردہ   پر ہم آئے ہیں ترے گھر میں ادھر دیکھ ٹُنک
ایسے مہماں کی تو لازم ہے کہ خاطر ہو عزیز   بادہ بھر شیشے میں رکھ لا کے نمکداں میں گزک
بزم آراستہ بلوا کے کر اربابِ نشاط   پاس لے بیٹھ ہمیں سب کو جھکا آپ بھی جھک
آج وہ دن ہے کہ جس گھر میں تو دیکھے اس میں   کہیں ہوتی ہے بھگت اور کہیں ہے ادبک
یاں تلک شیخ و برہمن ہیں طرب کے مصروف (۵۵) دیر میں بجتی ہے مردنگ حرم میں ڈھولک
تارِ تنبور نہیں رشتۂ زنّار فقط   لگے سُر سانچ میں تسبیح کے بھی دانوں تک
بادہ گر ہاتھ سے زاہد کے نہ پیوے ملّا   پر یہ راضی ہے کہ کپڑوں پہ جو چھڑکے تو چھڑک
محتسب سے چلے ہے مست رگڑ کر کاندھا   جھنجھ آیا چلا قاضی کے آگے نِدھڑک
سن کے یہ میں نے کہا اس سے کہ اے مایۂ ناز   خیر ہے بات سمجھ کر تو کہہ اتنا نہ بہک
بے سبب کیونکہ میں اندوہ کی الفت چھوڑوں (۶۰) کس طرح دوستیِ غم کروں دل سے منفک
وجہ کچھ ہووے تو کر مجھ سے تو اس کا اظہار   کچھ جہت ہو تو بیاں کر کہ سنوں میں بھی ٹُنک
کر کے دریافت یہ مجھ سے کہا اس نے کہ مگر   سمع میں تیرے یہ مژدہ نہیں پہنچا اب تک
آج اس شخص کی ہے سالگرہ کی شادی   کہ بہ صورت ہے وہ انساں و بہ سیرت ہے ملک
یعنی نوابِ سلیماں فر و نام آصف جاہ   عہد میں جس کے یہ غیور بزرگ و کوچک
کسی کے آگے کوئی ہاتھ پسارے کیا دخل (۶۵) مٹھی باندھے ہوئے پاتا ہے تولّد کودک
عدل یہ عصر میں اس کے ہے کہ ہر ایک طبیب   شعلۂ تپ کو بھی تبرید لکھے خارِ خسک
کرنے دیوے نہ رفو چاکِ کتاں کو انصاف   تا نہ رشتے کے لیے ماہ کی کھولیں بیچک
رائج اتنی ہے مروت کہ غزالے کو پلنگ   اس طرح سمجھے ہے فرزند گویا لے پالک

دور میں اس کے ہیں یاں تک تو منہیاتِ ذلیل — کشمکش سے پنت اٹھ بنگ سدا زیرِ کتک
ہمت اس کی پہ نظر کیجے تو اک آن کے بیچ (۷۰) دل سے پہنچے ہے دو صد بار یہ مطلع لب تک

مطلع

تجھ سے ممنوں نہ فقط روئے زمیں پر ہر یک — بارِ احسان سے تیرے ہے دوتا پشتِ فلک
ہو گہر بار جو تجھ آگے سحابِ نیساں — برقی ہو کر متبسم اسے مارے چشمک
آگے تجھ بحرِ کرم کے صدفِ پُر گوہر — مٹھی اس کی ہے جسے نکلے بہ شدت چیچک
چل سکے ہے نہ کسی امر میں تدبیرِ حکیم — مہر سے رائے کے تیرے وہ نہ لے تا دستک
حلم تیرے کے جو ہم وزن فلک سے کچھ شے (۷۵) ڈال دیوے زرہِ سہو و خطا کوئی ملک
بار تجھ حلم میں ہے یہ کہ ترے وقتِ خرام — ہووے ذرہ بھی اگر مرکزِ خاکی کو دھمک
صدمہ ایسا کہ گاوِ زمیں کو پہنچے — شاخیں ہر چند وہ کھنچوائے تو نکلے نہ کسک
دستِ دوراں سے موالید کا سر رشتۂ کار — نعرۂ قہر کی ہیبت سے تری جائے ٹھٹھک
چل دینا نہیں کچھ چیل کا پٹھے کو کام — حول و قوت سے تری چاہیے ٹک اس کو کمک
تجھ کو للکار کے میداں میں صفِ مرداں کے (۸۰) سامنے آئے ترے کون ہے ایسا مردک
وہ جواں تو ہے کہ آگے سے ترے رستم بھی — گاوِ سر مار بغل جاوے دبے پاؤں کھسک
اور ٹھہرے بھی کوئی آن تو حق نے دی ہے — دست و بازو میں تجھے قوتِ قدریاں تک
اس کے مرکب سے ملا کر دہی مرکب اپنا — ہاتھ ٹپکے میں دے اور زیں کے خانے سے اچک
مارے جب زور سے دے چرخ زمیں پر تو اسے — کمر دائرہ خاک میں آوے یہ لچک
کوہ ہر ایک اچھل کر جو زمیں پر بیٹھے (۸۵) توڑ کر روئے سما چور کرے پشتِ سمک
کیوں نہ کوسِ لمن الملک تو مارے ہر دم — جب تری تیغ میں ہو جوہرِ برش یاں تک
کھینچ کر اپنی کمر سے جو تو مارے اک ہاتھ — شکل نقارے کی جوڑی کے دو حصے ہو فلک
نہ چلے خامہ اب آگے نہ سیاہی ہو رواں — بادپا کا تجھے کچھ وصف نہ کیجے جب تک
چڑھ کے اس پر جو تری طبع میں گزرے یہ خیال — قاش سے زین کے ٹک لیجے اگر باگ اچک
گاہ آجاوے نظر گاہ نظر سے غائب (۹۰) پھر ہوا بیچ وہ شبرنگ ہے جگنو کی دمک
روبرو سے اگر آئینے کے اس کلگوں کو — پھینک دے چڑھ کے جو تو شرق سے لے غرب تلک
اتنے عرصے میں پھر آوے کہ اسے باور کر — عکس بھی آئینے سے ہونے نہ پاوے منفک

شوکت و شان کہوں کیا میں ترے ہاتھی کی   چرخ پر جوں مہِ نو ماتھے پہ یوں اس کے کجک
وصف میں اس کی بزرگی کے پڑھوں اک مطلع   گوشِ دل سے جو سخن رس متوجہ ہو تنک

مطلع

اس کے گجگاہ کی اللہ رے چہرے پہ نبک (۹۵)   کہکشاں جوں شبِ یلدا میں نمایاں بفلک
بیٹھنے میں ہے وہ کوہ اٹھنے میں ہے ابرِ سیاہ   عرش رفعت میں وہ اور چلنے میں جوں چرخ اتھک
شجرِ طور کا چہرے پہ ہو اس کے جلوہ   رنگیں تزئیں کے لیے جب گھڑی اس کی مستک
جھول پر اس کے ستاروں کا کہوں کیا میں حسن   تارے جس طرح رہیں رات اندھیری میں چھٹک
لے کے خرطوم میں زنجیر پھراوے وہ اگر   اس کے دانتوں کو یہ سمجھے جو کوئی ہو زیرک
لیلیٰ نے ہاتھ نکالے ہیں سیہ خیمے سے (۱۰۰)   ملنے کو مجنوں سے من سلسلۂ پا کی جھنک
روزِ میداں اسے دیکھو تو دلاور اتنا   سرکے واں سے نہ جہاں کہ زمیں جائے سرک
سامنے اس کے وہ چھوٹے ہے پٹاخوں کی لڑی   داغیں اک مرتبہ سو توپ جو ہم سنگِ اٹک
چرخی کیا چیز ہے لاوے وہ جسے خاطر میں   بان بجلی کی کڑک کا کبھو پہنچے اس تک
چاہے وہ توڑ کے جوں نیشکر اس کی چھڑ کو   پاؤں کھجلانے لگے سونڈ میں لے کر پونک
بے تکان اس قدر اس کا ہے چلاوا جیسے (۱۰۵)   مہر میں ابر کے آنے سے ہو سائے کی ڈھلک
اس قدر ہے وہ سبک رو کہ کبھو چلتے وقت   پاؤں کی اس کے دلِ مور کو پہنچے نہ دھمک
اس کے ہودج پہ تجھے دیکھ کے سمجھے یہ خلق   کرسی پہ عرش کے ہے صورتِ انساں کا ملک
خیمۂ جاہ کا تیرے سو کروں کیا مذکور   ہووے استادِ جہاں تیرے جلو کی اسپک
آسماں کو نہ کریں اس کے تلے بے چوبہ   کہ نپٹ کہنہ ہے یہ اور نہایت کوچک
اللہ اللہ ترے مطبخ کا تجمل جس کا (۱۱۰)   طبقِ روئے زمیں سے ہے بڑا خوانِ چشک
کافی واں ذرے کو محصول نہ ہو کرہاں کا   حاصلِ ہند سے پورا نہ پڑے اس میں نمک
چرخ و کہسار کو مصرف سے ہے دہشت واں کے   آپ کو پا کے مشابہ بہ پیاز و ادرک
اس کے مصرف کے جو دیہات ہیں بس ان میں سے   اپنے مداح کو بھی کر دے مقرر صحنک
تو ہی ٹک دل میں کر اب عرض کا میری انصاف   جائے کس در پہ کوئی پہنچ کے ایسے در تک
جبہہ سائی ہے پرکھ یاں زرِ انساں کے لیے (۱۱۵)   آستاں کا ہے ترے سنگ بہ از سنگِ محک
ختم کر اب تو دعائیہ پہ سودا یہ کلام   آمیں کہنے کو گئے بابِ اجابت پہ ملک

یاالٰہی جو یہ تیرا ہے چراغِ دولت تا ابد اس سے منور رہے قندیلِ فلک
تاقیامت رہے مسجودِ ملائک وہ جگہ مسندِ جاہ کی تیرے بچھے جس پر توشک
جو ترا دوست ہو اب آئینۂ گیتی پر اس کی تمثال کبھو ہونے نہ پاوے منفک

کاتبِ دستِ قضا شکلِ عدو کی تیرے
صفحۂ ہستی سے جوں حرفِ غلط کردے حک

(۵)

در مدح نواب شجاع الدولہ و در فتح کردن بہ حافظ رحمت خاں

آیا عمل میں تیغ سے تیری وہ کارزار
دیکھا جسے نہ تم کب فلک نے بہ روزگار

بے سر ہوئے ہیں آج یہ سرکش کہ گر نہال
خاک ان کی پر ہو تو نہ ثمر لاوے شاخسار

سر جنگ اس طرح کی نہ کھائے کہ تا بہ حشر
مدفوں ہو جس زمیں پہ نہ واں اٹھ سکے غبار

آتش غضب کی تو نے یہ ان کے فسردہ کی
تن میں نہیں ہے قطرۂ خوں صورت شرار

نام ان کا تیری تیغ نے معدوم یہ کیا (۵)
نہ عَف کہے ہے سگ ہی نہ غاں زاغ کو ہمار

اک خم تھا دل انھوں کا پُر از بادۂ غرور
تیں اس میں کر دیا نمک تیغ آب دار

تھا عزم یہ ہر ایک کا گاویں گے بیٹھ ہم
تانوں کو کھینچ کھینچ کے قلقاری مار مار

آئے تھے وہ چنانچہ اسی طرح روز جنگ
پایا تھا جوں دلوں میں خیال ان کے نے قرار

گاتے بجاتے ناچتے اور کودتے ہوئے
سائے میں جھنڈیوں کے صفیں باندھے بے شمار

وہ جھنڈیاں نظر پڑیں اک دم میں اس طرح (۱۰)
گا زر بچھا دیں پارچہ جوں نہر کے کنار

پر حق بجانب ان کے ہی تھا کچھ اس امر میں
تیرے دلاروں کا نہ دیکھا تھا کارزار

جو غول ان کے سامنے آیا تو سمجھے یہ
اک کھیت روبرو ہے ہمارے پُر از خیار

جیسی ہی اس گروہ نے پی تھی شراب کبر
کھینچا ہے اس کے نشے نے ویسا ہی کچھ خمار

اسباب پر حریف کے آپس میں لگتے داؤں
لشکر میں اپنے بیٹھ کے جب کھیلتے قمار

حق ناشناس قوم یہ تھی غرّہ اس قدر (۱۵)
غارت پہ ہم نبرد کے لیتے تھے سب اُدھار

لیکن خدا کے فضل سے یاں ناگرفتہ قرض
جو لائے تھے سو دے گئے رکھا نہ ایک تار

شمشیر و دست و بازو کے ہیں یہ بہت بلی
اپنا تو حرف حق سے گزرنا نہیں شعار

پر وہ جو ہیں غلام غلام اس جناب کے
آگے قدم انھوں کے نہیں ان کا اعتوار

جرأت میں ان کے حرف نہیں پر یہ کیا کریں
صحبت نہ ان کے دل سے تہوّر نے کی برار

اُن میں سے اس غلام کے تھے اکثر آشنا (۲۰) میں نے کہا انھوں سے کہ تم جیسے جاں گزار
یک قوم و یک برادری و یک گروہ کے ہو سامنے حریف کے بے حدّ و بے شمار
حافظ کی لاش ڈال گئے معرکے میں تم فتح و شکست مردوں کو ہے پہ یہ اضطرار
ان میں سے ایک نے بہ دمِ سرد یہ کہا خواہش خدا کی یوں تھی نہ تھا اپنا اختیار
لیکن جو کچھ کہ واقعی دیکھا سو ہم کہیں آوے تجھے سخن کا ہمارے گر اعتبار
تھی سامنے ہمارے جو فوجِ ہراولی (۲۵) ہوں گے وہ دس ہزار تلک پیادہ و سوار
سنتے ہیں اب ہر ایک سے اس فوج کے بھی سرکردہ تھے سمیت فرنگی کے پانچ چار
محبوب اور بنجت و لطافت سے یک طرف یک سو تھا میر سیّد علی مستعدِ کار
لیکن انھوں کو آدمی کہیے کہ دیو دد ان کا قدم وغا میں یہ پایا ہم اُستوار
ایدھر سے بان در ہکلہ و توپ متصل پڑتی تھی پہ وہ بڑھتے ہی آتے تھے سر گزار
بڑھ بڑھ کے آخرش وہ لگے توپیں داغنے (۳۰) اس تیلے پر جہاں سے جزائر کی ہووے مار
لیکن میں تجھ سے کیا کہوں اے یار اس گھڑی دکھلائی تھی اجل نے عجب طرح کی بہار

مطلع

تھیں کرتیاں تلنگوں کی مانندِ لالہ زار تھا دودِ توپ ابرِ سیاہ تگرگ بار
توپیں جو داغتے تھے فتیلوں سے آن آن رنجک مثالِ برق چمکتی تھی بار بار
گجنال مثل رعد کے کڑکے تھی دم بہ دم آوازِ شتر نال تھی طاؤس کی جھنکار
باردد و گولہ توپ میں تھا یا وہ باد تھی (۳۵) جن نے کہ قومِ عاد اڑائی تھی جوں غبار
فرصت کسو نے اتنی نہ پائی کہ وہ کرے بندوق و تیغ و تیر سے جا ان میں کارزار
ہر ایک جا یہی نظر آیا ہر ایک کو گھوڑا ادھر جو تڑپے ہے ادھر پڑا اسوار
اُڑتے تھے یوں پیادے کہ تودے کو روئی کے ندّاف کا کمانچہ جوں دے ہے انتشار
تھے ہاتھیوں پہ بیٹھے جو حافظ کے ہم نشیں ساتھ اس کے ہم پیالہ و با ہم نوالہ خوار
وہ بھاگے اس طرح کہ یہ کہتی تھی ان کو خلق (۴۰) بھاگا وہ دیکھو جائے ہے میداں سے کوہسار
نے لڑنے کے حواس تھے نے بھاگنے کا ہوش نے سوچ مرنے کا ہی نہ جینے کا کچھ بچار
باور ہی کیجو اس کو تو اے یار اس گھڑی آیا جو کچھ عمل میں نہ تھا اس میں اختیار
جیدھر کو جس کا منہ اٹھا ادھر کو وہ چلا سوچے بغیر یہ کہ فلاں جا کروں قرار

ہو یہ غضب تو لاش کا حافظ کی ذکر کیا — بیٹا سسکتے چھوڑ کیا باپ نے فرار
حافظ کی لاش ہم سے نہ اٹھی تو نزدِ فہم (۴۵) — جا گہ نہیں ہے طعن و تعرض کی ہم پہ یار
لازم نہ تھا اسے کہ ہو ایسے کے سامنے — ہمت میں اور کرم میں جو ہے طاقِ روزگار
نے زر سے تا جواہر و از اسپ تا بہ فیل — جس کے ہمم کے آگے نہ رکھے کچھ اعتبار
نے رتبہ زر کو ہے نہ جواہر کو منزلت — نے قدر اسپ کی ہے نہ کچھ فیل کا وقار
خلعت کسی کو، اسپ کسی کو، کسی کو فیل — بخشے کسی کو لاکھ، کسی کو دیے ہزار
حافظ یہ چاہے عہدے سے اس کے بر آؤں میں (۵۰) — پیادے کو دے کے تین روپے نو روپے سوار
کیا کیا کروں میں اس کی شجاعت کا اب بیاں — ہمت کا اس کی کیا کروں اظہار بار بار
حافظ نے سر دیا نہ دیا زر ہوئی ہے یہ — تاریخ اس کے فوت کی کرنے عدد شمار

تاریخِ فتح عرض کی سودا نے یوں کہ "ہو
یہ فتحِ نو مبارکِ نوابِ نامدار"

— ✤ —

(۶)

قصیدۂ شہر آشوب

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جواں ہے / دعویٰ نہ کرے یہ کہ مرے منہ میں زباں ہے
میں حضرتِ سودا کو سنا بولتے یارو / اللہ ہی اللہ ہے کیا نظم بیاں ہے
اتنا میں کیا عرض کہ فرمائیے حضرت! / آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یاں ہے
سن کر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا / اس امر میں قاصر تو فرشتے کی زباں ہے
کیا کیا میں بتاؤں کہ زمانے کی کئی شکل (۵) ہے وجہِ معاش اپنی سو جس کا یہ بیاں ہے
گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہیں کسو کی / تنخواہ کا پھر عالمِ بالا پہ نشاں ہے
گذرے ہے سدا یوں علف و دانہ کی خاطر / شمشیر جو گھر میں تو سپر بنیے کے یاں ہے
ثابت ہو جو دگلا تو نہیں موزوں میں کچھ حال / تیروں میں ہے پر گیری تو بے چلّہ کماں ہے
کہتا ہے نفر غُرّے کو صرّاف سے جا کر / بی بی نے تو کچھ کھایا ہے فاقے سے میاں ہے
یہ سن کے دیا کچھ تو ہوئی عید وگرنہ (۱۰) شوّال بھی پھر ماہِ مبارک رمضاں ہے
اس ربع سے جب چڑھ گئے چھتّیس مہینے / تنخواہ کا پھر بٹنا اس شکل سے یاں ہے
لیتے ہیں بایں رو سپہی وہ تو دو ماہہ / ٹک دھونس دھڑکّے کی جنھیں تاب و تواں ہے
قاضی کی جو مسجد ہے گدھا باندھے اُس میں / بیٹھا ہوا اِس شکل سے ہر پیر و جواں ہے
ملّا جو اذاں دیوے تو منہ موند کے اُس کا / کہتے ہیں کہ خاموش، مسلمانی کہاں ہے
بولا جو خطیب اس میں تو ماری اسے اک دھول (۱۵) ہاتھ آ گیا واعظ تو تھپیڑا او دہاں ہے
رینکے ہے گدھا آٹھ پہر گھر میں خدا کے / نے ذکر نہ صلوات نہ سجدہ نہ اذاں ہے
اور وہ جو ہیں کم زور سو داب آن کے بیٹھے / رستے کے جو آگے کی یہ ہر ایک دکاں ہے
اُٹھ اُٹھ کے دکھاتے ہیں انھیں حال وہ اپنا / دربار رَوا اس عہد میں جو خرد و کلاں ہے
یوں بھی نہ ملا کچھ تو ہر اک پالکی آگے / اس ہیچ سے رسالے کا رسالہ ہی رواں ہے

کوئی سر پہ کیے خاک گریباں کسو کا چاک (۲۰) کوئی روتا ہے منہ پیٹ کوئی نالہ کناں ہے

ہندو و مسلماں کو پھر اس پالکی اوپر ارتھی کا توہّم ہے جنازے کا گماں ہے

یہ مسخرگی دیکھ کے جا صاحبِ ارتھی کرتے ہیں جو واں عرض تو منہ پھیرے نہاں ہے

گر ہو جیے جا کر کسی عمدہ کے مصاحب اس کی تو اذیت ہی بڑی آفتِ جاں ہے

وہ جاگے جو راتوں کو تو بیٹھے ہیں دو زانو کیسا ہی اگر اپنے تئیں خوابِ گراں ہے

بے وقت خورش اس کی جو ہو اپنے تئیں بھوک (۲۵) سو کیا کہوں تجھ سے کہ مصیبت کا بیاں ہے

گھڑیال کی چپ بیٹھے ہوئے گنتے ہیں گھڑیاں اور ریح خلا معدہ میں جوں آبِ رواں ہے

خمیازے پہ خمیازہ ہے اور چرت اوپر چرت منہ صورتِ سوفار کمر شکلِ کماں ہے

صیغے پہ طبابت کے بھلا آدمی نوکر سو دو سو روپے کا جو کسی عمدہ کے یاں ہے

صحبت ہے یہ اس سے اگر آقا کے تئیں چھینک آوے تو وہ اس کو بہ خشونت نگراں ہے

دیتے ہیں منگا تیر و کماں ہاتھ میں اس کے (۳۰) ٹھنڈی ہوا آنے کا گر اس وقت گماں ہے

اور ما حضر اوپر جو وہ نواب کو دیکھے کھانا تو یہ کھاتے ہیں پر اس کو خفقاں ہے

مطبوخ پہ ہے خربزہ اور خربزے پر دودھ ہے دودھ پہ مچھلی تس اوپر گاؤ زباں ہے

یہ بھی تو نہیں ہے کہ اسی سے ہو تسلّی اس سب پہ تفنّن کے لیے بیسنی ناں ہے

اس میں جو کہیں درد اٹھا پیٹ میں اُن کے پھر بو علی سینا ہے تو وہ ہیچ مداں ہے

رکھتے ہیں غرض مرگ سے لڑنے کو سپاہی (۳۵) گر نوکری سمجھو یہ طبابت کی کہاں ہے

سوداگری کیجے تو ہے اس میں یہ مشقت دکھن میں بکے وہ جو خریدِ صفاہاں ہے

ہر صبح یہ خطرہ ہے کہ طے کیجیے منزل ہر شام بہ دل وسوسۂ سود و زیاں ہے

لے جا جو کسی عمدہ کی سرکار میں دے جنس یہ درد جو سنیے تو عجب طرفہ بیاں ہے

قیمت جو چکاتے ہیں سو اس طرح کہ ثالث سمجھے ہے فروشندہ پہ دزدی کا گماں ہے

جب مول مشخّص ہوا مرضی کے مطابق (۴۰) پھر پیسوں کا جاگیر کے عامل پہ نشاں ہے

پروانہ لکھا کر گئے عامل کنے جس وقت کہتا ہے وہ پیسا ابھی مجھ پاس کہاں ہے

اودھر سے پھر آئے تو کہا جنس ہی لے جا دیوان و بیوتات یہ کہتے ہیں گراں ہے

آخر کو جو دیکھو تو نہ پیسے ہیں نہ وہ جنس ہر اک متصدی سے میاں اور تیاں ہے

ناچار ہو پھر جمع ہوئے قلعے کے آگے جو پالکی نکلے ہے تو فریاد و فغاں ہے

دو بیل کی جا کر جو کہیں کیجیے کھیتی (۴۵) اور زمینہ بھی موافق ہی پڑے تو تو سماں ہے
ہیں خشکی و غرقی کے تفکر میں شب و روز نے امن ہے دل کے تئیں نے جی کو اماں ہے
گر خان و خوانین کی لے کوئی وکالت اس کا تو بیاں کیا کروں تجھ سے کہ عیاں ہے
ہر عمدہ کے دروازے پہ زیں پوش پہ بیٹھا پوچھے ہے اجی ہرد ہے نواب کہاں ہے
ہر گھر میں وہ چاہے کہ میں فوارہ سا چھوٹوں ہر کوچے میں جوں آب چکا یو وہ دواں ہے
دیوان کے بخشی کے بیوتات کے حاضر (۵۰) مانند کنھیا کے جہاں دیکھو تہاں ہے
ہر بات پلٹتا ہی رہے صبح سے تا شام ہیپل کے پتوے کی طرح منہ میں زباں ہے
لاوے جو کچہری سے وہ داموں کا سیاہا للچاوے توکل کو یہ کیا خوب مکاں ہے
سو ماہی یہ بنیٹھی ہے ولے پانسو ہے خرچ اور زر کے اجارے کی بھی اُردو میں کاں ہے
تباوے غرض پیسے اڑا کر ہوا رو پوش گھر جا کے پکارے جو کوئی لالہ کہاں ہے
جس وقت سنا یہ وہیں آواز بدل کر (۵۵) آپ ہی کہا گھر میں سے کشن چند کے یاں ہے
پھر ہو جو توکل سے کہیں راہ میں بھینٹا اسناد کا جاگیر کے یہ اس سے بیاں ہے
عرضی پہ ہوا ہیم سیاہے پہ ہوا جیم پروانہ میں تم پر ہوں تصدق مری جاں ہے
کاہے کی غرض عرضی وہ اور کس کا سیاہا کیدھر کا وہ پروانہ وہ جاگیر کہاں ہے
انصاف جو کیجے تو نہیں اس کی بھی تقصیر سب ما حصل ان باتوں کا اک پارچہ ناں ہے
شاعر جو سنے جاتے ہیں مستغنی الاحوال (۶۰) دیکھے جو کوئی فکر و تردد کو تو یاں ہے
مشتاق ملاقات انھوں کا کس و ناکس ملنا انھیں ان سے جو فلاں ابن فلاں ہے
گر عید کا مسجد میں پڑھیں جا کے دوگانہ نیت قطعۂ تہنیت خانِ زماں ہے
تاریخ تولد کی رہے آٹھ پہر فکر گر رحم میں بیگم کے تئیں نطفۂ خاں ہے
اسقاط حمل ہو تو کہیں مرثیہ ایسا پھر کوئی نہ پوچھے میاں مسکین کہاں ہے
ملائی اگر کیجے تو ملا کی ہے یہ قدر (۶۵) ہوں دو روپے اس کے جو کوئی مثنوی خواں ہے
اور ماحضر آخوند کا اب کیا میں بتاؤں اک کاسۂ دالِ عدس و جو کی دو ناں ہے
دن کو تو وہ بیچارہ پڑھایا کرے لڑکے شب خرچ لکھے گھر کا اگر منہ سے داں ہے
تس پہ یہ ستم ہے کہ نہالی تلے اس کے لڑکوں کی شرارت سے سدا خار نہاں ہے
بھاگے یہ عمل کر جو وہ شیطان کا لشکر دیوالی کو لے ہاتھ تعاقب میں دواں ہے

اب کیجیے انصاف کہ جس کی ہو یہ اوقات (۷۰) آرام جو چاہے وہ کرے وقت کہاں ہے

جس روز سے کاتب کا لکھا حال میں تب سے ہر صفحۂ کاغذ پہ قلم اشک فشاں ہے

وہ بیت ٹکے سیکڑے لکھنے کو ہے محتاج خوبی میں خطاب جس کا بہ از خطِ بتاں ہے

یہ بھی میں تکلف ہی سے کہتا ہوں وگرنہ آفاق میں ان چیزوں کی اب قدر کہاں ہے

احیا ہو جو موتی کا زمانے میں نئے سر خطاط کی اُتنی ہی یہ قدر جو یاں ہے

بہ یہ ہو سوا پانچ ٹکے گذری میں آکر (۷۵) یاقوت پکارے جو "بکاؤ قرآں ہے"

دمڑی کو کتابت لکھیں دھیلے کو قبالہ بیٹھے ہوئے واں میر علی چوک جہاں ہے

چاہے جو کوئی شیخ بنے بہر فراغت چھٹتے ہی تو شعرا کے وہ مطعونِ زباں ہے

دیتا ہے دُمِ خر سے کوئی شملے کو نسبت گنبد سے کوئی پگڑی کو تشبیہ کناں ہے

اور اس کو جو دیکھے کوئی وہ بہر معیشت اس فکر و تردد میں ہر ایک زماں ہے

پوچھے ہے مریدوں سے یہ ہر صبح کو اُٹھ کر (۸۰) ہے آج کدھر عرس کی شب روز کہاں ہے

تحقیق ہوا عرس تو کر ڈاڑھی کو کنگھی لے خیلِ مریداں گئے وہ بزم جہاں ہے

ڈھولک جو لگی بجنے تو واں سب کو ہوا وجد کوئی کودے کوئی رودے کوئی نعرہ زناں ہے

بے تال ہوئے شیخ جو ٹک وجد میں آکر سرگوشیوں میں پھر بد اصولی کا بیاں ہے

گر تال سے پڑتا ہے قدم تو بھی ہنس ہنس کہتے ہیں کوئی حال ہے یہ رقصِ زناں ہے

اور ماحصل اس رنج و مشقت کا جو پوچھو (۸۵) ڈالا ہوا واں دالِ نخود قلیہ و ناں ہے

سب پیشہ یہ تج کر جو کوئی ہو متوکل جو رد تو یہ سمجھے کہ نکھٹو یہ میاں ہے

اور بیٹے کے دل کو ہے خرافت کا تیقن بیٹی کو جنوں ہونے کا بابا کے گماں ہے

پھر شیخ کے جب لڑکے لگے بھوک سے مرنے ہر خان و خوانین کے ہمراہ دواں ہے

جب راہ خدا پیسے نکالے کوئی نواب تب اس کی سفارش میں اسے رقعہ خواں ہے

مضمون یہی رقعے کا کہ کچھ دیجیے اس کو (۹۰) مدّاح اماموں کا ہے اور مرثیہ خواں ہے

بالفرض اگر آپ ہوئے ہفت ہزاری یہ شکل بھی مت سمجھیو تو راحتِ جاں ہے

ٹک دیکھنا منصور علی خاں جی کا احوال چھاتی پہ کڑک بجلی ہے اور شیر دہاں ہے

آرام سے کٹنے کا سُنا تو نے کچھ احوال جمعیتِ خاطر کوئی صورت ہو کہاں ہے
دنیا میں تو آسودگی رکھتی ہے فقط نام عقبیٰ میں یہ کہتا تھا کوئی اس کا نشاں ہے
سو اس پہ تیقّن کسی کے دل کو نہیں ہے (۹۵) یہ بات بھی گوئندہ ہی کا محض گماں ہے

یاں فکرِ معیشت ہے تو واں دغدغہ حشر
آسودگی حرفیست نہ وہ یاں ہے، نہ واں ہے

———— ❖ ————

میرؔ

در مدحِ نواب آصف الدولہ

رات کو مطلق نہ تھی یاں جی کو تاب   آشنا ہوتا نہ تھا آنکھوں سے خواب
لوٹتا تھا سوزِ غم سے آگ میں   دل جگر سنکتے تھے دونوں جوں کباب
ہر زماں تھی ساتھ اپنے گفتگو   کیا کروں شہر اور میں دونوں خراب
تھا کرم شیوہ جنھوں کا اُٹھ گئے   بیٹھے بیٹھے کھینچیے کب تک عذاب
جائیے کس کے در اور یہ کون ہے (۵)   ملیے کس سے کون ملنے کا ہے باب
لے جوانی سے پھرے پیری تلک   امتحاں میں آگئے سب شیخ و شباب
ناگہاں مجھ سے لگا کہنے سروش   رہ گذر میں لطف کی کر کر خطاب
ہے کریم اب بھی وزیر ابنِ وزیر   آصف الدولہ فلک قدر و جناب
آسماں رتبہ ہے جس کا آستاں   ناز کر طالع پہ جو ہو باریاب
اس کی ہمت سے سخن کیا سر کروں (۱۰)   بات کہتے دے درِ یاقوتِ ناب
اس کے دست و دل کے رشک و شرم سے   خون ہے دل کان کا دریا ہے آب
جم حشم، انجم سپہ، گردوں شکوہ   مرجعِ خورد و کلاں، عالم مآب
دستِ ہمت اس کا گر دُر بار ہو   پانی پانی شرم سے ہووے سحاب
مال کیا ہے ہفت گنجِ خسروی   اک ہی کو نواب بخشے ہے شتاب
فخرِ سام و رستم اس کی بندگی (۱۵)   داخلِ خدام یاں افراسیاب
جس سحر جرأت سے کھینچی ان نے تیغ   ڈھال رکھے منہ پہ نکلا آفتاب
رزم کے عرصے میں ہلچل پڑ گئی   آسماں کے خیمے کی کانپی طناب
مدعی گر کوہ تھا مارا اکھاڑ   ور زمیں تھا بے سکوں پایا شتاب
خرمن آسا جل گیا انبوہِ خصم   چل پڑی جو اس کی تیغِ برق تاب

میر

دیو تھے گو معرکے میں بے شمار (۲۰)   ایک ٹھہرا ہو مقابل کیا حساب
زین رکھا جائے مرکب پر اگر   راجا پرجا آن کر دابیں رکاب
زلزلہ پڑ جائے سارے ملک میں   ملک داروں سے کہیں ہاں سر حساب
مطلعِ ثانی کی اب مائل ہے طبع   کفر ہے حرف و سخن سے اجتناب

مطلع

اے ترے ڈر سے جگر شیروں کے آب   دشمنوں کو رو بہانہ اضطراب
مدعی کی صف ہے گو نجوں کی قطار (۲۵)   لشکری اس فوج کا ہر اک عقاب
موجزن جیدھر ہو وہ دریائے فوج   بستیاں اس سمت کی جیسے حباب
گرد اس لشکر کی گر ہووے بلند   پھر زمین و آسماں میں ہے حجاب
جاوے دشمن جوں سگِ پا سوختہ   وقتِ گرگ و میش لے منہ پر نقاب
دادری و منصفی سن دلبراں   چھوڑ دیں عشاق پہ کرنا عتاب
رفعِ بدعت چاہے تو پھر کیا مجال (۳۰)   اٹھ سکے جو نغمۂ چنگ و رباب
منع مے ہووے تو پھر قدرت ہے کیا   جو گلے سے شیشے کے اترے شراب
بحر کیا ہے جو کرے تہ سے سوال   کوہ تیرے حلم کا کیا دے جواب
خوبیاں ہی خوبیاں سر تا قدم   تب کیا صانع نے تجھ کو انتخاب
لطفِ طبعِ صاحبِ مجلس کہوں   یا کہوں پاکیزہ اس صحبت کا داب
نکلی مستعمل نہایت ورنہ شب (۳۵)   چاندنی کی جائے چھپتی ماہتاب
گر نہ ہو ممدوح علمِ ظاہری   پر نہیں ہوتی ہے یہ راہِ ثواب
جو کہے تو چاہیے وہ لکھ رکھیں   حرف ہر اک تیرے منہ کا ہے کتاب
کر دعا پر میر اب ختمِ سخن   تو کہے جو کچھ کرے حق مستجاب
زیر دست اس کے رہیں گردن کشاں   تا قیامت وہ رہے مالک رقاب

دوست اس کے جوش زن جیسے محیط
خاک بر سر مدعی جیسے سراب

انشا

(۱)

در حمد

اے خداوندِ مہ و مہر و ثریا و شفق
لمعۂ نور سے تیرے ہے جہاں کو رونق

بیٹھ کر مکتبِ ابداع میں تو نے کھولے
دفعتہً نسخۂ افلاک کے جوں سات ورق

تذکرہ پھر تو ہوا مسئلۂ وحدت کا
عقلِ اوّل نے پڑھا تجھ سے مودب ہو سبق

ذات کی کنہ کو تفہیم کریں کیا اوہام
سیکڑوں نوع کے ہیں جس میں دقائق مغلق

کیجیے گر نظرِ غور بہ انواعِ صفات (۵)
خیرہ ہو ذہن کہ ہے یہ مسائل ہیں ادق

روح کو حکمِ تعلق بہ جسد فرمایا
تاکہ اشکالِ ہیولا و صور ہوں مشتق

مزج سے چار عناصر کو یہ دی کیفیت
قیدِ ہستی نے کیا پردۂ اطلاق کو شق

خلقِ انساں کو کیا نامیہ اس کو بخشی
ہیئتِ جسم کو کر کے متشکل زِ علق

جلد دی لحم کو تصوین کو تا غاذیہ سے
ایک پردے میں قویٰ اخذ کریں اپنا حق

ہیں سب اعصاب و شرائین و رباطات یہ تا (۱۰)
روح کی آمد و شد سے نہ رہے رنج و دق

واسطے فائدے کے سب یہ بنائے اعضا
عاتق و کتف و ید و ساعد و رسغ و مرفق

سمع و ذوق و بصر و لمس و شم و وہم و خیال
بن کہے تو نے دیے ہم کو کریمِ مطلق

صدقے اس بندہ نوازی کے تری ہم جاویں
باپ ماں ہوتے ہیں کب ایسے شفیق و اشفق

جوہرِ صنع سے ہیں تیرے مقولاتِ عشر
سب امورات ہیں ہر آن رفیق و ارفق

فعل ملکِ این و متیٰ با کم و کیف و ہم وضع (۱۵)
انفعال اور اضافت ہے بہ ہر شے ملحق

تیری سطوت کی جو وادی کو نظر بھر دیکھے
توسنِ وہم کو یکبارگی آجائے عرق

بحرِ مواجِ حقائق سے گذر کون سکے
ہاں مگر فضل ہے تیرا ہی بجائے زورق

داورا! سچ کہ سزاوارِ پرستش تو ہے
بے شک و شبہ سمعنا و اطعنا الحق

روز و شب حضرتِ خلاق ترے حکم میں ہیں
عرش و لوح و قلم و شش جہت و ہفت طبق

بھلے قلعۂ اقطارِ سمٰوات علا (۲۰)
قاف پشتہ نہ ہو جس کا نہ سمندر خندق

ہے ہوا لیسہ ثلاثہ کو علی قدر الحال   تیرے ہی فضل سے محصول سدا سد رمق
لطف فرما جو ترا ظلِ ہمایوں ہو تنک   چشم تحقیر سے عنقا کی طرف دیکھے بق
فی المثل توسنِ ایام و لیالی پہ بیٹھ   چرخ کو گر متوہم ہو کہ میرا ابلق
جلد ہی کیجیے مضمارِ حقیقت کی سیر   غیرت آدو میں مجسم ہو کہے اے احمق
سعی بے فائدہ سے کیا تجھے حاصل ہوگا (۲۵) راہ لگ اپنی یہ صحرا ہے بڑا لق و دق
سیکڑوں طرح کی خلعت کو تو اے رازقِ کل   بھیجتا نعمتِ الوان ہے بے طشت و طبق
تو نمِ فیض نہ چھڑکے تو میاہ الابحار   اڑ چلیں ابخرۂ ارض سے مثلِ زیبق
حمد کے بعد یہ شکریہ ادا کرتا ہوں   شکر صد شکر ہے اے حمد و ثنا کے الیق
کہ مجھے دینِ محمد میں کیا تو نے خلق   ورنہ تھے اور بھی انواع کے ادیان و فرق

.. .. (۳۰) .. ..

.. ..

.. ..

شر و وسواسِ شیاطیں سے بچائے مجھ کو   تیرے سائے میں چھپا آ کے ہوں اے ربِ فلق
نہ تو کچھ دیں سے بہرہ نہ مجھے دنیا سے   سن لے اس بندۂ انشا کی بھی آہِ حق
وسعتِ رزق تفضل ہو مجھے صحت ساتھ (۳۵) جلد ایسی کہ نہ کرنی پڑے مجھ کو زق زق
رزق کے تو نے تکفل کی قسم کھائی ہے   ہے قسم تیری تو اوفیٰ و ابرّ و اوثق
عمر تا ایک صد و سی سال عنایت ہو مجھے   لیک یہ شرط ہے اس ساتھ نہ کچھ ہو بق بق
تا کہ مشغولِ عبادت رہے انشاء اللہ   ضائع اوقات کو کھویا نہ کرے حق ناحق
اپنے اطفال و عیال و پدر و مادر ساتھ   روز و شب وردِ وظائف میں رہے مستغرق
ہاں اس عرضِ تمنا کو تجھے لازم ہے (۴۰) خاطرِ احمدِ مختارؐ و وصیِّ برحق
قلمِ عفو مری لوحِ جرائم پہ کھینچ   از پئے حیدرِ کرار امامِ اصدق
کلمہ منہ سے دمِ نزع مرے جاری ہو   جب تک آنکھوں میں رہے جان کی ذرہ بھی رمق
ہاتھ سے ساقیٔ کوثر کے پلا دینا جام   عطشِ روزِ قیامت سے نہ ہو مجھ کو قلق

اہلِ بیتِ نبوی کے لیے اے بارِ الٰہ
کچھ نہ پہنچے مجھے آسیبِ جہنم مطلق

(۲)

در مدحِ شاہزادہ سلیمان شکوہ

صبح دم میں نے جو لی بسترِ گل پر کروٹ ۔۔۔ جنبشِ بادِ بہاری سے گئی آنکھ اُچٹ
دیکھتا کیا ہوں سرہانے ہے کھڑی ایک پری ۔۔۔ جس کے جوبن سے ٹپکتی ہے نری گدراہٹ
عطر میں ڈوبی ہوئی زور ہے بو باس اس کی ۔۔۔ بل بے وضع، بل بے اکڑ، بل بے تری گرماہٹ
آفتاب اس کی جبیں کے جو مقابل ہووے ۔۔۔ صدقے صدقے ہو کہے اُف رے تری چمکاہٹ
موتیوں سے جو بھری مانگ وہ دیکھے اس کی ۔۔۔ (۵) سیر سے تاروں بھری رات کی جی جائے اُچٹ
چاندنی میں نہ ہو معلوم کدھر ہے وہ پری ۔۔۔ سر کے سوندھے کی مہک کی گر آجاوے لپٹ
اس درِ گوش پہ بھی زلف جو کنڈلی مارے ۔۔۔ سانپ کے من کی اگر کہیے تو پھبتی ہے نپٹ
جٹی وہ دونوں بھویں ہوئے بے ظالم بیداد ۔۔۔ انکھڑیاں سحر، نگہ قہر، غضب گرماہٹ
ڈورے آنکھوں میں چھٹے ایسے ہیں کافر خونخوار ۔۔۔ کہ رگِ گل کی نزاکت کو لگا دیویں چٹ
پائے خم جیسے سیہ مست پڑا ہووے کوئی ۔۔۔ (۱۰) گوشۂ چشم میں یوں خال رہا تھا وہ لپٹ
حرکت اس کی تھی یوں غمزۂ چالاک کے ساتھ ۔۔۔ رند جوں نیند کے میخانے میں لیوے کروٹ
چتون انکھیں؛ بلا نرگسِ جادو آنکھیں ۔۔۔ نگہ ایسی ہے کہ دے برق کی چشمک کو الٹ
تیور اس آن سے بگڑے ہوئے دونوں گویا ۔۔۔ مستعدِ قتل ہی کر ڈالنے پر ہیں جھٹ جھٹ
شوخی اس روپ سے اس تارِ نظر پر کھیلے ۔۔۔ آتا جاتا ہو رسن پر کوئی جس طرح سے نٹ
صفِ مژگانِ رسا میں یہ ستم تیزی کچھ ۔۔۔ (۱۵) دستِ اندیشۂ عشاق جہاں جائے کٹ
منہ میں لیوے ہے جو چوٹی کو وہ ٹھٹھیلی سے ۔۔۔ عقدۂ راس و ذنب چاند کو لگ جاوے جھٹ
کیوں نہ ہو غرقِ تحیر مرجِ البحرین آ ۔۔۔ باہم امواج میں آنکھوں کی یہ ہے الجھاوٹ
ناک اس شوخ کی برزخ کی طرح بیچ میں ہے ۔۔۔ تاکہ دو چشمے نہ ایک ایک سے مل جاویں جھٹ
تھا وہاں نام خدا عالمِ خود بینی گرم ۔۔۔ اس کے نتھنوں کی پھڑک میں بھی غضب گرماہٹ
لام ہے جوں بہم "الحمد" میں دبک لیا ہے ۔۔۔ (۲۰) کشش ایسی ہے سدھوٹ ایسی، پاکیزہ بلٹ

گرچہ تمثیل یہ دل چسپ بندھی ہے لیکن — ایک مضموں سنو تم اور بھی پاکیزہ نپٹ
خوش نویسِ ازلی نے خطِ قرآنی سے — "ہ" کو اللہ کی یاں نور سے دی چمکاہٹ
گال گدرائے ہوئے چومنے کے لائق ہونٹ — غبغب اور سیبِ ذقن بوسوں کے قابل چٹ چٹ
وہ دھواں دھار دھڑی دانت سو موتی کی لڑی — تہ میں اندازِ تبسم کے رچی شرماہٹ
گردن اس ڈھب سے صراحی ہوئے سرخ کی جوں (۲۵) خونِ عشاق چڑھا جانے کو حاضر غٹ غٹ
تھی بر و دوش میں بالیدگی ایسی ہی کہ صاف — جیسے کہتی ہو کسی ساتھ گلے سے تو لپٹ
آستیں کو چۂ مہتاب نظر آتی ہے — اس کے ساعد کی ڈلک میں تھی یہ کچھ پھیلاوٹ
سینہ جوں آئینہ شفاف شکم ایسا صاف — جس میں مخمل کی شکن کی سی پڑی ستھری بٹ
شہرِ سبزِ اس کے وہ سب رونگٹے یا وادیٔ نمل — سیلی ایسی ہے دھواں جیسے کہ سنبل کی لٹ
قمقمے نور کے تھیں اس کی کچیں وہ دونوں (۳۰) ہو انھیں دیکھتے ہی اور ہی کچھ للچاہٹ
گزکِ بادہ کشاں زنگترے سے دونوں — دل یہ چاہے ہے کہ انھیں دوڑ کے لے بھاگیے چٹ
نیم بشگفتہ کنول چشمۂ خوبی کے دو — گول گول ابھرے ہوئے بھونرے رہے جن سے لپٹ
بُنت انگیا میں تھی زور پڑاقے کی پھبن — دیکھ کر مارے مزے کے جنھیں جی جائے الٹ
گدگداہٹ پہ اگر ناف کی پڑ جائے نظر — چٹ کفِ دستِ خیال اس سے کہیں جائے چمٹ
ہو یقیں دل کو کہ ہے حسن کے دریا کا بھنور (۳۵) گھر کے ساری ہی نزاکت ہیں آئی ہے سمٹ
نقشِ پا اس کے ذقن کا پھسل آیا ہوگا — دھیان میں بوسۂ عاشق کے تڑاقے سے رپٹ
بندِ شلوار سے چسپیدہ سو اس روپ کے ساتھ — موم پہ مہر کوئی گول سی جوں آوے اچٹ
سیلِ خوں ہو کے بہا کوچۂ نیفہ میں خیال — کھوج میں اس کی کمر کے یہ ہوئی اکتاہٹ
تھی رگِ جانِ تمنا کہ دکھائی نہ پڑے — لیکن آفت تھی وہ پیلام کی چنٹ کی سمٹ
بیچ میں یہ نہ کہوں تھی یہ گماں کچھ تو شے (۴۰) جس کے باعث تھی خوش آئندیہ سب بھڑکاہٹ
کیا کروں اس کی بیاں خوش کفلی کا عالم — حسن و خوبی نے وہیں آ کے کیا تھا جمگھٹ
گات زانو کی وہ پاکیزہ طرح دار کہ ہائے — دھیان کے ساتھ جہاں پائے نظر جا کے رپٹ
قامت ایسی کہ قیامت بھی کرے جس کو سلام — اس کے اٹھلاتے ہوئے چلنے کی سن کر آہٹ
شورِ محشر کو یہ کہہ اٹھے خرام اس کا صاف — دال فے عین الف دور پرے ہو چل ہٹ
چھلے انگلیوں کی پوروں میں مہندی کے وہ شوخ (۴۵) کرنہ عباسی کی چنٹ میں بھی ویسی ہو سمٹ

سرخی ان ایڑیوں کی موتیوں کو جوتی کے — گھنگچیاں کر کے دکھاوے تجھے اک آن میں چٹ
نشے میں قلقلِ صہبا سے یہ فرما اٹھے — کیا خوش آتی ہے صدا مجھ کو یہ تیری غٹ غٹ
سرو و شمشاد و صنوبر سے کہے چلتے ہو — کھیلنے جاتے ہیں ہم آج چمن میں جھرمٹ
ندھڑک ایسی ہی بیباک کہ گرمے نہ پیے — ریشِ قاضی میں وہ صہبا کی لگا دے تلچھٹ
کچھ نہ گہنا نہ جواہر نہ تکلف نہ بناؤ (۵۰) سادگی اپنی سے مسرور خوشی سے غٹ پٹ
کشتیاں دیکھ جواہر کی یہی کہہ اٹھنا — کس کو ہے ایسی غرض مفت کرے جو کھٹ کھٹ
بھلے لگیے جو بناوٹ سے بھلا کیا حاصل — فائدہ فرق سے لے پاؤں تلک جائے پٹ
بادلہ پوشی و آراستگی اور سنگار — چاہیے کانٹوں کو اپنے کہ ہو چمکاہٹ
سانگ ہولی میں حضور اپنے جو لادیں ہر رات — کہ کنھیا بنیں اور سر پہ وہ دھر لیویں مکٹ
گوپییں ہو کے پڑی ڈھونڈیں کدم کی چھائیں (۵۵) بانسری دھن میں کھا دیویں وہی جمناتٹ
”گاؤں گوکل کا ہے پینڈا ہے نرالا“ یہ کہیں — گوالنیں بن کے کہیں ہنس کے ”وہ ہے منسی بٹ“
گاگریں لیویں اٹھا اور یہ کہتی جاویں — دیکھیت دھندرے جو دُرم اوتی ہے پنگھٹ
سونے روپے میں جو لد جائیں گنواروں کی طرح — ”دھام“ گھر کو کہیں نزدیک کو بولیں ”وہ نکٹ“
باندھیں مضمون جو رونے کا تو بول اٹھیں یوں — چھلکے ہر نین میں آنسو ہے جیسے کہ رہٹ
الغرض تھی جو اس اوصاف سے موصوف اس نے (۶۰) اپنے مکھڑے سے دوپٹے کی مسلسل کو الٹ
مجھ سے سنکھ ہو کہا دولت بیدار ہوں میں — خوابِ غفلت سے بس اب جو تک گلے میرے لپٹ
مجلس آراستہ ہے سال گرہ کی اس کی — جس کی ہر لحظہ دعا دینے میں ہے سب کو رٹ
یعنی وہ شاہ سلیماں کہ شکوہ اس کی ہے — نیرِ حشمت و اقبال کو ہے چمکاہٹ
جشنِ شاہانہ ہے ہیں سب امرا حاضرِ وقت — اس کے مجرے کو کھڑے فوجوں کے ہیں غٹ کے غٹ
ہے یہ دھڑ کا دہل و کوس کی آوازوں سے (۶۵) سینۂ گاو زمیں آج کہیں جائے نہ پھٹ
چیری صاحب بھی یہ کہتا ہے درِ دولت پر — روح بخشندہ ہے عیسیٰ کی قسم یہ چوکھٹ
ہیں سلامی کو کھڑے باندھ کے صف سب انگریز — مارٹین اور برن، روبلی، ایمل، آرنٹ
بزم ایسی ہی مرتب ہے کہ سبحان اللہ — جس میں اقسام تماشا کا ہوا ہے جمگھٹ
قدِ آدم ہیں کروڑوں ہی لگے آئینے — طرفہ گسترہ جواہر کے چھپر کھٹ سر کھٹ
ارغنوں کی کہیں آواز کہیں ناچ کی ہے (۷۰) خفقاں جس سے کہ جاتا ہے اور گھبراہٹ

واسطے نذر کے کر تو بھی قصیدہ کوئی عرض
اٹھ، کمر باندھ ابھی جلد چلا چل جھٹ پٹ

سنتے ہی میں نے یہ دولت سے خوشی کا مژدہ
شرف اندوز ہوا خدمتِ اقدس میں جھٹ

بارِ محفلِ شاہانہ میں مطلع وہ پڑھا
جس کی سطوت سے ہوئی جانِ عدو کی تلپٹ

مطلع

عازمِ جنگ ہو جس لحظہ تو گلگوں کو ڈپٹ
گاؤ سر پھینک کے چٹ سام سا بھاگے جیوٹ

مارِ خنگھاڑ عرقِ زال کرے دہشت سے
(۷۵) پاؤں رستم کا گل ولا پہ پھسل جاوے رپٹ

جامۂ چرمِ پلنگ اپنے بدن سے پھینکے
ہاتھ سے ریشِ دو شاخ اپنی کو دے الجھاوٹ

حیدری نعرہ تو جب روزِ وغا میں کھینچے
لشکرِ شام ترے آگے سے کھاوے گھونگھٹ

بر سرِ قاف ہو گر قلعہ عدو کا تیرے
منہدم کر دے اسے گاوِ زمیں کی کروٹ

گر پڑیں ٹوٹ کے سو ٹکڑے ہوا اک آن کے بیچ
تیرے للکارتے ہی اس کے کواڑوں کے پٹ

قہرِ خالق کا نمونہ ہے تری یہ شمشیر
(۸۰) لاکھوں سر ہائے عدو جس سے کہ کاٹیں چٹ چٹ

کمرِ کوہ پہ لاگے تو کرے دو ٹکڑے
نہ جھڑے کچھ نہ مڑے رک نہ رہے ایسی اکٹ

صاعقہ جس کے دمِ آب سے تھر تھر کانپے
صولتِ برق کو کہہ بیٹھے چمک جس کی ہٹ

الاماں بول اٹھیں قیصرِ روم و خاقاں
گر کہیں ہاتھ میں تو لے کے اسے جاوے ڈپٹ

دیکھ کر تختِ ہوادار کی تیرے خوبی
کہکشاں ابر کے دامن کا بنالے گھونگھٹ

گر نظر چرخ کرے چتر کو تیرے شاہا
(۸۵) پنجۂ مہر سے لے اس کی بلائیں چٹ چٹ

بادپا کا ترے کیا وصف کروں خوبی کا
بھلا دے اس کی وہ جلدی وہ الٹ اور پلٹ

شرق سے غرب تلک ایسی کہاں ہے وسعت
کہ کبھی کھول کے دل تو اسے پھینکے سرپٹ

پوئیوں جائے تو معلوم کرے یوں خلقت
کہ ابھی بادِ بہاری سے گیا جا کے چمٹ

ہوش کھو دیوے غزالانِ جہاں کے یکبار
چاروں پانووں کی جماوٹ وہ اچھالے سمٹ

صاف آنکھوں میں چھلاوا سا دکھائی دے جائے
(۹۰) بات کہنے میں اگر باگ کہیں جائے پلٹ

یہ سبک رو کہ جسے وہم نہ پاوے ہرگز
اس قدر جلد کہ جوں نکہتِ گلشن کی لپٹ

گونجنے کو ترے ہاتھی کے اگر رعد سنے
رفعت و منزلت اپنی سے وہیں جاوے گھٹ

جب سواری میں تری بیٹھ کے وہ اٹھے بہ زور
روم سے شام تلک ساری زمیں آوے سمٹ

ہفت اقلیم کے باشندے قدم بوس کریں
دیکھ اجلال وہیں سارے جہاں کے نٹ کھٹ

ایک ہی لقمۂ خرطوم میں وہ قافِ شکوہ (۹۵) کشتِ آمال کو کفار کی کر جاوے چٹ

اس کے دانتوں کی بلندی کو اگر پیلِ سما — کبھی دیکھے تو یہی گذرے خیال اس کا چٹ

ہاتھ عیسیٰ نے اٹھائے ہیں دعا کو دونوں — لیلۃ القدرِ فرح بخش کی پا کر آہٹ

ختم کرتا ہے دعائیہ یہ انشاء اللہ — یا رب اس در پہ ہو عالم کو خوشی کی آہٹ

صحت و جشن و نشاط و طرب و دولت کا — حسبِ دلخواہ رہے ذات سے تیری جمگھٹ

خوبی و خرمی و راحت و آرام و سرور (۱۰۰) تیرے دروازے کی تا حشر نہ چھوٹیں چوکھٹ

وہ سہانی رہے بجتی تری نوبت شب و روز — کہ جگر دشمنوں کا دیویں ٹکوریں ہی الٹ

نوبتی گاویں سب الغوزہ و شہنا میں سدا — دھرپت اور قول و خیال اور ترانہ تروٹ

دیس جس وقت کہ وہ بولیں یہ لہرا اٹھے — رے گیو رے گیو متوا رو جی ہمارے انوٹ

تیرے ہی حجرے میں ہو نغمہ سرا صبح کے وقت — بھیروی کنکلی توڑی و الھیّا اور لکھٹ

کرنا و دہل و بوق کی آوازوں میں (۱۰۵) ہم کو سوجھا کرے آرام و خوشی کی کروٹ

کھا کلا رنگ گریں تیرے سبھی اعدا یوں — راگ مالا میں کھنچی جیسے کہ ہو صورتِ نٹ

بس سلیمانِ جہاں تو ہی ہو اور دنیا ہو

جب تلک گنبدِ مینا میں رہے جھمکاہٹ

---

(۳)

در مدحِ جارج سوم
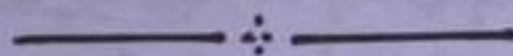
بگھیاں نور کی تیار کرا کے بوئے سمن — کہ ہوا کھانے کو نکلیں گے جوانانِ چمن

عالمِ اطفالِ نباتات پہ ہوگا کچھ اور — گورے کالے سبھی پھبتیں گے نئے کپڑے پہن

کوئی شبنم سے چھڑک بالوں پہ اپنے پوڈر — بیٹھ کر جلوے کی کرسی پہ دکھاوے گا پھبن

شاخِ نازک سے کوئی ہاتھ میں لے کر اک گیت — ہو الگ سب سے نکالے گا نرالا جوبن

نسترن بھی نئی صورت کا دکھاوے گا رنگ (۵) کوچ پہ ناز کے جب پاؤں رکھے گا بن ٹھن

اپنے گیلاس شگوفے بھی کریں گے حاضر — غنچہ و گل سبھی واں کھولیں کے بوتل کے دہن

اہلِ نظارہ کی آنکھوں میں نظر آوے گی — باغ میں نرگسِ شہلا کی ہوائی چتون

اور ہی جلوے نگاہوں کو لگے گی دینے — اودی بانات کی کرتی میں شکوہِ سوسن

پتّے ہل ہل کے بجاویں گے فرنگی طنبور — لالہ لاوے گا سلامی کو بنا کر پلٹن

کھینچ کر تار رگِ ابرِ بہاری سے کئی (۱۰) خود نسیمِ سحر آوے گی بجانے ارگن

اپنی سنگین چمکتی ہوئی دکھلاوے گی — آ پڑے گی جو کہیں نہر پہ سورج کی کرن

نے نوازی کے لیے کھول کے اپنی منقار — آ کے دکھلاوے گی بلبل بھی جو ہے اس کا فن

اردلی کے جو گراں ڈیل ہیں ہو غنچے سب جمع — کرنا پھونکے گا جس وقت کہ آ سکھے درسن

آوے گا نذر کو شیشے کی گھڑی لے کے حباب — یاسمیں پتّوں کی پہنیں میں چلے گی بن ٹھن

نکہت آوے گی نکل کھول کلی کا کمرہ (۱۵) ساتھ ہووے گی نزاکت بھی جو ہے اس کی بہن

حوضِ صندوقِ فرنگی کے مشابہ ہوگا — اس میں ہو دیں گے پری زاد سبھی عکس فگن

جب ہوا کھا کے گھر آویں گے تو دیکھیں گے ناچ — وضع پہ ہند کی ہے باغ میں جن کا سکن

کیا تعجب ہے جو فوّاروں کی ہو سارنگی — رعد کے طبلے بجیں ایسے کہ ہوں مست ہرن

ٹانک لے بادلے کا آبِ رواں سے نیفہ — ڈال کر سبز سے ٹانگوں میں ازار ساٹن

اودی اک لاہی کی بادل سے پہن کر شوازہ (۲۰) گلِ مہتاب سے گوٹے کا لگا کر دامن

چاندتارے کے دوپٹے کو شبِ ماہ سے اوڑھ ... مینہ کی بوندوں کے بجاتی ہوئی گھنگرو چھن چھن

ناچنے کو ہو کھڑی آن کے چپلا باتی ... چوکڑی بھولیں جسے دیکھ غزالانِ ختن

کوٹ کوٹ اس میں بھرا ہے یہ قدرت نے جمال ... روشنی مانگ لیں اس مکھڑے سے پروین و پرن

یعنی وہ رشکِ پری کہتے ہیں بجلی جس کو ... تیرہ ہو جس کی جدائی سے جہانِ روشن

ہے وہ نک سک سے درست ایسی کہ سبحان اللہ (۲۵) بل بے دھج، بل بے اکڑ، بل بے تراش کا پن

لشکرِ ہند و حبش میں ہوئی حائل اک نہر ... مانگ میں اس کی عبث کرتے ہو کچھ اور سخن

چین سے راہِ جبیں اس کی بہت ہے پر پیچ ... ہے اسی پیچ سے خورشید بھی گم کردہ وطن

دو سرے جیم کے اول قلمِ قدرت نے ... کھینچے تا ان سے ہویدا ہوں یہ دو نقشِ کہن

کون دو نقشِ کہن یعنی جمال و جلوہ ... دو سرے جیم کے ہیں دو نو مہی ناگ کے پھن

جن کا اس شکلِ پری چہرہ پہ ہے ابرو نام (۳۰) جن کے خاطر ہے مرے جی کا زمانہ دشمن

حق نے اس شوخ کے چہرے پہ کیے دو ہر صاد ... شاہدِ عین اس کے ہیں بے شبہ دو چشمِ پُرفن

ڈورے آنکھوں کے جو ہیں ان کا بنا کر پھندا ... لے گئے سیکڑوں دل کھینچ کے یہ دو رہزن

اس کی مژگاں سے مرے دل میں کھٹکتی ہے پھانس ... بازی جت سے کچھ کم نہیں اس کی چتون

ہے خطِ نسخ میں اللہ کے جو اس کی ناک ... کیوں نہ خود بینی انوکھی اسے سب آوے بن

یا کوئی دائرے میں جیسے مثلث کھینچے (۳۵) گول چہرے پہ ہے اس طرح سے کچھ اس کی پھبن

پارہ ہائے صدفِ نور تھے وہ دونوں کان ... ایک ہی روح تھی ان دونوں کی اور ایک ہی تن

باہر ان میں سے نکل جب کہ ہوا جلوہ فروز ... گوہرِ قدرتِ حق یعنی وہ بندے روشن

تب جدائی پڑی آپس میں تو ناچاری سے ... ایک نے یوں کو کیا ایک نے دوں کو مسکن

دونوں رخسارے ہیں وہ ایک فرنگی فانوس ... شمعِ کافوری حسن اس میں ہوئی ہے روشن

یہ کسی چشمِ خماری کا ہے گویا ڈورا (۴۰) ہے غلط فہمی اگر کہیے اسے غنچہ دہن

نظر آئے مسی آلودہ وہ دنداں اس کے ... حسن کے سین کے دندانے بوجہِ احسن

منہ میں حیرت سے کبھی کی تھی جو انگلی اس نے ... عکس نے اس کے کیا اس میں زباں ہو مسکن۔

لبِ نازک وہ سمٹ جاتے ہیں آہستے مجھے ... اس میں آتے ہیں نظر بیربہوٹی کے چلن

روشنی چاند سے مکھڑے پہ اسی چاہ سے ہے ... چاہِ نخشب اسے اب میں کہوں یا چاہِ ذقن

صبحِ محشر کے یہی سر پہ بلا لاوے گی (۴۵) کچھ قیامت ہے غرض اس کی بیاضِ گردن

اس کی گردن کے جو ڈورے کو اڑا جاوے تو جھٹ
چشمِ خورشید میں عیسیٰ وہیں مارے سوزن
دیکھ لے آ یہ دھواں دھار کھجوری چوٹی
گر نہ دیکھی ہو کسی شخص نے اڑتی ناگن
اس کے حلقوم میں ہے نغمۂ داؤد کا گھر
اور گلے میں ہے کیا اس کے صفائی نے وطن
کہ کبھی لگ نہ سکے اس کو بلوریں گیلاس
ہووے بالفرض بہا اس کی اگر ملکِ ختن
بسکہ ہے اپنے رخِ خوب پہ عاشق وہ آپ (۵۰)
تا نظر آوے اسے وہ رخِ زیبادہ بدن
ہیں دو آئینۂ تابندہ وہ دونوں شانے
داہنے بائیں انھیں رکھے ہے وہ رشکِ چمن
کیا کروں اس بتِ کافر کی کچوں کی تعریف
ہائے رے ان کا ابھار اور وہ اٹھتا جوبن
نیم بشگفتہ کنول چشمۂ خوبی کے دو
گول گول ابھرے ہوئے بھونروں کی سی جن کی پھبن
وار پار آن کے یا بیٹھے ہیں چکوا چکوی
ہے وہ موتی کی لڑی بیچ میں دریائے جمن
پیر جاتے تھے وہ دریائے نزاکت گویا (۵۵)
تو بنی چھاتی کے تلے رکھے ہوئے وہ پُر فن
بھٹنیاں ہیں جو دھواں دھار بھلا میں ان کو
گھنڈیاں ریزۂ نیلم کی کہوں سیام برن
یا ہوا کھانے کو مہتاب میں کالے دو ناگ
گنڈلی مارے ہوئے بیٹھے ہیں نکال اپنا من
تب بنا یا وہ شکم جب کہ بہم جمع ہوا
سودۂ اختر و دُرِّ صافیِ مہتاب میں چھن
حسن کے بدرۂ سربستہ پہ ہے ناز کی مُہر
ناف کہنا ہے اسے سخت اجی بیلا پن
یا انگوٹھی کی گھڑی ہے وہ نزاکت سے بھری (۶۰)
جس پہ قربان کیے سیکڑوں بجتے ارگن
ہائے ہونز کی سی صورت ہے، کروں آہ نہ کیوں
آہ کا پوچھو تو بے شبہ یہی ہے مسکن
یا یہ کہیے وہ شکم آئینہ ساں ہے شفاف
میرا ناسورِ جگر اس میں ہوا عکس فگن
تھرتھراتی ہے جو لٹ ماتھے پہ اس کافر کے
اسی کے عکس سے ٹھہری ہے وہ مادل بن ٹھن
فی المثل فرض رگِ گل میں گرہ کیجے اگر
ہم سے تب وصفِ کمر اس کا ہو کہنا ممکن
یاد دلواتی ہے چوٹی وہ کدم کی چھائیں (۶۵)
پیٹھ کیونکر میں کہوں اس کو وہ ہے بندرابن
شاخِ طوبائے بہشت اس کے وہ دو بازو ہیں
ان سے حاصل ہو وہی جی میں جو کچھ جاوے ٹھن
اور سقنقورِ نر و مادہ ہیں دونوں ساعد
مست ہو دیکھ جنھیں مرد سے لے کر تا زن
اک ہوا وصفِ کفِ دست میں ایسی ہی چلی
کہ لگا اس کے سبب کرنے مراجی سن سن
موجِ دریائے نزاکت وہ لکیریں اس کی
اور پوروں کی دمک ایسی کہ جیسے کندن
انگلیاں اس کی سقنقور کے بچے سی پیت (۷۰)
قوتِ باہ کے ہیجان کو آشوبِ زمن

شاخِ مرجاں پہ نمودار ہی شبنم ہی سمجھ
اس کی انگلی پہ وہ ناخن کی سفیدی کی پھبن

آنکھ پڑتے ہی پھسل جاوے تو کچھ دور نہیں
کہ پڑی نازکی ناز سے ہے یاں رپٹن

چاہتا تھا کہ میں ٹک بڑھ چلوں آگے لیکن
اتنے میں شرم نے پکڑا ہی مرا آ دامن

ہیں دہی رانیں یہ کیلوں کے درختوں کی شبیہ
شوق کے پیل کو دکھلاتی ہیں جو کجلی بن

وضعِ زانو کی طرحدار یہ پاکیزہ کہ ہائے (۷۵)
ساقِ سیمیں کو اگر پوچھو تو بلّورِ یمن

پاؤں تھے ایسے کہ ہو جیسے سنہری مچھلی
ان کے دھونے کے لیے چاہیے روپے کا لگن

آنکھیں اس فندقِ پاسے یہ ملیں پریوں نے
کہ نظر آنے لگی نرگسِ شہلا کی پھبن

سرخی ان ایڑیوں کی موتیوں کو جوتی کے
گھنگچیا اس کے دکھاوے تجھے یاں چھپا بن

اس کی اس سادگیٔ وضع پہ صد تحسین کیجے
ہیں غرض جتنے سنگار اور جہاں تک ابرن

ہیں جو ان خوبیوں کے ساتھ وہ ناچیں گی آج (۸۰)
اس میں گر شک ہو تو پھر سن لے تو اے بوئے سمن

آج ہے جون مہینے کی یہ چوتھی تاریخ
کیوں نہ اس روزِ مبارک کی انوکھی ہو پھبن

اس میں ہے سالگرہ اس کی جسے کہتے ہیں
جارج ثالث وجم مرتبہ، شاہِ لندن

عیش و عشرت کی یہ بو باس ہے اس دن میں رچی
جیسے سج بج کی ہو دو دن کی نول بیاہی دلھن

دیکھے اس شب کو تو مجنوں نہ ڈھلے لیلیٰ پہ
راجہ نل کی نہ پڑے آنکھ کبھی سوئے دمن

دھوم دھام ایسی ہوئی ہے کہ یہ دیکھی کس نے (۸۵)
چھٹتی ہے بارہ دری اور اناروں کے چمن

جلوہ گر توپ ہوائی ہے ہزاروں ڈھب سے
جھاڑ شیشے کے ہوئے لاکھ طرح کے روشن

میزیں بچھی ہوئی ہیں اور بڑا اکھاڑا ہے
سارے اِکنڈال رصغ کے لگے ہیں باسن

برج اڑتے ہوئے گر دیکھے تو یوں عقل کہے
جوگی جے پال چلا مار ہوا پر آسن

پھرتی گھوڑ بہلیں ہیں اڑتی ہوئی چاروں طرف
کچھ تعجب نہیں ہے سن کے جوان کی گھن گھن

منتظر چرخ پہ خود حضرت عیسیٰ آویں (۹۰)
دید یہ بزم کریں چھوڑ کے منہ کی چلمن

کچھ نہ لندن ہی میں یہ زمزمۂ عیش ہے آج
ہند میں بھی تو ہر اک گھر میں ہے طبلے کی پرن

یہ خبر سن کے ہوا شاد وہ فخرِ آفاق
جس کے مقدم کے سبب سے یہ جہاں رشکِ چمن

یعنی نوابِ فلک رتبہ یمین الدولہ
حاتمِ عہد، جمِ وقت، فلاطونِ زمن

ناظم الملک بہادر وہ جنابِ عالی
دب گئے جس سے زمانے کے سب آشوب و فتن

وہ سعادت علی خاں عالیِ اعلیٰ حشمت (۹۵)
جس کی ہے نکہتِ اقبال سے عالم گلشن

کن نے اس شان کا دیکھا ہے وزیرِ اعظم — جس کے گھر ہووے سلاطین کا مقرّ و مامن
صفدرِ معرکہ منصور و شجاع و غازی — پُردل و پیل کش و شیر فگن قلعہ شکن
انتظامِ روٗسا اس سے ہوا کچھ ایسا — منتظم رشتے میں جس طرح سے ہو دُرِّ عدن
فصل کے کیڑے بنے اس کے عدو مرنے کو — کیونکر اس کو نہ کہوں کوکبِ تابانِ یمن
ہے یہ برہاں سے ہویدا کہ مبارز ایسا (۱۰۰) آنکھ اپنی سے نہ دیکھے گا کبھی چرخِ کہن
جس گھڑی باندھ کمر عازمِ میداں ہووے — پیٹتا آوے ہما بر سرِ نعشِ بہمن
دیکھ لے اس کے تکاور کی ابھی جولاں گاہ — سام و گودرز کا دیکھا ہو نہ جس نے مدفن
جس جگہ دیکھے سناں اس کی چمکتی رن میں — تو یقیں ہے کہ دبے پاؤں کھسک جائے پشن
زور یہ اس کے عطا حق نے کیا بازو میں — ہو اگر روزِ وغا اس کا عدو روئیں تن
خاکِ تودہ کی طرح دم میں بنا دے غربال (۱۰۵) میر نوابِ فلک رتبہ مخالف کا بدن
کیا کرم اس کا بیاں کیجیے کہ دور اس میں — ہے دُرِ ناب گداؤں کا طرازِ دامن
جود کا لفظ جہاں اس کی زباں پر گزرے — وہ زمیں تا بہ قیامت ہو گہر کا مخزن
اس خوشی کا یہ سبب ہے کہ سب انگریز کے راز — اس فلک مرتبہ پر آئینہ ساں ہیں روشن
اور انگریز پہ بھی ہیں جو وہ اسرارِ حضور — پرتو انداز ہیں جوں آب میں سورج کی کرن
جب بہم رابطے یہ ہوں تو نہ ہووے کیونکر (۱۱۰) اس ہما سایہ کا دل گنجِ طرب کا مخزن
کیونکہ مالک ہے سب انگریز کا وہ شاہِ بزرگ — جس کا جارج لقب اور بندہ ہے سلطانِ ختن
وصف میں اس کے سنو مطلعِ رنگیں اک اور — روپ سے جس کے ہو شرمندہ بہارِ گلشن

مطلع

اس کے یوں فرق پہ ہے تاجِ مرصع کی پھبن — صبح کو جیسے نمودار ہو سورج کی کرن
باندھتا گر سرِ اعدا سے نہ وہ کلّہ منار — شکرِ ایزد نہ بجا لاتے کبھی زاغ و زغن
اس کی بخشش سے یہ بھر جاویں جو جل تھل کیا دخل (۱۱۵) جھڑ لگا دینے کو دنیا میں وہ ہے جوں ساون
قدرِ ہر علم کی کی اس نے یہاں تک کہ بہم — سیکڑوں جمع ہوئے فضل و ہنر کے خرمن
اس کی افواج نے جا کی مددِ قیصرِ روم — مصر کے ملک سے سب مار نکالے دشمن
قوم نے اس کی جو دوڑائے سمندر میں جہاز — وہ کیا کام سکندر سے نہ جو آیا بن
جستجو دیکھ نئی اور نکالی دنیا — رائج اس میں بھی کیے اپنے تھے جیسے کہ چلن

ایکِ الکٹر سٹی ایسی ہے بنائی جس کو (۱۲۰) کبھی دیکھے تو فلاطوں رہے سر کن بر کن

ٹیپو سلطان کا قصہ وہ سنا ہووے گا   کر کے کیا کام بھرا واں جو گیا تھا رجبن

لارڈ حکام نے ایسے ہی کیے اک دو وار   دفعۃً کانپ گیا جس کے سبب سب دکھن

قومِ انگریز یہ ہیں ایسے کہ جن سے کانپے   آوے گر فوجِ عفاریت ہمیت آہرمن

دبدبہ ان کو خدا نے وہ دیا جس کے حضور   چیز کیا ہے وہ بھبیکن وہ کہاں کا راون

جیت کر آوے لڑائی جو مہا بھارت کی (۱۲۵) تو جدھشٹر بھی کرے نذر سرِ جرجودھن

کیوں نہ اس قوم سے ظاہر ہو شجاعت ایسی   ان کے ہے سر پہ وہی مہر لقا سایہ فگن

تھرتھراوے وہ سمک گاوِ زمیں ہے جس پر   وہ فلک رتبہ اگر ہاتھ میں لے اپنے ڈگن

دل میں ہے کر کے مخاطب اسے اک مطلعِ نو   پڑھیے ایسا ہی کہ غش سن کے کریں اہلِ سخن

مطلع

بیٹھے جب تخت پہ تو وقتِ سخاوت بن ٹھن   مورچھل ہاتھ میں لے کر ہو کھڑا راجہ کرن

جود کا بھی ترے کچھ اور نیا ہے انداز (۱۳۰) اور ہی ہاتھوں میں ہے تیرے سخاوت کی پھبن

یعنی تو سر پہ رکھے جس کے کہ اک خالی ہاتھ   وہ جسے چاہے اسے بخش دے ملکِ ارمن

مانگنے کی ہے ترے دور میں سائل کو قسم   چاہیے گو اسے تختِ کے و اقلیم ختن

کیوں کہ عادی ہیں ترے دور میں اب اہلِ دول   کہ جسے دیکھیں فلاکت سے گرفتارِ محن

عجز کے ساتھ کہیں اس سے کہ لیجے صاحب   ہاتھ میں لعلِ بدخشاں ہو و گر دُرِّ عدن

عدل سے تیرے برابر نہ ہو عدلِ کسریٰ (۱۳۵) کہیے اس کو جو کوئی سچ ہے وہ کیا اس کا دہن

حکم سے تیرے جہاں تک کہ زمیں ہے معمور   بسکہ ہے چور کے اخراج کی ہر جا قدغن

جا چھپا دُزدِ حنا ہاتھ میں محبوبوں کے   اس سوا اور کہیں اس کو نہ سوجھا مامن

اور کہیں زخم میں رہ جائے اگر چور ذرا   تو وہیں واسطے جرّاح کے ہے دار و رسن

مل گئے خاک میں کب کے وہ سیہ بخت سبھی   جو اڑا جاتے تھے آنکھوں سے چرا کر انجن

اس ستم پر کہ لگا وے دلِ پروانہ میں آگ (۱۴۰) شمع کو گاڑتے ہیں تا بہ کمر لے کے لگن

بزمِ شاہانہ میں اب قصد یہی ہے میرا   عربی بول کے دکھلاؤں ٹک اک سیرِ عین

.. ..

دخل تھوڑا سا مجھے لہجۂ ترکی میں ہے   اس زباں میں بھی سن اشعار کچھ اے شاہِ زمن

فارسی بولیے اب عزم ہوا یہ بالجزم — کہ دکھاؤں تجھے شیراز و صفاہاں کے چلن

ہو سکے وصف تری کوچ کا کس سے پورا — ہے نمونہ اسی کا مہرِ درخشاں کی کرن
آنکھ بھر دیکھے اسے گیو تو تیور جل جائیں (۱۴۵) چاہ میں کانپ اٹھے اس کی چمک سے بیژن
کیا ترے سامنے ہو سکتے ہیں وہ کور نمک — اپنے خاوندِ خداوند کے جو ہیں دشمن
صادق آئی وہ مثل حق میں ترے حاسد کے — ہے جو مشہور نئی ناگنی اڑتی بے پھن
رزم گہ میں غضب آلودہ تو جس دم آوے — ہفت کشور کا اگر والی ہو تیرا دشمن
کھلبلی فوج میں ایسی ہی پڑے اس کی کہ وہ — ہووے ارمان جیسے ہووے وہیں جاں کندن
مو پریشاں ہوں کہیں خویش و برادر روتے (۱۵۰) کہیں پیٹیں اسے آ کر پسر و دختر و زن
علم گر تیرے زمانے میں نہ ہوتا رائج — اور ترا ملک نہ ہوتا علما کا مامن
بسکہ تمیز کسی فن کی نہ رہتی باقی — بو علی بیٹھتے بن کر سبھی گنگ و الکن
تھے ریاضی میں جو ماہر حکمائے یوناں — سب بجاتے تھے وہ نقارۂ الملک لمن
پر ترے عہد میں موجود جو ہوتے تو انھیں — ایک لڑکا یہی کہتا کہ بڑے ہو کودن
ہوئیں تصنیف کتابیں جو ترے عصر میں یاں (۱۵۵) ان کے آگے کتبِ ماضیہ تقویم کہن
سامنے ان کے ہے تحریرِ مجسطی ایسی — جس طرح ہووے نئی جنس کا میلا بیٹھن
اب دعا مانگے ہے انشا کہو انشاء اللہ — مل کے آمین کرو آمین سب اے اہلِ سخن
جب تلک مزرعِ سرسبز فلک ہے شاداب — اس پہ انجم رہیں جب تک کہ یہ خرمن خرمن
جب تلک پھولیں پھلیں سارے یہ اشجارِ جہاں — جب تلک بادِ بہاری سے ہو زیبِ گلشن
جب تلک ماہ کے گھوڑے کی فلک ہو کچھنی (۱۶۰) جب تلک شام کے ہو ساتھ شفق کی پلٹن
جب تلک چرخِ کہن شکلِ گورنر میں رہے — صاحبِ شرق میں جب تک کہ ہوں جرنل کے چلن
شاہِ انگلش یہی جانچ ہے با عزم و شکوہ — سب کو بخشا کرے نت سیم و طلا لاکھوں من

فیض ایسا ہے اسی کہ کرے حکم تو جھٹ   آن میں لیوے پکڑ رعب طلا کا آہن

فتح و فیروزی و شادی رہیں اس کو نصیب   طبع اقدس کے ملالت نہ پھرے پیرامن

کمپنی نور کی جب تک کہ ہے یہ قائم (۱۶۵) بادشاہی ہے اس کی ہی بوجہ احسن

جب تلک کرسیٔ زیبا پہ یہ خورشید ہے   رونق افزائے فلک خلعت شاہانہ پہن

ناظم الملک بہادر سے اور انگریزوں سے   رابطے یوں ہی رہیں اور محبت کے چلن

یہی خواہش ہے مرے جی کو الٰہی سن لے   دولت و حشمت و ثروت پہ کریں وہ قدغن

کہ نہ جا دیں کہیں بے حکم انھیں دونوں کے   کبھی آپس میں کسی ڈھب سے نہ ہووے اَن بَن

دونوں سرکاروں کا اقبال رہے روز افزوں

دوست سب شاد ہوں پامال رہیں سب دشمن

—— ❖ ——

مصحفی

در مدحِ نواب آصف الدولہ

جب سے سرطاں میں ہوا نیرِ اعظم کا عمل
جس طرف دیکھیے پانی سے بھرے ہیں جل تھل

کرۂ خاک میں پھیلی ہے طراوت از بس
نہیں ملتی ہے زمیں خشک بقدرِ خردل

اس قدر آب سے معمور ہوا ہے خمِ خاک
کہ نہیں اس میں اب اک ذرّے کا ہرگز مدخل

اب اسے دیکھو تو سر سبز نظر آتی ہے
مارے خشکی کے پڑی تھی جو زمیں جوں سرِ کل

کی ہے صانع نے زبس خاک پہ مینا کاری
(۵) جس طرف دیکھیے سبزی سے ہرے ہیں جنگل

عالمِ آب ہی ہر سو اسے آتا ہے نظر
آنکھ پانی سے جو اپنی کبھی کھولے ہے کنول

کوکلے بولتے ہیں ایسی خوش آوازی سے
جیسے اطفال پڑھیں مل کے دبستاں میں غزل

ساغرِ عیش کو کہتا ہے پپیہا "پی پی"
انبہ کی ڈالی پہ بولے ہے جو "توتو" کوئل

شورِ ضفدع کا یہ عالم ہے کہ اب دریا سے
مچھلی آرہتی ہیں بیتاب ہو ساحل پہ اچھل

چکوے چکوی کی شبِ ہجر ہوئی اور دراز
(۱۰) بس کہ آپس میں کیا آب کے طغیاں نے خلل

تال اور سم سے جو اٹھتی ہے گھٹا طاؤسی
ناچتے پھرتے ہیں طاؤس بہ ہر کوہ و کُتل

ہے زمیں بیر بہٹی سے یہاں تک رنگیں
تو کہے اس پہ بچھایا ہے دو خوابہ مخمل

سفرِ عالمِ بالا جو ہوا ہے در پیش
لکۂ ابر نے دریا سے بھری ہے چھاگل

ہم تصاعد ہیں بخاراتِ زمیں میں ہر دم
ہم تقاطر ہیں مساماتِ ہوا میں پل پل

رعد اس زور سے کڑکے ہے کہ جیسے ہنومنت
(۱۵) پانی اس زور سے پڑتا ہے کہ جیسے موسل

تو کہے ہاتھ میں خورشید کے بٹا دے کر
نشترِ تیر نے کھولی ہے فلک کی اکحل

بسکہ قطرات کے پیکاں سے ہوا ہے روزن
شکلِ گرداب ہے جو خانۂ زنبورِ عسل

آب کی ایسی ہے ریزش کہ نظر آتا ہے
در و دیوار ہر اک صورتِ آئینہ محل

مچھلی گر سر کو نکالے ہے تو پھر جا کے بیٹھ
چادرِ آب کا منہ پہ وہیں لے کر آنچل

ان دنوں جن کو سفر آئے ہے در پیش کبھو (۲۰) مارے جھیلوں کے دو دو گام میں جاتے ہیں چپل

زور سے پانی کے کچھ بس نہیں چلتا از بس — راہ چلنے میں برابر ہیں سوار اور پیدل

سر پہ ہے صبح کے سورج کے کُلہ بارانی — شب تاریک کے کاندھے پہ پڑا ہے کمبل

مینہ نے تار یہ باندھا نہیں گر دیکھیے خوب — یک قلم کھینچی ہے صفحے پہ ہوا کے جدول

قطرے کی تیز روی کا میں کروں کیا مذکور — موم جامے سے وہ پیکان سا جاتا ہے نکل

فیلِ باراں کا زبس شور ہے سرکاروں میں (۲۵) فیل دن رات کھڑے رہتے ہیں اوڑھے کمبل

اک طرف نعرہ کناں جائے ہے دریائے اٹک — اک طرف دیکھیے تو بل پہ ہے اپنے سنبل

دجلہ جاتے ہیں چڑھے جیسے کہ گھوڑے کا سوار — چاہِ سیماب سے آئے ہیں کنویں سارے ابل

اس قدر آب کا طغیاں ہے کہ اب رہتے ہیں — غرق پانی میں کھڑے تا بہ کمر کوہ و کتل

بس کہ رَو آنے سے گھر سب کے بہے جاتے ہیں — غوطہ کھاتے پھریں ہیں سیل میں در اور سر دل

دمبدم کیا ہے یہ عارض پہ ہوا کے قطرات (۳۰) نہیں عارض جو ہوا دیدۂ انجم کو سبل

زرد مٹی ہے سو سونے کی طرح گلتی ہے — سیم گل جاتی ہے دو ہروں میں جوں سیم بگھل

بیمِ گرداب نے ملاح کو آ کر گھیرا — کشتی پانی کے بھرے سے جو ہوئی ٹک بوجھل

ہو ہر اک گام پہ جب لغزشِ پا دامن گیر — راہ رو گرنے سے کس طرح بھلا جائے سنبھل

تن بہ تقدیر کوئی ہوتا ہے گھڑنا پہ سوار — کوئی کدو باندھ کے کرتا ہے عبورِ منہل

نالے کھولے جو کہیں ہیں تو کہیں ہیں جھیلیں (۳۵) کہیں رپٹیاں ہیں زمیں پر تو کہیں ہے دلدل

بختیِ چرخ کو خطرہ ہے کہ اس رستے میں — پاؤں رکھتے ہوئے جاوے نہ کہیں پیر پھسل

پاؤں بھی رکھتے ہیں گن گن کے قدم چلتے وقت — ہر گلی کوچے میں ہے بس کہ بافراط وحل

بے عصا راہ جو چاہے کوئی اک گام چلے — سدِّ رہ آ کے اسے ہووے ہے لغزش کا خلل

بسکہ دہقاں کو زمیں ساتھ رہے ہے کاوش — ہر طرف خاک کے سکاں میں پڑی ہے ہل چل

تختۂ مشقِ الف کیونکہ نہ ہو تختۂ خاک (۴۰) جب کہ اس پر الفی شکل چلیں لاکھوں ہل

شیر لیتے ہیں غزالوں کی طرح راہِ گریز — گونجتا ہے جو کبھی شیرِ سیہ سا بادل

سیبِ نقشی سا نظر آوے ہے بوندوں سے تمام — شاخ پر نخلِ ثمردار کی اس رت کا پھل

ہے بہم سودیے برگِ درختاں اس وضع — جیسے دھوتا ہے کوئی ہاتھوں کو اپنے مل مل

حوضِ لبریز کے پانی کی صفا کچھ مت پوچھ — موج سے آئینے پر اس کے ابھر آئے مصقل

پڑیاں نہر کی جوں تختۂ بلوریں صاف (۴۵) وقتِ نظارہ نظر جاتی ہے جن پر سے پھسل

خاک شوئی پہ زبس ابر نے باندھی ہے کمر — معدنِ سیم ہے اب وہ جو زمیں تھی رتیل

دامنِ دشت ہے وہ شستہ و رُفتہ سارا — جس سے جاتا ہے غبارِ دلِ عشاق نکل

رات بھیگی ہوئی کا اس میں نظر آئے سماں — شبِ مہتاب میں جاوے جو کوئی بر سرِ تل

اس صفا ساتھ ستاروں کی چمک ہے گویا — لیلیٔ شب نے منہ اپنے میں ملا ہے بھوڈل

جگنو چمکیں ہیں زبس ان میں ستاروں کی طرح (۵۰) رد کشِ دامنِ افلاک ہیں دامانِ جبل

بسکہ آثار ہیں بارش کے مہیا شب و روز — گھر میں اربابِ طرب گاتے ہیں بیٹھے منگل

منحنی خط سے نکلتی ہے کبھی قوسِ قزح — صورتِ دائرہ مہ کھینچے ہے گا ہے کنڈل

سرخی و زردی و سبزی سے ہوا ہے اس میں — لعل و فیروزہ و پکھراج بیک سنگ کھرل

دیکھ تو صانعِ قدرت کی یہ رنگ آمیزی — ایک پیالے میں کئی رنگ کیے کیونکر حل

ساتھ سرخی کے ہے یوں ابرِ سیہ کی تحریر (۵۵) نورِ مشعل پہ ہو جس طرح کہ دودِ مشعل

مانگنے میل فلک سے گئی ہے دوڑی شب — ہاتھ میں مطربۂ شام کے دے کر کمحل

بسکہ رہتا ہے سماں صبحِ طرب کا تا شت — آنکھ جب کھلتی ہے سوتے سے کہ دن جائے ڈھل

عشق کرتا ہے زبس دامنِ پرہیز کو چاک — عیش و عشرت کے مہیا ہیں سب اسبابِ دُوَل

خاص ممدوحِ فلک رتبہ مرا جس کے لیے — تانے رہتی ہے سدا کالی گھٹا دل بادل

آصف الدولہ کہ بارانِ سخا سے جس کے (۶۰) دشت تا دشت تر و تازہ ہیں صحرا و جبل

کیا عجب اس کی اگر روز درم ریزی سے — پشتِ ماہی کمرِ گاوِ زمیں ہو بوجھل

جس جگہ نام کی لکھے اہلِ کرم کی فہرست — ہے لکھا نام وہاں سب سے اسی کا اول

دیوے نعمت جو کسی کو تو کسی کو حشمت — بخشے خلعت جو کسی کو تو کسی کو کوتل

اس کی زر بخشی سے یوں دستِ طمع ہے معمور — ہاتھ جاتا ہے پھپھولوں میں کسی کا جوں پھل

جنبشِ اس کی سخاوت کے جو ہیں رتبہ شناس (۶۵) قصۂ بخششِ حاتم کو سمجھتے ہیں زٹل

تس پہ پھر عدل بھی آتا ہے کہ اب دنیا میں — نظر آتا نہیں ہرگز کوئی ایسا اعدل

یعنی اک شمہ تو یہ ہے کہ اگر تیر انداز — ہاتھ میں لے کے کماں راست کرے دوش و بغل

تیر رہ جائے کماں ہی میں ترازو ہو کر — چھوٹتے وقت جو ہاتھ اس کا کہیں جائے بچل

اب تلک ماہ فلک پر ہے گرفتارِ خسوف — ہاتھ میں لے کے وہ نکلا تھا کہیں سیمِ دغل

اس کے بے حکم جو ہیزم کو جلاوے آتش (۷۰) رکھے وہ اس کو نظر بند میانِ منقل
جب تلک خاک سے اس کی نہ ہو پیدا پھر نخل — اور اس نخل کی ٹہنی سے نہ پھوٹے کونپل
عدل کو دیکھ کے کرنے لگا وہ بھی دعویٰ — تارِ مکڑی کا گیا تھا کہیں تک آگ میں جل
شیر فرزندی میں لیتا ہے غزالہ کے تئیں — پرورش موش کے بچے کی کرے ہے چیتل
آشیاں پنجۂ شاہیں میں صعوہ نے کیا — مار و طاؤس میں باقی نہ رہی جنگ و جدل
پانی اک گھاٹ پیا کرتے ہیں باگھ اور بکری (۷۵) گرگ اور میش کی اک جا پہ کٹے ہے آنول
دخل کیا دست درازی کرے اٹھ کر کے کہیں — تیغ ہیں ہاتھ جو فتنے کے تو ہیں پاؤں بھی شل
اور شجاعت بھی یہاں تک ہے کہ اس کی شمشیر — برق کی طرح غلافوں میں رہے ہے بے کل
تابداری میں تو وہ ہے خمِ ابروئے بتاں — آبداری میں ہے جیسے دمِ شمشیرِ اجل
اس کی وہ بال سے باریک ہے چڑواں باڑھ — بال کو چیرتی ہے مثلِ دو خطِ جدول
گر سرِ خصم رجز خواں پہ لگا اس کا ہاتھ (۸۰) ایسی بیٹھی کہ کیا قصہ ہی اس کا فیصل
صورتِ شیر جو گلگیچ کا ہے قبضہ اس پر — جس کے دیکھے سے دلِ شیرِ ژیاں جائے دہل
دب کے چلتا ہے شکوہ اس سے نت کامِ نہنگ — بسکہ ہیبت ہی میں دشمن کو وہ جاتا ہے نگل
دستگی اس کی جو دیکھے تو کہے یوں شاعر — زلفِ معشوق ہے یہ گرچہ نہیں اس میں بل
اس کی برش کی میں تعریف کروں کیا کہ وہ تیغ — گر قضا کار پڑے کوہ کے دامن میں اگل
کر دو ٹکڑے کمرِ کوہ جو بیٹھے نیچے (۸۵) کمرِ گاوِ زمیں سے بھی تو پھر جائے نکل
حشمت و جاہ میں ہرگز نہیں فغفور سے کم — بندے اس کے ہیں بہت مثلِ طغان و طغرل
ذہن میں اپنے وہ اس کا ہے جو اک پیل شکوہ — پیل کو ڈالے ہے چیونٹی کی طرح پاؤں میں مل
کرۂ نار کو سمجھے نہ وہ کیوں چنگاری — آسماں مطبخِ والا کا ہو جس کے مرجل
کیجیے جمع اگر حاصلِ بحر و کاں کو — دخل کیا ہے کہ وفا کر سکے با خرجِ بصل
نطع پر ہو دیں نہ اس کے کبھی زنہار سپید (۹۰) خاصے پر دودھ میں تا خوب دھوئیں چاول
ہو معالج جو فلاطونِ فراست اس کا — ساتھ صحت کے بدل ہو دیں زمانے کے خلل
چھوڑے چیتے کو وہ اپنے جو کسی صحرا میں — اس کے حملوں سے نہ باڑھا ہی بچے نہ چیتل
ہے کلاں گیر زبس بازِ شکاری اس کا — نہیں ہوتا متوجہ بشکارِ قسقل
بلکہ سیمرغ ہو اسیرِ فلک فرسا کو — سمجھے ہے آگے کلاں گیری کے اپنی مرغل

مدحِ حاضر سے معرّا ہے عروسِ معنی (۹۵) چاہیے اس کے تئیں مطلعِ ثانی کا حُلل
اس لیے یہ جو قلم ہے مرا کل کا گھوڑا پھیرتا ہوں میں مخاطب کی طرف اس کی کل

مطلع

تو وہ ہے سایۂ لطف و کرمِ عزَّ و جل جس کے سایہ میں ہے آباد یہ سارا جنگل
گر اٹھا ڈالے زمانے سے دوئی کا تو حرف ایک کے دو نظر آویں نہ بچشمِ احول
ہے شرف گاہ تری برجِ عماری ممدوح جس طرح نیّرِ اعظم کا شرف گاہ حمل
ساتھ وعدے کے ترے بسکہ وفا ہے نزدیک (۱۰۰) آج مفہوم ہوا اس سے کہا تو نے جو کل
مہِ نو دور سے نت اس کو کرے ہے سجدہ شکلِ محراب ہے وہ جو تری تلوار کا پھل
پوست کھینچے ہے وہیں اس کا ترا شحنۂ دل پوست بر پوست جو ہوتا ہے کوئی مثلِ بصل
عہد میں تیرے، تہمتن ہی نہ پکڑا آیا نعل خاں لکڑے سے جکڑے گئے کیا کیا اینڈل
یاں شجاعت کا جو راون نے کبھی دم مارا توپ کے منہ پہ رکھا کر اسے بھیجا مقتل
کیا عجب ہے جو مکافاتِ عمل کے باعث (۱۰۵) دن دیے ہونے لگے چور کے گھر میں کونہل
تیری آرائی کا دیکھا ہے جنھوں نے کہ دماغ اپنی مجلس میں وہ دیتے نہیں قیصر کو محل
بے نواؤں کی جو فریاد کو پہنچے تو کبھی شکلِ نالے کی لبِ جو سے نہ نکلے نرسل
جس زمیں پر کہ ترے خُلق کا بادل برسا نہ اُگا واں سے کوئی نخل بغیر از صندل
گر ترا ابرِ کرم تربیتِ باغ کرے کیا عجب شاخِ صنوبر بھی اگر لاوے پھل
موشگافی پہ جو آجائے ترا ناخنِ فکر (۱۱۰) کھولے عالم کا وہیں عقدۂ مالا ینحل
خاک کو آج یہ رتبہ ہے کہ ہر ذرّۂ ریگ ہو کے چلتا ہے بہ خورشیدِ فلک دست و بغل
خصمِ بے نور کی کیا تاب مقابل ہو ترے دعویٰ روشنی سورج سے کرے کیونکہ چغل
وسعتِ کیش کا تیری ہے وہ عالم کہ جسے گر مفصّل بھی بیاں کیجے تو ہووے مجمل
کردے تو تلخ کو شیریں جو علی الرغم اپنے طعمِ بیمار میں میٹھے کا مزہ دے حنظل
اطلسِ سبزِ فلک کو یہ تمنّا ہے کہ ہو (۱۱۵) تیرے فرّاشوں کے پاؤں کے تلے مستعمل
کھینچ کر تیغ جو میداں میں تو آوے تو وہیں سامنے سے ترے ٹل جاوے وہ جو ہووے اٹل

اب تو کرتا ہوں میں تعریف ترے گھوڑے کی وہ جو گھوڑا ترا بجلی کی طرح ہے چنچل

جلد اتنا ہے کہ ہے عرصۂ یک گام اُس کا — عرصۂ وسعتِ عالم زِ اَبَد تا بہ اَزَل
اس کی سرعت میں کہوں کیا کہ چھلاوے کی طرح (۱۲۰) — دیکھتے دیکھتے ہو جائے نظر سے اوجھل
عقل حیراں ہے کہ کیا اس کو کہے فہمِ حکیم — جس کی رفتار کے آویں نہ سمجھ میں چھل بل
قدرتِ طے زماں سے ہے نت اس کی ماضی — وہ زمانہ کہ جسے کہتے ہیں سب مستقبل
اس کے کاوے کے مہ و مہر فلک پر ہیں چھاپ — جس کا ہر دورۂ آخر ہے بعینی اوّل
حلقۂ دائرۂ نعلِ سُمِ اس کا ہے وہ نون — وسط میں جس کے ہے جوں نقطہ سپہرِ اوّل
یُمن پر اس کی نظر جائے تو پھر چہرہ نویس (۱۲۵) — بیچ دفتر کے لکھیں رخشِ فلک کو اَرجل
تھوتھنی اس کی نزاکت میں ہے برگِ گلِ سرخ — گرچہ کہلائے ہے خوش چشمی سے اپنی اشہل
یال پر اس کے جلاتی ہے پری آ کے سپند — کہکشاں دُم کے تئیں اس کی ملے ہے صندل
فربہی سے ہے پڑی اس پہ زبس پڑتالی — نہیں آغوشِ زمانہ میں سماتے وہ کفل
اور جو ہاتھی ہے ترا بہ صفتِ کوہِ بلند — کہتی ہے خلقِ جہاں جس کے تئیں دَل بادل
عید کے دن اسے کیا خوب پھبے ہے واللہ (۱۳۰) — پاؤں میں چاندی کی زنجیر گلے میں ہیکل
آوے چلنے پہ تو جوں ابر سبک ہے رہوار — اور کھڑا ہووے تو ہے کوہ کے مانند اچل
معرکے میں جو وہ چھوٹا تو نخوردہ شمشیر — سیکڑوں لاشیں گئیں پاؤں تلے اس کے کچل
خاک کے ٹیلے جو ٹھوکر تو ہوا بیچ جبال — یوں پھریں اڑتے ہوئے جیسے روئی کے پہل
ریگ کی طرح سے فولاد کے اجزا ہوں دقیق — ڈالے گر بیضۂ فولاد کو پاؤں میں مسل
عظم اور شان یہ کچھ تس پہ گرانباری کا (۱۳۵) — سچ بیاں کیجیے اس کے تو ہے ایسا بوجھل
اِس کنارے پہ جو دریا کے رکھے اپنا پاؤں — اُس کنارے کی زمیں پانی سے سب آئے نکل
خیطِ اسود سے نمایاں ہے یہ خیطِ ابیض — ساتھ خرطوم کے دانتوں کے یہ ہے اس کی شکل
یا سیہ خیمۂ لیلیٰ کے ہیں دو استادے — خول چاندی کے چڑھے جن پہ کہ ہو کر صیقل
نہ غلط یہ بھی نہیں سوجھا ہے اک مضمون اور — اس کو سمجھیں گے جو ہیں فنِ سخن کے اکمل
تا کرے آ کے تری بزم میں روشن اس کو (۱۴۰) — شمع کافور کا لایا ہے دو شاخہ یہ زحل

نقشِ پا اس کے ہیں پرگردۂ میزانِ جن سے | سب نحوست گئی ہے ساتھ سعادت کے بدل
تیشۂ کوہکن اُس وقت ہے اس کا آنکس | چلتے چلتے جو کبھی راہ میں جاتا ہے مچل
مصحفی طول قصیدے کو نہ دے حد سے زیاد | ہے کلام اتنا ہی بہتر کہ ہو ما قلّ و دلّ
وقت ہے آسرو سامانِ دعا کر تیار | جس سے آقا کا پھلے گلشنِ اُمّید و امل
جب تلک ہے یہ شب و روز کا ہنگامہ گرم | (۱۵۰) جب تلک ہے مہ و خورشید کی روشن مشعل
جب تلک خاک سے ہوتی ہے نباتا پدید | جب تلک آب سے ہوتی ہے روانہ جدول
جب تلک زہرہ بہ خنیاگری ہے آمادہ | جب تلک ہاتھ میں ہے چرخ کے مہ کا مندل
جب تلک آنکھ ستاروں کی ہیں نظارہ فریب | جب تلک مہ شبِ تاریک کا پارے کاجل
یا الٰہی رہے محکم یہ ترا پنجہ و تیغ | یا الٰہی رہے قائم یہ ترا دین و دول

جو نکو خواہ ہیں پہنچیں بہ مقامِ اعلیٰ
اور جو بدخواہ ہیں نت ان کی جگہ ہو اسفل

—— ❖ ——

ذوق

(۱)

در تہنیتِ جشنِ صحّتِ مرزا محمد ابوظفر

واہ وا کیا معتدل ہے باغِ عالم میں ہوا
مثلِ نبضِ صاحبِ صحت ہے ہر موجِ صبا

بھرتی ہے کیا کیا مسیحائی کا دم بادِ بہار
بن گیا گلزارِ عالم رشکِ صد دار الشفا

ہے گلوں کے حق میں شبنم مرہمِ زخمِ جگر
شاخِ بشکستہ کو ہے باراں کا قطرہ مومیا

ہو گیا موقوف یہ سودا کا بالکل احتراق
لالہ بے داغِ سیہ پانے لگا نشو و نما

ہو گیا زائل مزاجِ دہر سے یاں تک جنوں
(۵) بیدِ مجنوں کا بھی صحرا میں نہیں باقی پتا

ہوتا ہے لطفِ ہوا سے اس قدر پیدا لہو
برگ میں ہر نخل کے سرخی ہے جوں برگِ حنا

پائی یہ اصلاح صفرا نے کہ دنیا میں کہیں
زردِ چشم اب دیکھنے کو بھی نہیں ہے کہربا

ہر مزاجِ بلغمی میں ہوتی ہے تولیدِ خوں
چاندنی کا پھول ہو گر ارغوانی ہے بجا

نام کو اشیا میں نے تلخی رہی نے سمیّت
بن گئی تریاک افیوں زہر میٹھا ہو گیا

کیا عجب جدوار کی تاثیر رکھے گر زقوم
(۱۰) کیا عجب گر آبِ حنظل دیوے شربت کا مزا

نیش کی جا نوش ہو دنبالۂ زنبور میں
کام میں افعی کے ہو مہرہ بجائے آبلا

راحت و آرام کا اس دور میں گزرے دور دور
چاہیے واقف نہ ہو درد ان سر سے آسیا

موتیا بند آنکھ میں اپنے جو رکھتی تھی صدف
اب رکھے ہے روشنی مثلِ دلِ اہلِ صفا

آ گیا اصلاح پر ایسا زمانے کا مزاج
تا زبانِ خامہ بھی آتا نہیں حرفِ دوا

نسخے پر لکھنے نہیں پاتا ہوا شافی طبیب
(۱۵) کہتا ہے بیمار بس کر مجھ کو بالکل ہے شفا

فرق جا پایاں تک اعضائے بدن سے درد نے
درد کے جو حرف ہیں وہ آپ ہی ہیں سب جدا

لاغروں کو ہو کمالِ تابِ طاقت یہ شتاب
کیسے وہ ہفتے ہلال اک شب میں ہو بدر الدجا

صبحِ صادق کے ہے گو سر میں سپیدی آ گئی
لیکن اس پیری میں بھی صادق ہے ایسی اشتہا

بھوک کی شدت سے اس کو یک نفس فرصت نہ ہو
قرص سے خورشید کے جب تک نہ کرے ناشتا

رات بھر ٹونا لگا کیا انجم کے دانے چرخِ پیر (۲۰) پھر جو دیکھا صبح کو اصلا شکم میں کچھ نہ تھا
پہنچی یہ تفنیخ کی نوبت کہ نوبت خانے میں   لیتی ہے جی کھول کر کیا کیا ڈکاریں کرّنا
کوس پھولا ہے خوشی سے نفخ کا کیا دخل ہے   جوں حباب اس کے نہیں مطلق شکم میں امتلا
ہضم کا حال اس قدر معدے نے پہنچایا بہم   جیّد الکیموس ہے جو حلق سے اتری غذا
ہے مزاجِ اہلِ عالم یہ قریبِ اعتدال   ساتوں اقلیمیں ہیں گویا اب بخطِ استوا
رکھے گا تعویذ اور گنڈا کوئی کیوں اپنے پاس (۲۵) باغِ عالم میں یہی عالم جو صحت کا رہا
دے گا طاؤس اپنے بال و پر سے سارے نقش دھو   پھینک دے گی توڑ کر گنڈا گلے سے فاختا
اس قدر جاتی رہی عالم سے بیماری کہ آج   نام گلشن میں نہیں ہے نرگسِ بیمار کا
واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو   جب کہ ہو اس کی نویدِ غسلِ صحت جاں فزا
وہ ولی عہدِ زماں مرزا محمد بوظفر   اس کی قوت گر ضعیفوں کو بنا دے اقویا
تقویت کا یہ اثر ہو عام جو ہیں برگِ زرد (۳۰) ہوں مقوّی دل و جاں مثلِ اوراقِ طلا
شادیِ صحت سے اس کی آج ہو کر شاد شاد   تہنیت خوانی میں ہیں سرگرم سب مدحت سرا
میں بھی اس رشکِ چمن محفل میں وہ مطلع پڑھوں   بلبلِ تصویر سن کر بول اٹھے مرحبا

مطلع

آج ہے عالم میں وہ دورِ سعادت انتما   دے اگر زاغ و زغن بیضہ تو پیدا ہو ہما
مژدۂ جاں بخشِ صحت ہے ترا ماء الحیات   جس سے جوں سیمابِ کشتہ مردہ دل زندہ ہوا
ہے بقائے عمر سے تیری بقائے عمرِ خلق (۳۵) ذات ہے تیری جہاں میں چشمۂ آبِ بقا
قطرہ افشانی سے آبِ غسلِ صحت کی ترے   ہوں دُرِ خوش آب پیدا اس قدر قوت فزا
ہو دے استعمال یاقوتی میں وہ موتی اگر   بخشے پیرانِ کہن کو نوجوانوں کے قوا
جسم کو مل کے دھویا تو نے جس دم وقتِ غسل   گردِ کلفت کو دلِ عالم سے گویا دھو دیا
دل عدوئے سنگ دل کا تھا شقاوت سے جو سخت   زیرِ پا پامال ہوتا ہے برنگِ سنگِ پا
خوردۂ گل کو صبا لائی تصدق کے لیے (۴۰) دے گیا ابرِ بہاری نذر دُرِ بے بہا
شادیِ صحت کا تیری کیا کہوں عالم کہ آج   جوشِ عشرت سے یہ عالم بن گیا عشرت سرا
چھیڑے تارِ شمع کو گر ناخنِ موجِ نسیم   بزم میں پیدا ہو تارِ سازِ مطرب کی صدا
لب پہ ساغر کے ہے جوں موجِ تبسم موجِ مے   شورِ قلقل لب پہ ہے مینائے مے کے قہقہا

بزمِ تصویراتِ فانوسِ خیالی کی طرح حلقۂ رقاصگاں ہے زیرِ گردوں جا بجا
کر رہا صحنِ چمن ہی میں ہے، کیا طاؤس رقص (۴۹) آشیانے میں ہے رقصاں طائرِ قبلہ نما
خانہ ہائے چشم میں بھی پتلیوں کا رقص ہے ہے جو منظورِ نظر سب کو تماشا رقص کا
چھوٹی آتش بازی ایسی جس کی گل کاری کو دیکھ رات کو کہتے تھے آپس میں ثریا و سہا
صنعِ آتش باز پہ حیرت زدہ ہوتی ہے عقل سنگِ پارس سے کہیں باروت کو پیسا تھا کیا
ہو گئی تاثیر جس کی یہ کہ ہر گلریز سے ریزۂ فولاد نکلے بن کے گل ہائے طلا
گنج چھٹتے تھے ستاروں کے عجب انداز سے (۵۰) ماہ پاروں کا تھا گویا خندۂ دنداں نما
منہ ہے کیا جو رنگ سے مہتاب کے ہمتاب ہو غازہ سے ہر چند چمکے رنگِ روئے مہ لقا
بزنج جو اڑ کر ہوئے قندیلِ شب زیرِ فلک بزنج تھے جتنے فلک پر سب کو روشن کر دیا
فی الحقیقت یہ وہ شادی ہے کہ جس کے روبرو جشنِ جمشیدی کا کچھ مطلق نہیں رتبہ رہا
ہے زبانِ خامہ عاجز آ گئے بس تعریف میں ذوق کہتا ہے اٹھا کر ذوق میں دستِ دعا

رکھے صحت سے ہمیشہ شافیٔ مطلق تجھے
جو ترے بد خواہ ہوں وہ رنج میں ہوں مبتلا

——— ٭ ———

(۲)

در مدحِ بہادر شاہ ظفر

شب کو میں اپنے سرِ بسترِ خوابِ راحت
نشۂ علم میں سرمستِ غرور و نخوت

مزے لیتا تھا پڑا علم و عمل کے اپنے
تھا تصوّر مرا ہر آن میں تصدیق صفت

ہو گیا علمِ حصولی تھا حضوری مجھ کو
تھا مرا ذہن نہ محتاجِ حصولِ صورت

جو مسائل نظری تھے وہ بدیہی تھے تمام
عقل کو تجربے کی اتنی ہوئی تھی کثرت

نہ غرض مجھ کو نتیجے سے نہ تھا شکل سے کام
تھی مرے فکر کو ہر شکل خطا سے عصمت (۵)

ذہن میں سب مرے حاضر صورِ علمیّہ
پہ جتانی مجھے منظور نہ تھی علمیّت

چار و ناچار جو ترغیب سے یاروں کی کبھی
درس و تدریس پہ آجاتی تھی مجھ کو رغبت

کبھی ہمّت تھی مری قاعدۂ صرف میں صرف
کبھی تھی نحو میں ہر نحو مجھے محویّت

کبھی منطق کو تفوّق یہ مرے ناطقے سے
تحت حکمت ہو یہ فن گرچہ ہے تحتِ حکمت

کبھی میں کرتا تھا تصریحِ معانی و بیان
کبھی میں کرتا تھا توضیحِ نجوم و ہیئت (۱۰)

کبھی تقسیمِ فرائض، کبھی تفہیمِ اصول
کبھی تعلیمِ عقائد بکتاب و سنّت

کبھی تھا علمِ الٰہی کی طرف ذہنِ رسا
کبھی کرتی تھی طبیعی میں طبیعت جودت

کبھی تھا عقل پہ مذہب مرا مانندِ حکیم
کبھی شلِ متکلّم مجھے پاسِ ملّت

کبھی کرتا تھا قدمِ چرخ کا ثابت بجہات
اور کبھی کرتا تھا باطل بسمائے انشقت

کبھی انکارِ قیامت پہ میں لاتا تھا دلیل
کبھی تکرارِ تناسخ پہ مجھے سو حجّت (۱۵)

حشرِ اجساد میں تھا گاہ تردّد مجھ کو
کبھی تھی عالمِ برزخ میں مجھے اک حیرت

کبھی تھی عرصۂ تدویرِ فلک کی مجھے سیر
کبھی میں ناپتا تھا سطحِ زمیں کی وسعت

کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش
کبھی مثبت مرے نزدیک زمیں کی حرکت

کبھی میں کرتا تھا اعراض میں جوہر قائم
کبھی میں کرتا تھا معلول سے ثابت علّت

کبھی منقول پہ مائل کبھی سوئے معقول
کبھی میں فقہ پہ راغب کبھی سوئے حکمت (۲۰)

کبھی میں حافظِ قرآں بہ علمِ تفسیر — کبھی میں قاریٔ قرآں بہ علمِ قرأت
کبھی کرتا تھا مجسطی پہ حواشی تحریر — کبھی کرتا تھا اشارات و شفا کی صحت
کبھی میں کرتا تھا قانون سے تشریحِ علاج — کبھی میں کرتا تھا قاموس میں تصحیحِ لغت
کبھی میں لون سے بنیدۂ بیمار و صحیح — کبھی میں نبض سے دانندۂ ضعف و قوت
گہ نباتات کی آگاہ میں کیفیت سے (۲۵) گہ جمادات کی معلوم مجھے خاصیت

کبھی مشائیوں سے کرتا تھا میں پیش روی — کبھی لے جاتا تھا اشراقیوں پر میں سبقت
کبھی میں نفیٔ حقائق میں تھا سوفسطائیؔ — کبھی میں معتزلیؔ باعثِ ردِّ رویت
کبھی میں جبری و مجبور بعقل و تدبیر — کبھی میں قدری و مختار بقدرِ طاقت
گہ ملاحد کی تھی تردید کلامِ الحاد — گہ وجودی و شہودی سے بیانِ وحدت
جوں مہندس کبھی مالوفِ اشکال و مقدار (۳۰) جوں محاسب کبھی مصروف بضرب و قسمت

کبھی حرفوں سے تھا مطلوب مثالِ جفار — کبھی کچھ نقطے سے مقصود تھا رمال صفت
خانۂ کیسہ سے خارج کبھی شکلِ داخل — شکلِ خارج تھی کبھی داخلِ بیتِ غربت
کبھی کرتا تھا قرانِ مہ و زہرہ پہ نظر — کبھی تھا دیکھتا مریخ و زحل کی رجعت
کبھی افسون و عزیمت کبھی تعویذ و طلسم — کبھی تجویزِ زکوٰۃ اور کبھی قصدِ دعوت
کبھی تھا علمِ قیافہ میں یہ ادراک مجھے (۳۵) ایک صورت سے بیاں کرتا تھا میں سو سیرت

کبھی میں رہتا سر و دی میں تھا ایسا مشغول — کہ نہ تھی ایک نفس ضبطِ نفس سے فرصت
سیمیا سے کبھی تصویر کشِ موہومات — کیمیا سے کبھی میں زرکشِ گنجِ دولت
کبھی میں شیخِ شیوخ اور کبھی شیخِ رئیس — کبھی علامہ کبھی صوفیٔ صافی طینت
کبھی میں قربِ فرائض سے تھا عالی درجہ — کبھی میں قربِ نوافل سے تھا والا رتبت
ماہرِ موسیقی ایسا کہ ادا کرتا تھا (۴۰) کبھی میں بارہ مقام اور کبھی چاروں مت

کبھی میں شاعرِ غرا و ادب دانِ بلیغ — نظم میں نام مرا، نثر میں میری شہرت
کبھی کرتا تھا عروضی کا بھی میں قافیہ تنگ — طبعِ موزوں کی دکھاتا تھا جو موزونیت
کبھی پیشِ نظر انجیل و زبور و توریت — کبھی مصحف میں نظر میری سراسر آیت
کبھی زردشتیوں میں ایسا کہ سارے موبد — ژند و پاژند میں کرتے تھے مری تبعیت
کبھی یہ آگہی شاستر و بید و پران (۴۵) کروں اک بات سے پنڈت کی کتھا میں کھنڈت

کبھی ہیں نقد و معمّا میں نہایت ذی ہوش   کبھی اخبار و تواریخ میں صاحب خبرت
آخرش دیکھا تو العلم حجابُ الاکبر   عاقبت پایا تو ہاں ابلہ کو اہلِ جنت
فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف   فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیت
فائدہ کیا کہ جو دیکھیں کتبِ ہر مذہب   فائدہ کیا جو ہوئی آگہی ہر ملت
عقل سے گرچہ کیا مادہ ایسا پیدا   (۵۰) کہ بہر شکل ہو اک تازہ محلِ صورت
یا بنائی کوئی صورت کہ جسے دیکھ کے ہو   ہیکلِ روم سے بت خانۂ چیں تک حیرت
بے مقدر نہ پڑے صورتِ بہبود نظر   دور آئینۂ دل سے نہ ہو زنگِ کلفت
پڑھوں اک مطلعِ برجستہ میں اس موقع پہ   جس کو سن کر کہیں احسنت سب اہلِ فطنت

مطلع

گر نہ دے صاحبِ جوہر کو مقدر عزت   جوہرِ فرد ہے بالفرض تو کیا بے قسمت
کیا ہوا علم معقولے سے اگر کیف کے ہے   (۵۵) لیک بے یاوری بخت نہیں کیفیت
قاضیٔ چرخ بھی جو تو ہے تو کیا گر تیرے   مثلِ دہقانِ فلک رکھتے ہوں طالع نکبت
دورِ گردوں، نہ موافق ہو تو ہو اُدر خفیف   جرِّ اثقال میں تو جتنی اٹھائے محنت
آگے برگشتگیٔ بخت کے چلنے کی نہیں   نظری و عملی کوئی بھی تیری حکمت
گو فصاحت میں تو سحباں ہے ولے بے تقدیر   حرفِ مطلب بہ زباں کو ہو تری سو لکنت
گو ریاضی میں ہے صنّاع اگر بخت ہیں بد   (۶۰) نقشِ باطل ہے تری شکل وہ جس میں صنعت
کیا ہوا جانا اگر مسئلۂ بیر و منار   پستیٔ بخت سے تجھ کو جو نہیں ہے رفعت
کام تقویم نہ آئے نہ تری اصطرلاب   طالعِ بد سے اگر نیک نہ آئے ساعت
علم سے ہو نہ کبھی چارۂ آزار نصیب   پور سینا ہے تو کیا سینے میں خون ہے حسرت
سو دوائیں ترے نسخے میں ہوں پر بے تقدیر   نہ ہو بالخاصہ تاثیر نہ بالکیفیت
علم نیرنج سے گو بووے تو نخلِ نارنج   (۶۵) بے مقدر نہ ہو حاصل ثمرِ خوش لذت
علم سے جو سبق آموزِ ملائک تھا وہ دیکھ   بختِ بد سے ہوا مستوجبِ رجم و لعنت
ہو اسجودِ ملائک یہ ظلوم اور جہول   یعنی انسان توی بخت ضعیف الخلقت
گو تصوف سے ہو تو صوفیٔ سجادہ نشیں   بے مقدر نہ کرامت ہو نہ خرقِ عادت
علم سے لاکھ ہو شیخی تری پر بے تقدیر   نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمت

یہ مقالات مثالِ قصصِ مصنوعہ (۷۰) ہوئے یکبار جو افسانۂ خوابِ غفلت
لگ گئی آنکھ مری دیکھتا کیا خواب میں ہوں کہ مجسم نظر آئے ہے نوید بہجت
اللہ اللہ رے حسن اس کا کہ سر تا بقدم تھا وہ خالق کا تماشائے ظہورِ قدرت
یاد کرتا قدِ رعنا کو ہے اس کے زاہد دمِ تکبیر جو کہتا ہے سدا قد قامت
چشمِ وحشی کو اگر اپنی وہ دکھلائے تو ہو چشمِ آہو سے ہرن نشۂ جامِ وحشت
دلِ شامت زدہ کے درپئے تدبیرِ ہلاک (۷۵) زلفِ واژدر تھی وہ رخسار پہ اژدر تہمت
آتشِ حسن سے اک شعلۂ سرکش بینی موجۂ دودِ لطیف اس کی بھوؤں کی حالت
فوجِ مژگاں وہ بلا ہووے صف آرا تو کرے دستِ بیداد سے یک دست دو عالم غارت
چاہِ بابل وہ ذقن اور دھواں زلف کا عکس دل گرفتارِ عذاب اس میں ہو ہاروت صفت
لعلِ شیریں کی حلاوت پہ جو دے جانِ عاشق تو دمِ نزع بھی عناب کا چاہے شربت
نہ دمِ شرم تبسم سے لب اس کے خوگر (۸۰) نہ تغافل سے ان آنکھوں کو نگہ کی عادت
کھول دے معنیٔ معدوم کمر کی جنبش وا کرے عقدۂ موہوم لبوں کی حرکت
شوخی و نازکی تعریف میں اس کی مطلع وہ پڑھوں میں کہ جسے سن کے ہو دل کو فرحت

مطلع

شوخی اس چہرے پہ یوں گل میں ہو جیسے حمرت نازیوں چشم میں نرگس میں ہو جیسے نکہت
لبِ پاں خوردہ کی شوخی کے ہے آگے اک بات گر لگا دے وہ مسیحا پہ بھی خوں کی تہمت
نازک اندام وہ اور سنگ دل ان سے بھی سوا (۸۵) آیا جن سنگدلوں کے لیے ہے ثمّ قسمت
سیلی سینے پہ نہ تھی جعدِ پسِ پشت کا عکس نظر آتا تھا صفائی سے الف کی صورت
چینیٔ رنگ کا اپنے وہ دکھا کر عالم ایک عالم کا ہو دل لے کے بغل میں چنپت
اللہ اللہ رے تری تمکنت اف رے تمیز واہ رے تیرا تبختر تری بن بے نخوت
قہرِ انداز، بلا ناز، قیامت طنّاز سحر چشمک، ستم ایما و کرشمہ آفت
جا بجا عالمِ مستی میں قدم کو لغزش (۹۰) دمبدم نشۂ صہبا سے زباں کو لکنت
آگے اس رشکِ مسیحا نے کہا بالیں پر لا تنم قم کہ یہ غافل نہیں وقتِ غفلت
شور بختی سے نہ اتنا نمک افشاں ہو کہ ہو بادۂ مے کدۂ عیش کی گم کیفیت
کیا سبب ہوتا کدورت سے نہیں کیوں خالی دل ترا شیشۂ ساعت کی طرح یک ساعت

بزمِ ہستی میں تو ہنس بول رہے گا کب تک صورتِ شمعِ سحر سوختہ روئی صورت
آتشِ دل سے ترے گوشۂ تنہائی میں (۹۵) بن گئی شعلۂ جوالہ کمندِ وحدت
وقت ضائع نہ کر اٹھ بسترِ اندوہ سے تو چل درِ مے کدہ تک ہے حرکت سے برکت
فکرِ باطل سے نہ کر دل کو خنک تو اپنے ہے تجھے شلِ سحر یک دو نفس کی مہلت
دیکھ تو کیا افقِ مشرقِ انوار سے ہے جلوہ افروز رخِ بانوئے صبحِ عشرت
ادہمِ لیل سرِ عرصہ ہے برگشتہ عناں اشہبِ یوم سبک سیر ہے سوئے ساحت
جانبِ شرق ہے نوری فلق بال کشا (۱۰۰) جانبِ غرب ہے پرواز غرابِ ظلمت
چرخِ مینائی پہ اک سبز پری کا عالم شفقِ صبح پہ اک لال پری کی حالت
نکہتِ گل جو ہوا میں تو ہوا عطر فشاں تازگیٔ گل کو چمن میں تو چمن کو نزہت
کھلے ہی جاتے ہیں سب غنچے نہ ہے جوشِ نشاط لوٹے ہی جاتے ہیں گل بل بے ہنسی کی شدت
آج یہ جوش پہ ہے رحمتِ باری کہ کہیں نہ رہی کلفتِ عصیاں سے جہاں میں ظلمت
طفلِ نوشق کی شقی کی طرح سو سو بار (۱۰۵) دھوئے مستوں کے سیہ نامے کو ابرِ رحمت
کہے یہ رند کہ او زہد فروش آگ نہ پھانک مانگے گر بادۂ نو زہدِ کہن کی قیمت
قلِ ہوا زہد کا قلیا ہوئی ناہد کی تمام سنتے ہی قلقلِ مینائے شرابِ عشرت
اس قدر سازِ طرب ساز کی آواز بلند چھیڑیں گر تار کھرج کا تو ہو پیدا دھیوت
نغمہ بر لب کہیں مطرب پسرِ زہرہ جبیں جام در دست کہیں مغبچۂ مہ طلعت
لے کے انگڑائی کہیں چھننے لگی رام کلی (۱۱۰) اٹھی ملتی ہوئی آنکھوں کو کہیں اپنی لت
چشمِ سرمستِ مۓ ناز میں کاجل پھیلا لبِ مے گوں پہ مسی کی پڑی پھیکی رنگت
بے نمک آیا نظر حسنِ مہ و انجمِ چرخ ہو گیا زرد رخِ شمع و چراغِ خلوت
چونکے مرغِ سحری عرش سے آوازِ خروس ہو گئی خواب کو آوازۂ کوسِ رحلت
باغِ عالم میں ہیں مرغانِ اولی اجنحہ تک شلِ مرغانِ سحر نغمہ طرازِ عشرت
دی ہے مسجد میں موذن نے اذاں بہرِ نماز (۱۱۵) باوضو ہو کے نمازی نے ہے باندھی نیت
ہوئی بت خانے سے ناقوس کی پیدا آواز چلے جمنا کو برہمن کوئی لے کر مورت
اٹھے مے خوار صبوحی کے لیے لے کے سبو کہ عداوت ہے اگر کیجیے ترکِ عادت
اک طرف سے ہوئی گھڑیال کی آواز بلند ایک جانب سے لگی آنے صدائے نوبت

سحرِ عید ہے کہ عید کا سامانِ نشاط   روزِ شادی کی ہے آمد شبِ غم کی رخصت

آج وہ دن ہے کہ آغوش میں لے کر تجھ کو (۱۲۰) کہیے طوبیٰ لک ہر شاہدِ طوبیٰ قامت

اب ہیں بیدار ترے بخت مددگار نصیب   اب قوی ہیں ترے طالع تری یاور قسمت

فکر کر تہنیتِ عید کا اس شاہ کی تو   دور میں جس کے ہے ہر صبح صباحِ دولت

وہ شہنشاہ بہادر شہ کسریٰ انصاف   خسروِ جم خدم و دادرِ دارا حشمت

قوّتِ ملّت و دیں قامعِ کفر و الحاد   حامیٔ شرعِ نبی ماحیٔ شرک و بدعت

حکمِ شرعی سے کرے سلب وہ سب جذبۂ شوق (۱۲۵) مردِ مجذوب سے گر ترک ہو سترِ عورت

کون اس کا نہیں وصّافِ صفاتِ نیکو   کون اس کا نہیں سرگرمِ ثنا و مدحت

سنتے ہی میں نے بھی وہ مطلعِ روشن لکھا   مطلعِ صبح کو ہو سامنے جس کے خجلت

مطلع

مصحفِ رُخ ترا اے سایۂ ربّ العزّت   کھول دے معنیِ اَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَت

تیرا دروازۂ دولت ہے مقامِ امید   تیرا دیوانِ عدالت ہے محلِّ عبرت

تیرا احسان بہارِ چمنِ صد رونق (۱۳۰) تیری زینت چمن آرائے ہزار امنیت

تیرے عشرت کدے میں بار کسے غیرِ نشاط   تیرے خلوت کدے میں دخل کسے جز طاعت

صفحۂ علم پہ برجیس سے تو ہم زانو   حجلۂ عیش میں ناہید سے تو ہم صحبت

ماہِ نو ایک فلک پر ترے نو بردوں میں   نو فلک نوکروں میں تیرے قدیم الخدمت

کیسۂ گوہرِ انجم ترا صرفِ انعام   طاقۂ اطلسِ گردوں ترا وقفِ خلعت

نیّتِ نیک تری آئینۂ حسنِ عمل (۱۳۵) عملِ خیر ترا جلوۂ حسنِ نیّت

ذہنِ عالی ہے ترا طائرِ شاخِ سدرہ   طبعِ رنگیں تری گلچینِ ریاضِ جنّت

تیرا افضال جہاں کے لیے برہانِ کرم   تیرا اکرام زمانے کو دلیلِ رحمت

علمِ ظاہر سے ہے یکساں تجھے دور و نزدیک   نورِ باطن سے برابر ہے حضور و غیبت

ذہنِ صافی ہے ترا پردہ درِ معنیِ غیب   موشگافی ہے تری کوہ شگافِ دقّت

عقل میں شمس ہے تو علم میں کانِ گوہر (۱۴۰) فضل میں کعبہ ہے تو حلم میں کوہِ رحمت

تیری تدبیر ترا زدفترِ ہوش و فرہنگ   تیری شمشیر ترا ز جوہرِ فتح و نصرت

دعوتِ صدق پہ لائے تری ایمان تصدیق   دستِ ہمّت پہ کرے تیرے سخاوت بیعت

تجھ سے راضی ہے خدا اور خدا کا محبوب — تیرا حامی ہے نبی اور نبی کی عترت

عزم کو ہے ترے ہر عزم میں عزم بالجزم — قصد کو تیرے ہے ہر قصد میں قصدِ بحقت

قوتِ روحِ ملائک چمنِ قدس میں ہو (۱۴۵) ذاتِ قدسی کا تری عطرِ قبائے عفت

کیا اللہ نے جب تجھ سا ولی نعمتِ خلق — کیونکہ واجب نہ خلائق پہ ہو شکرِ نعمت

نطقِ شیریں سے تری عام حلاوت ہو اگر — ثمرِ تلخ ہو حنظل کا سبوئے شربت

شوکتِ عقربِ جرّارہ کے مانند رہے — دلِ حاسد میں خلش گر ترا رشکِ شوکت

روشِ شیشہ ہر اک سنگ ہو ریزہ ریزہ — پڑے البرز پہ گر گرز کی تیرے ضربت

سر کشف ہوار چھپاتا ہے فلک زیرِ سپر (۱۵۰) کیا غضب ہے تری شمشیرِ غضب کی ہیبت

آئے طوفاں جو ترے قہر کا طغیانی پر — کشتیٔ نوح بھی اعدا کو ہو گردابِ صفت

وہ تری تیغ کی بُرّش ہے کہ سایہ جس کا — کردے اک دم میں ہیولیٰ سے مفارق صورت

تیرا بدخواہ رہے حرز سے یاں تک محروم — دیں نہ تعویذ اسے تا بہ نشانِ تربت

آسیا وار پھرے کیوں نہ فلک گردِ زمیں — تیرے توسن کے جو کاوے کی اڑا جائے پھرت

کیا ترے فیل کے اوصاف لکھوں میں کہ وہ ہے (۱۵۵) ابر رفتار، جبل پیکر و گردوں رفعت

اس کی خرطوم ہے گر طرّۂ لیلیٰ کی مثال — تو ہیں دندانِ صفا ساعدِ سلمیٰ کی صفت

کیا عجب گر ہو تپ لرزۂ ہیبت سے تری — نبض کی طرح رگِ سنگ میں پیدا سرعت

آبِ بارانِ کرم تیرا ہے وہ شربتِ خضر — برسے لالے پہ تو افیوں میں نہ ہو سمّیت

عدل کے لفظ کو دیتا نہیں نقطہ کوئی — عدل سے تیرے جو موقوف ہے رسمِ رشوت

عہد میں تیرے عجب کیا سرِ داغِ دلِ شمع (۱۶۰) شعلے میں مرہمِ کافور کی ہو خاصیّت

پنجۂ گربہ بہ سرِ بچۂ موش و کنجشک — ہے حمایت سے تری دایہ کا دستِ شفقت

دورِ انصاف میں گر تیرے ہو کشتۂ سیماب — تو بلا شبہہ پڑے دینی تہوں کو دِیت

دیا اللہ نے وہ قلبِ مصفّا تجھ کو — اے شہنشاہِ صفا ذہن سراپا صفوت

فردِ تفصیل جو اگے ہے رخِ حاجت مند — عرضِ حاجت کی نہیں سامنے تیرے حاجت

عید کو دیکھ ترے ساتھ خلائق کا ہجوم (۱۶۵) کہے عارف کہ یہ کثرت میں ہے ظاہر وحدت

لکھے گر خامہ ترا وصفِ شمیمِ اخلاق تو ہر اک نقطہ ہو اک نافۂ مشکِ تبّت

منتہی ہوں نہ کبھو تیرے صفاتِ نیکو گر بیاں کیجیے تا حشر صفت بعد صفت

ذوقؔ کرتا ہے دعائیہ پہ اب ختمِ سخن کہ زباں کو ہے نہ یارا نہ قلم کو طاقت

عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم میں باشکوہ و حشم و جاہ و بعمر و صحت

خیر خواہوں کے ترے چہرے پہ ہو رنگِ نشاط
اور بد خواہوں کے رخسار پہ اشکِ حسرت

---

(۳)

در مدحِ بہادر شاہ ظفر

زہے نشاط اگر کیجیے اسے تحریر — عیاں ہو خامے سے تحریرِ نغمہ جائے صریر
زباں سے ذکر اگر چھیڑیے تو پیدا ہو — نفس کے تار سے آوازِ خوشتر از بم و زیر
ہوا یہ باغِ جہاں میں شگفتگی کا جوش — کلیدِ قفلِ دلِ تنگ ہے خاطرِ دل گیر
کھلے ہے والبِ غنچہ درِ ہزار سخن — چمن میں موجِ تبسم کی کھول کر زنجیر
کچھ انبساطِ ہوائے چمن سے دور نہیں (۵) جو وا ہو غنچۂ منقارِ بلبلِ تصویر
قفس میں بیٹھے کے بھی شوقِ نغمہ سنجی سے — عجب نہیں کہ ہو مرغِ چمن بنالہ صفیر
اثر سے بادِ بہاری کے لہلہانے میں — زمیں پہ ہمسرِ سنبل ہے موجِ نقشِ حصیر
نکل کے سنگ سے گر ہو شرارہ تخم فشاں — تو سبز فیضِ ہوا سے ہو وہ برنگِ شعیر
زمیں پہ گرتے ہی لے آئے دانہ برگ و ثمر — جو ٹوٹے ہاتھ سے زاہد کے سبحۂ تزویر
ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابرِ سیاہ (۱۰) کہ جیسے جائے کوئی پیلِ مست بے زنجیر
نہ خارِ دشت ہی نرمی میں خوابِ مخمل ہے — ہر ایک تارِ رگِ سنگ بھی ہے تارِ حریر
ہوا میں ہے یہ طراوت کہ دودِ گلخن بھی — برستا اٹھتا ہے آتش سے مثلِ ابرِ مطیر
یہ آیا جوش میں بارانِ رحمتِ باری — کہ سنگ سنگ میں سنگِ یدہ کی ہے تاثیر
ہر ایک خار ہے گل ہر گل ایک ساغرِ عیش — ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر
ہر ایک قطرۂ شبنم گہر کی طرح خوش آب (۱۵) ہر اک گہر گہرِ شب چراغ پر تنویر
کرے ہے صبح شکر خندہ اس مزے کے ساتھ — کہ جس طرح بہم آمیختہ ہوں شکر و شیر
سنوارتی ہے جو شام اپنی زلفِ مشکیں کو — سوادِ مشکِ ختن پر ہے لاکھ آہو گیر
نہالِ شمع سے ہر شب چنے گلِ شب بو — بہارِ عیش میں گلچیں کی طرح سے گل گیر
بنے چراغ تو ایسی ہنسی میں پھول جھڑیں — حیا سے رنگِ گلِ آفتاب ہو تغیر
لیے ہے چرخ پہ ہر صبح جوں صبوحی کش (۲۰) بایں درازیِ ریش آفتاب ساغر گیر

عجب نہیں ہے کہ آرائشِ زمانہ سے — خمانِ پنجہ ہوں تاک و چنار و بید انجیر
چمن میں ہے یہ درختانِ سبز پر جو بن — کہ زہر کھاتے ہیں سبزانِ خطۂ کشمیر
نہ کیوں کہ دیکھ کے گلشن کو یہ پڑھوں مطلع — کہ آئے ہے نظر اک قدرتِ خدائے قدیر

مطلع

ظہورِ نرگس و گل جلوۂ سمیع و بصیر — نسیم و نکہتِ گل مظہرِ لطیف و خبیر
شمیمِ عیش سے ہے یہ زمانہ عطر آگیں (۲۵) کہ قرصِ عنبر اگر ہے زمیں، تو گرد، عبیر
حمل سے حوت تلک جا بجا ہیں تصویریں — بنا ہے عالم بالا بھی عالم تصویر
جہاتِ ستہ سے بزم جہاں ہے وسعت خواہ — کہ ہے ہجوم نشاط و سرور جم غفیر
زمانہ دشمنِ عشرت کا اس قدر قاتل — مہِ صیام کو دیکھے نہ کوئی بے شمشیر
ہوا ہے مدرسہ یہ بزم گاہِ عیش و نشاط — کہ شمسِ بازغہ کی جا پڑھیں ہیں بدر منیر
اگر پیالہ ہے صغریٰ تو ہے سبو کبریٰ (۳۰) نتیجہ یہ ہے کہ سرمست ہیں صغیر و کبیر
زمینِ میکدہ یہ خندۂ نشاط انگیز — کہ لائے مے سے ہو دیوار قہقہہ تعمیر
دیا ہے رنج کو دھو تیرے غسلِ صحت نے — ضمیرِ خلق سے لے بادشاہِ پاک ضمیر
عجب نہیں یہ ہوا سے کہ مثلِ نبضِ صحیح — کرے اگر حرکت موجِ چشمۂ تصویر
شہنشہا! ترے یمنِ شفائے کامل سے — جو لاعلاج مرض تھے وہ ہیں علاج پذیر
کہ چوبِ گل کو اگر ماریں بیدِ مجنوں پر (۳۵) تو صورتِ بشر ہوش مند خوش تقریر
اشارہ فہم ہو ایسا کہ وہ بیان کرے — زبانِ برگ سے گونگوں کے خواب کی تعبیر
جو میلِ کحلِ بصارت ہو کاک خطِ غبار — تو چشم دائرۂ عین بھی ہو چشم بصیر
نہ موجِ مے کو ہو پیچش نہ شیشہ لے ہچکی — گئی جہاں سے یہ بیماریٔ فواق و زحیر
نہ برق کو تپ لرزہ نہ ابر کو ہو زکام — نہ آب میں ہو رطوبت نہ خاک میں تبخیر
بدل گئی ہے حلاوت سے تلخیٔ دارو (۴۰) شرابِ تلخ بھی ہے مے کشوں کو شکر و شیر
قوی ہے قوتِ تاثیر سے دوائے طبیب — غنی قبول کی دولت سے ہے دعائے فقیر
شکستِ دل کو ترے یمنِ تندرستی سے — کرے درست اگر ہو مہیائی تدبیر
تو موئے کاسۂ چینی کو چارہ سازِ قضا — نکالے کاسۂ چینی سے مثلِ موئے خمیر
کھجائے سر جو کبھی مفسدانِ سرکش کا — علاجِ خارشِ سر ہو بہ ناخنِ شمشیر

بنا ہے نقش، شفاخانۂ ہزار شفا (۴۵) ہر ایک خانۂ تعویذِ صاحبِ تکسیر

ہر ایک اسم، عزیمت میں اسمِ اعظم ہے / ہر ایک نسخہ شفا میں ہے نسخۂ اکسیر

رہا نہ کوئی گرفتارِ رنج عالم میں / چھٹے جو تیرے تصدق میں مجرمانِ اسیر

شہا! ہے دم سے ترے زندگانیٔ عالم / یہ تیرا دم ہے وہ اعجازِ عیسوی تاثیر

مثالِ خضر تو اے رہنمائے ملت و دیں / جہاں میں پیر ہو پر ہو کرامتوں سے پیر

تو وہ ہے حامیٔ دنیا و دیں زمانے میں (۵۰) کہ تجھ سے زیب ہے دنیا کو دیں کو توقیر

کیا شہانِ سلف نے مسخر ایک جہاں / کیے ہیں تو نے شہنشاہ، دو جہاں تسخیر

سحر سے شام تلک زر فشاں ہے پنجۂ مہر / نثار کرتا ہے ہر روز ایک گنجِ خطیر

فلک پہ کرتا ہے ہر شب ادا جو سجدۂ شکر / نشانِ سجدہ ہے زیبِ جبینِ ماہِ منیر

یہ روزِ بہ سے ترے ہے جوان جہانِ کہن / کہے نہ کوئی دو شنبے کو بھی جہان میں پیر

حیات بخشِ جہاں تیرا مژدۂ صحت (۵۵) جو بخشے خلق کو عمرِ طویل و عیشِ کثیر

ہزاروں سال سرِ ہر صدی نکال کے دانت / ہنسیں اجل پہ جوانوں کی طرح مردمِ پیر

جہاں کو یوں تری صحت کے ساتھ ہے صحت / صحیح جیسے کہ قرآن ہو مع تفسیر

یہ وہ خوشی ہے کہ فربہ ہوں جس سے روز بروز / ہلالِ بست و نہم کی طرح بدن کے حقیر

پڑھوں ثنا میں تری اب وہ مطلعِ روشن / کہ جس کا مطلعِ خورشید بھی نہ ہووے نظیر

مطلع

شہنشہا! وہ تری روشنیٔ رائے منیر (۶۰) عقولِ عشرہ کا انوار جس کے عُشرِ عَشیر

جو ہو نہ تابعِ امرِ تشاوِرُوا فِی الاَمر / تو عقلِ کل کو کرے تو نہ ہرگز اپنا مشیر

جو ہیں نکات و معانی بشر کی فہم سے دور / وہ تیرے ذہن میں موجود سب قلیل و کثیر

اگر ہے سہو کو کچھ دخل حافظے میں تو یہ / نہ اپنا یاد ہے احساں نہ غیر کی تقصیر

حیا ہے گر متعلق تری نگاہ کے ساتھ / تو ہے ضمیر کی جانب تری صفائے ضمیر

ترا تو سیئہ بھی یوں ہے داخلِ حسنات (۶۵) کہ جیسے صحبتِ اصحابِ کہف میں قطمیر

کرے ہے سلبِ تغیر کو ذاتِ حادث سے / زمانہ عدل سے تیرے یہ اعتدال پذیر

مجال کیا کہ ترے عہد میں شرر کی طرح / اٹھائیں سر کو شرارت سے سرکشانِ شریر

ہوا میں آ کے جو کرتا ہے سرکشی شعلہ / تو چٹکیاں دلِ آتش میں لے ہے آتش گیر

ترے نسق سے جو بالکل رہی نہ خوں‌ریزی — لڑائیوں میں کہیں پھوٹتی نہیں نکسیر

جو پہنچے بت کدے میں تیرا شورِ دین داری (۷۰) — بلند نالۂ ناقوس سے بھی ہو تکبیر

کیا یہ کفر کو اسلام نے ترے معدوم — کہ کوئی زلفِ بتاں پر نہ کر سکے تکفیر

جہاں میں چشمِ سیہ مستِ یار کا ہو یہ رنگ — جو مے کشوں کو ترا احتساب دے تعزیر

پڑے گلے میں رسن خطِ سرمہ سے اس کے — رہے مدام وہ گردش میں از پے تشہیر

وہ برقِ قہرِ خدا تیری تیغِ آتش دم — کہ جس کی آنچ ترے دشمنوں کو نارِ سعیر

جو ہے خدنگ کا تیرے نشانہ چشمِ حسود (۷۵) — تو ہے تفنگ کا تیرے دلِ عدو نخچیر

ترے نہیب سے ہوں شکلِ فلسِ ماہی الگ — کریں نہ حلقۂ جوہر رفاقتِ شمشیر

جو تیر نکلے کماں سے تری وہ ہو جائے — طلب میں جانِ عدو کی رواں قضا کا سفیر

ترے ہے خامۂ طغرا نگار میں یہ زور — جو کھینچے اک روشِ خطِ منحنی وہ لکیر

تو اس سے ایسے ہوں اشکالِ ہندسی پیدا — مٹادے دیکھ کے اقلیدس اپنی سب تحریر

وہ روشنی ترے خط میں کہ ابنِ مقلہ اگر (۸۰) — لگائے آنکھوں میں سرمے کی جا تری تحریر

تو ہو یہ نورِ بصارت کہ پڑھ لے حرف بحرف — جو ہووے لوحِ جبیں پر نوشتۂ تقدیر

رقم میں گر ترے اوصاف کے قصور کرے — زبانِ خامۂ عطارد کی ناک میں دے تیر

ترا سمند ہے وہ تیز رو کہ وقتِ خرام — نظر ہو دیدۂ زرقا کی بھی اس کی نظیر

کہ سیر گاہ ہے اس کی تو راہِ یک روزہ — اور اس کا شرق سے تا غرب عرصہ گاہِ مسیر

ترے جو فیل کی تعریف خسروا لکھوں (۸۵) — کروں حکایتِ شیریں و کوہ کن تحریر

کہ فیل کوہ کجک تیشہ فیلباں فرہاد — وہ دونوں دانت صفا ایک ایک جوئے شیر

چلے نہ اشرفیٔ آفتاب عالم میں — خطِ شعاع سے اس پر جو یہ نہ ہو تحریر

ابوظفر شہِ والا گہر بہادر شہ — سراجِ دینِ نبی سایۂ خدائے قدیر

شہِ بلند نگہ شہریارِ والاجاہ — خدیوِ مہر کلہ خسروِ سپہر سریر

جہاں مسخر و عالم مطیع و خلق مطاع (۹۰) — فلک مؤید و اختر معین و بخت نصیر

زمیں ہو سبز جو تیرے سحابِ بخشش سے — تو بوٹی بوٹی سے ہر خاک کی بنے اکسیر

بچشمِ مہر اگر تیرا نیّرِ اقبال — کرے نگاہ سرِ آبجو و آبِ غدیر

تو فلس فلس سے ہو ماہیوں کے وقتِ شکار — نگینِ دستِ سلیماں بدستِ ماہی گیر

نہ ہے ثنا کے لیے تیرے اختتام و تمام — نہ ہے دعا کے لیے تیری انتہا و اخیر

مگر یہ ذوقِ ثنا سنج و مدح خواں تیرا — (۹۵) غلامِ پیرِ کہن سال اک فقیرِ حقیر

کرے ہے دل سے دعا یہ سدا فقیرانہ — سنا ہے جب سے کہ رحم خدا دعائے فقیر

الٰہی آب پہ ہو تا زمیں زمیں کو ثبات — زمیں پہ تا ہو فلک اور فلک کو ہو تدویر

فلک پہ چھوڑے نہ تا دامنِ مسیح حیات — زمیں پہ خضر کی تا ہو فنا نہ دامن گیر

عطا کرے تجھے عالم میں قادرِ قیوم — بجاہ و دولت و اقبال و عزت و توقیر

تنِ قوی و مزاجِ صحیح و عمرِ طویل
سپاہ وافر و ملکِ وسیع و گنجِ خطیر

---

(۴)
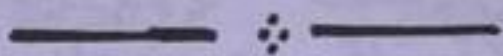
در مدحِ اکبر شاہ ثانی

دل کہ اس دہر میں ہے گرسنۂ نازِ بتاں — نمِ تیغ اس کو غنیمت ہے کہ دیکھا لبِ ناں

ہوں وہ لب تشنہ کہ میں دامنِ دریا سمجھوں — برقِ پُر سوز کا ہاتھ آئے جو طرفِ داماں

وہ خنک دل ہوں کہ جس کے نفسِ سرد سے آہ — دم میں یخ بستہ ہو سر چشمۂ مہرِ رخشاں

میں ہوں وہ شعلۂ جوالہ بزیرِ گردوں — کہ اگر دل کو قرار آئے تو چکر میں ہو جاں

میں وہ مجنونِ جگر تفتہ ہوں جس کے دمِ فصد (۵) — ہر بُنِ مو سے عوض خوں کے نکلتا ہے دھواں

چشمِ سوزن سے نہ لو سلسلہ زنجیر کا تم — دلِ وحشت زدہ ہے لاغر بے تاب و تواں

ہوں وہ افتادہ کہ ہمت کبھی یاور ہو تو ہو — دست گیر آ کے عصائے مژۂ مورچگاں

ہوں وہ تصویر سرِ صفحۂ عالم جس پہ — ہو قلم دود تو کرے کارِ سنان و پیکاں

دل گرفتہ ہوں وہ میں دہر میں مانندِ انار — اک گرہ وا ہو تو ہو صد گرہ اندر داماں

ہوں وہ فرسودۂ غم جس سے بچشمِ بینش (۱۰) — کرتا سروِ چمنِ دہر ہے کارِ سوہاں

قطرۂ شبنم کا ہو گل پہ تو مری نظروں میں — سنگِ حسرت ہو کہ رکھتا ہوں بزیرِ دنداں

میں ہوں وہ کشت کہ بیگانہ ہے سبزہ جس سے — اور اگر ہے تو ہے آغشتۂ زہرابِ سناں

فلکِ سبز کے نیچے ہوں میں تلوار کا کھیت — آبِ شمشیر مجھے دو کہ یہی ہے مری جاں

ہوں وہ خود رفتہ کہ جوں عمرِ تلف کردہ مجھے — حشر تک ڈھونڈیں تو ممکن نہیں ہاتھ آئے نشاں

ماہِ نخشب کی طرح ہوتا عیاں ہوں سرِ کوہ (۱۵) — اور ابھی پل میں جو دیکھو تو عیاں ہوں نہ نہاں

ہوں وہ سرگشتہ کہ گر ساقی و ساغر چاہوں — حلقۂ دود بہ خلاخن ہو بدستِ دہقاں

اس گلستاں کی روش پر گلِ بازی ہوں یاں میں — نہ اِدھر ہوں نہ اُدھر ہوں نہ وہاں ہوں نہ یہاں

دل نے لیمو سے کیا رنگِ طلا کا روشن — ترشِ روئی سے رخِ زرد ہے میرا تاباں

میں وہ گردش زدۂ دہر ہوں جس کا پسِ مرگ — سنگِ تعویذ بھی چکر میں ہو مانندِ فساں

میں ہوں وہ بسملِ دل خوں شدہ جس کے خوں میں (۲۰) — تیغِ قاتل روشِ کشتیٔ دریا ہو رواں

اشکِ خونیں ہے مرا آتشِ یاقوت بیں
گرچہ ہوں آب میں لیکن ہوں ہمیشہ سوزاں

دل اڑا جاتا ہے جل جل کے جو بن آگ ہرا
طائرِ رنگِ حنا بن کے ہوا ہوں پرّاں

طفلِ معصوم کا ہے خواب مری موت و حیات
کہ یہی لب مرا خنداں ہے، یہی ہے گریاں

وہ سیہ بخت ہوں میں خاک نے جس کی یکسر
ہے سیہ کر دیا آئینۂ چشمِ رخِ گرداں

میں وہ بیمار ہوں مایوسِ شفا جس کے لیے
(۲۵) دمِ عیسیٰ نے کیا کارِ نفوسِ ثعباں

اٹھ سکا سر نہ مرا مزرعِ گیتی میں ذرا
دل رہا دانۂ روئیدہ تہِ سنگِ گراں

شرحِ جاں سوز ہے میری نئے قلیاں کی طرح
کیا عجب نائے قلم سے جو نکل آئے دھواں

دلِ مایوس یہ تھا کہہ رہا مجھ سے کہ خرد
یوں لگی کہنے کہ بے فائدہ کیوں آہ و فغاں

یہ تو کر غور کہ مدّاح ہے کس شاہ کا تو
دیکھ وہ ابرِ کرم قلزمِ جود و احساں

وہ شہنشاہ کہ جشن اس کا ہے افلاک کی سیر
(۳۰) ہنستے مہوش ہیں تو کہتے ہیں ستارے افشاں

ماہ گردوں پہ ہے اور آ کے زمیں پہ مہتاب
کثرتِ عیش سے دریا میں ہے شب کو رقصاں

سن کے یہ مژدۂ جاں بخش ہر اک کو یاں تک
شوقِ نظّارہ ہوا عام بہ گلزارِ جہاں

دیکھتا ہوں کہ سرِ شاخِ مژہ کاسۂ چشم
رخِ نظّارگیاں پہ ہے بنا نرگسِ داں

آج عالم کا ہے دل شاد کہ جوں عالمِ نور
جلوہ گر ہے سرِ اورنگ بصد شوکت و شاں

ماہِ فرخندہ لقب شاہ محمد اکبر
(۳۵) تاجِ شاہانِ زماں فخرِ سلاطینِ جہاں

دیکھتا ہے دولت و صولت کا جو اس کے اقبال
دہرِ پُر سرکش کا بھی قد ہو گیا خم شکلِ کماں

مدح حاضر کے لیے حاضرِ دربار ہو ذوق
تو ہے خاقانیٔ ہند اور وہ ہے خاقانِ زماں

مطلع

پوچھ لو آج فلک سے کہ ہے خورشید کہاں
گر ہے کچھ وزن تو آ جائے بہ سوئے میزاں

تیرے جلوے کی تجلّی نے جو روشن کیا دل
ہو گیا شمع مرے سینے میں تارِ رگِ جاں

آستیں اپنی ہلا دے جو ترا دستِ کرم
(۴۰) ہر شکن سے ہو عیاں لجّۂ بحرِ عمّاں

کیوں نہ اربابِ ہمم ہوں تری ہمت کے غلام
حق یہی ہے کہ الانسانُ عبیدُ الاحساں

آگے دریا ترے خود کھولے ہے لب ہائے سوال
کہوے کس منہ سے کہ پنجہ بھی ہے رکھتا مرجاں

سرخروئی ترے حاسد کو جگر خواری ہے
شیر کے بال سے ہے تیز تر اس کو رگِ پاں

کانپتے ہیں تری ہیبت سے پلنگ اور نہنگ
بحر و بر پہ ہے تری تیغ کی بُرش یکساں

بے زرہ رکھتی اسی واسطے ماہیِ تہِ آب (۴۵) پہنے جوشن ہے نیستاں میں ہر اک شیرِ ژیاں

تیغِ ہندی تو کمر میں ہے پہ اک اک جوہر — رکھتا در زیرِ نگیں ہے صفحاتِ صفہاں

کوہ پہ بیٹھے کہ یوں بیٹھے بہ پشتِ ماہی — جیسے ابروئے بتاں ہو تہِ آئینہ عیاں

تیرے خنجر کو ملا شہپرِ قدرت سے ہے زور — مرغِ دل سینوں سے جوں زاغ و زغن ہیں پرّاں

تیرِ ناوک کو ترے دیکھ کے ہے لوٹ رہا — طائرِ قبلہ نما خاک کرے گا طیراں

آتشِ قہر کی ہیبت سے تری نارِ سعیر (۵۰) رکھتی شعلے سے ہے انگشت بزیرِ دنداں

گنبدِ چرخ ہوا کلبۂ پُر دود اسے — روح کو سینۂ حاسد میں بجا ہے خفقاں

تیرا فرماں تھا کہ فرماں برِ دولت کے سوا — ہووے اک برگ نہ پیدا بہ گلستانِ جہاں

ہوئے یہ منکرِ اقبال ترے ناپیدا — کہ چمن میں نہیں اُگتا ہے گلِ نافرماں

تیرے مہتابِ کرم سے جو سرِ قلزمِ قہر — پردۂ نور میں اُبلا ہے تنورِ طوفاں

عدل نے تیرے دکھائے ہیں بہم آتش و آب (۵۵) آبِ آئینہ میں روشن ہے رخِ برق وشاں

دلِ افگار کا ہے سودۂ الماس علاج — سنگ ہے سنگِ جراحت بہ سرِ زخمِ جہاں

تیری تاثیرِ محبت نے دیا ہے تریاک — ورنہ تھا زہر دلوں کو خطِ سبزِ خوباں

افقِ صبح سے کافور کا لے کر مرہم — رکھتا مہتاب ہے بر سینۂ صد چاکِ کتاں

سرزنش عہد نے کی تیرے یہاں تک معدوم — کہ نظر آتا نہیں دشت میں کانٹوں کا نشاں

بے علف ناقۂ لیلیٰ ہے مگر قیسِ غریب (۶۰) نہیں دیتا بہ ضیافت سرِ خارِ مژگاں

خسروا! تیری توانائیِ اقبال سے آج — ناتوانوں کی ہوئی دہر میں یہ تاب و تواں

مور کا سلسلۂ نقشِ قدم گر ہو کہیں — اپنے حلقے میں جکڑ لیتا ہے صد پیلِ دماں

آگے جلوے کے ترے پنجۂ خورشید ہے گرد — آگے رتبے کے ترے خاک ہے جرمِ کیواں

اس تصوّر میں جو ہے پیشِ نظر عالمِ نور — اس کو اک مطلعِ موزوں میں میں کرتا ہوں بیاں

مطلع

گر تری ذات نہ ہو کعبۂ اقبالِ جہاں (۶۵) آسماں ہووے نہ پھر پھر کے زمیں کے قرباں

ہو بہ ناصیہ سائی تری خورشید کو روز — مہ کشاں لاتی ہے در پہ ترے ہو سرگرداں

مہرگاں ہمتِ عالی کا جو بادل لائے — ایسے نیساں سے وہ آفاق پہ ہو قطرہ فشاں

جن کی شادابیِ گوہر کو اگر دیکھے تو دور — طرفۃ العین میں ہو کاہ ربا کا یرقاں

آتشِ قہر و غضب تیری عیاذاً باللہ　　　مشتعل ہووے اگر سوئے گلستانِ جہاں
ہے یقیں صورتِ نخلِ گلِ آتش بازی (۷۰)　　　نخلِ فوّارہ بھی پانی میں ہے شعلہ فشاں
ماجرا خامے نے شیریں سخنی کا تیری　　　صورتِ موج میں دریا کے دیا تھا بیاں
سخن و اہلِ سخن سب سرِ ساحل تھے کھڑے　　　دونوں لب اس کے حلاوت سے بہم تھے چسپاں
وصفِ شوخی ترے توسن کا ہو کس طرح رقم　　　کہ قلم صفحۂ کاغذ پہ ہے جوں برقِ تپاں
باندھوں کس طرح سے مضمونِ سواری ایسے　　　تڑپ اٹھتا ہے کرے جنبش اگر طبعِ رواں
قلم و حرف نہیں پیشِ نظر ہیں اس دم (۷۵)　　　سرِ حاسد سے ہے دل کھیلتا گوئے و چوگاں
کہوں شائستگی اس بادیہ پیمائی میں کیا　　　تازیانہ ہے بکار اس کو نہ درکار عناں
نہیں انساں، مگر کام میں انساں سے فزوں　　　پر نہیں پھر وہ پری سے ہے زیادہ پرّاں
خسروا! سرعتِ رفتار ہو گر مدِّ نظر　　　پہلے ہو قاف سے تا قاف سراسر میداں
جلوہ گر خانۂ زیں پہ ہو پھر اس شان سے تو　　　بر سرِ دوشِ صبا جیسے شمیمِ ریحاں
تازیانہ جو لگائے تو کفل پر اس کے (۸۰)　　　اور چمک کر کبھی اڑ جائے وہ بجلی تہِ راں
ابھی کوڑے کی صدا کوہ سے پھر کر نہ چلے　　　وہ کئی بار پھرے واں سے یہاں یاں سے وہاں
کیا دکھاؤں ترے ہاتھی کی بلندی شاہا!　　　آئے کوسوں سے نظر جب تو عیاں اچہ بیاں
جھومتا جھامتا آتا ہے درِ دولت پر　　　کہتے ہیں ساقیٔ طنّاز سے یوں بادہ کشاں
سمتِ قبلہ پہ ہے ابر آیا سرِ دوشِ ہوا　　　خُم پہ خُم آج چلے جام نہ آئے بہ میاں
اس کی مستک پہ سپر اور وہ نگارِ خرطوم (۸۵)　　　کریں آنکھوں پہ رقم قوسِ قزح کا عنواں
اور اگر یہ نہیں مضموں تو کسی مہوش کی　　　زلفِ پُر گل ہے دیا کاکلِ عنبر افشاں
اس کے دنداں یہ نہیں غور سے دیکھا میں نے　　　کشورِ زنگ میں آئے ہیں فرنگی بچگاں
کیا لکھوں آگے ترا وصف کہ منہ میں میرے　　　پاسِ آداب سے جوں شعلہ زباں ہے لرزاں
ختم کرتا ہے ثنا تیری دعا پر اب ذوق　　　کہ زباں کو بس اب آگے نہیں یارائے بیاں
تجھ کو یہ جشن مبارک ہو بصد جاہ و جلال (۹۰)　　　عقل ہو پیر تری بخت رہیں تیرے جواں
جو دعا گو ہیں ترے ان کی دعائیں ہوں قبول　　　صبحِ جشنِ طرب افزا میں ہو دائم خنداں

اور برنگِ شبِ دیجور ترے سب بدخواہ
روسیہ محفلِ عالم میں ہوں جوں ماتمیاں

(۵)

در مدحِ بہادر شاہ ظفر

ساون میں دیا پھر مہِ شوال دکھائی — برسات میں عید آئی قدح کش کی بن آئی
کرتا ہے ہلال ابروئے پُر خم سے اشارہ — ساقی کو کہ بھر بادہ سے کشتیٔ طلائی
ہے عکس فگن جامِ بلوریں سے مئے سُرخ — کس رنگ سے ہوں ہاتھ نہ میکش کے حنائی
کوندے ہے جو بجلی تو یہ سوجھے ہے نشے میں — ساقی نے ہے آتش سے مئے تیز اڑائی
یہ جوش ہے باراں کا کہ افلاک کے نیچے (۵) ہووے نہ ممیّز کرۂ ناری و مائی
پہنچا ملکِ شکرِ باراں سے ہے یہ زور — ہر نالے کی ہے دشت میں دریا پہ چڑھائی
ہو قلزمِ عمّاں بہ لبِ جو متبسم — تالاب سمندر کو کرے چشم نمائی
ہے کثرتِ باراں سے ہوئی عام یہ سردی — کافور کی تاثیر گئی جوز میں پائی
سردیِ حنا پہنچے ہے عاشق کے جگر تک — معشوق کا گر ہاتھ میں ہے دستِ حنائی
عالم یہ ہوا کا ہے کہ تاثیرِ ہوا سے (۱۰) گردوں پہ ہے خورشید کا بھی دیدہ ہوائی
کیا صرفِ ہوا ہے طرب و عیش سے عالم — ہے مدرسے میں بھی سبقِ صرفِ ہوائی
خالی نہیں مے سے روشِ دانۂ انگور — زاہد کا بھی ہر دانۂ تسبیح ریائی
جو آئینۂ دل ہے وہ عاشق کی بغل میں — گویا کہ ہے مینائے مئے کاہ ربائی
کرتی ہے صبا آ کے کبھی مشک فشانی — کرتی ہے نسیم آ کے کبھی لخلخہ سائی
تھا سوزنیٔ خار کا صحرا میں جہاں فرش (۱۵) سبزے نے وہاں مخملِ خوش رنگ بچھائی
آرائشِ گلشن کے لیے جامۂ رنگیں — زیبا تنِ غنچہ کے لیے تنگ قبائی
ہے نرگسِ شہلا نے دیا آنکھ میں کاجل — برگِ گلِ سوسن نے دھڑی لب پہ جمائی
ابرو پہ کرے قوسِ قزح وسمہ تو خورشید — سرخیٔ شفق سے کرے ریش اپنی حنائی
رخسارۂ گل چیں کا ہے سرخی سے یہ عالم — جوں وقتِ غضب چہرۂ ترکانِ خطائی
کیا ساغرِ رنگیں کو کیا جلد مہیا (۲۰) نرگس نے تو سرسوں ہی ہتھیلی پہ جمائی
ہوتی متحمل نہیں اک ساغرِ گل کی — شاخِ گلِ احمر کی نزاکت سے کلائی

اعجازِ نوا سنجیٔ مطرب سے چمن میں ہر خار کی ہے نوکِ زباں شعر نوائی

حیرت کی نہیں جائے کہ دیوارِ چمن پر ہر طائرِ تصویر کرے نغمہ سرائی

شاہا! ترے جلوے سے ہے یہ عید کی رونق عالم نے تجھے دیکھ کے ہے عید منائی

کہتے ہیں مہِ نو جسے ابرو نے وہ تیری (۲۵) کی آئینۂ چرخ میں ہے عکس نمائی

پرتو سے ترے جامِ مۓ عیش سرِ بزم لے ساغرِ جمشید کرے کارروائی

ٹپکے لبِ ساغر سے وہ قطرہ کہ وہی شکل ہو شکلِ فلک جس میں تماشائی خدائی

کیا علم سمائے ترا سینے میں فلک کے دریا کی کہاں ہو سکے کاسے میں سمائی

پڑھتا ہوں ترے سامنے وہ مطلعِ موزوں احسنت کہیں سن کے بہائی و سنائی

مطلع

یوں کرسیٔ زر پر ہے تری جلوہ نمائی (۳۰) جس طرح کہ مصحف ہو سرِ رحلِ طلائی

رکھتا ہے تو وہ دستِ سخا سامنے جس کے ہے بحر بھی کشتی بکف از بہرِ گدائی

گمرہ کو ہدایت جو تری راہ پہ لائے رہزن بھی اگر ہو تو کرے راہ نمائی

تا ناخنِ شمشیر نہ ہو ناخنِ تدبیر دشمن کی تری ہو نہ کبھی عقدہ کشائی

خورشید سے افزوں ہو نشاں سجدے کا روشن گر چرخ کرے در کی ترے ناصیہ سائی

عکسِ رخِ روشن سے ترے جوں یدِ بیضا (۳۵) کرتا ہے کفِ آئینہ اعجاز نمائی

کرتا ہے تری نذر سدا نقدِ سعادت ہے مشتریٔ چرخ کی کیا نیک کمائی

اک مرغِ ہوا کیا ہے کہ سیمرغ نہ چھوٹے گر سر بہ ہوا ہووے ترا تیرِ ہوائی

ہر کوہ اگر کوہِ صفا ہو تو عجب کیا ہو فیض رساں جب ترے باطن کی صفائی

ہو بلکہ صفا ایسی دلِ سنگِ صنم میں ہر بت میں کرے صورتِ حق جلوہ نمائی

ہر شعر غزل میں ترے معنیٔ شفا ہیں (۴۰) قربان غزل کے ترے دیوانِ شفائی

مانع جو ہوا دستِ درازی کو ترا عدل پروانے کو بھی شمع نے انگلی نہ لگائی

زنجیر میں جوہر کے رہے تیغ ہمیشہ خوں ریز کو ہو عہد میں تیرے نہ رہائی

دیتا ہے دعا ذوق کہ مضمونِ ثنا میں ہے ذہنِ رسا کو یہ کہاں اس کی رسائی

ہر سال شہا ہووے مبارک یہ تجھے عید
تو مسندِ شاہی پہ کرے جلوہ نمائی

مومن

در مدحِ راجہ اجیت سنگھ

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری — کثرتِ دود سے سیاہ شعلۂ شمعِ خاوری
چشمِ ستارۂ سحر لونِ زحل سے سرمہ سا — دشنۂ ترکِ چرخ سے تیز نگاہِ مشتری
خطِ بیاضِ صبح وہ شعلہ دم اژدرِ سپید — عکس سے جس کے آب ہو آئینۂ سکندری
یاد ہوا ہے کوئی یار خانہ خراب جاں گداز — خفیۂ شمال میں سموم بادِ صبا میں صرصری
سامعہ سوز و دل خراش گریہ فروز و زخم ریز (۵) نغمۂ نوکِ عندلیب قہقہۂ گلِ تری
مجھ کو فغاں سے کام اور ذکر میں اہلِ خانقاہ — دیر میں شورِ بید خواں میکدے میں نواگری
چار طرف ہے غلغلہ حیّ علی الفلاح کا — بدظنیوں سے عذرِ لنگ شدّتِ ضعف لاغری
شعلۂ شمع سے فزوں چہرہ راز پردہ گوں — رنگِ شفق سے بیشتر گریۂ مرا معصفری
رشک فزا نظارۂ صحبتِ ساکنانِ قرب — پستیِ بخت کو دکھائے گھر کی بلند منظری
صبح مرا شبیہِ مریض شب شبِ اولینِ گور (۱۰) زورِ گداز بیمِ شام، سختیِ روزِ محشری
غم نہ سما سکا مرا بسکہ جہانِ تنگ میں — چرخ میں یہ محدّبی آگئی اور مقعّری
صبح کی جب بہار ہے ساقیِ غنچہ لب بیا — مے سے عذارِ لالہ رنگ لب سے مذاقِ شکری
ہر حرکت محرّکِ شوق و مہیّجِ ہوس — قلقلِ شیشہ قاہ قاہ مطربِ طرفہ زیوری
بسترِ گل پہ خواب خوش سرخوشیِ نشاطِ خواب — عطرِ لباس سے گلاب جرمِ دماغ کی تری
رطلِ گراں دمِ صبوح مستِ مے شبینہ روح (۱۵) سربسر امتیازِ طبع رنجِ خمارِ سرسری
عطرِ مشامِ حورِ عیں نہ فلکِ نو آفریں — ادخنہ و بخور سے عنبر و بانِ مجمری
ایک سے ایک کامیاب سینۂ حاسداں کباب — ایک طرف شرابِ ناب ایک طرف گزک دھری
جب نہ رہے طبع تو کیا خلد میں گر ملے بفرض — قصرِ زبرجد و مے لعلی و جامِ گوہری
میرے یہ بخت ہائے بخت ایسے نصیب یا نصیب — چارۂ یاس امیدِ حشر، مرگ علاجِ مضطری
طولِ امل کی حد نہیں سازِ طرب کہاں سے آئے (۲۰) بادشہی جہاں ہو کم حیف وہاں قلندری

یاں کے ہوئے نہ واں کے ہم جیسے فقیر تب پرست — بندگیٔ خدا تو ہو گر نہ ہو صاحب افسری
چرخ نے جیسے جیتے جی کیں پدری عنایتیں — خاک کرے گی بعدِ مرگ ویسی ہی مہرِ مادری
عشقِ عیاں کا کیا بیاں حسنِ ہنر رہا نہاں — قمریٔ نالہ کش زباں میری ہے دل صنوبری
وہم برون شدن خیال قید سے چھوٹنا محال — یاں سے گریز کیا مجال بندِ گراں پہ بےبری
چھٹ بھی گئے تو راہ بند جائے بجائے لامکاں (۲۵) — کوئی عجب طلسم ہے گنبدِ چرخِ چنبری
رغبتِ وصل پر حذر یار کو ہائے ہائے ہے — نا کسی آفتِ قرار نے ہوسِ ستم گری
کل سے زیادہ آج ہے غم کی فراہمی مباد — آج سے کل زیادہ ہو حال کی اپنا بتری
چرخ سے جنگ اور ایک جزوِ ضعیفِ چرخ یہ — طالعِ دوں خراب ہو آپ کرے جو یاوری
نالے سے میرے گرم و خشک زہرہ و ماہ کا مزاج — گریے سے میرے سرد و تر طبعِ بروج آذری
جانِ جہاں کو دل دیا دشمنِ جاں ہوا جہاں (۳۰) — سر میں ہوا نظر میں یاس سینے میں آرزو بھری
یک دل و گونہ گونہ زخم یک تن و فوج فوجِ خصم — یک جگر و ہزار نیش یک سر و صد گراں سری
جور سہوں وفا کروں حقِ وفا ادا کروں — یہ نہ کروں تو کیا کروں قہر ہے عشق و بے زری
قدرِ ہنر کو چاہیے عقل و تمیز و درک و فہم — دست کشادہ دل فراخ منعمی و تونگری
سو امرائے عصر تو بے خرد اور جہل دوست — بخل کے ساتھ ہر جگہ جمع ہیں بھی و خری
ایک جہاں میں قدرداں سودہ بہ بزمِ آسماں (۳۵) — آج یہاں ہے کل وہاں واہ کمالِ داوری
راجہ اجیت سنگھ نام کام روائے خاص و عام — جود سے جس کے بے نظام کارِ جہاں کی ابتری
فیل نشیں بنا دیا خاک نشیں کو اس نے اب — خاک نہیں فلک کو زیب لاف و گزافِ برتری
چین سے زر عدن سے دُر کان سے لعل و گوہر آئے — بسکہ جہاں میں شہرہ ہے اس کی غریب پروری
دستِ گہر فشاں سے وہ نامہ اگر رقم کرے — دامِ ہما ہو حسرتِ مرتبۂ کبوتری
لیتے ہوئے گدائے جو بارِ عطا سے لعل و دُر (۴۰) — کلبۂ خاک رو ب ہو جیسے دکانِ جوہری
حاتم و معن پائمال اس کے صفِ نعال میں — صدر نشینِ بزم کام بخشی و فیض گستری
لعلِ لب اس کے در فشاں جیسے گہر نثار دست — جائزہ کم نہ آفریں دونوں میں ہے برابری
یک شبہ خرچ بزم کا نیمہ خراجِ نیمروز — بخششِ ہفتہ حاصل و فائدہ ہفت کشوری
ایک جہاں گدائے در اور وہ سب کا معتقد — بےطمعی سے شیخ وقت جس کا سوال قیصری
دورِ کرم میں اس کے لعل خشکیٔ لب کا ہے بہا (۴۵) — دُرِّ یتیم کو بکے چشمِ یتیم کی تری

اس سے زیادہ اور کیا ہوئے گی بخشش و عطا   کم ہے اگر دوں ہے ملک بخش نہ ہو مُقرّری
رونقِ لولیانِ بزم دیکھ کر اس کے جود سے   تیرہ نگاہ بسکہ ہے لولیِ چرخِ چنبری
گرمِ دعائے بازگشت شکلِ بشر میں ہوئے خاک   بہرِ حصولِ زیور و چارۂ رشکِ نیوری
اس کے ادیمِ حشمت و مائدۂ جلال پر   خستہ ذباب کی طنین طنطنۂ سکندری
جوشِ طراوتِ مشام وجہِ عطاسِ عز و جاہ (۵۰) لطفِ نسیمِ مشک بیز خلقِ شمیمِ عنبری
بوسہ روا بہر طریق سجدہ و فرق با ہر فریق   سنگِ درِ اس کا اک صنم رشکِ بتانِ آزری
تو وہ بہارِ باغِ حسن جس پہ کرے نثار جاں   لالہ رخی، سہی قدی، گل بدنی، سمن بری
لب کو مثال کس سے دوں لعل و عقیق بے مزا   گل میں کہاں یہ نازکی مُل میں کہاں یہ احمری
چشم کا تیری امتزاج روح فزا نظر فزا   گریہ و مستی و نگاہ روحِ گلاب و عبہری
فصلِ بہار بعدِ یاس کس لیے غنچہ بھر ہوا (۵۵) بزم میں تیری گر نہ تھی گل کو امیدِ ساغری
جمع ہیں تجھ میں علل حسن جن سے خرابیاں خراب   مستِ شرابِ لب شراب محو پری رخی پری
اطلسِ چرخ زیرِ گرد جوش ہوائے رشک سے   آتشِ سینۂ نجوم خجلتِ آبِ پیکری
تو وہ سوارِ یکہ تاز عرصۂ رزم گاہ میں   جامہ دریدہ جس کے ساتھ قطرہ زنی سے صفدری
توسنِ بادپا ترا روزِ وغا بگاڑ دے   صرصرِ عاد کی ہوا دم میں دکھا کے صرصری
سیرِ ریاض میں نسیم سلج ہوا پہ بوئے گل (۶۰) عرصۂ بحر طے کرے آن میں بے شناوری
روزِ نبرد گرچہ ہو خصم جہاں کے زیرِ راں   توسنِ برتریں فلک تو بھی محال جانبری
اس تگ و دو کو کیا کہیں چرخ ہے ایک جست میں   نیم قدم پہ رہ گئی طائری و تگاوری
ہائے سبک عنانیاں واہ گراں رکابیاں   گاہ غزالِ چیں ہے وہ گاہ پلنگِ بربری
مجھ سے مدیح سنج کا پیکِ خیال گر نہ ہو   شاہسوار کیا کرے کس سے ہو اس کی چاکری
کر دیے دشمن اس لیے تو نے زبون و سرنگوں (۶۵) سجدہ گرِ صفاتِ بد تا کہ ہو نیک محضری
تختہ حریف کا تباہ حال و تغیرِ کعبتیں   نیلِ مرام و شش جہت مہرہ و قیدِ ششدری
جس نے مقابلہ کیا بے جگری سے چل دیا   کیا کھلے ایک حملے میں گرچہ کھلے دلاوری
چرخ سے کم تو کیا ہو وہ خود جو ضربِ گرز اٹھائے   حرب سے پہلے سرشکن بہرِ عدو یہ مغفری
ساکنِ بحر و بر تمام رام نہ ہوں تو کیا کریں   تیغ میں یہ نہنگی اور طبع میں یہ غضنفری
افعیٔ رمح سینے کو چیر کے دل نکال لے (۷۰) مارِ سیاہِ زلف سے ہو نہ سکے یہ دلبری

بال و پرِ فرشتۂ موت ہیں یا پرِ خدنگ
دشنۂ تشنۂ قضا یا ترے تیر کی سری

خندۂ برقِ تیغ میں گرمیٔ مہر ماہِ تیر
گریۂ زخمِ تیر میں جوشِ سحاب آذری

شہرتِ ظلم و جور سے دور میں تیرے کیا عجب
ہفت پدر اگر بہم ترک کریں برادری

رونقِ بزم و عزمِ رزم فرِّ جلال و قدرِ جاہ
تو نے بغایتِ کمال جمع کیے نہ سرسری

سینے پہ روئے دلبراں بر میں قبائے رستمی
(۷۵) پاؤں پہ فرقِ سروراں سر پہ کلاہِ سروری

اس قدر اعتبار پر اس قدر انقلابِ حال
یعنی ترے خدم کے ہیں طالع و بخت سنجری

ہے ترے در پہ منحصر اب جو شرف تو جائے ننگ
ماہ کو بیتِ زہرہ اور زہرہ کو برجِ مشتری

بسکہ خلف محال تھا ہو گئی نسل منقطع
ذات پہ تیری اس قدر ختم ہے پاک گوہری

ہے خردِ مجسم و نکتہ نواز قدرداں
دیکھ نگاہِ غور سے تو مری نکتہ پروری

شاعرِ بے نظیر ہوں سحر بیاں دبیر ہوں
(۸۰) دم ہے مرا نمونۂ معجزۂ پیمبری

سحرِ حلال سے مرے جادوئے سامری خجل
طورِ کلیم اوجِ فکر، نورِ خدا فسوں گری

لاف زنی پسِ مدیح رسمِ قدیم کیا کروں
اس غمِ تازہ سے نہیں مجھ کو امیدِ جانبری

کفرِ حکایتِ غرور اس کے بغیر یہ محال
نا متنبّی و جریر عار ہے مجھ کو ہمسری

میری زبان میں وہ بات جس سے ملکِ سخن بچے
میرے بیان میں وہ سحر جس سے جنون ہو پری

حیرتیٔ عقوبتِ تازہ موکلانِ قہر
(۸۵) بسکہ مرے حسد سے ہے تیرہ روانِ انوری

مجھ کو یہ گل زمیں پسند آ گئی اتفاق سے
مزرعِ غیر میں کسے ورنہ سرِ کدیوری

نانِ گدا پہ رغبتِ شاہِ جہاں غلط غلط
باہمہ برتری دروغ آرزوئے فرد تری

خود نہیں کی ہے اختیار نظم کو میں نے یہ زباں
آپ ہیں لب پہ بوسہ زن ہندیٔ تازی و دری

باغ میں اپنے ہر شجر تا بہ چنار و سرو بید
اوّل و آخرِ بہار بادفروشِ نوبری

لذّتِ مدح جاں فزا تلخیٔ ہجو تاب کاہ
(۹۰) شہد ہے یاں تو شہدِ ناب صبر ہے تو سقوطری

میری طلاقتِ لساں میری فصاحتِ کلام
چارۂ صدرہ آزما از پئے گنگی و کری

میرے معاند و حسود ہرزہ سرائے زندگاں
ہاجیٔ خویش و بے خبر ست بلب کف آوری

ہیں یہ سگانِ جیفہ خوار مغزِ سخن سے بے نصیب
کافرِ استخواں پرست طرفہ سگی و کافری

میں وہ شہِ سریرِ فضل جس کے خطیب کے لیے
اوج و حضیضِ آسماں پست و بلندِ منبری

فرطِ جلال سے نہیں گرچہ لباس کا خیال
(۹۵) تو بھی تو بکرِ فکر کو ننگ ہے زہرہ معجری

قیمتِ حسنِ یوسفی میرے سخن کا رونما ۔۔۔ ہے یہ وہ جنس جس کی بیع پایہ فزائے مشتری

حضرتِ مومن اس قدر لاف اگرچہ ہے درست ۔۔۔ طولِ مقال عیب و شعر جملہ عیوب سے بری

ختمِ سخن دعا پہ ہو تا نہ اثر میں ہو کلام ۔۔۔ آپ پہ قصہ مختصر ختم ہوئی سخن وری

تا کہ ہے بیتِ مضمئیں قوتِ لوئے فلک ۔۔۔ تا کہ نجم میں ہے فرح بہرِ عروسِ خاوری

تا ہے الفت آزما ناز و غرورِ دلربا ۔۔۔ (۱۰۰) تا رہے آرزو فزا طرز و ادائے دلبری

جور پہ تیرے جاں نثار غارتیانِ دین و دل ۔۔۔ وصل سے تیرے کامیاب لب شکرانِ عشوہ گری

تا کہ ہو نو بہار میں قسمتِ رند مشرباں ۔۔۔ مستی و بے حجابی و نغمہ زنی و مے خوری

بہرِ حسود جامِ زہر ساغرِ مے ترے لیے ۔۔۔ تا نہ ہو ناگوارِ طبع تلخیٔ بادہ شکری

رقص و سرود سے تری انجمنِ نشاط گرم ۔۔۔ شعلہ و دود عارضِ روشن و زلفِ عنبری

سوئے ہزار گوشِ جاں روئے زمینِ زرفشاں ۔۔۔ (۱۰۵) باغ میں جب تک اس طرح جلوہ کرے گلِ تری

تجھ کو نصیب بزم میں داد وہی صلہ وہی
مجھ کو مبارک ایک سو مدح گری گداگری

— ✣ —

غالبؔ

(۱)

در منقبتِ حضرت علیؓ

دہر جز جلوۂ یکتائیِ معشوق نہیں
ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بیں

بے دلی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بے کسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

ہرزہ ہے نغمۂ زیر و بمِ ہستی و عدم
لغو ہے آئینۂ فرقِ جنون و تمکیں

نقشِ معنی ہمہ خمیازۂ عرضِ صورت
سخنِ حق ہمہ پیمانۂ ذوقِ تحسیں

لافِ دانش غلط و نفعِ عبادت معلوم
(۵) دُردِ یک ساغرِ غفلت ہے چہ دنیا و چہ دیں

مثلِ مضمونِ وفا باد بہ دستِ تسلیم
صورتِ نقشِ قدم خاک بہ فرقِ تمکیں

عشق بے ربطیِ شیرازۂ اجزائے حواس
وصل زنگارِ رخِ آئینۂ حسنِ یقیں

کوہ کن گرسنہ مزدورِ طرب گاہِ رقیب
بے ستوں آئینۂ خوابِ گرانِ شیریں

کس نے دیکھا نفسِ اہلِ وفا آتش خیز
کس نے پایا اثرِ نالۂ دل ہائے حزیں

سامعِ زمزمۂ اہلِ جہاں ہوں لیکن
(۱۰) نہ سر و برگِ ستائش نہ دماغِ نفریں

کس قدر ہرزہ سرا ہوں کہ عیاذاً باللہ
یک قلم خارجِ آدابِ وقار و تمکیں

نقشِ لاحول لکھ اے خامۂ ہذیاں تحریر
یا علی عرض کر اے فطرتِ وسواس قریں

مظہرِ فیضِ خدا جان و دلِ ختمِ رسل
قبلۂ آلِ نبی کعبۂ ایجادِ یقیں

ہو وہ سرمایۂ ایجاد جہاں گرمِ خرام
ہر کفِ خاک ہو واں گردۂ تصویرِ زمیں

جلوہ پرداز ہو نقشِ قدم اس کا جس جا
(۱۵) وہ کفِ خاک ہے ناموسِ دو عالم کی امیں

نسبتِ نام سے اس کی ہے یہ رتبہ کہ رہے
ابداً پشتِ فلک خم شدۂ نازِ زمیں

فیضِ خُلق اس کا ہی شامل ہے کہ ہوتا ہے سدا
بوئے گل سے نفسِ بادِ صبا عطر آگیں

بُرّشِ تیغ کا اس کی ہے جہاں میں چرچا
قطع ہو جائے نہ سر رشتۂ ایجاد کہیں

کفر سوز اس کا وہ جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے ‏ رنگِ عاشق کی طرح رونقِ بتخانۂ چیں
جاں پناہا دل و جاں فیض رسانا شاہا ‏(۲۰) وصیِ ختمِ رسل تو ہے بہ فتوائے یقیں
جسمِ اطہر کو ترے دوشِ پیمبر منبر ‏ نامِ نامی کو ترے ناصیۂ عرش نگیں
کس سے ممکن ہے تری مدح بغیر از واجب ‏ شعلۂ شمع مگر شمع پہ باندھے آئیں
آستاں پر ہے ترے جوہرِ آئینۂ سنگ ‏ رقمِ بندگیٔ حضرتِ جبریلِ امیں
تیرے در کے لیے اسبابِ نثار آمادہ ‏ خاکیوں کو جو خدا نے دیے جان و دل و دیں
تیری مدحت کے لیے ہیں دل و جاں کام و زباں ‏(۲۵) تیری تسلیم کو ہیں لوح و قلم دست و جبیں
کس سے ہو سکتی ہے مداحیٔ ممدوحِ خدا ‏ کس سے ہو سکتی ہے آرائشِ فردوسِ بریں
جنسِ بازارِ معاصی اسد اللہ اسد ‏ کہ سوا تیرے کوئی اس کا خریدار نہیں
شوخیٔ عرضِ مطالب میں ہے گستاخِ طلب ‏ ہے ترے حوصلۂ فضل پہ از بس کہ یقیں
دے دعا کو مری وہ مرتبۂ حسنِ قبول ‏ کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمیں
غمِ شبیر سے ہو سینہ یہاں تک لبریز ‏(۳۰) کہ رہیں خونِ جگر سے مری آنکھیں رنگیں
طبع کو الفتِ دلدل میں یہ سرگرمیٔ شوق ‏ کہ جہاں تک چلے اس سے قدم اور مجھ سے جبیں
دلِ الفت نسب و سینۂ توحید فضا ‏ نگہِ جلوہ پرست و نفسِ صدق گزیں

صرفِ اعدا اثرِ شعلۂ دودِ دوزخ
وقفِ احباب گل و سنبلِ فردوسِ بریں

---

(۲)

در مدحِ بہادر شاہ ظفر

ہاں مہِ نو! سنیں ہم اس کا نام — جس کو تو جھک کے کر رہا ہے سلام
دو دن آیا ہے تو نظر دمِ صبح — یہی انداز اور یہی اندام
بارے دو دن کہاں رہا غائب — بندہ عاجز ہے گردشِ ایام
اڑ کے جاتا کہاں کہ تاروں کا — آسماں نے بچھا رکھا تھا دام
مرحبا اے سرورِ خاصِ خواص (۵) — حبذا اے نشاطِ عامِ عوام
عذر میں تین دن نہ آنے کے — لے کے آیا ہے عید کا پیغام
اس کو بھولا نہ چاہیے کہنا — صبح جو جائے اور آئے شام
ایک میں کیا کہ سب نے جان لیا — تیرا آغاز اور ترا انجام
رازِ دل مجھ سے کیوں چھپاتا ہے — مجھ کو سمجھا ہے کیا کہیں نمام
جانتا ہوں کہ آج دنیا میں (۱۰) — ایک ہی ہے امید گاہِ انام
میں نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش — غالب اس کا مگر نہیں ہے غلام
جانتا ہوں کہ جانتا ہے تو — تب کہا ہے بطرزِ استفہام
مہرِ تاباں کو ہو تو ہو اے ماہ — قربِ ہر روزہ بر سبیلِ دوام
تجھ کو کیا پایہ روشناسی کا — جز بہ تقریبِ عیدِ ماہِ صیام
جانتا ہوں کہ اس کے فیض سے تو (۱۵) — پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام
ماہ بن ماہتاب بن میں کون — مجھ کو کیا بانٹ دے گا تو انعام
میرا اپنا جدا معاملہ ہے — اور کے لین دین سے کیا کام
ہے مجھے آرزوئے بخششِ خاص — گر تجھے ہے امیدِ رحمتِ عام
جو کہ بخشے گا تجھ کو فرِّ فروغ — کیا نہ دے گا مجھے مئے گلفام
جب کہ چودہ منازلِ فلکی (۲۰) — کر چکے قطع تیری تیزیِ گام
تیرے پرتو سے ہوں فروغ پذیر — کوئے و مشکوئے و صحن و منظر و بام

دیکھنا میرے ہاتھ میں لبریز   اپنی صورت کا اک بلوریں جام

پھر غزل کی روش پہ چل نکلا
توسنِ طبع چاہتا تھا لگام

زہرِ غم کر چکا تھا میرا کام   تجھ کو کس نے کہا کہ ہو بدنام
میں ہی پھر کیوں نہ مے پیے جاؤں (۲۵) غم سے جب زیست ہو گئی ہو حرام
بوسہ کیسا یہی غنیمت ہے   کہ نہ سمجھیں وہ لذتِ دشنام
کعبے میں جا بجائیں گے ناقوس   اب تو باندھا ہے دَیر میں احرام
اس قدح کا ہے دور مجھ کو نقد   چرخ نے لی ہے جس سے گردشِ وام
بوسہ دینے میں ان کو ہے انکار   دل کے لینے میں جن کو تھا ابرام

چھیڑتا ہوں کہ ان کو غصہ آئے
کیوں رکھوں ورنہ غالبؔ اپنا نام

کہہ چکا میں تو سب کچھ اب تو کہہ   اے پری چہرہ پیکِ تیز خرام
کون ہے جس کے در پہ ناصیہ سا   ہیں مہ و مہر و زہرہ و بہرام
تو نہیں جانتا تو مجھ سے سُن   نامِ شاہنشہِ بلند مقام
قبلۂ چشم و دل بہادر شاہ   مظہرِ ذوالجلالِ والاکرام
شہسوارِ طریقۂ انصاف (۳۰) نو بہارِ حدیقۂ اسلام
جس کا ہر فعل صورتِ اعجاز   جس کا ہر قول معنئ الہام
بزم میں میزبانِ قیصر و جم   رزم میں اوستادِ رستم و سام
اے ترا لطف زندگی افزا   اے ترا عہد فرخی فرجام
چشمِ بد دور خسروانہ شکوہ   لَوحَشَ اللہ عارفانہ کلام
جاں نثاروں میں تیرے قیصرِ روم (۳۵) جرعہ خواروں میں تیرے مرشدِ جام
وارثِ ملک جانتے ہیں تجھے   ایرج و تور و خسرو و بہرام
زورِ بازو میں مانتے ہیں تجھے   گیو و گودرز و بیژن و رہام
مرحبا موشگافئ ناوک   آفریں آب داریٔ صمصام
تیر کو تیرے تیرِ غیر ہدف   تیغ کو تیری تیغِ خصم نیام

رعد کا کر رہی ہے کیا دم بند (۴۹) برق کو دے رہا ہے کیا الزام
تیرے فیلِ گراں جسد کی صدا تیرے رخشِ سبک عناں کا خرام
فنِ صورت گری میں تیرا گرز گر نہ رکھتا ہو دستگاہِ تمام
اس کے مضروب کے سر و تن سے کیوں نمایاں ہو صورتِ ادغام
جب ازل میں رقم پذیر ہوئے صفحہ ہائے لیالی و ایام
اور ان اوراق میں بہ کلکِ قضا (۵۰) مجملاً مندرج ہوئے احکام
لکھ دیا شاہدوں کو عاشق کش لکھ دیا عاشقوں کو دشمن کام
آسماں کو کہا گیا کہ کہیں گنبدِ تیز گردِ نیلی فام
حکمِ ناطق لکھا گیا کہ لکھیں خال کو دانہ اور زلف کو دام
آتش و آب و باد و خاک نے لی وضعِ سوز و نم و رم و آرام
مہرِ رخشاں کا نام خسروِ روز (۵۵) ماہِ تاباں کا نام شحنۂ شام
تیری توقیعِ سلطنت کو بھی دی بدستور صورتِ ارقام
کاتبِ حکم نے بموجبِ حکم اس رقم کو دیا طرازِ دوام
ہے ازل سے روائیِ آغاز
ہو ابد تک رسائیِ انجام
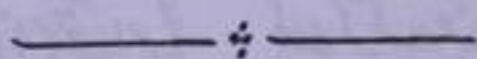
شہیدی

درِ نعت

رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کی مد کا
سرِ دیواں لکھا ہے میں نے مطلع نعتِ احمد کا

طلوعِ روشنی جیسے نشاں ہو شہ کی آمد کا
ظہورِ حق کی حجت ہے جہاں میں نورِ احمد کا

دبستانِ ازل میں وہ معلّم عقلِ کل کا تھا
نہ تھا نام و نشاں جب روز دوں اس لوحِ زبرجد کا

چمن پیرائے کن فراش جس کی بزمِ رنگیں میں
بہارِ آفرینش ایک بوٹا جس کی مسند کا

عجم میں زلزلہ نوشیرواں کے قصر میں آیا
(۵) عرب میں شور اٹھا جس وقت اس کی آمد آمد کا

شرف حاصل ہوا آدم اور ابراہیم کو اس سے
نہ تنہا فخرِ عالم فخر تھا اپنے اب و جد کا

شب و روز اس کے صاحبزادوں کا گہوارہ جنباں تھا
عجب ڈھب یاد تھا روح الامیں کو بھی خوشامد کا

وہ اس عالم میں رونق بخش تھا حوروں کی تسکیں کو
گیا جنت میں طوبیٰ بن کے سایہ اس سہی قد کا

شبِ معراج چڑھ کر عرش پر دم میں اتر آیا
بیاں اس قلزمِ معنی کے کیا ہو جزر اور مد کا

رواں تسنیم و کوثر ایک قطرہ آب ہے جس کے
(۱۰) کروں کیا وصف اس دُرِ یتیم بحرِ سرمد کا

کشادہ عقدۂ باطن میں کافی نامِ حق اس کو
کھلا کرتا ہے بن کنجی ہمیشہ قفل ابجد کا

وفاتِ ظاہری سے جوہرِ جاں میں فرق آیا
وہ جسمِ پاک گو محسود تھا روحِ مجرّد کا

نہ کم قدر اس کی شیرازہ بکھر جانے سے ارکاں کے
نہ افزوں رتبۂ قرآں محرّر سے مجلّد کا

گرا غنی بن کے جا نکلے ادھر ابلیس اندھا ہو
ملا ہے قصرِ اخضر روح کو اس کی زمرّد کا

اُدھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق کا شامل
(۱۵) خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدّد کا

گذر وحدت سے کثرت میں نہ ہوتا ذاتِ مطلق کو
نہ بنتا صفر گر نقشِ احد پہ میم احمد کا

بھروسا ہر کسی کو اک حصارِ عافیت کا ہو
مجھے نامِ مبارک کا ہے ذو القرنین کو سد کا

ترے پابوس سے ہفتم فلک پر منزلِ کیواں
ترے سجدے سے ہشتم آسماں پر فرق فرقد کا

خدا بن مانگے کیا کیا نعمتیں دیتا ہے بندوں کو
ترا دستِ دعا ضامن ہے جیسے کُل کے مقصد کا

بٹیں گے جس گھڑی عشرت کے ساماں بزمِ جنت میں
(۲۰) کھلے گا حال امت کو ترے انعامِ بے حد کا

لب گوہر فشاں وا ہوں گے جب عرضِ شفاعت کو
تماشا گاہِ محشر میں تکیں گے نیک منہ بد کا

رہا کعبے میں تیرے روضے کے در پہ نہ جا پائی
اسی اندوہ سے ہے رنگ تیرہ سنگِ اسود کا

نشانہ قادر اندازِ قدر کا دست و بازو ہو
تری خواہش کرے تیرِ قضا کو حکم گر رد کا

عدو کو حشر تک انکار ہو تیری رسالت میں
محل باقی ہے اللہ کے قولِ موکّد کا

ہوا تجھ سا نہ ہو سکتا ہے میرا ہے یہی ایماں
(۲۵) نہ مانوں مسئلہ ہرگز کسی زندیق و مرتد کا

تری تعریف سے میری زباں میں آئی ہے تیزی
صفاہاں تک مسخّر ہو گا اس تیغِ مہنّد کا

پھٹیں گے شبلِ تقویم کہن دیواں ہزاروں کے
ہوا عالم میں شہرہ میرے اشعارِ مجدّد کا

ہوئی ہے ہمتِ عالی مری معراج کی طالب
میسّر ہو طواف اے کاش مجھ کو تیرے مرقد کا

کبھی نزدیک جا کر آستانے پر ملوں آنکھیں
کبھی گر دور بیٹھوں میں کروں نظارہ گنبد کا

فراغِ دل سے گر واں زندگی کا کوئی دم گزرے
(۳۰) حسد ہو خضر و عیسیٰ کو مرے عیشِ مخلّد کا

مدینے کی زمیں کے گر نہ لائق ہو مرا لاشہ
کسی صحرا میں واں کے طعمہ ہوں میں دام و دد کا

تمنّا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقیّد کا

خدا منہ چوم لیتا ہے شہیدی کس محبت سے
زباں پر میری جس دم نام آتا ہے محمدؐ کا

سحرؔ لکھنوی

در مدحِ منور الدولہ

تمام ہند کی تھا جان لکھنؤ اپنا
ہمارا خسروِ جم جاہ جانِ عالم تھا

جہاں ہے قالبِ بے جاں کسی میں جان نہیں
فراقِ موت سے بدتر ہے اس مسیحا کا

اگر ہزار برس کھائے گا فلک گردش
پھر اس صفات کا ہوگا نہ آدمی پیدا

یہ مومنوں سے طبیعت میں خاکساری تھی
وہ مہر تھا کہ ذرہ بوتراب کا ذرا

مصاحبوں میں تھے سب لکھنؤ کے چیدہ لوگ
(۵) ہر ایک شہرۂ آفاق و شاعرِ غرا

ہر ایک رشکِ ابوالفضل و فیضی و عرفی
نہ ہوگا اکبرِ اول کا نورتن ایسا

عجیب مجمعِ اہلِ کمال تھا افسوس
ہزار حیف وہ صحبت فلک نہ دیکھ سکا

نہ چوتھی کا کہیں جلسہ نہ تیجے کی صحبت
جہاں میں شادی و غم دونوں کا مزا نہ رہا

نہ پانچوں وقت کی نوبت نہ وردیاں نہ گجر
نہ توپ چلتی ہے اب ہے غضب کا سناٹا

جہاں میں صاحبِ جوہر کی ہے یہ بے قدری
(۱۰) ٹکے ٹکے پہ بکیں اصفہانیاں کیا کیا

صفائی شہر کی ہے صاف صاف رستے ہیں
کدورتوں کے ہیں پتلے یہ سب کا ہے نقشا

یہ انتہا کی صفائی ہوئی ہے گلیوں کی
کہ لکھنؤ میں کسی کا قدم نہیں جمتا

بھٹکتے پھرتے ہیں گم کردہ کارواں کی طرح
وہی تھے ہم کہ خضر کو بتاتے تھے رستا

جنھوں نے راہِ شریعت میں پاؤں رکھا تھا
لیا انھوں نے تو پہلے ہی کعبے کا رستا

مکان سیکڑوں سڑکوں نے کر دیے مسمار
(۱۵) تمام شہر کا کچھ اور ہو گیا نقشا

کسی کا کھد گیا پشتہ کہیں گری دیوار
چبوترہ کہیں غائب کسی کا دروازا

جو کچھ خرید کو بازار تک گیا کوئی
وہاں سے پھر کے جو آیا تو گھر نہ پہچانا

شکار مفت کا اب کھیلتے ہیں برق انداز
کہ جنگل آدمیوں کا یہ شہر ہے گویا

یہ حکم ہے کہ نہ ہوں چار ایک جا باہم
وہ دن گئے کہ شب و روز رہتا تھا جلسا

عجیب باغ تھا رشکِ بہشت قیصر باغ
(۲۰) ہر اک درخت تھا میوے کا غیرتِ طوبا

نہال قطروں سے شبنم کے موتیوں سے سفید عقیقِ سرخ کے گل تھے زمردیں سبزا
چمن لطیف لطیف آبجو نفیس نفیس وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اودی اودی گھٹا

وہ لال لال گلِ سرخ و لالۂ حمرا وہ زرد زرد نرگس، ہرا ہرا سبزا
ہوا کے جھونکوں میں بے شبہ جان آتی تھی حقیقتاً دمِ عیسیٰ تھی اس چمن کی ہوا
فلک پہ دانۂ انجم سے پھوٹتی تھی کرن (۲۵) بہارِ گل میں جہاں چاند کھیت کرتا تھا
لگا کے دانتوں سے مسواک پھینک دیتے تھے چمن کی خاک سے ہوتا تھا موتیا پیدا
پڑا جب اُڑ کے رُخِ صاف پہ غبارِ چمن بنفشۂ خطِ رُخ خال سے ہوا پیدا
بہارِ نشو و نما کی بہار میں دیکھی شکارِ فاختہ کو جب وہ سرو قد آیا
چمن میں چھریوں کے داتوں سے سوئیاں پھوٹیں ہوائے باغ لگی صاف ہو گیا سبزا
ہر ایک بات سے شاخیں وہاں نکلتی تھیں (۳۰) سہی قدوں کا لب جو عجب ذخیرہ تھا
زمینِ باغ میں تھا انتہا کا زورِ نمو گواہ رکھتا ہوں میں شیخ وقت کو اس کا
کہ گر پڑی تھی چمن میں عقیق کی تسبیح تو دفعتاً شجری ہو گیا تھا ہر دانا
صدائے نغمہ سے گونجا ہوا تھا سارا باغ ہر ایک شاخ سے آتی تھی بانسری کی صدا
غزل سرائی بلبل صدائے خندۂ گل شکستِ توبۂ زہّاد و قلقلِ مینا
صدائے ساز و نوائے مغنّی و مطرب (۳۵) وہ کوک کوئلوں کی بولنا پپیہوں کا
عجیب رنگ کا میلہ تھا واہ رے ایجاد گلے میں کس کے نہ تھا گیروا نیا جوڑا
غرض فقیر سے تا بادشاہ سب یک رنگ روش روش پہ نئی صحبتیں، نیا جلسا
وہ کوٹھیوں میں محل بیگمات کمروں میں وہ جم کے رہیں کی پریوں کا تخت پر آنا
پکارتا تھا یہی رعد سا قیا برخیز بگیر جام کہ ابرِ بہار آ پہنچا
وہ دھوم دھام میں واعظ کی کون سنتا تھا (۴۰) فقط یہاں تو سہارا تھا اس کی رحمت کا

عجب بہار تھی ساون کی کیا جما تھا رنگ
غزلِ سحرؔ کی یہ گاتے تھے خوش گلو کیا کیا

غزل وہ پڑھتا ہوں جس میں ہے رنگ خاص اپنا چمن میں جمنے نہ دوں گا میں رنگ بلبل کا
بہار آئی مبارک ہو جشنِ نوروزی پلا دے ساقیٔ جم جاہ جام کوثر کا
چمن میں بیٹھ کے وصفِ بہار لکھتا ہوں قلم شراب کی ہو اور گلاب کا تختا

شراب تل کے بکے ہے بہار میں اب کی (۴۵) نجومی کہتے ہیں میزاں میں آفتاب آیا
شکار کھیلو بطِ مے کا چل کے دریا پہ نکل چکا ہے فلک پہ سحاب کا خیما
یہ سبزہ برلبِ جو دیکھنا ہے کیا شاداب کہ غوطہ دے کے نکالی خضر نے سبز عبا
ہوا گھٹا سے اندھیرا جو صحنِ گلشن میں تو عندلیب نے باتوں کا جھاڑ باندھ دیا
ہجومِ گل میں یہ غنچے نہیں چٹکتے ہیں چمن میں گل کا کٹورا بجا رہی ہے صبا
جہاں بہار میں آنسو گرے تھے بلبل کے (۵۰) اسی زمین پہ سنتے ہیں موتیا پھولا
چمن کے گرد ہوں مہندی کی ٹٹیاں تیار گلوں پہ ڈالتی ہے آنکھ نرگسِ شہلا
ہوئی لڑائی زرِ گل پہ باغبانوں میں نیا شگوفہ ہے لو اور تازہ گل پھولا
یہ باغ جس کا ہے بے شبہہ جنتی وہ ہے حدیث میں ہے کہ دنیا نمونۂ عقبا

سحر وہ مرشدِ کامل ہو خود تو تھے یکرنگ
تمام شہر کو بھی اپنے رنگ پر کھینچا

غضب ہے یا تو وہ میلے تھے یا یہ ویرانا (۵۵) مقام ہو کا ہے کوئی نظر نہیں آتا
یہ شہر وہ تھا پرستان اسی کو کہتے تھے جو قصر تھا وہ اکھاڑا تھا راجہ اندر کا
اجاڑ اب یہ پرستان بے سلیماں ہے کہیں فراق نصیبوں کی ہو قبول دعا
خوشی ہو عید کی نکلے کہیں وہ عید کا چاند دوبارہ ہوتے ہمایوں کا پھر ہو نظارا
صدا وہ ڈنکے کی کانوں سے پھر سنیں یارب چلیں سلامی کی توپیں خدا کرے ایسا
سڑک پہ بادِ بہاری چمک کے پھر نکلے (۶۰) شگفتہ غنچۂ دل ہو بہار دے بیلا
ہر ایک کوچے میں میلہ اسی طرح پھر ہو خدا سے زور کسی کا نہیں سوائے دعا
مقامِ عجز ہے دم مارنے کی جا یہ نہیں جو کچھ فلک نے دکھایا وہ آنکھوں سے دیکھا
خدا ہی جانے نظر کس کی لگ گئی ایسی ہنسے بھی اتنے نہ تھے روئے جس قدر بخدا
زمین پاؤں کے نیچے سے نکلی جاتی ہے کمر سفر پہ بندھی ہے قدم نہیں جمتا
رئیسِ شہر تو سب اپنے اپنے حال میں ہیں (۶۵) نہیں ہے آج کوئی اپنا روکنے والا
نہیں قصور کسی کا یہ خوبئ اعمال مقامِ شکر ہے لازم نہیں گلہ شکوا

سحر وہ شعر پڑھے دل دکھا دیا تم نے
اب آگے سننے کی طاقت نہیں ہے یا خدا

کوئی قصیدۂ رنگیں پڑھو کہ جی بہلے — وہ نذر دو اسے جس کا ہو مرتبہ اعلا
وہ کون ہے کہ جناب منوّر الدولہ — وزیر ایسا نہ آگے ہوا نہ اب ہوگا
برتّب کعبہ خوشامد سے میں نہیں کہتا — (۷۰) زمانے کا ہے یہی قول ایک مجھ پہ کیا

.. ..

صفائے قلب سے یکساں ہے ظاہر و باطن — غبار و زنگ سے ہے پاک آئینہ دل کا
جمالِ مہر کا، مریخ کا جلال ملا — کمال ماہ کا پایا تو عرش کا رُتبا
زیادہ کیجیے تعریف جس قدر کم ہے — کہ ایک ذات میں لاکھوں صفات ہیں بخدا
ملک خصال، فلک بارگاہ، کیواں فر — (۷۵) قمر رکاب ہے انجم سپاہ نام خدا
وقار و شوکت و جاہ و جلال و عظمت و شان — شکوہ و حشمت و دولت عطا و جود و سخا
غریب پروری و عدل گستری و کرم — مخیّری و عنایات میں کہوں کیا کیا
فروتنی و تواضع بہ انکساری و عجز — بقدر دانی و جوہر شناسی یکتا
نہیب و دبدبہ و فتح و نصرت و اقبال — بیاں کی نہیں حاجت جبیں سے ہیں پیدا
ملازموں میں ہیں کس کس کمال کے کامل — (۸۰) مصاحبوں میں ہیں بے مثل و بے بدل یکتا
قمر کے پاس ستارے پتنگے شمع کے گرد — قریب گل کے عنادل حضور میں ندا
جبیں کو مطلع خورشید لوگ کہتے ہیں — کہ آفتاب ہے ماتھے پہ سجدے کا گھٹّا
نمازی کعبے میں ہیں یا مژہ تہِ ابرو — ضیائے عارض انور ہے نور کا تڑکا
خدا کے نام کی سمرن دہن میں دنداں ہیں — غرض وظیفے سے خالی نہیں کبھی دیکھا
یہی ہے آج تلک وجہ سرخ روئی کی — (۸۵) بہت شباب میں پابوس ہو چکی ہے حنا
برامکہ کا بھی ہر چند اک زمانہ تھا — عجب وزیر تھے بے مثل جعفر و یحیا
جہاں میں نام ہے مانندِ حاتم طائی — ولایتوں میں ہے ضرب المثل بجود و سخا
مگر شنیدہ و دیدہ کا فرق ظاہر ہے — انھیں سنا فقط آنکھوں سے آپ کو دیکھا
کچھ التفات نہیں جاہِ دنیوی کی طرف — جہاں میں نہ کوئی ہوگا ایسا بے پروا
نہ مال سمجھے ذرا منصب وزارت کو — (۹۰) کہ لکھ کے دے دیا شاہِ اودھ کو استعفا
عجیب کام کیا راستے میں کعبے کے — عرب میں دھوم ہوئی اور ہند میں شہرا
پکڑ کے قید کیا ڈاکوؤں کے افسر کو — وہ بدوؤں میں تھا لاکھوں کو اس نے مارا تھا

خودی نہ آئی ذرا مسندِ وزارت پر — رہا خدا پہ ہمیشہ حضور کا تکیا
سلامی توپ کی اہلِ فرنگ لیتے ہیں — بہادری و شجاعت کا ہے یہ آوازا
کہاں سے پہنچے کہاں ساتھ ساتھ حضرت کے — (۹۵) ہزاروں کوس تھا گو لکھنؤ سے کلکتا
جہاں میں آیۂ رحمت ہو مومنوں کے لیے — برائے رحمتِ عالم اٹھائی یہ ایذا
خدا کے بندۂ مقبول ایسے ہوتے ہیں — جو خیر خواہِ خلائق کہوں تو ہے زیبا
شکارِ شیر میں اس پیلِ مست کو مارا — مسافروں کا وہ کوہِ ملال تھا گویا
وہاں بھی شیرِ خدا نے بچا لیا آکر — کہ شیرِ بن کے نمودار خود ہوئے مولا
رفل کی گولیاں فیلِ سیہ پہ پڑتی تھیں — (۱۰۰) گمان تھا شبِ تار و شہابِ ثاقب کا
برنگِ ابرِ سیہ جھومتا تھا صحرا میں — کہ چار روز تلک گولیوں کا مینھ برسا
حضور فردِ ہیں بندوق کے لگانے میں — نشانہ رات کو بھی آپ سے نہیں بچتا
چراغِ گل نہ ہو گولی سے اور گل اڑ جائے — نہ کیونکر ایسے نشانے پہ دل ہو پیدا نا
نظر عدو نے ملائی کہ پڑ گئے گولے — پلٹ کے آنکھ میں مرغِ نگاہ جا نہ سکا
پڑی جو گولی ہوادار کے دمِ گل گشت — (۱۰۵) تو مرغِ نکہتِ گل باغ میں پھڑکنے لگا
شکار خوب کیا صید گاہِ عالم میں — برائے نام بھی کوئی نہ جانور چھوٹا
رواج ہے جو بٹیرے کا عہدِ دولت میں — اڑا دیا ہے ہر اک تو تڑے دار کا طوطا
نمک میں بھی یہ اثر ہے حضورِ والا کے — جہاں نیا کوئی نوکر ہوا ہرن مارا
نبیؐ کے وقت میں ہوتے جو آپ خاطر سے — شکارِ آہوئے کعبہ حلال ہو جاتا
بجا ہے فیلِ سواری کو کہیے ابرِ بہار — (۱۱۰) جدھر کو نکلی سواری سنا کہ ہن برسا
زہے وقار کہ کوہِ وقار ہاتھی ہے — یہ سربلند ہے پیلِ فلک کی ٹکر کا
حضور جلوہ نما ہیں جو اپنے ہاتھی پر — فلک پہ عیسیٰ مریم ہیں طور پر موسےٰ
گمان ہوتا ہے خرطوم پر زمانے کو — کہ کوہِ طور پہ موسیٰ نے رکھ دیا ہے عصا
چمک میں ہے جلِ زریں بھی صاف دامنِ طور — عیاں ہے ہودجِ سیمی پہ نور کا جلوا
نہیں ہے جھول میں سلمہ کا پھول رخشندہ — (۱۱۵) طلوعِ مہر ہے دامانِ طور سے گویا
طلائی حوضے کو کہتے ہیں دیکھ دیکھ کے لوگ — یہ کوہِ قاف پہ جاتا ہے تخت پریوں کا
شبِ وصال ہے جاتے میں طول میں شبِ ہجر — روپہلی جھول پہ بھی چاندنی کا ہے دھوکا

یقین ہوتا ہے اب دانتوں کی سفیدی پہ ہے
دو نہرِ شیر رواں بے ستوں پہ ہیں گویا

سیاہی ہاتھی پہ ہے چشمِ مستِ جادو کی
چلا تو ابر بنا رک گیا تو کوہ ہوا

جلوسِ عید میں جیسے ہو تختِ طاؤسی
(۱۲۰) جِلو میں ہاتھی کے آگے ہے وہ کُتَل خاصا

اسی سے کہتے ہیں اس بادپا کو دریائی
کہ موجِ رم سے حقیقت میں ہے قدم دریا

عجب طلسم کا گھوڑا ہے بے نظیر کی طرح
اگر کہوں عملِ طے ارض ہے زیبا

نسیم شہر میں یا دشت و جبل میں تند ہوا
روش پہ بادِ بہاری سڑک پہ بادِ صبا

پری جمال ہے گھوڑے میں آدمیت ہے
بجا ہے نام جو "ہمدم" حضور نے رکھا

پھرے ارادے پہ دل کے اگر لگام نہ ہو
(۱۲۵) اصیل و تیز رو و خوش خرام و شائستہ

کبھی سواری میں حاجت ہوئی نہ چابک کی
برائے نام اسے کافی ہے ساز قمچی کا

نہ ٹھہرے آنکھ کبھی گرم رو یہ صورتِ برق
سمندِ ناز کے مانند بارہا چمکا

بس اب عنانِ کمیتِ قلم سحرؔ روکو
سمندِ طبع تو منہ زور ہے نہیں رکتا

زمینِ شعر میں ہر چند ہے بڑی وسعت
مگر دعا پہ کرو خاتمہ قصیدے کا

جہاں میں جب تلک اسپِ سپہر ہے یارب
(۱۳۰) ہے دستِ رعد میں جب تک کہ برق کا کوڑا

ہے نیزہ دارِ فلک کا بھی نام تا روشن
بھرے یہ ابلقِ ایام جب تلک کاوا

سوارِ اسپِ عضا میں جو ہے مرا ممدوح
الٰہی اس پہ ہو سایہ سوارِ دُلدُل کا

———— ⁘ ————

اسیرؔ لکھنوی

در منقبت حضرت امام زین العابدینؑ

ایک رستے میں جو اک روز ہوا اپنا گزر صاف ہموار برابر صفتِ سلکِ گہر
نہ بلندی کا کہیں اس میں نہ پستی کا نشاں جادۂ کاہکشاں جس کو کہیں اہلِ نظر
عاشقوں کا اسے کیا چاکِ گریباں کہیے کوچۂ گیسوئے محبوب پہ طرۂ یکسر
صاف آئینے کے مانند وہ رستہ لیکن ہو رواں اس میں تو ٹھہرے نہ کبھی پائے نظر
دیکھا کیا میں کہ دو شخص رواں ہیں سرِ راہ (۵) ایک فربہ بدن اور ایک نہایت لاغر
دورِ گردوں نے کیے بدر و ہلال ایک جگہ کاہ کا کوہ کے ہمراہ تھا گویا کہ سفر
ایک کا نام تو تھا فربہی اور ایک کا ضعف جمع ضدین سے کچھ بحث بھی تھی یک دیگر
فربہی کی تھی یہ تقریر ذرا سن اے ضعف ہر طرح تجھ سے کیا مجھ کو خدا نے بہتر
سب پہ ظاہر ہے کہ تو تنگِ جہاں ہے ایسا صید کر لیتے ہیں صیاد غزالِ لاغر
ناتوانی سے کسی دم نہیں کھلتی تری آنکھ (۱۰) کبھی زانوئے تفکر سے اٹھاتا نہیں سر
اس قدر پشت خمیدہ ہے کہ ہنگامِ خرام سر سے اونچی نظر آتی ہے کئی ہاتھ کمر
سر ہر اک گام پہ ہلتا ہے یہ ہے ضعفِ دماغ دل ہر اک جا پہ اچھلتا ہے یہ ہے ضعفِ جگر
ہاتھ میں تیرے عصا آنکھ پہ تیری عینک نہ ترے ہاتھوں میں طاقت ہے نہ یارائے نظر
ایک میں ہوں کہ وہ دی مجھ کو خدا نے طاقت نرم ہے زیرِ قدم موم کی صورت پتھر
تجھ سے اور مجھ سے کسی طرح کی نسبت ہی نہیں (۱۵) فیل سے مورِ ضعیف آنکھ ملائے کیونکر
دیکھ صحرا میں جو چلتے ہیں ہوا کے جھونکے ذرّے بہتے ہیں گریزاں نہیں ہلتا پتھر
خشک کانٹے سے ہے ایذا کے سوا کیا حاصل بوئے خوش پھول کے دیتے ہیں چمن میں گلِ تر
پنبۂ جامہ اگر موسمِ سرما میں نہ ہو رختِ باریک میں کیا خلقِ خدا کو ہو ضرر
مشک اگر پھولتی ہے آب سے ہو کر لبریز ایک عالم کے لبِ خشک کو کرتی ہے وہ تر

ہے جو فربہ وہ ہے تعظیم طلب خواہ مخواہ (۲۰) بزم میں سب کی تنومند پہ پڑتی ہے نظر
ضعف بولا کہ ترا قول سراسر ہے خلاف — یہ تعلی یہ تبختر! ہیں ترے ہوش کدھر
چھا گئی ہے تری آنکھوں میں یہ اب تو چربی — ہنر و عیب تجھے کچھ نہیں آتا ہے نظر
لاکھ چلائے مگر مغز سے خالی ہے دہل — بجز آواز نہیں ہے کوئی گنبد میں ہنر
دیکھنے کو ہے توانا بدنِ مستسقی — تجھ کو کہتے ہیں ورم جن کو ہے معنی سے خبر
میلِ منزل سے ہیں بدتر کہیں پھولے ہوئے پاؤں (۲۵) پھٹ پڑیں کان تو کس کام کا بھاری زیور
مردِ پُر گوشت پہ آتی ہے بلا دنیا میں — گاوِ فربہ کو چھری دیتے ہیں قصاب اکثر
ہے یہ دستور کہ ہو جاتی ہے فربہ جو زباں — بات کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا ہے بشر
اہلِ حق نے رہِ تسلیم میں فاقے کر کے — جسم کو شقِ ریاضت سے بنایا مسطر
خواب وہ دن کو کرے یہ ہے شب بھر بیدار — فربہی میں ہے وہ کب ہے جو نقاہت میں ہنر
آنکھ پڑتی ہے مہِ چار دہم پر کس کی (۳۰) ہے مہِ نو کی طرف ایک زمانے کی نظر
ناتوانی سے بھی بہتر ہے جہاں میں کوئی شے — خوشنما کیا نہیں دیکھی ہے حسینوں کی کمر
رختِ گندہ سے ہے پیراہنِ باریک میں لطف — دیکھ رشتے کو نحافت سے لگے ہاتھ گہر
کس کو معلوم نہیں حوصلۂ مورِ ضعیف — جس نے دعوت میں سلیماں کا بلایا لشکر
شعر ہے معنیٔ نازک سے پسندیدۂ خلق — چہرہ ہے بینیٔ باریک سے منظورِ نظر
آخرِ کار جو دونوں میں بڑھی گفت و شنود (۳۵) جمع اک خلق تماشے کو ہوئی سرتاسر
میں بھی نزدیک وہاں تھا یہ کہا میں نے خطا — بحث کیا فائدہ ہے جنگ میں دونوں کا ضرر
فیصلہ اس کا ہے منظور جو تم کو تو چلو — میرے ہمراہ عدالت میں حضورِ داور
داورِ عرش مکیں حاکمِ افلاک و زمیں — شاہِ دیں حضرتِ سجّاد شفیعِ محشر
کاشفِ رازِ خفی محرمِ اسرارِ جلی — نقلِ کا لاصلِ علی ترجمۂ پیغمبرؐ
شاہِ اقبال نشاں زیب دہِ کون و مکاں (۴۰) نزہتِ باغِ جناں رنگِ ریاضِ حیدر
واہ رے عشقِ خدا شوقِ عبادت یہ رہا — شام کو سجدہ کیا ہو گئی سجدے میں سحر
ان کو منظور ہو جو حکمِ خدا سے وہی ہو — تابعِ حکم ہیں وہ ایک قضا ایک قدر
عمدۂ صنعِ ازل ناسخِ ادیان و ملل — صاحبِ علم و عمل عالمِ قرآن و خبر
منبعِ جود و کرم خسروِ بے طبل و علم — حاصلِ لوح و قلم مالکِ قصرِ نہ در

جلوۂ طبع رواں جام جہاں بیں میں کہاں (۵۷) بود و نابود جہاں تا بہ ابد پیش نظر
خسرو ملک سخاوت شہ درویش صفت　　تیغ میدان شجاعت علم فتح و ظفر
مصقل راز نہاں آئینۂ حسن بیاں　　جان جسم دو جہاں باعث ایجاد بشر
جی میں آتا ہے کہ اک مطلع ثانی لکھوں　　شاعرانہ بھی صفت طبع کو ہے مد نظر

مطلع

آستاں آپ کا وہ کعبہ ہے اے فخر بشر　　دیدۂ شوق ملائک ہے جہاں حلقۂ در
قدم پاک سے ہاتھ آئی ہے جس بزم کو زیب (۵۸) شعلہ ہے شانہ کش گیسوئے دود مجمر
شہرۂ وعظ اگر جائے صنم خانوں میں　　برہمن سجدۂ خالق کو جھکا دیں ابھی سر
حل کیے مسئلۂ شرع نبی مثل علی　　بیشتر تم سے ہوئے معجزۂ پیغمبر
ہفت افلاک نہیں آپ کی خاطر شاہا!　　سات زینوں کا بنایا ہے خدا نے منبر
آپ کے باغ سخاوت سے نمو ہے اس کی　　عفو کے پھول ہیں جس نخل میں بخشش کے ثمر
بوئے خلق آپ کی دریا میں جو شامل ہو جائے (۵۹) کف دریا سے بھی آنے لگے بوئے عنبر
مروحہ آپ کو گرمی میں اگر ہو درکار　　توڑ دیں فخر سمجھ کر ملک اپنے شہپر
سیر فردوس محبت پہ تمھاری موقوف　　منحصر آپ کی الفت پہ نجات محشر
باغ شاداب نبوت کے شگفتہ تمھیں پھول　　شجر صنعت خالق کے تمھیں تازہ ثمر
جو کہو منہ سے وہی ہو وہ زباں میں تاثیر　　پائے تغییر مقدر وہ دعا میں ہے اثر
تم وہ حاکم ہو کہ جب تک نہ اجازت پائیں (۶۰) سنگ میں لعل نہ پیدا ہوں نہ دریا میں گہر
کون درویش ہے ہوتے نہیں تم جس کے کفیل　　کون محتاج ہے لیتے نہیں تم جس کی خبر
تاب کیا بحر عدم کی کہ اسے غرق کرے　　کشتی عالم ایجاد کے تم ہو لنگر
لب دریا جو ہوا لطف کی آ جائے کبھی　　موج کی شاخ سے پیدا ہوں گل و برگ و ثمر
ہنر دشمن حضرت نہیں کچھ عیب سے کم　　تیرہ ہو جائے جو آئینہ نکالے جوہر
دل دشمن میں کہاں آپ کی الفت یا شاہ (۶۱) تار آہن میں پروتا نہیں کوئی گوہر
ناخن نیزہ وہ گیرا ہے اگرچہ ہے وہ　　خار ماہی کی طرح تیغ سے کھینچے جوہر
دہر سے تم جو اٹھے دہر ہوا بزم عزا　　شمع خاموش کی صورت ہوئے سب خاک بسر
ہمہ تن زخم ہے اب صورت گل بلبل دل　　ہمہ تن داغ ہے ماہی کی طرح مرغ نظر

کون دنیا میں عزادار نہیں حضرت کا گیسوئے شام ہے وا، چاک گریبانِ سحر
ماتمِ شاہِ شہیداں میں بہے آپ کے اشک (۷۰) چھپ گیا مہرِ جہاں تاب تو نکلے اختر
اس قدر روئے گلِ فاطمہ کے ہجر میں آپ کہ فلک اشک کے دریا میں ہوا نیلوفر
جا کے تم شام کے زنداں میں پھر آئے اس طرح خضر کا جیسے ہوا پردۂ ظلمت میں گذر
قید میں زورِ امامت نہ دکھایا تم نے گنجِ پنہاں نظرِ اہلِ حسد سے بہتر
آپ کی پیاس نے پانی کو کیا ہے یہ ذلیل برجِ آبی سے گریزاں ہیں فلک پر اختر
سخت دل حال تمہارا جو نہیں گریاں ہوں (۷۵) اشک بن کر مژۂ تیغ سے ٹپکیں جوہر
چاہیے آپ کی تعریف میں ہوں صرف وہی ہوں جو مضمون دلِ بیمار سے بھی نازک تر
خوفِ کفار سے کیا آپ کے مداح ہوں چپ شب نہیں سرمۂ خاموشیِ مرغانِ سحر
یا علی ابنِ حسین ابنِ علی جانِ نبی! اپنے مداح کے بھی حال سے لازم ہے خبر
ابتدا سے ہمیں معلوم ہے یا شاہِ امم درِ حضرت کے سوا اور نہ دیکھا کوئی در
آپ کا نام لیا ہوگا نہ جب تک دمِ صبح (۸۰) نہ پیا ہوگا لڑکپن میں بھی شیرِ مادر
نامِ حضرت ہی کا لوں تیغ تلے سو سو بار اب بھی ٹکڑے ہوں اگر جسم کے ستر ستر
شومیِ بخت سے لیکن ہوں گنہگار ایسا کہ نہیں بارِ خجالت سے اٹھا سکتا سر
گر بمقدارِ جرائم مجھے تعزیر ملے تا ابد ہو نہ سکے ختم حسابِ محشر
اس کی درگاہ میں ہے آپ کی مقبول دعا جو زباں سے کہو آ جائے وہی پیشِ نظر
لو دعا آپ نے کی ہم کو بھی معلوم ہوا (۸۵) رحم خالق نے کیا غم کی ہوئی شام سحر

یا خدا داخلِ دوزخ ہوں عدو حضرت کے
پائیں فردوس محب آپ کے روزِ محشر

منیرؔ شکوہ آبادی

(۱)

در نعت

رخِ احباب سے ظاہر ہوا ہے بغضِ پنہانی
صفائی کے گواہوں میں ہے کاذب صبحِ پیشانی

شکایت بختِ کج کی لکھنے پر آئیں جو زندانی
الف آزادوں کے ہاتھوں سے مانگے خط کی پیشانی

ابھی بننا ہے تجھ کو نرگسِ گلزارِ حیرانی
نگاہِ آخری سے ہو وداع اے چشمِ قربانی

بہت سی فکر کی لیکن سبک باری نہیں ممکن
سرِ زانو کی چھاتی کا ہے پتھر خشتِ پیشانی

جو ہیں عاشق مزاج ان کو نہیں برداشت پردے کی (۵)
کسی خلعت سے چھپ سکتی نہیں شعلے کی عریانی

بگڑنا بھی ہے بننا بھی ہے ہر دم اپنی قسمت میں
مگر ہے تختۂ مشقِ طفلِ مکتب لوحِ پیشانی

مضرت تشنہ کامانِ شہادت کو نہ پہنچائے
بجھاتے ہیں اسی سے لوہے میں تلوار کا پانی

ہوئے ہیں کفر و اسلام اس قدر آپس میں ہم صحبت
گلے ملتے ہیں ہر زاہد کے زنّارِ سلیمانی

تکلف خوش لباسی کا رہا ہے بد مزاجی پر
ہزاروں چولیوں میں صرف ہو گی چینِ پیشانی

ہوا باز از خود بینی میں آئینے کو بھی نقصاں (۱۰)
نہ کھول اے چشمِ قربانی یہاں دکانِ حیرانی

حصیرِ خاک پر نقشِ قدم کی طرح تکیہ کر
مجھے یاد ہوا افسانۂ تختِ سلیمانی

گلِ داغِ جگر پائے شگفتہ طبع دنیا میں
بجز زخمِ جبیں کوئی نہیں ہے خندہ پیشانی

ملوث ہو چلے اہلِ صفا بھی صحبتِ بد میں
نہیں رہنے کی آبِ صبحِ دم میں پاک دامانی

سوائے استخواں زانوئے فکرت میں نہیں باقی
بھلا کس تکیے پر سر رکھ کے سوئے بختِ پیشانی

سیہ کاروں کے سر پر افسرِ عزت نظر آئے (۱۵)
بنے ہیں مرغِ عیسیٰ ان دنوں مرغِ سلیمانی

پھنسا ہے موذیوں کے قبضے میں حسنِ جہاں آرا
قمر در عقرب ان روزوں بنا ہے ماہِ کنعانی

غنی ہیں اژدہا و سیل و جغد و بوم ان روزوں
گسے دیں گے سلاطینِ جہاں جاگیرِ ویرانی

چنے کھانے کو ترسیں صاحبانِ گوہرِ عالی
صدف کو دے نوالہ موتیوں کا ابرِ نیسانی

پھنسے ہیں ایک جا ادنیٰ و اعلیٰ واہ ری قسمت
برابر خانۂ زنجیر میں ہے سب کی مہمانی

بچھونا ٹاٹ کمبل اوڑھنا ٹھہرا ہے ان روزوں (۲۰) کوئی اوڑھے بچھائے لے کے ایسا رحم سلطانی
امیروں سے بلائے غدر پہنچی ان غریبوں تک کہ بے قدری و ضعف حال میں جن کا نہیں ثانی
ہوئے فرماں روا خود مدعی ماخوذ فرماں بر تامل کی نظر سے ان کو دیکھیں انسی و جانی
کہ جو ہے مدعی قاضی وہی مفتی وہی شاہد اگر ہو غیر ثالث تو عدالت کی ہو آسانی
کرے جو استغاثہ خدمت حکام اعلیٰ میں بحالی حکم اول کی سنائیں قاضی و دانی
مثال اس کی یہ ہے جیسے بہت بیمار ہو کوئی (۲۵) گھٹے طاقت مدام اس کی بڑھیں امراض جسمانی
نہایت منت و زاری کرے حاذق طبیبوں کی نہ سنتے ہوں وہ اس کا شکوۂ آلام روحانی
سنیں بھی تو کہیں بے فائدہ کیوں غل مچاتا ہے وہی کافی ہے پہلا نسخہ اے بیمار نادانی
سزا جو ظالموں کو دی وہ حق تھی چشم ما روشن مگر ہم سے غریبوں کی عبث کی خانہ ویرانی
سوائے نیش زن زنداں میں مل سکتا نہیں کوئی ہوئی ہے خانۂ زنبور میں دنیا کی مہمانی
ہوا ہے مشتری محبوس گویا برج عقرب میں (۳۰) نظر آتے ہیں اہل علم و فضل اس سال زندانی
مٹا ہے نام شاہی ہند سے اس درجہ ان روزوں نہیں ممکن کہ اب بانات بھی کہلائے سلطانی
جو کل مزدور تھے وہ آج ٹھہرے راج کے مالک جو شب کو مہترانی تھی ہوئی دن کو مہارانی
عدالت ان دنوں ایسی بڑھائی ہے زمانے نے کہ شمشیر و گلو پیتے ہیں اک ہی گھاٹ پر پانی
زمانے کا پتہ ملتا نہیں معدوم ہونے سے مسافر ڈھونڈتے ہیں اب سرائے عالم فانی
ہوا ہتھیار چھن جانے کی عالم میں چلی جب سے (۳۵) چلیں گھر چھوڑ کر جنگل کو گجراتی الیمانی
بنائیں بیڑیاں تلواروں کو تڑوا کے گردوں نے کیا ارباب جوہر کو ہر اک حیلے سے زندانی
بہادر نوحہ گر ہیں ماتم مرگ شجاعت میں بجائے نعرۂ شیرانہ سیکھی مرثیہ خوانی
ہوئے ہیں بے کفن مدفون مثل میت مفلس سنان گیو، تیغ رستمی، گرز نریمانی
ہوا چتر ہما عنقا سے بھی معدوم ان روزوں پڑے ہیں دھوپ میں محتاج سایہ ظل سبحانی
پڑے ہیں ٹھوکروں میں کاسہ سر بادشاہوں کے (۴۰) الٰہی موئے کس کا سر پکڑ کر تاج سلطانی
کسی نے کوڑیوں کے مول بھی پوچھا نہ ان روزوں چڑھی نیلام پہ سلطانی و نوابی و خانی
کیا زاغ و زغن نے آشیانہ چتر منزل پر سر تخت ہما ہیں بوم صرف بال افشانی
پڑے ہیں خاک پر شاہان عالم واہ ری قسمت کمینے ٹھوکروں سے توڑتے ہیں تخت سلطانی
محل سونے کے ٹوٹے کھد گئے ایوان سیمانی بنا ہے کہنہ گورستاں کی صورت قصر سلطانی

محلِ داغ کا بس البدل وحشت فزا سڑکیں (۴۹) کہ جن کے عرض سے نادم ہے طولِ عمرِ شیطانی
جہاں دیکھو سڑک پر مجمعِ وحشت کی کثرت ہے — نظر آتا ہے ہر ریلے میں انبوہِ پریشانی
عدالت سے ملی ہے چغد و بوم و زاغ کو ڈگری — ہوئی ہے ضبط ملکِ بلبل و طاؤسِ بستانی
گلستانِ ارم میں دھوم ہے مرگھٹ کی دعوت کی — تکلف سے ہے قیصر باغ میں گھورے کی مہمانی
بھرے فاقہ کشوں کے پیٹ نعمت خانۂ شاہی — بنی ہے کیسۂ مفلس درِ دولت کی دربانی
پریشانی کے ٹھیکے میں ہر اک بازار مجمع ہے (۵۰) اجارہ بستیوں کا لے کے خوش پھرتی ہے ویرانی
اگر اس وقت میں ہوتے تو ڈیرے پھینکتے پھرتے — جنابِ میرزا خانی متاعِ خانخانانی
کیانی رختِ آہنگر کی صورت داغِ حسرت ہیں — ستم سے سانس لے سکتا نہیں ہے کوئی سامانی
کوئی دریا میں ہے گرداب کوئی خشکی میں بے ساماں — اب اے نوحِ طوفانی ہو یا ہو نوحِ سامانی
خوشی کے دن بھی عریاں تھے اسیرانِ فلک رفعت — ہلالِ عید کرتا کس سے جامے کی گریبانی
بہار آئی بھی دنیا میں تو دیوانے کہاں ہوں گے (۵۵) کرے گی بوئے گل کس کے دماغِ جاں کی مہمانی
اولی الابصار کو تقدیر نے بالکل مٹا ڈالا — کرے گی سوزنِ تقدیر کن آنکھوں کی مژگانی
ملا ہے عہدۂ خورشید شاید سعدِ ذابح کو — کہ لاکھوں ہر سحر تلوار سے ہوتے ہیں قربانی
قضا جتنی معلق تھی وہ مبرم ہو گئی اب کی — لٹک کر پھانسی میں جاتی رہی بنیادِ انسانی
جو دیکھے ناوکِ بیداد حسرت صیدِ زخمی کی — لبِ سوفار دانتوں میں دبائے لعلِ پیکانی
گئی سرخی سڑک پر جانتے ہیں دیکھنے والے (۶۰) ہوا ہے خونِ ناحق سے یہ فرشِ خاک افشانی
کہاں کی دایۂ آغوشِ لحد میں اب وہ سوتے ہیں — ملک کرتے تھے جن اطفال کی گہوارہ جنبانی
لگا دی ہے جھڑی بھی تیرِ بارانِ حوادث کی — فلک نے تیرہ بختی کی اگر بخشی ہے بارانی
کہاں کا دانۂ گندم نہ پائی جو کی بھوسی تک — خواتینِ عظیمہ نے اگرچہ خاک بھی چھانی
لڑے ہیں گورے کالے منہ میں باہم غضب آیا — غراب البین کے سائے سے پہلے ہے یہ ویرانی
جہاں دیکھو سپاہی مست ہیں حکام مجنوں ہیں (۶۵) اب اس کو فوجداری کوئی سمجھے خواہ دیوانی
فقیری رنگ کے پردے میں پنہاں اہلِ ہمت ہیں — جہاں کی خاک دیکھو ان دنوں مٹی ہے ملتانی
وہی پہنچائے ایذائیں سہارا ڈھونڈیے جس کا — عصائے پیر سے مطلب نہ نکلے غیرِ ثعبانی
رسائی مہر کی مشکل ہے اب ذرّے کی خدمت میں — فلک پر جائے ظلمانی ہے زیرِ خاک نورانی
ترقی کو تنزل ہے تنزل کو ترقی ہے — فلک پیشِ زمیں حاضر ہے بہرِ تہنیت خوانی

نکل کر ہند سے آنا ہوا جب اس جزیرے میں (۷۰) اسیروں کی سیہ بختی سے کالا ہو گیا پانی

نکلوا کر وطن سے بھر دیا لاکھوں کو جنگل میں — جگہ رہنے کی اب پاتے نہیں غولِ بیابانی

نظر آئے ہزاروں دیو جن جس دن سے گھر چھوٹا — سوادِ شامِ غربت تھا مگر محملِ سلیمانی

پھنسا ہے اس طرح مجھ سا مفیدِ خلق محبس میں — کہ علم کیمیا جیسے دلِ قاروں میں زندانی

پھنسا دیں شاہدانِ زور لاکھ آفت میں اس کو بھی — برآت گرگِ یوسف کی جو چاہے پیرِ کنعانی

سلاطینِ قدیمہ کی دفائن ہاتھ آتی ہیں (۷۵) بھری ہیں کوٹھیوں میں جنسِ فرعونی و ہامانی

ہوئے ہیں جمع تحت و فوقِ دنیا اس جزیرے میں — بلندی اور پستی کی یہاں دیکھی فراوانی

بلندی پر جو چڑھے تو دار پہ گویا چڑھے ناحق — جو اترے تو کنوئیں میں لے گئے گویا اگر انجانی

سیاہی جنگلیوں کی ہے سفیدی گورے رنگوں کی — دو رنگی میں پھنسے روز و شب اس ٹاپو کے زندانی

اگر اشیا میسر ہیں تو خود محتاج ہیں قیدی — بڑی قسمت جو روٹی دال مل جائے بآسانی

ابالی دال کو کتے کی قے فاقہ سمجھتا ہے (۸۰) نکمے چاولوں کو جانتا ہے بھینس کی سانی

میسر لحمِ مرغِ دل ہے لیکن گوشت عنقا ہے — چبائیں کیوں نہ پشتِ دست اس ٹاپو کے زندانی

سوائے لختِ دل ممکن نہیں ہے عیدِ اضحیٰ کو — اگر گاوِ زمیں ثورِ فلک کی بھی ہو قربانی

اگرچہ گندمی رنگوں کو پیسا اس جزیرے نے — نہ پائی ایک دن بھی آردِ گندم کی ارزانی

کرو وارہ کشی یا مٹی کھودو چاٹیاں پیسو — اگر ہو جاں بلب منہ میں نہ ٹپکائے کوئی پانی

سوا خارش کے دانوں سے ارہر کی دال کی کثرت (۸۵) زیادہ استخواں ریزوں سے چاول کی فراوانی

لبِ شیریں کے بوسوں سے بھی بڑھ کر گنے کی وقعت ہے — نہ پائیں صورتِ فرہاد اگر سر پھوڑیں زندانی

شکر کے بدلے ریگِ ساحلِ دریا ہزاروں من — کرے کیا خاک کوئی دعوتِ مورِ سلیمانی

سمجھ کر شورِ محشر اس کو مردے چونک پڑتے ہیں — یہ دریا شور کرتا ہے کہ ہوتا ہے جگر پانی

شب و روز اپنی قسمت پھوڑتا ہے سنگِ ساحل سے — مفیدِ قیدیاں ہو خاک پتھر اس کی طغیانی

ثقالت آبِ دریا میں ہے نرمی سنگِ ساحل میں (۹۰) کلیجا پانی کا پتھر ہے پتھر کا جگر پانی

برستا ہے بجائے ابر دریا بار روز و شب — بھرا جاتا ہے سب کے مزرعِ امید پہ پانی

ملائک قیدیوں کے حال پر شاید کہ روتے ہیں — کہ ایک اک قطرۂ باراں بنے دریا کی طغیانی

شبِ تاریک بیمِ موج گردابے چنیں ہائل — ہجومِ کربِ جسمانی، وفورِ رنجِ روحانی

کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحل ہا — کہ کس بحرِ بلا میں کشتیِ ہستی ہے طوفانی

ہوائے تند سے نخلِ فلک فرسا اکھڑتے ہیں (۹۵) بہی جاتی ہے بارش کے سبب بنیادِ انسانی
عذابِ قومِ نوح و قومِ ہود آپس میں توام ہیں   نئی آب و ہوا ہے دعوتِ اصحابِ زندانی
وطن بسکھپروں کا جاگیر ہے یہ مار و کژدم کی   کھلانا زہرِ قاتل ہے یہاں کی عین مہمانی
جہاں دیکھو ہے اکلِ میتہ و خنزیر کی کثرت   حریص اس کے ہیں از بس چینی و برہا و نصرانی
فغانِ خوکِ مخنوق و نعیقِ زاغ سنتے ہیں   یہی ہے راگ صبح و شام توڑی ہے نہ ملتانی
سحر تک شام سے غوغا ہے خرخنگِ ضفادع کا (۱۰۰) مجالِ ممتنع ہے دیدۂ مردم میں نیند آنی
وہ گرمی ہے یہاں جو ہند میں موسم ہے سردی کا   حرارت دھوپ کی ہے دوزخِ اجسامِ انسانی
گئی گرمی تو پھر برسات ٹھہری نو مہینے تک   اسی برسات سے ہے ہم بغلِ فصلِ زمستانی
یہاں اربابِ لندن کی بھی رنگت تیرہ ہو جاتی ہے   بنے شکلی اگر نقرہ دکھائے اپنی جولانی
سحر کی بھیرویں کو شام کلیان اس جگہ سمجھو   کدارا چاندنی میں ہے اندھیری رات کا بانی
بیاضِ تخمِ مرغاں ہے مدادِ مجمرہ گویا (۱۰۵) بنے خبث الحدید آئے جو مروارید عمانی
اگر بگلے کے انڈے تم بٹھا دو اس جزیرے میں   عجب کیا ہے کہ پیدا اس سے ہوں زاغِ بیابانی
یہاں بیماریاں دیکھیں زیادہ ساری دنیا سے   بنا ہے کیسۂ امراض گویا جسمِ انسانی
تمامی عمر کا سرمایۂ طاقت لٹاتا ہے   جو بھولے سے کوئی کر بیٹھتا ہے تپ کی مہمانی
دوا کا قحط ہے امراض بے مانگے میسر ہیں   گرانی ہوشیاری کی ہے بیہوشی کی ارزانی
خبر بھی آ نہیں سکتی شفا کی اس جزیرے میں (۱۱۰) کیا ہے امتِ عیسیٰ نے کیا اس کو بھی زندانی
اجل جس دن سے غوطے کھا کے پہنچی اس جزیرے میں   نکلتی ہی نہیں ایسی ڈری ہے دیکھ کر پانی
کریں کیا مُردوں کی خدمت کہ ہیں بے دست و پا زندے   تبادہ ہاتھ کس سے مانگیں بہرِ فاتحہ خوانی
مناجات و دعا و استغاثہ پڑھتے جاتے ہیں   نہیں جاتی نہیں جاتی نہیں جاتی پریشانی
پرِ روح الامیں دے طائرِ فریاد کو یارب   کہ اڑ کر صاف جا پہنچے مدینے میں بآسانی
خزاعہ کی صدا کعبے میں سن لی جس نے یثرب سے (۱۱۵) نہ سننے میں ہماری آہ کے کیا مصلحت جانی
نہیں آتا جو رحم اس رحمۃ للعالمیں کو اب   ہماری آہ ہے کیا نالۂ ناقوسِ رہبانی
نہیں سنتا جنابِ فریاد اپنے کلمہ گویوں کی   مگر مصروفِ خوابِ عیش ہے وہ نورِ یزدانی
ملائک پاسبانوں میں ہیں حفظِ حق ہے پہرے پر   بمشکل خازنِ جنت نے پایا کارِ دربانی
گذر ممکن نہیں ہے اس جگہ پیکِ تصور کا   یہاں تاخیر میں ہے کشتیِ امید طوفانی

سفارش چاہتا ہوں راکبِ دوشِ پیمبر سے (۱۲۰) جنابِ خامسِ آلِ عبا محبوبِ ربّانی

لپٹ کر اپنے نانا کے گلے سے جلد چونکا دیں　　سفارش میری فرمائیں کہ ہو مشکل کی آسانی

کسی سے یہ قصیدہ محفلِ اقدس میں پڑھوائیں　　کہ جس کے مطلعِ نو میں ہے سورج کی درخشانی

مطلع

جو اس کے نقشِ پا پر سر جھکائے بندۂ جانی　　پرستش گاہ ہر سجدے کی ٹھہرے اس کی پیشانی

نہیں ممکن کرے کوئی گمانِ بطنِ نورانی　　عبث باندھے ہے پتھر پیٹ پہ مہرِ سلیمانی

بڑھے گی اس قدر حیرت جو صبرِ پاک دیکھے گا (۱۲۵) بنے گا سورۂ صاد اک نظر میں چشمِ قربانی

علاقہ کفر سے رکھے جو اس کے عہد میں شیطاں　　گلے میں دیو کی پھانسی ہو زنارِ سلیمانی

مگر فرشِ زمیں پہ روضۂ اقدس بنانا ہے　　سروں پر ڈھوتے ہیں حور و ملائک خشتِ پیشانی

غلام اس کے اگر جویندۂ اخبارِ غیبی ہوں　　خبر تارِ نفس کی ڈاک پہ بھجوائے روحانی

سوا پایا مزا اصلی وطن سے آ کے دل میں　　اتر کر لامکاں سے آئیں جب آیاتِ قرآنی

پڑھوں میں ایک مطلع اور دربارِ معلّٰی میں (۱۳۰) اٹھائیں آج روحانی بھی لطفِ فکرِ انسانی

مطلع

پسند آئے جو اس کو اہلِ عصیاں کی پشیمانی　　حضورِ اشکِ حسرت چشمۂ کوثر بھرے پانی

تجلّی سا اگر آ جائے اس کا روئے نورانی　　تو دیکھے کورِ مادر زاد بھی اسرارِ ربّانی

دکھائے طفلِ طبعی سلطنت کے فقر اگر اس کا　　چلے انگلی پکڑ کر خاتمِ دستِ سلیمانی

اگر سہواً کبھی تسبیحِ درودِ پاک کو چھوڑیں　　کواکب بھول جائیں اپنی اپنی سبحہ گردانی

کفِ پائے منوّر کی تجلّی سے غش آیا ہے (۱۳۵) دہانِ مہر میں شبنم چوانے جاتی ہے پانی

ہوئے ہیں گو سفند و گرگ اس کے عدل سے باہم　　شبانِ وادیٔ ایمن کرے کس کی نگہبانی

کہوں کیا سایۂ پرنور کے معدوم ہونے میں　　سمجھ کے توسنِ فکرت نے کی ہے اس میں جولانی

نہ ہوتا جمع یہ سایہ اگر مدِّ امانت میں　　نہ ہوتی خوش سواد اس مرتبہ اقلیمِ روحانی

سیاہی چشم و زلفِ حور کی اس کی بدولت ہے　　قلم نے لوح پہ لکھے اسی سے حکمِ ربّانی

کلامِ پاک میں واللّیل اسی کو حق نے فرمایا (۱۴۰) امانت ہے قسم کے واسطے یہ ظلِّ نورانی

یہی تو پردہ دارِ عاشق و معشوق ٹھہرا تھا　　شبِ معراج بن کر کی اسی نے نور افشانی

اسی سائے نے شاید لے لیا ظلِّ حمایت میں　　کہ طوبیٰ کی ملائک کرتے ہیں اتنی نگہبانی

نبی شمامِ جوانی بھی اسی سائے کے صدقے میں — لباسِ کعبہ نے پائی اسی سے مشک افشانی
کمالِ فقرِ حضرت کی اگر سن پائیں گے لذت — لبِ نانِ جویں کے بوسوں کو ترسیں گے روحانی
جو زر بخشی کی خاطر نام لکھے وہ فقیروں کا (۱۴۵) — نوالہ کھائے سونے کا دہانِ سیم مہمانی
جو اس کے گیسوئے پُر نور حکمِ عام فرمائیں — کسی گھر میں نہ کرنے پائے جمعیت پریشانی
جلا سکتے نہیں عیسیٰ بھی پیشِ مصحفِ اکبر — برنگِ مردہ تابوتِ سکینہ میں ہے عبرانی
موحّد امہاتِ پاک و آبائے مقدس ہیں — سوا ہے قدسیوں کے پر سے جن کی پاک دامانی
نکالا سایۂ گیسوئے اقدس نے زمانے سے — دھوئیں کے بھیس میں چھپنے لگی زلفِ پریشانی
جسے تخمِ عذابِ ایزدی اس آبیاری سے (۱۵۰) — کلیجہ اس کے اعدا کا جو غم سے ہو گیا پانی
جو برگِ خشک پائے راہِ شبیر سے کوئی دہقاں — سکھاوے خازنِ جنت کو برسوں کارِ رضوانی
جہاں ہے پنجۂ دستِ خدا شانہ کشِ گیسو — وہاں سے خاک اڑاتی پھرتی ہے کوسوں پریشانی
سیاست ہو اگر منظور اربابِ ضلالت کی — شکنجے میں فلک کھینچے کتابِ مکرِ شیطانی
چھڑایا پاس سے پلہ جو اس نے اہلِ عصیاں کا — ہوئی ہے توبہ دلالہ میانِ عفت و زانی
علاقہ کفر سے چھپ کر جو رکھے عہدِ اقدس میں (۱۵۵) — جنیؤ کا لگائے ہاتھ زنّارِ سلیمانی
یہ اس کے عہد میں امن و اماں حاصل ہے دنیا کو — کہ آتی ہے نظر جمعیتِ دل کی فراوانی
جو اس شخصِ دیوانہ بھی سونگھے ہے فراہم ہوں — جو کھینچو سنبلِ آشفتہ سے عطرِ پریشانی
چراغاں کو جو شق القمر میں رات نے دیکھا — فروغِ ناخنِ انور نے جب کی نور افشانی
لہو میں تر دہانِ پاک تھا پتھر کے صدمے سے — ہلالِ لب نے کی عینِ شفق میں نور افشانی
نہیں نکلے لہو کے قطرے دندانِ منور سے (۱۶۰) — خدا نے موتیوں میں تولے ہیں یاقوتِ رمّانی
شفاعت امتِ عاصی کی جب فرمائیں گے حضرت — کرے گا سایہ ہم سب پر ہمارے فضلِ ربانی
بڑھے گی قدر و عزت اس قدر اجناسِ عصیاں کی — یہاں تک رحمتِ اللہ کی ہو گی فراوانی
فرشتے آرزو دل میں کریں گے ترکِ عصمت کی — کہیں گے کاش ملتا دو گھڑی کو جسمِ انسانی
حسین ابنِ علی کی تشنہ کامی پر جو روئے ہیں — انہیں کے واسطے ہے کوثر و تسنیم ارزانی
نہیں اس آبرو میں دشمنانِ آل کا حصہ (۱۶۵) — سنانِ شمر کے منہ میں بھر آیا کس لیے پانی
مناقب آلِ یٰسیں کے سنا دیں اپنی امت کو — اسی کے واسطے تھا اصطفائے آلِ عمرانی
بھلا تعریف اس کی لکھ سکے کوئی بشر کیونکر — کہ جس کے وصف میں ناطق ہیں خود آیاتِ قرآنی

اڑیں روح القدس کے ہوش فکرِ نعتِ اقدس میں یہ مہنا یہاں ناقص ہے، خود گم مہرِ شروانی
نہ کہہ سکتا قصیدہ جب کبھی میں نعتِ معلّیٰ میں اگر بالفرض پاتا رتبۂ عرفی و خاقانی
نہیں ہے یہ قصیدہ "نالۂ مظلوم" اسے سمجھو (۱۷۰) لقب اس کا یہ ہے پر نام ہے "فریادِ زندانی"
خدائے پاک کا میں واسطہ دیتا ہوں حضرت کو بحقِ اسمِ اعظم اور بہرِ وحیِ ربّانی
قسم دیتا ہوں میں زخمِ سرِ حیدر کی حضرت کو کہ جس کی تیغِ آہن سے دلِ اعدا ہوا پانی
وہی حیدر کہ جس کو نفسِ حضرت حق نے فرمایا اسی سے آپ کو تھا اتحادِ جسمی و جانی
وہی حیدر کہ جس کے واسطے کی شمس نے رجعت وہی حیدر کہ جس کا آئینہ ہے ماہِ کنعانی
قسم دیتا ہوں اب میں بضعۂ حضرت کی حضرت کو (۱۷۵) جنابِ فاطمہ خاتونِ جنت رازِ ربّانی
وہی زہرا کہ جس کی آپ خود تعظیم کرتے تھے وہی زہرا کہ جس کی حوریں کرتی تھیں گھسیارانی
جنابِ سبطِ اکبر کی قسم دیتا ہوں حضرت کو امامِ مجتبیٰ نورِ الٰہی فیضِ رحمانی
قسم اس سیدِ مظلوم کی حضرت کو دیتا ہوں نہ پایا جس نے دشتِ کربلا میں تین دن پانی
وہی مظلوم جس کی لاش پامالِ شداند تھی وہی بیکس کہ جس کا ہے کفن ملبوسِ عریانی
قسم دوں ان شہیدانِ رہِ خالق کی یا مولا (۱۸۰) ہوئی شمشیرِ اربابِ ستم سے جن کی قربانی
قسم اس آدمِ آلِ عبا کی آپ کو دوں میں کہ جس نے قید میں اہلِ حرم کی کی شتربانی
جنابِ سیدِ سجاد زین العابدیں ہیں وہ کہ جس کے گریے سے تھی کشتیٔ افلاک طوفانی
قسم حضرت کو ہے ان بانوانِ پاک طاہر کی برہنہ سر رہیں جو شام کے زنداں میں زندانی
قسم ہے حضرتِ والا کو روحِ پاکِ باقر کی وہی باقر ملائک جس کی کرتے تھے ثنا خوانی
قسم دیتا ہوں اب میں جعفرِ صادق کی یا مولا (۱۸۵) وہی جعفر جسے کہیے مجسم فضلِ ربّانی
قسم ہے موسیٰ کاظم کی مولا رحم فرماؤ وہی کاظم کہ جو تھے عمر بھر مظلوم و زندانی
امامِ ضامن و ثامن کی دیتا ہوں قسم تم کو کہ جس کا روضہ ہے خورشیدِ اقلیمِ خراسانی
قسم دیتا ہوں مہرِ تاسعِ برجِ امامت کی کہ جس کی ذاتِ انور ہے فروغِ عرشِ یزدانی
علیٔ چارمیں کی اب قسم مقبول فرماؤ کہ جس کے وصف سے خالی نہیں آیاتِ قرآنی
سمیٔ سبطِ اکبر کی قسم دیتا ہوں حضرت کو (۱۹۰) کہ برقِ طور جس کے سایے کی ہے نور افشانی
جنابِ مہدیٔ ہادی کی یا مولا قسم تم کو وہی مہدی کہ جو اللہ کا ہے رازِ پنہانی
چکا چوند آنکھوں میں ہو ہوش اڑ جائیں غش آ جائے کلیم اللہ اگر اس مہر کی دیکھیں درخشانی

یہ قسمیں دے کے کہتا ہوں کہ جلدی رحم فرماؤ — رہائی قید سے بخشو کہ ہو مشکل کی آسانی

ملادو جلد احباب و عیال و اقربا سے اب — دکھادو جلد تر مجھ کو وطن کی صبح نورانی

کروں ہندوستاں سے قصد پھر حج و زیارت کا — غبارِ یثرب و بطحا سے جلد آنکھیں ہوں نورانی

اسی ذی الحجہ تک مطلب برِ دل کے عنایت ہوں — کرے اب کا محرم ہند میں یہ بندہ جانی

غلامِ اہلِ بیت آگے میں تھا مشہور اب بھی ہوں — غریب و بے نصیب و بے کس و محتاج و زندانی

منیرِ بے حقیقت پر کرو اب رحم یا حضرت
کہ فوجِ انتظار اب سخت کرتی ہے ستم رانی

———— ❖ ————

(۲)

در منقبتِ حضرت امام حسنؑ

اشکِ زلیخا ہوئے بحرِ صفت جوش زن — غرق ہوا چاہ میں یوسفِ گل پیرہن
آبلۂ روز پہ تازہ حنا بندھ گئی — ابروئے زالِ زری نعلِ کمیتِ کہن
چاہِ سیہ میں گرا یوسفِ رنگیں قبا — دلوِ سیہ ہو گیا شاہدِ پرویں پرن
مالِ شہِ نیم روز بس کہ ہوا کم بہا — زنگیوں کے بال سے بدلی سنہری کرن
خیمۂ زرباف میں لیلیٔ مشکیں لباس — (۵) زینتِ فانوسِ سبز شمعِ مرصع لگن
پنجۂ کف الخضیب شانۂ گیسوئے شب — سرمۂ چشمِ نجوم مشکِ غزالِ ختن
گنبدِ فیروزہ میں چھوڑ کے تابوت کو — دخترِ کانِ یتیم بھرنے لگیں خندہ زن
لالۂ داغِ پلنگ تھی شفقِ آسماں — دیکھ کر اوجِ رقیب کبک ہوا سینہ زن
خسروِ اقلیمِ چیں قصرِ ششم میں مکیں — ہندوئے بالا نشیں صرفِ بت و برہمن
ترکِ کماندار نے تیر کیا زیبِ قوس — (۱۰) زینتِ دستِ سماک نیزۂ خارا شکن
دیرِ زمرد نگار، منظرِ اختر شمار — کرنے لگا آشکار صورتِ صد باد شن
صوفیٔ ازرق لباس، اپنی بغل میں لیے — لوئیِ الماس پوش، شاہدِ بابل وطن
نظمِ نظامی ہوئے خمسۂ حیرت زدہ — فکرِ ہلالی بنے اخترِ برج سخن
تیرِ شہاب و شعاع خوب چلے دیر تک — ناوکِ ارجن ہوا مرکزِ کافِ کرن
خوشے کے بڑھانے نے پائی یہ نشو و نما — (۱۵) بڑھ کے ہوئے نخلِ طور مثلِ چنارِ کہن
تا جگرِ شیرِ سرخ ناوکِ دندانِ فیل — سرحدِ دشتِ بیاض آ گئی تا کجلی بن
آئینۂ خاوری چشمۂ بے آب تھا — حلقۂ سیمیں ہوا شمعِ سرِ انجمن
جلوہ گرِ بامِ سبز طائرِ سیماب گوں — زاغِ سیہ کا شکار مرغِ ملمع بدن
خضرِ زمرد لباس صاحبِ دستِ کلیم — زیبِ مصلائے سبز لوئیِ بابل وطن
ترکِ سناں دار نے خانہ نشینی جو کی — (۲۰) نشترِ کژدم ہوا نیزۂ خارا شکن

پیرِ مبارک نہاد، خواجۂ سنجیدہ طبع   صاحبِ قدسی نفس دادِ رِ دیرِ کہن
گرمِ افادت ہوا، شام سے دینے لگا   نسخۂ قسطاس کا درس سرِ انجمن
دُہرے محل میں ہوا صاحبِ دفتر مکیں   بحثِ شب و روز میں اہلِ قلم حرف زن
ہندوئے بیدار بخت ساتھ لیے دلوِ آب   راہِ تباں میں ہوا ابر صفت قطرہ زن
تھا شکمِ روز تو مرتع آہوئے روز   (۲۵) کرگسِ افتادہ پر ترکِ فلک تیر زن
آبلۂ پنج پا جس کو سمجھتے تھے ہم   شاخِ سرِ گاو پر تھا وہ گلِ نسترن
اس گلِ تازہ پہ تھا اک گلِ سوسن نمود   اس گلِ سوسن میں تھا نقشِ سولدِ زمن
حوت و برہ کے کباب ہو گئے بالائے چرخ   آتشِ شمع و چراغ بسکہ ہوئی شعلہ زن
تھا کمرِ باغ میں منطقۂ گوہریں   موجۂ آبِ گہر چار طرف قطرہ زن
آبِ گہر جادے میں تھا صفتِ جوئے شیر   (۳۰) منبعِ شیرِ صباح تھی دہی نہرِ لبن
چشمِ شبانِ برہ تھی صفتِ جامِ خوں   لاکھوں گلِ نسترن ایک گلِ نار ون
تھا جو گلِ نار ون جس کے اثر سے کھلیں   گلشنِ آفاق میں لالۂ خونیں کفن
کرگسِ پرّاں ہوا بال کشائے ہوا   شہپرِ خفاش میں چھپ رہے زاغ و زغن
بالِ مرصّع ہوئے زاغِ سیہ کو نصیب   طائرِ پر سوختہ مرغِ ملمّع بدن
یوسفِ زرّیں قبا چاہِ سیہ میں گرا   (۳۵) پیرِ فلک جا بجا طالبِ دلو و رسن
باغ میں گوہر فشاں دامنِ بادِ صبا   دشت میں نکہت فروشِ مشکِ غزالِ ختن
شانۂ عاجِ سفید تھا کفِ ناہید میں   لیلیٔ شب کی کھلی زلفِ شکن در شکن
لوحِ زمرّد ہوئی صرفِ نقاطِ گہر   تختۂ سوسن ہوا کوچۂ نہرِ لبن
مخزنِ غفلت ہوا خانۂ گنجِ حواس   دُزدِ خیالاتِ خواب ہونے لگے نقب زن
برقِ نظر کے جو بار آنکھوں نے قائم کیے   (۴۰) ڈاک پر آ پہنچی نیند چھوڑ کے اپنا وطن
بسترِ افسانہ پہ نیند نے رکھا جو پاؤں   بند کیے خواب نے حجرۂ گوش و دہن
عاملِ افسانہ نے طرفہ فسوں دم کیا   آئے پری زادِ خواب شیشے میں خود دفعتن
ارض و سما سرمے سے صورتِ چشمِ غزال   دیدۂ انجم سفید مثلِ سرِ پیرزن
غلغلۂ شحنگاں، کشمکشِ پاسباں   بانگِ جرس ہر زماں نیند کی تھی راہزن
نغمۂ قلقل ہوا ہمدمِ چنگ و رباب   (۴۵) مست لبِ جام سے ہم نفس و ہم سخن

شیشے کے اندر پری شمع تھی فانوس میں — لعلِ بدخشاں میں تھے لالہ میانِ چمن

صرفِ رکوع و سجود صومعہ میں اہلِ ذکر — سجدہ گہِ میکشاں میکدے میں خشتِ دَن

قلقلِ مینا دے قصۂ کاؤس و کے — زمزمۂ چنگ و نے عیشِ طرب کے سخن

بوئے گل اس طرح تھی غنچے کے اندر نہاں — جیسے کہ گھونگھٹ میں ہو پہلی ہی شب کی دلہن

آتشِ تر سے ہوا تا خطِ بغداد نم — (۵۰) خونِ بطِ مے ہوا دجلہ صفت موجزن

دو مہ نو میں جگہ اک مہِ کامل کی تھی — آبلۂ سبز میں آبِ عقیقِ یمن

بسترِ مخمل کہیں خواب گہِ ناز تھا — فرشِ زمیں پہ کوئی خستہ و عریاں بدن

خرمنِ گل سے کہیں زینتِ آغوش تھی — تکیۂ پہلو کہیں خارِ بلا و محن

حاجب و دَوّاب تھے قصرِ شہاں پہ محیط — رہزن و عیّار تھے زیرِ محل نقب زن

زانوئے محبوب پر رکھے ہوئے سر کوئی — (۵۵) بالشِ سر تھا کہیں سنگِ مزارِ کہن

ایک جگہ تھا بلند نغمۂ چنگ و رباب — تھے کہیں تابوت پر اہلِ عزا سینہ زن

ہجر سے اک بے قرار وصل سے اک ہم کنار — تھا کوئی بیمار و زار کوئی قوی البدن

گوشۂ خلوت مرا مطلعِ انوارِ غیب — چار طرف جلوہ گر اخترِ برجِ سخن

نشۂ تریاک نے مجھ کو کیا تر دماغ — حقے کی قلقل ہوئی آپ سے گرمِ سخن

سر بگریبانِ فکر فکر کی دل میں جگہ — (۶۰) خامہ میانِ دوات، شمع میانِ لگن

دعوتِ کام و زباں روزۂ مریم مگر — زادۂ طبعِ رواں مثلِ جواں حرف زن

جدتِ تشبیہ کی فکر کبھی تھی مجھے — بحرِ کنایات میں تھا میں کبھی غوطہ زن

چرخ نظر میں کبھی تختۂ نیلوفری — چاند کو سمجھا کبھی مثلِ گلِ نسترن

خوردۂ کافور کی ریزۂ الماس سے — میں نے جو تشبیہ دی زیرِ سپہرِ کہن

پنجۂ بے چارہ نے کھینچ لی تیغِ ہلال — (۶۵) آتشِ خشمِ سپہر ہونے لگی شعلہ زن

میں متفحص ہوا مجھ سے خطا کیا ہوئی — ناصیۂ چرخ پر کیوں ہے غضب کی شکن

خادمِ پیر اس طرح کہنے لگا اے منیرؔ — چاہیے انسان ہو سوچ کے صرفِ سخن

ہیرے کو اشبہ کہا تو نے کواکب سے کیوں — ہمسرِ طاؤس کب ہو سکے زاغ و زغن

جوہرِ علوی نجوم جسم ہیں ان کے لطیف — زینتِ ہفت آسماں رونقِ دیرِ کہن

تخت نشینانِ خاک جوہرِ الماس کو — (۷۰) فرطِ بلاہت سے گو کرتے ہیں زیبِ بدن

پر یہ ہے مبغوض ترپیشِ حقیقت شناس ان کی طرف دیکھنا باعثِ رنج و محن
آئینۂ نور کو اس نے کیا چور چور ثابت اسی پر ہوا خونِ جنابِ حسن
شیرِ خدا کا جگر اس نے کیا پاش پاش فاطمہ کے قلب پر آہ ہوا نیش زن
شربتِ الماس تھا تحفۂ حلقِ حسین سودۂ الماس تھا حصۂ کامِ حسن
سن کے یہ احوال یہ دل میں ہوا اثر سا (۷۵) تھا عرقِ انفعال بحرِ صفت جوش زن
مدحِ مبارک میں پھر مطلعِ تازہ کہا خامۂ فکرت ہوا طوطیٔ شکر شکن

مطلع

گنگ کو بخشیں اگر آپ لعابِ دہن آخرِ ابجد کا حرف سیکھ لے اس سے سخن
دولتِ گنجِ حکیم، قدرتِ ربِّ کریم نازشِ خلقِ عظیم، عالمِ سرّ و علن
عقلِ نخستیں کے نور، نورِ مبیں کے چراغ طفلِ چہل روزہ کے مایۂ روح و بدن
روح نہ پائے اگر شربتِ لطف آپ کا (۸۰) مصرِ زلیخا پناہ صاف ہو بیت الحزن
ذرۂ ارضِ بقیع اس سے جو منھ پھیر لے یوسفِ زیبق نقاب چاک کرے پیرہن
تو جو زمانے میں ہو مانعِ لہو الحدیث زخمہ رگِ تار پر تھہرے ہو تیر زن
پنجۂ کبکِ دری پنجۂ ماتم بنے پردۂ ہر ساز ہو نغمہ سرا کا کفن
کفِّ لساں ہو اگر منقبتوں سے تری بہنجِ ثریا سے صاف گر پڑیں دُرِّ عدن
کرسی و لوح و قلم مکتبِ طفلی ترا (۸۵) ہے خطِ اوّل تمام جادۂ راہِ وطن
آبِ دمِ تیغ اگر باڑھ پہ آئے کبھی آلِ معصفر بنے کشتۂ خونیں کفن
معجزِ زرخاں اگر آپ کو منظور ہو پیشۂ آتش کو ترک کر دے دلِ اہرمن
سنبلۂ زر سے کب اُڑ سکے زنبورِ سرخ زمزمِ آتش فشاں ٹھہرے گلِ نار دن
زورقِ زرّیں کے نوح زورقِ تمکینِ خضر بحرِ وسیعِ حضور تا بہ فلک موجزن
خُلقِ حسن پر نثار مشک فروشانِ دہر (۹۰) عنبرِ لرزاں کی مشک مشکِ خباں کی ختن
آتشِ تیغِ حضور شعلہ فشاں ہو اگر مردمِ آبی نہ پائیں آبِ رواں کا کفن
سبز پری کو نہ ہو حلّۂ آدم نصیب جانِ زمیں کو ملے قالبِ خشتِ کہن
مطلعِ تازہ پڑھوں خدمتِ اقدس میں اور جس کے صلے میں ملے باغِ جناں کا چمن

مطلع

گردِ رہِ پاک اگر جائے سوئے مرزغن — بچۂ خورشید ہو سنگِ مزارِ کہن
مجمرۂ نقرہ پوش لاکھ تجلّی دکھائے (۹۵) شمعِ مزارِ حضور اس کو نہ سمجھے لگن
تیرے نسیمِ کرم سے جو نہ ہو فیض یاب — پھر نہ لعاب گوزن شیروں کو ہو تپ شکن
خاکِ رہِ پاک کو سرمہ نہ سمجھیں گے وہ — جن کے دو ہندیے طفل ہوں گے مریدِ وثن
قندِ سخن آپ کا ہو نہ اگر فیض بخش — ترسیں شکر ریزکو عقد میں دو طوطی
فیضِ ہدایت جو ہو اہلِ خرابات پر — پایۂ حوض ان کو ہو نہرِ بہشتی چمن
ہمزۂ مسمار ہو بہرِ زباں قاف و دال (۱۰۰) آپ کی مرضی بغیر ہو جو زباں حرف زن
قولِ پیمبر کو ہے آپ کے دل کی تلاش — کب ہے حدیثِ غریب ڈھونڈھ رہی ہے وطن
شاہِ مربع نشیں پائے اجازت اگر — سجدۂ آفاق نذر لائے سرِ انجمن
خسروِ ہشتم بہشت بلبلِ گلزارِ حق — شحنۂ پنجم حصار ایک غلامِ کہن
سایۂ دیوارِ پاک اس کو اگر ہو نصیب — خسروِ زرّیں عطا پائے نہ رنجِ جشن
مجمعِ ضدّین اگر عدل سے منظور ہو (۱۰۵) ہو نہ سکے سنگِ سخت دہر میں مینا شکن
جبہۂ درویش سے نکلیں جو دندانِ حوت — قبلۂ جمشید ہو رشکِ عقیقِ یمن
زادۂ شش روزہ ہو سر شکنِ دیوِ رگ — بحرِ عدالت اگر آپ کریں موجزن
جامۂ خورشید بھی اس کے بدن پر ہو تنگ — ذرّہ ترے لطف کا پائے اگر پیرہن
تیرے فضائل سے جو ہو نہ سکے تر زباں — خاتمِ گویا بنے نقشِ مزارِ کہن
بحرِ جہاں میں جو دیں آپ ضعیفوں کو زور (۱۱۰) چاہیں سوارانِ آب اسپِ کمیت و کرن
تیری ہدایت اگر راہ نمائی کرے — بادیۂ غول ہو باغِ جنان کا چمن
آپ چمن میں جو آئیں عمرِ خضر سبزہ پائے — بادِ مسیحا بنے بوئے گلِ یاسمن
پاک و نجس میں جو آپ تفرقہ کا حکم دیں — صومعہ کی گردِ راہ چھو نہ سکے خشتِ دن
پا نہ سکے دخترِ رز لذّتِ مرغِ کباب — شیشۂ زنّار بند ہو شکمِ برہمن
تا بہ کجا طولِ عرض حفظِ ادب چاہیے (۱۱۵) لوحِ خموشی ہو اب مہرِ زبان و دہن
اے شہِ عالی جناب جانِ رسالت مآب — اے خلفِ بوتراب سرورِ لشکر شکن
بہرِ جنابِ امیر سنیے فغانِ منیرؔ — ہے یہ غریب و اسیر بستۂ رنج و محن

گرسنہ چشمانِ دہر کرنے لگے گرگ بند — خاک نشیں ہو گیا یوسفِ زریں رسن

بارِ زماں سے ہوئی بسکہ شکستہ کمر — پیرہن کاغذی ہے مری جانِ بدن

چرخِ ترش رو سے میں اور ہوا تلخ کام (۱۲۰) سرکۂ دہ سالہ کب ہو سکے صفرا شکن

دیدۂ امید سے خارِ ستم کھینچیے — آپ سے سرسبز ہے باغِ رسولِ زمن

قید سے کر دو رہا بہرِ خدا و رسولؐ — شامِ غریبی ہو دور دیکھوں میں صبحِ وطن

تا نجف و کربلا ہند سے لے جایئے — قبر وہیں ہو نصیب اور مطہر کفن

اب سنیں یہ التماس نکتہ رسانِ فہیم — شاعرِ اردو زباں واقفِ رازِ کہن

عذرِ صحیح و قوی پھر میں کروں گا مگر (۱۲۵) میری خطا بخش دیں پہلے سب اہلِ سخن

شاعروں میں بے مثال سحر بیاں انوریؔ — مادحِ سلجوقیاں نامیِ عہدِ کہن

پہلے قصیدہ کہا اس نے ہے اس طرز میں — پھر ہوئے صرفِ جواب بعض سرانِ سخن

ہندیوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی — ہو گئے اس طرز میں پہلے ہیں حرف زن

لہجۂ اردو میں یہ طرز نہیں ہے پسند — جبر سے اس کوچے میں بندہ ہوا گام زن

مخزنِ عقل و کمال عالمِ عالی مقام (۱۳۰) ناقدِ تازی زباں نبض شناسِ سخن

مولوی بے نظیر فضلِ حق اسم شریف — دہلی سے تا لکھنؤ مشتہر و مؤتمن

قید میں میں اور وہ دونوں تھے ایک جگہ — عین سمندر میں تھے غرقۂ بحرِ محن

کہنے لگے ایک دن کچھ سبب اس کا بتا — شاعرِ اردو زباں اس میں ہوں نوا کہن

مصطلحاتِ عجم اور کنایاتِ فرس — کس لیے کرتے نہیں زینتِ نظمِ سخن

یا متحمل نہیں لہجۂ اردو زباں (۱۳۵) یا کوئی لائق نہیں تم میں سے بے ریب و ظن

گو کہ غزل میں نہ ہو پر ہے قصیدے میں فرض — دقتِ مضمون سے حسن بوجہِ حسن

حضرتِ سودا بغیر کس نے قصیدے کہے — وہ بھی پر اس راہ میں ہو نہ سکے قطرہ زن

شاعروں میں جز غزل پھر نہ کسی نے کہا — زعم میں گو اپنے ہوں طوطیِ شکر شکن

میں نے کہا راست ہے آپ جو فرماتے ہیں — آپ سنیں تو کہے کچھ یہ اسیرِ محن

مصطلحاتِ غریب جو کہ نہ معروف ہوں (۱۴۰) نظم کرے کس طرح شاعرِ ہندی سخن

جو متعارف ہوا شاعروں میں پہلے سے — اس کو بھی سن سن کے آج ہوتے ہیں سب طعنہ زن

کہنے لگے یہ کلام مہمل و بے مغز ہے — ہیں شعرا بے سواد جہل ہے ان کا وطن

گرم ہوئے بڑھ گیا سلسلۂ قہر و خشم — بس کہ تھے نازک مزاج ماتھے پہ آئی شکن
کہتے تھے وہ بار بار ہندیوں سے ہے محال — رمز و کنایات میں دقت و لطف سخن
ہو کے ادب سے خموش پھر یہ قصیدہ کہا (۱۴۲) — کوچۂ نو میں چلا قاصد مشق کہن
قید میں قحط کتاب حافظہ از بس ضعیف — پر مدد غیب سے خامہ ہوا حرف زن
بعض تراکیب خاص طبع کے ایجاد ہیں — نظم ہوئیں جو تھیں یاد مصطلحات کہن
نصف قصیدہ کیا سامنے ان کے رقم — ختم ہوا جب وہ تھے ہمدم گور و کفن
میری خطائیں کریں صاحب انصاف عفو — قید میں خود ہوں پیچ پیچ ہے میرا سخن

غیب سے تاریخ نو ہاتھ لگی اے منیر
جزو دل و جاں ہوئی شرح حدیث حسن

۱۲ ھ ۷۹

امیر مینائی

در مدحِ نواب محمد کلب علی خاں مشتمل بر مناظرۂ شانہ و آئینہ

مژدہ اے اہلِ تماشا کہ ہے ہنگامِ نظر — بزمِ عشرت میں ہوئے جمع حسیں رشکِ قمر

صرفِ آرائشِ زینت ہیں حسینانِ جہاں — بدلے جاتے ہیں لباس اور مرصع زیور

بدھیاں پھولوں کی ہیں زیب فزائے بر و دوش — دست و پا میں ہے حنا سرمہ ہے منظورِ نظر

کرتیاں ہیں شکمِ صاف پہ اونچی اونچی — بند انگیا کے کسے زلفِ رسا تا بہ کمر

اس قدر مستیٔ حسن کہ سر سے بر و دوش (۵) آدھا ڈھلکے دوپٹہ نہیں اتنی بھی خبر

شانہ ہوتا ہے طلب آئینہ آتا ہے حضور — بنتے ہیں گیسو و رخ کرتے ہیں جوبن پہ نظر

شانہ و آئینہ ہیں بسکہ مصاحب دونوں — ایک سے ایک نے باندھی ہے رقابت پہ کمر

آئینہ شانے سے کہتا ہے کہ سر چڑھ نہ بہت — منہ کی کھائے نہ کہیں چاک نہ تیرا ہو جگر

دیکھ مجھ کو کہ جگہ گو کہ ہے زانو پہ مری — حیرتِ حسن سے ٹھہرے کی طرح ہوں ششدر

مرتبہ جو ہے مرا تجھ کو وہ حاصل ہے کہاں (۱۰) صاف طینت ہوں صفائی کا ہے مجھ میں جوہر

کون سی بزم میں ہوتی نہیں حاجت میری — خانہ بر دوش ہوں پر دل میں امیروں کے ہے گھر

آبداری کا مرے سامنے دعویٰ جو کرے — روبرو صاحبِ انصاف کے جھوٹا ہو گہر

یُمن ہے اہلِ جہاں کو مرا نظارۂ رخ — دیکھتے ہیں مجھے جب دیکھتے ہیں ماہِ صفر

صافیٔ قلب سے پایا ہے یہ رتبہ میں نے — چاندی سونے کا دیا ہے مجھے اللہ نے گھر

آب و ناں مجھ کو نہیں ہے کسی مہماں سے عزیز (۱۵) دشمن و دوست کے منہ پر ہے کشادہ مرا در

نہیں رکھتا ہوں لگی حالِ بد و نیک میں کچھ — صاف کہہ دیتا ہوں آتا ہے جو کچھ پیشِ نظر

مجھ سے بھی عقدۂ نیرنگِ جہاں کھلتا ہے — جم کو دیتا تھا اگر جام زمانے کی خبر

بزمِ عالم میں فقط وجہ سے میری اب تک — نامِ روشن ہے چراغِ لحدِ اسکندر

مجلسِ خاصِ نبی میں تھی رسائی میری — ابتدا سے مرے طالع کا ہے روشن اختر

وہ صفائی مجھے حاصل ہے کہ ہر دل ہوں عزیز (۲۰) جتنے اصحاب تھے رکھتے تھے مجھے پیشِ نظر

ہاتھ سے دامنِ دولت نہ کسی دم چھوٹا اہلِ دولت ہی کے زانو پہ ہوئی عمر بسر
اہلِ تنجیم کی آنکھوں میں بھی ہے قدر مری ہوں کبھی مشتری و زہرہ کبھی شمس و قمر
بولتا ہے مری تائید سے طوطی اُس کا ورنہ طوطی میں کہاں ہے کوئی سرخاب کا پر
خاکساری ہے ان اوصاف پہ مجھ میں ایسی غازۂ چہرہ نہیں اور بجز خاکستر
ایک تو ہے کہ نہیں تجھ میں ذرا نام کو نور (۲۵) زحل آسا ترے طالع کا سیہ ہے اختر
پارۂ چوب، جگر چاک، دنی، بے قیمت چار پیسے کو جسے مول نہ لیں اہلِ ہنر
بال بیکا ہو حسینوں کا تو توڑیں ترے دانت دانت دینے لگیں ایذا تو شکستہ بہتر
قاعدہ بزمِ ادب کا تجھے بھولے جو کوئی پیش جائے نہ تری ایک کریں زیر و زبر
پنجۂ شل سے نکلتا نہیں ہرگز کوئی کام خشک ہو شاخ تو اس سے نہیں امیدِ ثمر
بال تو منہ میں ترے ٹوٹ کے رہ جاتا ہے (۳۰) جس طرح شانۂ ضحاک میں تھا سانپ کا گھر
کرکری تیزیٔ دنداں سے ہوئی اور تری جس میں دندانے پڑیں تیغ ہے وہ بے جوہر
کشمکش نے تری کانٹوں میں گھسیٹا ہے تجھے پہلوؤں میں ہے ترے خار اِدھر اور اُدھر
سو زبانیں ہیں ترے منہ میں تو حاصل کیا ہے گنگ کی طرح سے خاموش ہے تو آٹھ پہر
اس لیاقت پہ یہ دعوی تجھے کیا آئے تو کہ چڑھے لالہ رخانِ سمن اندام کے سر
کچھ بھی غیرت ہو تو پانی میں کہیں ڈوب مرے (۳۵) ایسی ذلت سے تو ہے خاک میں ملنا بہتر
صاف صاف آئینے نے بڑھ کے کیا جب کلام غیر کے عیب سب اظہار کیے اپنے ہنر
کھپ گیا شانہ ملامت کا نشانہ ہو کر موئے تن راست ہوئے تیر کی صورت یکسر
ہمہ تن ہو کے زباں کہنے لگا یوں سرِ دست منہ بنا چاہیے عاقل کو تعلّی سے حذر
رتبہ میرا تجھے معلوم نہیں سن مجھ سے منحصر ہے صفتِ عقدہ کشائی مجھ پر
ہے حسینوں میں رسائی تری گاہے گاہے (۴۰) کوچۂ زلف میں ہے میری جگہ آٹھ پہر
رات دن خندۂ شادی سے عیاں ہیں مرے دانت اپنی تقدیر کو روتا ہے تری آنکھ ہے تر
میری ہی شکل سے مقبولِ دلِ عالم ہے پنجۂ مرجاں کا ہو یا پنجۂ خورشیدِ سحر
کہتے ہیں پنجۂ مژگاں کو جو شانہ شاعر اس کو آنکھوں پہ جگہ دیتے ہیں اربابِ نظر
ہے جو لبریزِ عسل شانۂ زنبورِ عسل اس عذوبت کا سبب نام کا میرے ہے اثر
کی ہے تشدید نے پیدا جو شباہت میری (۴۵) لفظِ اللہ میں شامل ہے وہ کر خوب نظر

شانۂ عاج کبھی شانۂ شمشاد کبھی | شانے میں دیکھتے ہیں خال تو پاتے ہیں ظفر
صاحبِ ریش نہ جب تک کہ کریں شانہ کشی | ہو نہ حاصل شرفِ پیرویٔ پیغمبر
اس میں بھی لفظ ہے شانے کا نہ ہے عزّ و شرف | جل شانہ ہے جو توصیفِ خدائے اکبر
تو نہ مانے تو نہ مانے مجھے کیا پڑا ہے | عیب بیں جو ہے اسے کب نظر آتا ہے ہنر
سوچ تو دل میں ذرا عیب ہیں تجھ میں کتنے | (۵۰) سادہ و شوخ و دریدہ دہن و بد گوہر
سوجھتا خاک نہیں کوردلی سے تجھ کو | سخت جاں تیرہ دروں اصل ہے تیری پتھر
روبرو اور ترا حال ہے غیبت میں کچھ اور | صاف عالم کی دو رنگی کا ہے تجھ میں بھی اثر
چشمۂ آب تو ظاہر میں ہے باطن میں سراب | دھو کے پیاسوں کو دیا کرتا ہے تو شام و سحر
خود نمائی کے سوا تجھ میں نہیں کچھ بھی صفت | سادہ لوحی کے سوا تجھ میں نہیں کوئی ہنر
صاف بیں ہے من الاس کہ شب کور ہے تو | (۵۵) شبِ تیرہ میں تجھے کچھ نہیں آتا ہے نظر
نہ جچے پر نہ جچے شکل جو ہو ذہن نشیں | نہ مٹے پر نہ مٹے بال پڑے دل میں اگر
قصّہ کوتاہ زیادہ ہوئی دونوں میں جو بحث | تھے جوان دونوں کے حامی انھیں پہنچا یہ خبر
آئینے کا تو رخِ صاف طرفدار ہوا | باندھی زلف نے شانے کی حمایت پہ کمر
لشکرِ روز تو زیرِ علمِ خسروِ رخ | فوجِ شب بادشہِ گیسوئے پرچیں کی سپر
اک طرف ماہ ہوا ایک طرف پرتوِ مہر | (۶۰) اک طرف شام ہوئی ایک طرف نورِ سحر
سپہِ سنبل و شبّو طرفِ زلفِ سیاہ | لشکرِ لالہ و گل جانبِ روئے انور
پیرِ گردوں نے کہا طرفہ قیامت آئی | اب کوئی آن میں ہوتا ہے جہاں زیر و زبر
بیچ میں پڑ کے کہا خوب نہیں ہے یہ فساد | صلح اس جنگ سے ہر ایک طرح ہے بہتر
حق میں دونوں کے یہ اولیٰ ہے کہ پاس ان کے چلو | صاحبِ حکم جو ہے مہرِ عدالت گستر
کون وہ کلب علی خانِ بہادر نامی | (۶۵) منبعِ جود و سخا زیب دہِ علم و ہنر
نقشِ پا تاجِ شرف بہرِ سرِ چرخِ بلند | خاکِ پا سرمۂ بینائیٔ چشمِ اختر
فکر کی وصفِ معلّیٰ میں جو میرے دل نے | آگیا مطلعِ ثانی بھی زباں کے اوپر

مطلع

حکم اس کا جو کرے بیشۂ حفاظت کی سپر | عود آتش میں سلامت رہے پانی میں شکر
جس چمن میں نہ ہوا اس کی حفاظت کی چلے | شاخ ارّہ ہو درختوں کے لیے برگ تبر

پر توِ مہر سے اس کے ہو زمیں چشمۂ مہر (۷۰) شعلۂ قہر سے اس کے ہو فلک خاکستر

چرخ کہتے ہیں جسے ہے درِ دولت کی زمیں عرش کہتے ہیں جسے لوگ وہ ہے کرسیِ در

کاہ، فربہ اثرِ لطف سے ہو صورتِ کوہ قہر سے کوہ، پرِ کاہ کی صورت لاغر

دستِ ہمت نے یہ تقسیم کیا مالِ جہاں لعل کہسار میں باقی ہے نہ دریا میں گہر

پاؤں جنگاہ میں رکھتے ہی عدو کی ہو شکست سروِ قد روزِ دغا ہے علمِ فتح و ظفر

ایک لشکر ہو مقابل تو نہ وہ منہ موڑے (۷۵) دل جو سہراب کا رکھتا ہے تو رستم کا جگر

صاحبِ علم جو ہیں مدرسۂ عالم میں سب وہ مشتق ہیں فقط ذاتِ علی مصدر

وہ کرے مُہر تو فرمانِ قضا ہو جاری دستخط اس کے ہیں طغرائے منشورِ ظفر

ذرّہ صحرائے عنایت کا ہے ربعِ مسکون قطرہ دریائے لطافت کا ہے چرخِ اخضر

صاحبِ تخت جو رکھتا ہے جدائی اس سے مثلِ طاؤس جدا سر سے ہے اس کے افسر

ابھی کرنے لگیں دیندار پرستش اس کی (۸۰) بت جو سنگِ درِ عالی سے تراشے آزر

بخششِ عام کی توصیف ہے دریا دریا ہمتِ خاص کا آوازہ ہے کشور کشور

فیض کہتے ہیں اسے جس نے جو مانگا پایا گل دیے اس نے زمیں کو تو فلک کو اختر

سیکڑوں وصف ہیں کس کس کا بیاں کوئی کرے ایک شمّہ نہ ہو کاتب جو لکھے سو دفتر

رائے روشن نے جہاں سایۂ عالی ڈالا جرمِ خورشیدِ جہاں تاب ہوا حلقۂ در

لوگ کہتے ہیں کہ ہے مہر کے پہلو میں ہلال (۸۵) تیغ ہوتی ہے کسی روز اگر زیبِ کمر

دستِ ہمت مرے ممدوح کے ہیں دو چشمے اس کو کہتے ہیں جو تسنیم تو اس کو کوثر

واہ جاں بخش ہے کیا مجلسِ عالی کی ہوا طرفِ صحنِ گلستاں ہو اگر اس کا گزر

گوشِ گل میں ابھی ہو جائے سماعت پیدا دیدۂ نرگسِ شہلا کو ہو یارائے نظر

وہی حق بیں ہے جسے اس رخِ روشن کی ہے دید وہی حافظ ہے جسے مصحفِ رب ہے ازبر

بھول کر دے جو کوئی اس درِ دنداں سے مثال (۹۰) لعل آسا رخِ گوہر ہو خوشی سے احمر

سایۂ قد میں ہے آرام سے سب خلقِ خدا ہے علمدار کے ہمراہ یہ سارا لشکر

اس کی بخشش کی ہوا ہو جو ہوا میں شامل تابشِ برق کی جا ابر سے ہو بارشِ زر

شست سے تیر جو چھوٹے تو ہو نسرین شکار سرِ مریخ جدا ہو جو وہ کھینچے خنجر

اس کی ہستی سے ہوئی خلق میں پیدائشِ خلق کہ چمکتا ہے کہیں رنگِ عرض بے جوہر

ملکِ دانش میں ہو کیا جہل کے یاجوج کا دخل (۹۵) قوتِ عقل سے کھینچی ہے سدِ اسکندر
تیغِ ایما سے ہوا بند ہر اک تیغ کا دم
تیرِ فرماں سے ہوئے قطع ہر اک تیر کے پر
ہو شررِ مورِدِ آفت جو جلائے پنبہ
شمعِ روشن جو بجھائے ہو معاتبِ صرصر
حالِ اجرام یہ ہے رائے منور کے حضور
جیسے ذراتِ زمیں عاشقِ مہرِ انور
بادۂ لطف سے وہ جان دوبارہ پائے
عمرِ مے کش کا جو لبریز ہوا ہو ساغر

.. .. (۱۰۰) .. ..

جنگ میں کرتی ہے یہ تیغ سپر دو ٹکڑے
جس طرح چرخ پہ انگشتِ پیمبر سے قمر
ہو جو اونچی تو کرے شیرِ فلک کو چورنگ
ہو جو نیچی تو کٹے گاوِ زمیں کا پیکر
اس طرح جنگ میں سر تن سے گراتی ہے تیغ
نخل سے گرتے ہیں جس طرح کہ آندھی میں ثمر
دو ہی چالوں میں کیا چار عناصر کو مطیع
چار حملوں میں مسخر ہوئے ساتوں کشور
تیز رو صورتِ خورشید ہے توسن کہ جسے (۱۰۵) باختر سے ہے طریقِ دو قدم تا خاور
دامنِ زیں نہیں اڑتے ہیں ہوا سے دمِ سیر
کسی طائر نے یہ پرواز کو کھولے شہپر
تیز تر ماہیِ دریا سے ہے سیلانِ دریا
گرم رہ مرغِ ہوا سے بھی ہوا کے اندر
آب نرمی میں تو گرمی میں وہ آتش سے ہوا
خاک سے اصل مگر تیز ہوا سے بڑھ کر
گردشِ دیدۂ راکب اسے چلنے میں عناں
تازیانہ دمِ رفتار اسے تارِ نظر
بس امیرؔ آگے نہ بڑھ روک عنانِ خامہ (۱۱۰) عذرِ تقصیر ہے لازم دمِ اظہارِ ہنر
پاؤں اس راہ میں قاصر ہیں سرِ عجز نگوں
مدحِ ممدوح حقیقت میں نہیں حدِ بشر
ہاتھ اٹھا بہرِ دعا جلد کہ ہے وقتِ دعا
وا فرشتوں نے کیے در سے ابوابِ اثر
جب تلک لالہ و گل سے ہے گلستاں کی بہار
جب تلک چرخ پہ ہے جلوۂ خورشید و قمر

نخلِ امید میں یارب گلِ مقصد پھولیں
مہرِ اقبال فروزندہ رہے تا محشر

---

(۲)

در مدح نواب سید حامد علی خاں

سلطانِ شرق نے جو بصد عز و افتخار — برجِ حمل کو آکے کیا تختِ زرنگار
پہنچے خطِ شعاع کہ سب مستعد رہیں — جتنے قوائے نامیہ کے ہیں رسالہ دار
دربار گرم تھا کہ خبر دی یہ ناگہاں — ہرکارے نے صبا کے کہ اے شاہِ نامدار
غارت گرِ خزاں نے کیا ملک کو خراب — اڑتی ہے خاک شہر میں ویران ہے دیار
جمعیتِ کثیر سے آیا ہے لوٹنے (۵) دیکھو جدھر علم ہیں بگولوں کے آشکار
اتنی سپاہ ہے کہ نہیں انتہا کہیں — ذرات کے پیادے ہیں خاشاک کے سوار
افسر ہیں فوج میمنہ و میسرہ کے دو — اس کا سموم نام ہے اس کا لقب غبار
اوراقِ خشک نوبت و نقارہ کی جگہ — گویا ہوا کے گھوڑے پہ ہیں نوبتی سوار
کالی ہیں وردیاں کہیں خاکی ہیں وردیاں — اک زاغ کا گروہ ہے اک بوم کی قطار
آندھی کا اس کے ساتھ ہے اک خیمۂ سیاہ (۱۰) صرصر رسن ستون شجرِ خشک و خاردار
یہ سن کے غیظ خسروِ خاور کو آگیا — فرماں ہوا کہ جمع ہو سب لشکرِ بہار
توپیں ہوں برق و رعد کی سروقتِ کارزار — گولے ڈھلیں تگرگ کے کہدو سحاب سے
پھولوں کی پلٹنوں کو ملیں سرخ وردیاں — پہنیں لباسِ سبز سوارانِ شاخسار
موجوں کے ہر طرف سے زرہ پوش آئیں جلد — فوارہ ہائے آب کے حاضر ہوں نیزہ دار
قطروں کے یکہ تاز دکھا دیں دلاوری (۱۵) فوراً رواں ہوں تیغ گزارانِ جوئبار
رکھیں سروں پہ خود بہادر حباب کے — ترکش سجیں بدن پہ دلیرانِ آبشار
نامی جو ہیں سپاہ میں وہ انتخاب ہوں — لشکر کے افسروں کا الگ چاہیے شمار
شمشیر خانِ بید سرافراز خانِ سرو — آزاد بیگِ سوسن و میر آتشِ چنار
خیرات بیگِ خیری و گل بیگِ جعفری — آقا بداغِ لالہ خشن خانِ کوکنار
شاداب بیگِ سبزہ صفا بیگِ نسترن (۲۰) خواجہ ملیح زنبق و خواجہ بزرگِ نار
تقسیم ہوں سلاح جوانانِ باغ کو — قتلِ عدو میں کام جو دیں وقتِ کارزار

صد برگ کی زرہ ہو تو سنبل کی ہو کمند — گل کی سپر ہو شاخ کی شمشیر آبدار
بے حد ٹپیں سپاہ میں غنچوں کی پچکیں — سورج مکھی کے خود ہوں تقسیم بے شمار
چار آئینے سہ برگی کے تن پر کریں درست — کیلاوں کے نیزے پائیں جوانانِ نیزہ دار
اس فوج کے سوا ابھی کچھ آئے کمک کو فوج (۲۵) سو ایک سمت سے تو کسی سمت سے ہزار
شاہین و باز و جرّہ کلنگ و خروس و بط — کبک و تدرو فاختہ و طوطی و ہزار
طاؤس کی سپاہ بھی کنجشک کی بھی فوج — سرخاب کا بھی غول، کبوتر بھی بے شمار
قازوں کا اک گروہ عقابوں کی ایک صف — ٹکڑی ہو کوٹلوں کی پپیہوں کی بھی قطار
فرمانِ شاہِ شرق سے پھر بعدِ جائزہ — لشکر ہوا روانہ پئے قصدِ کارزار
گھوڑے ہوا کے جھونکوں کے لکوں کے فیلِ مست (۳۰) لاکھوں گلِ پیادہ ہزاروں گلِ سوار
فوجِ خزاں ادھر بھی جمائے ہوئے پرے — آمادہ ہر گروہ ہر اک صف ہر اک قطار
آنکھوں پہ ایسے پڑ گئے پردے غرور کے — ذرّوں کی فوج لے کے بڑھا افسرِ غبار
سوجھا نہ کچھ کسی کو زمانہ ہوا سیاہ — آندھی کی طرح چھا گئی وہ فوجِ نابکار
ایسے ہوئے بلند علم گرد باد کے — چکر میں آ گئی خردِ چرخِ کج مدار
فوجِ بہار نے بھی کیا قصدِ کشت و خوں (۳۵) جنبش ہوئی بڑھے علمِ سروِ جویبار
کیں افسرِ سحاب نے تردستیاں عیاں — کف تھا دہن میں ہاتھ میں تھی تیغِ کوہسار
لکوں کے احدیوں نے اٹھائے جو بادپا — ترکانہ ترکتاز سے محشر تھا آشکار
توپیں ہزارہا جو چلیں رعد و برق کی — تھا زلزلہ زمیں کو ہوئے کوہ رعشہ دار
سر اڑ گئے جدھر گئے گولے تگرگ کے — قطروں کی گولیاں ہوئیں ان کے جگر کے پار
پشت و پناہ اس کے جو تھا افسرِ سموم (۴۰) تھے گرم جست و خیز خس و خاک کے سوار
پھولوں کے سرخ پوشوں نے ایسی لگائی آگ — جل جل کے خاک ہو گئے وہ تیرہ روزگار
خنجر گزار سوسن و کلگوں سوار گل — ایسے بڑھے کہ گھٹ گئے خاشاک کے سوار
غربال چھن کے ہو گئے ان ناکسوں کے تن — غنچوں کے گل چلوں نے یہ دی گولیوں کی مار
جو جھاڑیاں تھیں جھاڑ کے مانند جل اٹھیں — اوراقِ خشک جل کے بنے پھلجھڑی انار
کیا وقت پہ مدد کمکی فوج نے بھی کی (۴۵) کیا کیا شکار گاہِ چمن میں ہوئے شکار
اس فوج میں سپہ جو بگولوں کے تھے علم — طاؤس سب نکل گئے ان کو سمجھ کے مار

طاقت تھی بوم کی کہ ہمائے ہو ہم نبرد — کیا زاغ عندلیب سے ہوتا بھلا دو چار
دم بھر میں صاف ہو گیا میداں اِدھر اُدھر — ذرّے چھپے تو خاک برابر ہوا غبار
کیا افسرِ سموم کی چلتی کہ ابر نے — ٹھنڈا کیا لگا کے اسے تیغِ آبدار
گرجا جو ابر فتح کا نقارہ بج گیا — (۵۰) تھا شادیانہ زمزمۂ قمری و ہزار
سامانِ بزم ہو گیا میدانِ رزم میں — کیا کیا ئے طرب کے چلے جام خوشگوار
فرشِ زمرّدیں جو بچھا سبزہ زار میں — مسند لگائے لالہ دریچاں نے بوٹے دار
افسر جو تھے سپاہ کے بیٹھے وہ صف بہ صف — گل گوں کسی کا رخت کسی کا تھا زرنگار
ٹھاٹھر تھے روشنی کے کہ مہندی کی ٹٹیاں — ہر سرو شکلِ سروِ چراغاں تھا نور بار
مطرب تھے عندلیب تو قوال فاختہ — (۵۵) طاؤس رقص کرتے تھے محفل میں بار بار
غنچے سبو تھے لالہ و گل ساغرِ شراب — مینائے سبز فام ہر اک سروِ جوئبار
جنبش میں بادِ تند سے آتے تھے درخت — مے پی کے جھومتے تھے وہ مستانِ بادہ خوار
مہتابی ماہتاب تو ہر پھول پھلجھڑی — بن کر انار چھوٹ گئے ہر طرف انار
شبنم نے پائے گوہرِ غلطاں گلوں نے زر — جاری ہوا یہ فیضِ شہِ ابرِ نو بہار
رومالِ سرخ دوشِ شقائق پہ چار باغ — (۶۰) شبنم سے پھول پہنے ہوئے موتیوں کے ہار
پھولا کہیں درمنہ، کہیں اشرفی کے پھول — لاکھوں درم تو اشرفیاں بٹ گئیں ہزار
دیکھا یہ رنگ میں نے پہنچ کر جو باغ میں — اور پوچھی وجہ جشن تو یہ بول اٹھی ہزار
یہ جشن اس کی فتح کا ہے جو سپاہ ہے — زیرِ لوائے حضرتِ نوابِ نامدار
حامد علی خان بہادر فلک شکوہ — زیبا ہے جس کی شان میں مطلع یہ آبدار

مطلع

اے شانِ حیدری ز جبینِ تو آشکار — (۶۵) نامِ تو در نبرد کند کارِ ذوالفقار
کہتے ہیں جس کو خسروِ خاور وہی تو ہے — عالم ہے خوانِ فیض سے اس کے وظیفہ خوار
انگشتری کا اس کی دو پلکا ہے اک نگیں — کرتے ہیں جس کو دولتِ کونین اعتبار
کچھ تیغِ حادثات سے دہشت نہیں کہ ہے — جوشن دعائے خلق سپر ظلِ کردگار
منہ پر چڑھے معاندِ مرحب سرشت کیا — اس کی نگاہِ قہر بکر رہے ذوالفقار
اے فکر لکھ وہ مطلعِ روشن بسانِ مہر — (۷۰) پھر پھر کے چرخ جس پہ ستارے کرے نثار

مطلع

واقف ہو اس کی قدر سے اے اہلِ روزگار
یہ نامور ہے تخت نشینوں کا تاجدار

کانوں کو چاہیے کہ سنیں اس کی گفتگو
آنکھوں کو چاہیے رہیں ان آنکھوں سے دوچار

وہ دل ہے شاد شاد جو اس رخ پہ ہے فدا
وہ سر ہے سرفراز جو ہو پاؤں پر نثار

اے عقل اختیار کر اس کی مصاحبت
اے ہوش بن ندیم اگر تو ہے ہوشیار

اے علم اس کے دل میں جگہ کر کہ پائے فیض (۷۵)
اے خُلق رہ قریب کہ ہو اور عطر بار

اے باغ آ گیا اسے گل گشت کا خیال
سیمِ شگوفہ و زرِ گل اس پہ کر نثار

اے بحر دیکھ قصد ہے ساحل پہ گشت کا
کہہ دے صدف سے نذر کرے درِّ شاہوار

اے کان سوئے کوہ سواری نے رخ کیا
تو بھی اتار صدقے میں یاقوتِ آبدار

اے آسمان تیری طرف اس کی ہے نگاہ
گلدستہ باندھ تارِ شعاعی سے اس پہ وار

اے مہر تجھ پہ ہے کرمِ سایۂ کرم (۸۰)
کر پیش کش کوئی طبقِ زر پئے نثار

اے ماہتاب مدت سے توجہ ہے تیری سمت
پھر پھر کے اس کے گرد تصدق ہو ہالہ دار

اے مشتری جو تجھ کو سعادت کی ہے طلب
آ کر ہمائے بخت کی صورت ہو خود شکار

اے زہرہ چاہیے جو تجھے اپنی آبرو
کر نغمہ ہائے تر کا رواں جلد جوئبار

درکار اے عطارد اگر تجھ کو ہے فروغ
لکھ اس کی مدح میں تو کوئی نثرِ دُرنثار

مریخ سرکشی کا یہ ہرگز نہیں مقام (۸۵)
دے تیغ اس کو نذر جھکا فرقِ انکسار

پائے گا اے زحل کبھی ایسا نہ وقت پھر
بوسے قدم کے لے کے مٹے ظلمتِ غدار

خدمت ضرور چاہیے آگاہ کر دیا
یہ وہ ہے جو فقیر کو کرتا ہے شہریار

یہ وہ ہے جس کا فیض ہے آفاق پر محیط
یہ وہ ہے جس کا عدل ہے مشہورِ روزگار

یہ وہ ہے جس کا علم ہے دریائے بیکراں
یہ وہ ہے جس کے حلم کو کہتے ہیں کوہسار

یہ وہ ہے جس کے نطق پہ ہے ناطقہ فدا (۹۰)
یہ وہ ہے جس کے درک پہ ہے مدرکہ نثار

یہ وہ ہے جس کے پاؤں کے نیچے ہے تختِ جم
یہ وہ ہے جس کے فرق پہ ہے تاجِ افتخار

یہ وہ ہے جس پہ چشمِ کرم ہے رسولؐ کی
یہ وہ ہے جس کو حق نے دیا سب کچھ اختیار

چاہے جو یہ تو ذرہ چمک کر ہو آفتاب
چاہے جو یہ تو قطرہ بنے بحرِ بے کنار

چاہے جو یہ تو خارِ خشک ہوں گل و سمن
چاہے جو یہ تو بید و صنوبر ہوں میوہ دار

چاہے جو یہ مگس کو ملے رتبۂ ہُما
(۹۵) چاہے جو یہ تو زاغ ہوں طاؤسِ زرنگار

چاہے جو یہ زمیں کو ملے رفعتِ سپہر
چاہے جو یہ تو پائے خزاں نزہتِ بہار

چاہے جو یہ تو روز ہو تاریک مثلِ شب
چاہے جو یہ تو بیس کو کر دے ابھی نہار

چاہے جو یہ تو صید کرے ماہیٔ زمیں
چاہے جو یہ تو چرخ پہ نسرین ہوں شکار

چاہے جو یہ تو چل نہ سکیں تھم رہیں فلک
چاہے جو یہ تو رک رہیں جاری نہ ہوں بحار

خاصِ خدائے پاک ہے ممدوح اے امیر
(۱۰۰) کچھ عرضِ حال بھی ہو بعنوانِ اختصار

شرم آتی ہے مگر سرِ دربار ذکر سے
کس طرح صاف صاف ہو اظہارِ حالِ زار

ہو ایک فکر تو ہو کنایے سے بھی ادا
فکریں کئی ہیں درپئے آزارِ جاں نثار

اتنی مگر ہے عرض کہ اے شاہِ حق شناس
اڑتیس سال کا ہے دعا گو وظیفہ خوار

اب وقت رحم کا ہے کہ امراضِ صعب سے
قابو میں ہے دماغ نہ دل پہ ہے اختیار

ہو ایسی پرورش کہ علائق کی فکر سے
(۱۰۵) فارغ ہو اب یہ پیرِ ضعیف و نحیف و زار

یادِ خدا میں محو دعا رات دن رہے
با صد ہزار عجز بدرگاہِ کردگار

یارب یہ جاہ و دولت و اقبال حشر تک
آباد زیرِ حکم یہ شہر اور یہ دیار
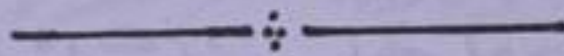
— ⁂ —

داغ

در مدحِ نواب میر محبوب علی خاں

یں ہوا بادیہ پیما طرفِ ملکِ دکن — سرمۂ چشمِ غزالاں ہوئی گردِ دامن
نازنینوں کی کمر، بید کی شاخِ لرزاں — موجۂ ریگِ رواں زلفِ پریشاں کی شکن
بسترِ قاقم و سنجاب بنا سبزۂ دشت — تکیۂ مخمل و کمخواب ہر اک خشتِ کہن
قطرۂ شبنمِ ہر خار سے گوہر بے آب — زرد روئے لالۂ کہسار سے ہر لعلِ یمن
شاخِ آہو پہ گماں پیچ و خمِ کاکل کا (۵) سبزۂ دشت میں ہے سبزۂ نوخط کی پھبن
ذرّے ذرّے سے نمودار فروغِ انجم — جادے جادے سے عیاں کاہکشاں کا جوبن
دیکھے کوسوں سے مسافر کہ یہ منزل آئی — صبحِ صادق کی طرح شامِ غریبی روشن
خاک اس دشت میں اڑتی ہے کہ اڑتا ہے عبیر — آگے اس خاک کے مٹی اثرِ مشکِ ختن
قوتِ نامیہ اس جوش پہ اللہ اللہ — دانہ موتی کا جو بوئیں تو ہو خرمن خرمن
چوکڑی بھولے جو اس دشت کی سونگھے خوشبو (۱۰) کہ یہاں آہوئے تاتار کا ہو نشہ ہرن
خارِ صحرا اسے انگلی کے اشارے سے بتلائے — راہ بھولے جو مسافر کوئی آوارہ وطن
دیدۂ غولِ بیاباں نے جلائی مشعل — ہر بگولے سے عیاں رقصِ بتِ نسریں تن
زندہ رہتا ہے تنِ عابدِ مرتاض کی شکل — خشک ہو کر بھی بیاباں میں یہاں نخلِ کہن
شجرِ طور کے مانند منور ہر نخل — مل گیا کیا کہیں اس دشت سے دشتِ ایمن
آسماں سبز قدم ہو کے بنا سبز اختر (۱۵) عکس افگن جو ہوا سبزۂ کہسار و دمن
ندیاں کوہ کی ہیں رشکدۂ جوئے شیر — جن سے پھیکی پڑی فردوس کی بھی نہرِ لبن
موجیں کرتی ہوئی پھرتی ہے صبا مثلِ نسیم — لہلہاتے ہوئے سبزے کا نرالا جوبن
حوریں پانی بھریں پنگھٹ کا جو دیکھیں جمگھٹ — ہے اس انداز کا ہر ایک بتِ سیمیں تن
ایسے جھرمٹ کیے باہم ہیں ثریا تمثال — کہ زمیں پر نظر آنے لگے پروین و پرن
اشہبِ خامۂ چالاک کی پھرتی ہے عناں (۲۰) صفتِ دشت و جبل سے طرفِ شہر و چمن

قوّتِ باصرہ و شامّہ تم کو ہو نوید باغ کی مدح میں گل کھلتے ہیں گلشن گلشن

مطلع

وہ طراوت کا اثر ہے کہ دمِ سیرِ چمن پانی دینے لگے یوسف کا یہاں چاہِ ذقن
برگ برگِ گل و گلزار یہاں تک پھیلا جس سے کوتاہ ہے گل چیں کا سراسر دامن
لالہ و گل نے جو پہنی ہے قبائے رنگیں دیتی ہے خلعتِ نوروز بہارِ گلشن
قلقلِ شیشہ کی آواز ہے بستاں بستاں (۲۵) توبۂ مے پہ تقاضا ہے کہ بشکن بشکن
نو عروسانِ چمن مست ہوئے ہیں کیا کیا کھینچتی ہے کمرِ سرو کو بھی شاخِ سمن
وہ رطوبت کا اثر ہے کہ چمن میں خورشید گوہرِ شبنمِ شاداب سے بھر لے دامن
بو بیے تخمِ محبت کو تو پیدا ہو وفا ڈالیے پرتوِ رُخ کو تو اُگے سیبِ ذقن
لائے گر فصلِ خزاں کو فلکِ نیلی رنگ نیلی پیلی ہو غضب دیکھ کے اس کو سوسن
پرِ پروانہ جھلے پھولوں کا پنکھا ایسا (۳۰) کہ مٹے شمع کی بھی دل کی لگن دل کی جلن
کیا عجب پہنچے وہاں تک اثرِ فیضِ بہار فلسِ ماہی بھی کھلیں صورتِ گلہائے چمن
گر یونہی فصلِ بہاری کو رہا جوشِ عروج شاخِ طوبیٰ میں عجب کیا ہے کھلے نسترن
کس طرح دستِ حنائی نہ کرے نخلِ چنار تیغِ اردی سے بہا پھرتا ہے خونِ بہمن
شہر اس شہر کا ہے نام یہی بلدہ ہے فخرِ کلکتہ و مدراس، نظیرِ لندن
ثانیٔ خلد و ارم بانیٔ تزئین و حشم (۳۵) رشکِ چین و ختن، غیرتِ بغداد و عدن
چھپ گئے سقفِ فلک یوں تہِ ایوانِ بلند تشتری ڈھانک دے جس طرح کوئی زیرِ لگن
روشنی ایسی جواہر کی دکانوں میں عیاں جن کے نظّارے سے ہو چشمِ تمنا روشن
ایسے عشرت کدے میں کیوں نہ ہو خلقت لٹّو ایسے امن میں نہ کیونکر ہو زمانہ ایمن
شحنۂ عدل کا وہ خوف ہے بازاروں میں نہیں ممکن کہ جو برتن سے بھی کھڑکے برتن
ہاتھ باندھے ہوئے پھرتے ہیں یہاں دستِ دراز بھی لب سیے رہتے ہیں بیہودہ سرا وقتِ سخن
ذی خرد اتنے ہیں ذی فہم ہیں اتنے کہ یہاں کیا قباحت ہے اگر ما کی جگہ بولیے من
ناظم و ناثر و فرزانہ و دانا و ادیب عالم و عاقل و علّامہ ہر اک ماہرِ فن
حیدرآباد کا بجتا ہے جہاں میں ڈنکا نوبتیں کیوں نہ بجیں دھوم ہے بادن بادن
طفلِ مکتب بھی پڑھاتا ہے فلاطوں کو سبق خلق ہوتا نہیں اس شہر میں کوئی کودن

حیدرآباد سے کیوں جائے کہیں عیش اَبد (۴۵) خوشتر از ملکِ سلیماں نہ ہو کیوں حبِّ وطن
دشت و کوہ و چمن و شہر کی بالائی سے　　　ایسی تشبیب کو زیبا ہے کہیں چار چمن
چمن آرائے دکن خسروِ فیاض و جواد　　　جس نے شاداب کیا آبِ کرم سے یہ چمن
مدح میں اس کی پڑھوں مطلعِ رنگیں ایسا　　　جس سے اے داغ ہو شرمندہ بہارِ گلشن

مطلع

خسروِ تیر فگن، تیغ فگن، شیر فگن　　　میر محبوب علی خاں مَلکِ مُلکِ دکن
دادگر، دادِ دہ و دادرس و دادرساں (۵۰) فخرِ دیں، فخرِ نگیں، فخرِ زماں، فخرِ زمن
پاک دل، پاک نفس، پاک نظر، پاک نہاد　　　نیک خو، نیک سیر، نیک روش، نیک چلن
قدرداں، قدر کُن و قدر فزا، قدر شناس　　　حاکمِ علم و عمل بادشہِ فہم و فطن
آفتابِ شرف و اوجِ مہِ عزّ و علا　　　شمعِ کاشانۂ دیں، اخترِ بختِ روشن
قاطعِ بغض و حسد، قامعِ بیداد و ستم　　　بانیِ عیش و طرب، ماحیِ آلام و حَزَن
مجمعِ جود و سخا، مصدرِ الطاف و عطا (۵۵) معدنِ حلم و حیا، مخزنِ اوصافِ حسن
صاحبِ جاہ و حشم، وارثِ دیہیم و سریر　　　مالکِ سیف و قلم، ظلِّ قدیرِ ذوالمن
تیرے انوار کا پرتو ہے کہ ہے پرتوِ مہر　　　تیرے اخلاق کی خوشبو ہے کہ خوشبوئے چمن
ہاتھ ڈالا ہے محالات میں بخشش نے تری　　　کہہ سکے کون عطا کو تری مَہما اَمکن
وہ گہربار ترا دستِ کرم ہے شاہا　　　آگے اس فیض کے پانی بھرے بھادوں کی بھرن
ہُن برستی ہے دکن میں یہ مثل ہے مشہور (۶۰) تو نے برسائے گہر فیض سے معدن معدن
فیض ہے کوہ و بیاباں کو بھی ہنگام نثار　　　لیتے ہیں لعل و گہر دونوں بچھا کر دامن
کوئی سختی کرے اس عہد میں کیا ممکن ہے　　　موم سے بڑھ کے ہوا نرم مزاجِ آہن
عہد میں تیرے جو معدوم ہے کیا ہے یہ ہے　　　کاوش و کینہ و آزار و غم و رنج و محن
جودِ سلطاں سے وہ ممنوع ہیں طرز سوال　　　زخم پھیلائے جو دامن تو بنے تر دامن
وہ بھی چھپ چھپ کے یہاں دیکھتا ہے اپنی موت (۶۵) زخم میں ٹانکے ہیں یا درد کے در پہ چلمن
حکمت آموزِ فلاطوں ہے تری عقلِ سلیم　　　بات پختہ ہے تری، رائے تری مستحسن
ریشۂ بیخِ زقوم اس کو بناتی ہے زمیں　　　تیرے اعدا کا نہ بیکار گیا تارِ کفن
آتشِ قہر سے رستم کا بھی ہو زہرہ آب　　　شمع کی طرح سے گل جائے تنِ روئیں تن

تیرے مدّاح ہیں سب اہلِ نظر، اہلِ کمال   آنکھ میں گھر ہے ترا تو ہے زباں پر مسکن
سو زبانیں گلِ صد برگ سے لے قرض ہزار   (۷۰) تو کرے لاکھ طرح سے وہ تری مدحِ سخن
ہیں ترے عہدِ عدالت میں شکستہ احوال   دل شکن، عہد شکن، توبہ شکن، روزہ شکن

.. ..

جھرّیاں پڑ گئیں آخر کو رخِ توبہ پر   عصمتی اس کو سمجھتے ہیں جو ہیں توبہ شکن
منہ چڑھے کون تری تیغ کے یہ کوہ شگاف   سر شکن، صف شکن، آہن شکن، البرز شکن
ایک ہی وار میں تلوار کرے دو ٹکڑے   (۷۵) مغفر و بکتر و چار آئینہ، خفتان، جوشن
اتنی حاصل ترے اعدا کو سبک دوشی ہے   تیری تلوار اڑا دیتی ہے تن سے گردن
کیا ترے اسپِ پری وش کی کروں میں تعریف   خوب سے خوب خوش اسلوب سراسر ہمہ تن
سینہ چوڑا ہے، نلی چوڑی ہے، سُم چوڑے ہیں   جتنی چھوٹی ہے کمر اتنی بڑی ہے گردن
یال، دم، پاؤں، شکم، کان، کنوتی، پٹھے   ڈھل گئے حسن کے سانچے میں سب اعضائے بدن
جست میں برق ہے اُڑنے میں پری گشت میں چرخ   (۸۰) پھر سبک رو صفتِ بوئے بہارِ گلشن
نہ بندھے اسپِ فلک سیر فلک سے ہرگز   گر بنے قوسِ قزح اس کی پچھاڑی کی رسن
اللہ اللہ رے اس تیز روی کی تاثیر   نام لے اس کا تو ہو صاف زبانِ الکن
اتنی سرعت سے نہ ہرگز خبر آتی جاتی   تارِ برقی میں ہے آمیزشِ نعلِ توسن
فلک آسا وہ ترا فیل کہ جس کے آگے   ریزۂ سنگ و خزف سے ہیں سبک کوہ و دمن
ہیں ترے فیل کے دانتوں پہ سنہری چوڑے   (۸۵) یا سرِ طور پہ کافور کی شمعیں روشن
یوں سرِ فیلِ سیہ زرد عماری تاباں   شب کو جس طرح سے ہو چرخ پہ مہ جلوہ فگن
ڈر کے رکھتا ہے قدم برجِ اسد میں خورشید   دیکھ کر فیلِ شکاری کو ترے شیر فگن
طمطراق اور تری فوج کا وہ زرق برق   لیس ہر طرح سے ہر ایک رسالہ پلٹن
دکنی و عربی، کابلی و پنجابی   ہر سپاہی ترے لشکر کا ہے رشکِ بیژن
داغِ مدّاح و ثناخوان و ستائش پیرا   (۹۰) اس دعا پر تری کرتا ہے بس اب ختمِ سخن
جب تک آفاق میں ہو دولت و ثروت کی نمود   جب تک افلاک پہ ہوں اختر و انجم روشن
جب تک انداز پہ ہے حسن و جمالِ دلکش   جب تک اظہار پہ ہے رنگِ گل و نسترن
جب تک آوازۂ اقبال ہو آویزۂ گوش   جب تک اندازۂ عشرت ہو بہ اندازِ جشن

جب تک انجام کو پہنچے فلکِ پیر کی عمر　　جب تک آفت سے ہوں محفوظ زمین اور زمن

جب تک اسلام کا ہے نام جہاں میں قائم (۹۵) جب تک اس نام سے آباد ہے یہ دیر کہن

بلبلیں شیفتہ جب تک ہوں بہارِ گل پر　　اور پروانہ نثارِ سرِ شمعِ روشن

حسنِ معشوق میں جب تک ہو کمالِ تاثیر　　دلِ عاشق میں گھبی جاتی ہو تیکھی چتون

تو سلامت رہے، آباد رہے، شاد رہے　　زار ہو، خوار ہو، ناچار ہو تیرا دشمن

تیری اولاد کی کثرت ہو تری نسل سے یوں　　جیسے اک دانے سے پیدا ہوں ہزاروں خرمن

سرخ رو داغ ہو یوں خلقِ کرم سے تیرے
پرتوِ مہر سے جس طرح بنے لعلِ یمن
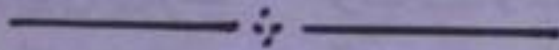
جلاؔل لکھنوی

در منقبتِ امامِ زماں صاحب الامر علیہ السّلام

میں شب کو بند کیے دیدۂ تماشا بیں ۔۔۔ بغور دیکھتا تھا سیرِ آسمان و زمیں
جہان کے تھے نشیب و فراز پیشِ نگاہ ۔۔۔ فلک نشیں تھا کبھی اور گاہ خاک نشیں
کبھی زمیں پہ افتادہ شکلِ نقشِ قدم ۔۔۔ کبھی غبار کے مانند فوقِ چرخِ بریں
کبھی تھا پیرِ مغاں مے کشوں کے جلسے میں ۔۔۔ کبھی تھا زاہدوں کی انجمن میں قبلۂ دیں
شریکِ حال کہیں صوفیوں کے وجد میں تھا (۵) کہیں تھا رونقِ بزمِ مشائخِ حق بیں
مقیم صورتِ راہب کبھی کلیسا میں ۔۔۔ کبھی تھا خانۂ کعبہ میں اعتکاف گزیں
کہیں تھا ناقۂ لیلیٰ کے زنگ کی آواز ۔۔۔ کہیں تھا آہِ دلِ قیس کی صدائے حزیں
کہیں تھا ذوقِ چششِ تلخ کامیِ فرہاد ۔۔۔ کہیں تھا نازکشِ دل ربائیِ شیریں
کبھی تھا ساقیِ محفل کبھی تھا ساغر کش ۔۔۔ کبھی سرور سے مملو کبھی خمار آگیں
کبھی حسینوں کے عیش و نشاط کا دن تھا (۱۰) کبھی شبِ غم و اندوہِ عاشقانِ حزیں
کہیں ترنمِ خنیا گرانِ گل رخسار ۔۔۔ کہیں چمانیِ مہ وش کا بادۂ رنگیں
کہیں تھا رونقِ گلزار صورتِ گلبن ۔۔۔ کہیں تھا طرۂ گلہائے دامنِ گلچیں
کہیں نسیمِ سحر کی طرح چمن میں دواں ۔۔۔ کہیں تھا غنچوں میں مثلِ شمیم گوشہ نشیں
جمالِ نرگس و گل کی کبھی تھی گل چینی ۔۔۔ کبھی تھا محوِ تماشائے لالہ و نسریں
کبھی تھا اپنے تجسّس میں آپ ہی خود گم (۱۵) کبھی تھا اپنے ہی حالِ تباہ کا خود بیں
یکایک آگئی نیند اور بن کے پھرنے لگی ۔۔۔ مری نگاہوں میں اک نازنینِ مہ تمکیں
وہ نازنیں کہ شرم و حجاب پر جس کے ۔۔۔ ہزار دل سے فدا شاہدانِ پردہ نشیں
وہ بے قرار وہ بے چین ایسی گرما گرم ۔۔۔ چمک کے برق صفت جا رہے کہیں کی کہیں
خدا کی شان نظر آ گئی ز سرتا پا ۔۔۔ گماں پری کا تھا اس پر تو حور کا تھا یقیں
وہ رشکِ بدر وہ ہلال ابرو اور پیشانی (۲۰) وہ مانگ جس سے خجل کہکشانِ چرخِ بریں
رسائیاں مرے طالع کی تھے رسا گیسو ۔۔۔ ستارہ بخت کا تھا خالِ عارضِ رنگیں

سوادِ شام شبِ قدر شام زلفوں کی — نمونۂ سحرِ روزِ عید صبح جبیں
چمک سے جس کی چکا چوند چشمِ انجم کی — دکھا رہی تھی وہ افشاں جمالِ نور آگیں
وہ کان کانِ جواہر نثار ہو جس پر — وہ کان حلقہ بگوشوں میں جن کے جلوہ جبیں
وہ آنکھیں نرگسِ مخمور پر جو چشمک زن (۲۵) کبھی نہ چار کرے جن سے آنکھ آہوئے چیں
کہوں میں گالوں کو کس طرح چاند کا ٹکڑا — کہ ان میں چاند میں تھا فرقِ آسمان و زمیں
وہ بینی اس کی جو بینا کا کر دے ناک میں دم — پھڑک وہ نتھنوں کی جس پہ پھڑک اٹھیں خود بیں
لبِ دہاں تھے وہ شیریں جو ان کا وصف سنے — تو زہر کھا کے ضرور اپنی جان دے شیریں
تبسمِ سحری صدقے اس تبسم پر — نثارِ گوہرِ دنداں تھے گوہرِ پرویں
وہ خوشنمائی چاہِ ذقن کہ خود جس میں (۳۰) گرا دے یوسفِ دل آپ کو شک اس میں نہیں
گلا تھا نور کا رشکِ صراحیٔ مئے ناب — ابھر کے سینہ دکھاتا تھا جامِ بلوریں
کچیں وہ ابھری ہوئی برچھیوں کی تھیں انیاں — جو کھب کے نظروں میں سینے کے پار ہوتی تھیں
وہ دونوں شانہ و بازو بھرے بھرے تھے سڈول — نگاہیں ہاتھ بڑھا کر بلائیں لینے لگیں
وہ انگلیاں تھیں کہ یاقوتِ ناب کی قلمیں — کلائیاں تھیں کہ ہیرے کی شاخیں ترشی ہوئیں
یقیں ہے ملنے لگے ہاتھ پنجۂ مرجاں (۳۵) جو دیکھ پائے وہ اس شوخ کی کفِ رنگیں
کمر کا اس کی نہ تھا ہستی و عدم میں نشاں — ہزار ڈھونڈھے کوئی کچھ پتہ یہیں نہ وہیں
وہ زیبِ پیکرِ انور کی خوشنما ساقیں — بنائے حسن کے تھے دو ستونِ نور آگیں
وہ پشتِ پا وہ ہر انگشتِ پا جو دل کو ملے — وہ پاؤں حشر جو برپا کریں بہ روئے زمیں
کرے سلام قیامت بھی اس کو جھک جھک کر — ادائے قامتِ دلکش جو دیکھ پائے کہیں
غرض وہ جب کہ بصد شوخی و کرشمہ و ناز (۴۰) ادا سے آ کے کھڑی ہو گئی سرِ بالیں
پکاری مجھ کو کہ کیا سو رہا ہے او غافل — محلِ خواب نہیں یہ محلِ خواب نہیں
بہارِ تازہ ہوں میں تجھ کو دینے آئی ہوں — نویدِ روح فزا مژدۂ نشاط آگیں
مری انیسوں میں ہے شادمانیٔ جاوید — مری جلیسوں میں ہے خرمیٔ خلدِ بریں
اٹھ اور کھول کے آنکھوں کو دیکھ دہر کا رنگ — ببیں ببیں بکشا دیدۂ تماشا بیں
جہاں کی بوقلمونی ہے دید کے قابل (۴۵) کچھ اور ہو گئے پیرایۂ زمان و زمیں
بدل گئی ہے یکایک روش دو عالم کی — نہ اب وہ عالمِ بالا نہ عالمِ پائیں

طلسمِ کُن فیکوں کے ہیں طرفہ تر نیرنگ　　　نئی زمیں ہے گویا نیا سپہرِ بریں
بہم ہے قدسیوں میں غلغلہ مبارک ہو　　　تمام وجد میں ہیں ساکنانِ عِلّیّیں
خدا کے شکر میں ہیں زیرِ عرش میکائیل　　　سرِ سجود جھکائے ہیں جبرئیلِ امیں
جناں میں حوروں کو غلماں ہیں نویدِ سناتے (۵۰)　　　ملائکہ کو سناتی ہے مژدہ حورِ عیں
ترانہ سنج ہیں آپس میں زہرہ و مہ جبیں　　　فلک کو دے رہے ہیں تہنیت مہ و پرویں
درود چودھویں معصوم کا ہے خلق میں آج　　　مہِ مبارکِ شعباں کی شب ہے پندرھویں
ظہور آج ہے اس نور کا زمانے میں　　　قدم سے جس کے ہوا فرشِ خاک عرشِ بریں
خدیوِ ہر دو سرا جنّ و انس کا مولا　　　ملائکہ کا شرف فخرِ آسمان و زمیں
مطاعِ روحِ قدس مقتدائے خضر و مسیح (۵۵)　　　فروغِ ملّتِ بیضا سراجِ راہِ یقیں
امامِ عصر اولوالامر حجّتِ قائم　　　ستونِ دینِ حق آئینِ حق کے رکنِ رکیں
شہِ انام رسالت پناہ کے ہم نام　　　ملک سپاہ فلک بارگاہ عرش نشیں
جنابِ مہدیؑ ہادی محمّدِ ثانی　　　طریقِ حق کے خضر رہنمائے شرعِ مبیں
علیؑ کے نورِ نظر مصطفیٰؐ کے لختِ جگر　　　قسیمِ طوبیٰ و کوثر، شفیعِ یوم الدّیں
خدا کا نور محمّدؐ بھی مثلِ احمدؐ ہیں (۶۰)　　　بزرگیاں وہی ان کو ملیں جو اُن کو ملیں
نوال و بذل و سخا و کرم شجاعت و عدل　　　سب ان میں بھی صفتیں ہیں وہی جو ان میں تھیں
وہ تھے جو آیۂ رحمت یہ ہیں سحابِ کرم　　　وہ تھے شفیع یہ امّت کے ہیں ممدّ و معین
وہ تھے سراجِ منیر آپ کوکبِ دُرّی　　　وہاں بھی سایہ نہیں تھا یہاں بھی سایہ نہیں
جناب کا درِ دولت ہے سجدہ گاہِ ملک　　　حضور کے ہیں قدم اور قدسیوں کی جبیں
بعید کیا ہے اگر آپ کو بھی ہو معراج (۶۵)　　　پھر آئیں وحیِ خدا لے کے جبرئیلِ امیں
اس آرزو میں ہے کرسی کہ آ کے مجھ پہ بھی　　　کسی دن آپ ہوں رونق فزا بصد تمکیں
حضور لائیں جو تشریف فرشِ راہ ہوں میں　　　ہر ایک شب یہ تمنّا ہے اس کا عرشِ بریں
زہے کہ ہیں خلفِ مظہر العجائب آپ　　　عجیب آپ کی معجز نمائیاں دیکھیں
شراب خواروں کے عیش و نشاط ہو گئے تلخ　　　شراب سرکہ ہوئی مے فروش سرکہ جبیں
مغنّیوں کے ہوئے راگ سر بسر کھڑاگ (۷۰)　　　سر اپنا دھنتے ہیں خاموش مطربِ بے دیں
رہی نہ رقص کی رقاصوں کو بھی گردش یاد　　　کچھ ایسا کھا کے وہ چکّر گرے بروئے زمیں

ہزار چھیڑیئے آواز دیتے ہیں کب ساز ۔ بجائے طبلہ کوئی لاکھ کچھ صدا ہی نہیں
ہوا ہے نے کے گلو گیر آپ نغمۂ نے ۔ گلے کا رس کے ہوئی درد اس کی تو خزیں
یہ رعب داد ہے بیداد چھپتی پھرتی ہے ۔ پناہ مانگتا ہے شرِ فساد گوشہ نشیں
کسی کو ہے ستمِ روزگار کا شکوہ (۷۹) نہ کوئی شاکیٔ جور و جفائے چرخِ بریں
روش بدل گئی خوبوں کی چشم فتاں کی ۔ نگاہِ شوق کی گردش ہوئی ہے خانہ نشیں
سب اپنی بھولے ہوئے ہیں ستم گری معشوق ۔ وہ عاشقوں کا ستانا ہی ان کو یاد نہیں
یقیں ہے رستمِ دستاں کا دم فنا ہو جائے ۔ جو آپ دست بہ قبضہ ہوں آکے بر سرِ کیں
فلک پہ آنکھ کو بہرام کی بھی جھپکا دیں ۔ دکھائیں تیغ کے جوہر جو چشمِ خشم آگیں
طبق زمیں کے الٹ جائیں رزم گہ کی صفیں (۸۰) جو آستینوں کو آپ الٹیں ہو کے چیں بہ جبیں
جلالؔ اب یہ دعا مانگ حقِ تعالیٰ سے ۔ کہ آشکار ہوں عالم میں جلد مہدیٔ دیں

.. ..

جو آنکھیں طلعتِ زیبا کی ہیں بہت مشتاق
تجلیٔ رخِ انور سے ہوں وہ نور آگیں

——— ❊ ———

محسنؔ کاکوروی

مدیحِ خیر المرسلینؐ

(۱۲۹۳ھ)

سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل

گھر میں اشنان کریں سرو قدانِ گوکل
جا کے جمنا پہ نہانا بھی ہے اک طولِ امل

خبر اڑتی ہوئی آئی ہے مہابن میں ابھی
کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا پر بادل

کالے کوسوں نظر آتی ہیں گھٹائیں کالی
ہند کیا ساری خدائی میں بتوں کا ہے عمل

جانبِ قبلہ ہوئی ہے یورشِ ابرِ سیاہ (۵)
کہیں پھر کعبے پہ قبضہ نہ کریں لات و ہبل

دھر کا ترسا بچہ ہے برق لیے جل میں آگ
ابر چوٹی کا برہمن ہے لیے آگ میں جل

ابر، پنجابِ تلاطم میں ہے اعلیٰ ناظم
برق، بنگالۂ ظلمت میں گورنر جنرل

نہ کھلا آٹھ پہر میں کبھی دو چار گھڑی
پندرہ روز ہوئے پانی کو منگل منگل

دیکھیے ہوگا سری کرشن کا کیونکر درشن
سینۂ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بے کل

راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نکلیں (۱۰)
تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل

اب کی میلہ تھا ہنڈولے کا بھی گردابِ بلا
نہ بچا کوئی محافہ، نہ کوئی رتھ، نہ بہل

ڈوبنے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے
نوجوانوں کا سنیچر ہے یہ بڑھوا منگل

تہ و بالا کیے دیتے ہیں ہوا کے جھونکے
بیڑے بھادوں کے نکلتے ہیں بھرے گنگا جل

کبھی ڈوبی، کبھی اچھلی مہِ نو کی کشتی
بحرِ اخضر میں تلاطم سے پڑی ہے ہلچل

قمریاں کہتی ہیں طوبیٰ سے مزاجِ عالی (۱۵)
لالۂ باغ سے ہندوئے فلک کھیم کسل

شبِ دیجور اندھیرے میں ہے ظلمت کے نہاں
لیلیٰ محمل میں ہے ڈالے ہوئے منہ پر آنچل

شاہدِ کفر ہے مکھڑے سے اٹھائے گھونگھٹ
چشمِ کافر میں لگائے ہوئے کافر کاجل

جوگیا بھیس کیے چرخ لگائے ہے بھبوت
یا کہ بیراگی ہے پربت پہ بچھائے کمل

شب کو مہتاب نظر آئے نہ دن کو خورشید   ہے یہ اندھیر مچائے ہوئے تاثیرِ زحل
وہ دھواں دھار گھٹا ہے کہ نظر آئے نہ شمع   (۲۰) گرچہ پروانہ بھی ڈھونڈھے اسے لے کر مشعل
نور کی پتلی ہوئی پردۂ ظلمت میں نہاں   چشمِ خورشیدِ جہاں بیں میں ہیں آثارِ سبل
آتشِ گل کا دھواں بامِ فلک تک پہنچا   جم گیا منزلِ خورشید کی چھت میں کاجل
ابر بھی چل نہیں سکتا وہ اندھیر الگھپ ہے   برق سے رعد یہ کہتا ہے کہ لانا مشعل
جس طرف سے گئی بجلی پھر ادھر آ نہ سکی   قلعۂ چرخ میں ہے بھول بھلیاں بادل
فیضِ ترطیبِ ہوا نے یہ دکھائی تاثیر   (۲۵) زرِ محلول ہے اخگر تو کھرل ہے منقل
آبِ آئینہ تموّج سے بہا جاتا ہے   کہیے تصویر سے گرنا نہ کہیں دیکھ سنبھل
آج یہ نشو و نما کا ہے ستارہ چمکا   شاخ میں کاہکشاں کے نکل آئی کونپل
دیکھتے دیکھتے بڑھ جاتی ہے گلشن کی بہار   دیدۂ نرگسِ شہلا کو نہ سمجھو احول
خضر فرماتے ہیں سنبل سے تری عمر دراز   پھول سے کہتے ہیں پھلتا ہے گلزار امل
عطر افشاں ہے شبیہِ گل و نسرین و سمن   (۳۰) نخلِ داؤدی موم سے ٹپکتا ہے عسل
لہریں لیتا ہے جو بجلی کے مقابل سبزہ   چرخ پر بادلہ پھیلا ہے زمیں پر مخمل
جگنو پھرتے ہیں جو گلبن میں تو آتی ہے نظر   مصحفِ گل کے حواشی پہ طلائی جدول
ہم زبان وصفِ چمن میں ہوئے سب اہلِ چمن   طوطیوں کی جو ہے تضمین تو بلبل کی غزل
تختِ طاؤسی گلشن پہ ہے سایہ کیے ابر   چتر کھولے ہوئے فرقِ شہِ گل پر سنبل
جس طرف دیکھیے بیلے کی کھلی ہیں کلیاں   (۳۵) لوگ کہتے ہیں کہ کرتے ہیں فرنگی کونسل
شاخ پر پھول ہیں جنبش میں زمیں پر سنبل   سب ہوا کھاتے ہیں گلشن میں سوار اور پیدل
پھول ٹوٹے ہوئے پھرتے روشوں پر ہیں نسیم   یا سڑک پر ہیں ٹہلتے ہوئے گلگوں کوتل
آہِ قمری میں مزا اور مزے میں تاثیر   سرو میں دیکھیے پھول آنے لگے پھول میں پھل
ساتھ ساتھ آتے ہیں نالوں کے جگر کے ٹکڑے   شجرِ آہِ رسا میں نکل آئی کونپل
شجرے میں پیرِ مغاں کے نکل آئیں شاخیں   (۴۰) حرمتِ دخترِ رز میں نظر آتا ہے خلل
سبزۂ خط سے ہوا بھنے لگی سرخیِ لب   چمنِ حسن سے لال اڑ گئے بن کر ہریل
صاف آمادۂ پرواز ہے شاماں کی طرح   پر لگائے ہوئے مژگانِ صنم سے کاجل
خندہ ہائے گلِ قالیں سے ہوا شورِ نشور   کیا عجب ہے جو پریشان ہے خوابِ مخمل

طرفہ گردش میں گرفتار عجب پھیر میں ہے سرمہ ہے نیند مری دیدۂ بیدار کھرل

شاخِ شمشاد پہ قمری سے کہو چھیڑے ملار
نونہالانِ گلستاں کو سنائے یہ غزل

سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل تیرتا ہے کبھی گنگا کبھی جمنا بادل

سمتِ کاشی سے گیا جانبِ متھرا بادل برج میں آج سری کشن ہے کالا بادل

خوب چھایا ہے سرِ گوکل و متھرا بادل رنگ میں آج کنھیا کے ہے ڈوبا بادل

شاہدِ گل کا لیے ساتھ ہے ڈولا بادل برق کہتی ہے مبارک تجھے سہرا بادل

سطحِ افلاک نظر آتی ہے گنگا جمنی (۵۰) روپ بجلی کا سنہرا ہے روپہلا بادل

چرخ پہ بجلی کی چل پھر سے نظر آتا ہے سبزہ چمکاتا ہوا بے چھپا بادل

جب تلک برج میں جمنا ہے یہ کھلنے کا نہیں ہے قسم کھائے اٹھائے ہوئے گنگا بادل

بجلی دو چار قدم چل کے پلٹ جائے نہ کیوں وہ اندھیرا ہے کہ پھرتا ہے بھٹکتا بادل

چشمۂ مہر ہے عکسِ زرِ گل سے دریا پرتوِ برق سے سونے کا ہے بجرا بادل

میری آنکھوں میں سماتا نہیں یہ جوش و خروش (۵۵) کسی بے درد کو دکھلائے کرشما بادل

دلِ بے تاب کی ادنیٰ سی چمک ہے بجلی چشمِ پر آب کا ہے ایک کرشما بادل

طپشِ دل کا اڑایا ہوا نقشہ بجلی چشمِ پر آب کا دھویا ہوا خاکا بادل

اپنی کم ظرفیوں سے لاکھ فلک پر چڑھ جائے میری آنکھوں کا ہے اترا ہوا صدقا بادل

کچھ ہنسی کھیل نہیں جوششِ گریہ کا ضبط یہ مرا دل ہے یہ میرا ہے کلیجا بادل

جامِ عمرِ فلکِ پیر ہوا ہے لبریز (۶۰) لیے آتا ہے جنازہ دیے کاندھا بادل

راجہ اندر ہے پری خانۂ مے کا پانی نغمۂ نے کا سری کرشن کنھیا بادل

جوش پر رحمتِ باری ہے چڑھاؤ خمِ مے چشمکِ برق سے کرتا ہے اشارا بادل

دیکھتا گر کہیں محسن کی فغان و زاری
نہ گرجتا کبھی ایسا نہ برستا بادل

مطلع

پھر چلا خامہ قصیدے کی طرف بعد غزل کہ ہے حکم میں سخن گو کا دماغ مختل

باغ میں ابرِ سیہ مست چڑھا کر آیا (۶۵) جامِ خورشید مع میکدۂ برجِ حمل

چشمِ میکش میں گلابی ہے کہ پھولا ہے گلاب ۔۔۔ پھول کیوڑے کا کھلا ہے کہ کھلی ہے بوتل

جامِ بے بادہ سے کہتے ہیں کہ رندوں کو نہ چھیڑ ۔۔۔ دستِ بے جام سے کہتے ہیں کلیجوں کو نہ مل

گو ہرِ دل کو بڑی سنگ دلی سے پیسا ۔۔۔ کشتیِ مے کو بنایا مرے ساقی نے کھرل

کیسی افسردگی کیا بات ہے مرجھانے کی ۔۔۔ غنچہ کہتا ہے لجالو سے کہ گلشن سے نکل

سیر میں دشت کے مصروف ہے، جو پاؤں ہے لنگ (۷۰) شغل میں چاکِ گریباں کے ہے جو ہاتھ ہے شل

مصر والوں کو یہ ڈر ہے کہ زلیخا کے لیے ۔۔۔ سرِ بازار نہ بکنے لگے سودے کا خلل

مے گلرنگ ہے کیا شمعِ شبِ فکر کا پھول ۔۔۔ چلتے چلتے جو قلم ہاتھ سے جاتا ہے نکل

کیا جنوں خیز ہے لکھنے میں صریرِ کلک ۔۔۔ کہ سیاہی سے ہے ہر حرف کو سودے کا خلل

ہے سخن گو کو نہ انشا کی نہ املا کی خبر ۔۔۔ ہو گئی نظم کی انشا و خبر سب مہمل

دل میں کچھ اور ہے پر منہ سے نکلتا ہے کچھ اور (۷۵) لفظ بے معنی ہیں اور معنی ہیں سب بے ٹکل

کتنا بے قید ہوا کس قدر آوارہ پھرا ۔۔۔ کوئی مسند نہ بچا اس سے نہ کوئی استل

کبھی گنگا پہ بھٹکتا ہے کبھی جمنا پہ ۔۔۔ گھاگھرا پہ کبھی گزرا کبھی سوئے چمبل

چھینٹے دینے سے نہ محفوظ رہے قلزم و نیل ۔۔۔ نہ بچا خاک اڑانے سے کوئی دشت و جبل

ہاں یہ سچ ہے کہ طبیعت نے اڑایا جو غبار ۔۔۔ ہوئی آئینۂ مضموں کی دو چنداں صیقل

روئے معنی ہے بھٹکنے میں بھی اعلیٰ کی طرف (۸۰) تاکتا ہے تو ثریا کی سنہری بوتل

اک ذرا دیکھیے کیفیتِ معراجِ سخن ۔۔۔ ہاتھ میں جامِ زحل شیشۂ مہ زیرِ بغل

گرتے پڑتے ہوئے مستانہ کہاں رکھا پاؤں ۔۔۔ کہ تصور بھی وہاں جا نہ سکے سر کے بل

یعنی اس نور کے میدان میں پہنچا کہ جہاں ۔۔۔ خرمنِ برقِ تجلی کا لقب ہے بادل

تارِ بارانِ مسلسل ہے ملائک کا درود ۔۔۔ پئے تسبیحِ خداوندِ جہاں عزّ و جلّ

کہیں طوبیٰ کہیں کوثر کہیں فردوسِ بریں (۸۵) کہیں بہتی ہوئی نہرِ لبن و نہرِ عسل

کہیں جبریل حکومت پہ کہیں اسرافیل ۔۔۔ کہیں رضواں کا کہیں ساقیٔ کوثر کا عمل

کنزِ مخفی کے کسی سمت نہاں تہ خانے ۔۔۔ اک طرف مظہرِ قدرت کے عیاں شیش محل

عاشقِ جلوہ طلب گار کہیں چشمِ قبول ۔۔۔ نازِ معشوق کے پردے میں کہیں حسنِ عمل

گلِ بے رنگیٔ مطلق کے لہکتے گلزار ۔۔۔ بے نیازی کے ریاحیں کے مہکتے جنگل

باغِ تنزیہ میں سرسبز نہالِ تشبیہ (۹۰) انبیا جس کی ہیں شاخیں عرفا ہیں کوپل

گلِ خوش رنگ رسولِ مدنیؐ عربی
زیبِ دامانِ ابد طرّۂ دستارِ ازل

نہ کوئی اُس کا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر
نہ کوئی اس کا مماثل نہ مقابل نہ بدل

اوجِ رفعت کا قمر نخلِ دو عالم کا ثمر
بحرِ وحدت کا گہر چشمۂ کثرت کا کنول

مہرِ توحید کی ضَو اوجِ شرف کا مہِ نو
شمعِ ایجاد کی لَو بزمِ رسالت کا کنول

مرجعِ روحِ امیں زیبِ دہِ عرشِ بریں (۹۵)
حامیٔ دینِ متیں ناسخِ ادیان و ملل

ہفت اقلیمِ ولایت میں شہِ عالی جاہ
چار اطرافِ ہدایت میں نبیِّ مُرسل

جی میں آتا ہے لکھوں مطلعِ برجستہ اگر
وجد میں آ کے قلم ہاتھ سے جائے نہ اچھل

مطلع

منتخب نسخۂ وحدت کا یہ تھا روزِ ازل
کہ نہ احمدؐ کا ہے ثانی نہ احد کا اوّل

دَورِ خورشید کی بھی حشر میں ہو جائے گی صبح
تا ابد دَورِ محمدؐ کا ہے بعزِ اوّل

شبِ اسریٰ میں تجلّی سے رُخِ انور کی
پڑ گئی گردنِ رفرف میں سنہری ہیکل (۱۰۰)

سجدۂ شکر میں ہے ناصیۂ عرشِ بریں
خاک سے پائے مقدس کی لگا کر صندل

افضلیّت پہ تری مشتمل آثار و کتب
اَوْلویّت پہ تری متفق ادیان و ملل

لطف سے تیرے ہوئی شوکتِ ایماں محکم
قہر سے سلطنتِ کفر ہوئی مستاصل

مبحثِ جاہ میں اعلیٰ کے ہیں معنی ادنیٰ
مصرفِ جود میں اکثر کا مرادف ہے اقل

شانہ حضرت کا ہے تشدیدِ دو لامِ واللیل (۱۰۵)
صادِ مازاغِ بصر سرمۂ چشمِ اکحل

جس طرف ہاتھ بڑھیں کفر کے ہٹ جائیں قدم
جس جگہ پاؤں رکھے سجدہ کریں لات و ہبل

تیری تشبیہ کا ہے آئینہ خانہ تنزیہ
شانِ بے رنگیٔ مطلق ہے تجھے رنگ محل

ہے حقیقت کو مجاز آپ کا حیرت کا مقام
بے نیازی کو نیاز آپ کا نازش کا محل

ہو سکا ہے کہیں محبوبِ خدا غیرِ خدا
اک ذرا دیکھ سمجھ کر مری چشمِ احول

رفع ہونے کا نہ تھا وحدت و کثرت کا خلاف (۱۱۰)
میمِ احمدؐ نے کیا آ کے یہ قصۂ فیصل

نظر آئے اگر احمدؐ میں مجھے دالِ دوئی
روزِ محشر ہوں الٰہی مری آنکھیں احول

پھر اسی طرز کی مشتاق ہے مَوّاجیِ طبع
کہ ہے اس بحر میں اک قافیہ اچھا بادل

کیا جھکا کعبے کی جانب کو ہے قبلا بادل
سجدے کرتا ہے سوئے یثرب و بطحا بادل

چھوڑ کر میکدۂ ہند و صنم خانۂ برج — آج کعبے میں بچھائے ہے مصلا بادل
سبزۂ چرخ کو اندھیاری لگا کر لایا (۱۱۵) شہسوارِ عربی کے لیے کالا بادل
بحرِ امکاں میں رسولِ عربی درِ یتیم — رحمتِ خاصِ خداوند تعالیٰ بادل
قبلۂ اہلِ نظر کعبۂ ابروئے حضور — موئے سر قبلے کو گھیرے ہوئے کالا بادل
رشک سے شعلۂ رخسار کے روتی ہے برق — برق کے منہ پہ ہے رکھے ہوئے پلّا بادل
دور پہنچی لبِ جاں بخشِ نبیؐ کی شہرت — سن ذرا کہتے ہیں کیا حضرتِ عیسیٰ بادل
چشمِ انصاف سے دیکھ آپ کے دندانِ شریف (۱۲۰) در یکتا ہے ترا گرچہ یگانا بادل
تھا بندھا تار فرشتوں کا درِ اقدس پر — شبِ معراج میں تھا عرشِ معلّٰی بادل
آمد و رفت میں تھا ہم قدمِ برقِ بُراق — مرغزارِ چمنِ عالمِ بالا بادل
ہفت اقلیم میں اس دیں کا بجایا ڈنکا — تھا تری عام رسالت کا گرجتا بادل
دینِ اسلام تری تیغِ دو دم سے چمکا — یا اٹھا قبلے سے دیتا ہوا کاندھا بادل
آستانے کا ترے دہر میں وہ رتبہ ہے (۱۲۵) کہ جو نکلا تو جھکائے ہوئے کاندھا بادل
تو وہ فیّاض ہے در پر ترے سائل کی طرح — فلکِ پیر کو لایا دیے کاندھا بادل
تیغ، میدانِ شجاعت میں چمکتی بجلی — ہاتھ گلزارِ سخاوت میں برستا بادل

محسنؔ اب کیجیے گلزارِ مناجات کی سیر
کہ اجابت کا چلا آتا ہے گھرتا بادل

مطلع

سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے افضل — میرے ایمانِ مفصّل کا یہی ہے مجمل
ہے تمنّا کہ رہے نعت سے تیری خالی (۱۳۰) نہ مرا شعر، نہ قطعہ، نہ قصیدہ، نہ غزل
دین و دنیا میں کسی کا نہ سہارا ہو مجھے — صرف تیرا ہو بھروسہ، تری قوت، ترا بل
ہو مرا ریشۂ امّید وہ نخلِ سرسبز — جس کی ہر شاخ میں ہو پھول ہر اک پھول میں پھل
آرزو ہے کہ رہے دھیان ترا تا دمِ مرگ — شکل تیری نظر آئے مجھے جب آئے اجل
نامِ احمدؐ بہ زباں سرِ بلا میم بہ صدر — لب پہ ہو صلِّ علیٰ دل میں مرے عزّ و جل
روح سے میری کہیں پیار سے یہ عزرائیل (۱۳۵) کہ مری جان مدینے کو جو چلتی ہے تو چل
دمِ مُردن یہ اشارہ ہو شفاعت کا مری — فکرِ فردا کی نہ کر دیکھ لیا جائے گا کل

یادِ آئینۂ رخسار سے حیرت ہو مجھے — گوشۂ قبر نظر آئے مجھے شیش محل

میزباں بن کے نکیرین کہیں گھر ہے ترا — نہ اٹھانا کوئی تکلیف نہ ہونا بے کل

رخِ انور کا ترے دھیان رہے بعدِ فنا — مرے ہمراہ چلے راہِ عدم میں مشعل

حذف ہوں میرے گناہانِ ثقیل اور خفیف (۱۴۰) آئیں میزاں میں جب افعالِ صحیح و معتل

میری شامت سے ہو آراستہ گیسوئے سیاہ — عارضِ شاہدِ محشر ہو اگر حسنِ عمل

صفِ محشر میں ترے ساتھ ہو تیرا مداح — ہاتھ میں ہو یہی مستانہ قصیدہ یہ غزل

کہیں جبریل اشارے سے کہ ہاں بسم اللہ
سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل
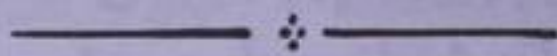
اسمٰعیل میرٹھی

جریدۂ عبرت

میں شاعرانہ روش پر نہیں قصیدہ نگار　　یہ ایک سادہ گزارش ہے یا اولی الابصار
کہ اب کے ماہِ محرم کی سا تویں تاریخ　　گیا جو گھر سے قضارا بہ جانبِ بازار
تو دیکھتا ہوں کہ گزری میں اک اکھاڑا ہے　　اور اتنی بھیڑ کہ جس کا نہیں حساب و شمار
ہیں دو حریف مقابل لیے چھری گتکا　　ہر ایک فنِ پھکیتی میں طاق اور طرار
جو اس نے پاؤں بچایا تو اس نے سر تاکا　(۵)　دکھایا چہرہ تو پہلو پہ جا کیا ہے وار
عجیب ٹھاٹھ، نئے پینترے، غضب پھرتی　　نرالے ڈھنگ سے کرتب کا کرتے ہیں اظہار
چلا ہے ایک بنیٹی کا باندھ کر چکر　　کھڑا ہے ایک لیے سیف لڑ رہا ہے گنوار
میں اپنے دل میں لگا کہنے کیا حماقت ہے　　مٹے ہوئے ہیں جو اس فن پہ یہ خدائی خوار
یہ کھیل محض نکما ہے بلکہ بیہودہ　　جو دیکھتا ہے سو ہنستا ہے زیرِ لب ناچار
سپہ گری کا یہ فن تھا کسی زمانے میں　(۱۰)　نہ وہ زمانہ رہا اب نہ صورتِ پیکار
کہاں ہیں اب وہ دلیرانِ صف شکن باقی　　کہ ان فنون پہ ہوتے تھے جان و دل سے نثار
ہزار سے نہ دبے لاکھ سے نہ منہ موڑا　　جو ٹوٹ گئے کسی میداں میں کھینچ کر تلوار
نہ اب بکیت کو پوچھے نہ کوئی راوت کو　　نہ تیر ہے، نہ کماں ہے، نہ بانک ہے، نہ کٹار
نہ اس کمال کی پرسش نہ اس ہنر کی قدر　　نہ جنگ کا یہ طریقہ رہا نہ یہ ہتھیار
نہ جس میں دین کا ہو فائدہ نہ دنیا کا　(۱۵)　تو پاس پھٹکے نہ اس کام کے کوئی ہشیار
جوابِ دل نے دیا یوں کہ مت تعجب کر　　میں اس سے بڑھ کے سناؤں زمانے کے اطوار

شاعر

سخنورانِ زماں کی بھی ہے یہی حالت　　کہ اس قدیم ڈگر کو نہ چھوڑیے زنہار
سوائے عشق نہیں سوجھتا انھیں مضمون　　سو وہ بھی محض خیالی گھڑت کا اک طومار
نہ لکھتے ہیں کبھی نیرنگِ حکمت و قدرت　　نہ واقعات کے وہ کھینچتے ہیں نقش و نگار

ہے شاعری میں یہ پہلا اصولِ موضوعہ (۲۰) کہ جھوٹ موٹ کے بن جائیں ایک عاشقِ زار
تمام اگلے زمانے کا ہے یہ پس خوردہ   کہ کر رہے ہیں جگالی وہ جس کی سو سو بار
کمال اپنا سمجھتے ہیں خود ستائی کو   نہ ننگ ہے، نہ حیا ہے، نہ شرم و غیرت و عار
جو اپنے فخر پہ آئیں تو بس کریں تسخیر   حدودِ ہند سے لے تا بہ فارس و تاتار
ہے ایک غار میں پانی سڑا ہوا لبریز   پڑا ہے نیم کا پتّا اور اس پہ پشّہ سوار
وہ پشّہ آپ کو سمجھا ہے ناخدائے جہاز (۲۵) اور اس سڑے ہوئے پانی کو لجّۂ زخّار
اسی طرح سے ہمارے زمانے کے شاعر   سمجھتے اپنی خرافات کو ہیں عینِ وقار
مبالغہ ہے تو بیہودہ عقل سے خارج   ہے استعارہ تو بے لطف اور دور از کار
کیا ہے نام زٹل قافیے کا اپنے سخن   وہ کنکری ہے جسے کہتے ہیں درِ شہوار
جو ان کے دیکھیے دیوان تو بور کے لڈّو   غلیظ و گندہ سراسر نتیجۂ افکار
وہی ہے شاعرِ غرّا جو بے تکی ہانکے (۳۰) یہی ہے شعر کا اس دور میں بڑا معیار
یہ ان کی طبعِ بلند اور معنیِ رنگین   جو طبع گد ہے تو معنی سڑا ہوا مردار
نہ جس سے طبع کو تفریح ہو نہ دل کو خوشی   غزل ہے یا کوئی ہذیان ہے بوقتِ بخار

نمونۂ غزل

صفت ہے دوست کی جلّاد و ظالم و غدّار   ستم شعار، دل آزار، بے وفا، مکّار
ہے دلبروں کی بھی شامت نہ منہ رہا نہ کمر   بجائے زلف کے دو اژدہوں کی ہے پھنکار
یہ آپ کے گلِ عارض وہی ہیں باسی پھول (۳۵) پڑی ہے نزع کی حالت میں نرگسِ بیمار
جو ٹون ہال کی محراب ہے خمِ ابرو   تو ہے مژہ بھی پولس کے سپاہیوں کی قطار
زنخ کنواں ہے کہ جس میں ڈبو چکے لٹیا   بھنور ہے ناف کہ جس سے نہ ہوگا بیڑا پار
شبِ فراق کا دکھڑا اگر کریں تحریر   تو ایشیا کو ڈبو دیوے دیدۂ خونبار
وہی لنڈوری ہے قمری تو پر نچی بلبل   وہی ہے سرو کا ٹھنٹھ اور طولِ قامتِ یار
جو ناصحوں سے ہے کھٹ پٹ تو زاہدوں سے جھنجھ (۴۰) جو ساقیوں سے لگاوٹ تو مغبچوں سے پیار
غریب شیخ پہ ہر دم دو لتّیاں جھاڑیں   کریں مساجد و کعبہ سے دم دبا کے فرار
کہاں ہے ان کا ٹھکانا کدھر ہے ان کا مقام   وہی ہے بیتِ صنم اور خانۂ خمّار
بگھارتے ہیں تصوّف تو کون دے گا داد   کہاں ہیں سعدی و حافظ، سنائی و عطّار

کریں گے اس قدر ایمان و دین کی تفضیح
کہ گویا ہیں کوئی ہفتاد و پشت کے کفار

اگرچہ ہاتھ میں تسبیح لب پہ ہو توبہ
(۴۵) بنیں گے شعر میں ہاں مے پرست و بادہ گسار

ہے چرخِ پیر تو مدت سے شاعروں کا پیر
یہ کوستے ہیں اسے یہ مریدِ ناہنجار

جمالِ یوسف و اعجازِ عیسیٰ و موسیٰ
ہیں ان کی گندہ دہانی کے سامنے سب خوار

نہ کچھ خدا کا لحاظ اور نہ انبیا کا ادب
یہ ان کی نور بھری شاعری خدا کی مار

ہے ان کی طبعِ دنی عنکبوت کا جالا
اور ان کی بندشِ مضموں ہے مکھیوں کا شکار

کسی عمارتِ رسمی کا گر بیان کریں
(۵۰) محیط کون و مکاں اس پہ تنگ مثنا چار

جو اس کی نیو ہو گاوِ زمیں کے سم سے پرے
تو اس کا کنگرہ بالائے گنبدِ دوّار

وہ توڑتے نہیں لقمہ مبالغے کے بدوں
بغیر بہنگی کے جس طرح چل سکے نہ کہار

سدا دروغ کی کرتی ہیں مکھیاں بھن بھن
چپک رہا ہے لبوں پر جو شیرۂ گفتار

لکھیں جو قصہ تو دیو و پری کا افسانہ
لگا دیں کذب کے ڈھیر اور جھوٹ کے انبار

کریں چڑیل کو حورانِ خلد سے نسبت
(۵۵) بنائیں اونٹ کٹیلی کو گلشنِ بے خار

جب ان پہ ہوتے ہیں مضمونِ مبتذل وارد
تو گویا عرش سے اتری چمار کو بیگار

کریں جو مدح کسی چرکٹے کی وہ بالفرض
تو پھر سکندر و دارا ہیں اس کے باج گزار

بنائیں اس کے تئیں بحر و بر کا سلطان
جو فی المثل ہو کسی کوردہ کا نمبردار

لکھیں وہ دھوم کہ ہو گردِ جشنِ جمشیدی
جو رقعہ شادی کا لکھوائے کوئی ساہوکار

بنانا پر کا کبوتر تو ہے بہت آساں
(۶۰) سوئی کو بھاؤلہ کہنا تو کچھ نہیں دشوار

ہے سچ تو یہ کہ انھیں شاعروں کے قالب میں
لیا ہے جھوٹ نے کلجگ میں آن کر اوتار

مشاعرہ ہو تو لڑتے ہیں جیسے ٹینی مرغ
لہو لہان ہیں پنجے شکستہ ہے منقار

وہ خود فروش بنے آج اوستادِ زماں
کہ جن سے کوئی ٹکے سیکڑا نہ لے اشعار

اگر سنیں کہ ہوا ہے فلاں رئیس علیل
تو پہلے قطعۂ تاریخ کر رکھیں تیار

اجڑ گئے ہیں وہ تھان اور لد گئے ڈیرے
(۶۵) جہاں کداتے تھے یہ بھانڈ کاغذی رہوار

جہاں خوشامدیوں، شاعروں کی تھی بھرتی
اب ایسی کاٹھ کی اتو نہیں کوئی سرکار

تو اب وہ پھرتے ہیں ناچار مانگتے کھاتے
بنا کے کاسۂ گدائی کا پرچۂ اخبار

کسی کی مدح سرائی کسی کی بدگوئی
اڈیٹری کی بھی کرنے لگے ہیں مٹی خوار

کلام دیکھو تو صورت حرام سر تا پر — سلاح بر در دکس نیست درمیانِ حصار

فلسفی علما

نہ شاعروں ہی پہ تنہا پڑے ہیں یہ پتھر (۷۰) — کہ عالموں کا بھی اس دور میں یہی ہے شعار
وہیں ہیں آج جہاں تھے یہ دس صدی پہلے — گیا ہے قافلہ دور اب ٹٹولتے ہیں غبار
وہی ہیں یاد پرانے اصولِ یونانی — جنھیں علومِ جدیدہ نے کر دیا بے کار
وہی قدیم زمانے کا فلسفی لٹریا — ہو جیسے کہنہ کھنڈر کی ڈھئی ہوئی دیوار
ہنوز فخر و مباہات اس پہ کرتے ہیں — وہ جن کے سر پہ فضیلت کی ہے بندھی دستار
ہے درس میں وہی ترتیبِ مادہ اب تک (۷۵) — کہ پہلے خاک ہے، پھر آب، پھر ہوا، پھر نار
اگرچہ ہو گئے تحلیل خاک و باد اور آب — مگر ہیں علم میں ان کے وہی عناصر چار
ہے آسمان طوافِ زمین میں مصروف — ہے آفتاب ابھی چرخِ چار میں پہ سوار
وہی ہے ڈھانچ پرانا نظامِ ہیئت کا — جڑے ہوئے ہیں فلک میں ثوابت و سیار
وہی ہے مسئلۂ خرق و التیام ہنوز — کہ جس کا اب نہ کوئی مدعی نہ جانب دار
وہی حساب ہے لکھا ہے جو خلاصے میں (۸۰) — گھٹے بڑھے گا نہ اک صفر تا بہ روزِ شمار
جو کہہ گئے ہیں فلاطون اور بطلیموس — اسی کی بحث ہے اب تک اسی کی ہے تکرار
جو شرحِ چغمنی و میبذی میں لکھا ہے — ز روئے کشف کھلے تھے وہ غیب کے اسرار
جو شمسِ بازغہ میں آ چکا سو ہے الہام — کہ ہے مسائلِ حکمیہ کا اسی پہ مدار
بھرا ہوا انھیں کج بحثیوں سے ہے منطق — کہ ایک کو جو کہیں دو تو پھر نہ ہو انکار
ہوا دلائلِ وہمیہ سے جو کچھ ثابت (۸۵) — تو پھر مشاہدہ بے سود تجربہ بے کار
نہ جن کے ہاتھ میں پیسہ نہ شکل کھانے کی — وہ کھائے بیٹھے ہیں اشکالِ منطقی پہ ادھار
دماغِ خشک میں ان کے جو کچھ سمایا ہے — اسی کی بیچ ہے وہی ڈینگ ہے وہی اصرار
بسی ہوئی ہے ابھی تک وہی پرانی بو — کچھ ایسی پی ہے کہ گھٹتا نہیں ہے جس کا خمار
ہیں عاقلوں کے لیے آیتِ خداوندی — یہ آسمان و زمیں اور نجومِ پر انوار
نہیں ہے گوشۂ خاطر کا اس طرف میلان (۹۰) — کہ غور کیجیے قدرت کے دیکھ کر آثار
ہے کس طریق پہ ارض و سما کی پیدائش — ہے کس کے قبضے میں جمازہ جہاں کی مہار
ہے موسموں کی بھلا یہ الٹ پلٹ کیوں کر — کبھی عمل ہے خزاں کا کبھی ہے دخلِ بہار

کبھی کا دن ہے بڑا اور کبھی کی رات بڑی ۔۔۔ یہ کس روش سے ہوا اختلافِ لیل و نہار
یہ کس نے پھیر دیا موسمی ہوا کا رخ ۔۔۔ یہ کیوں ہے بادِ تجارت کی مشتعل رفتار
نسیم بَرّی و بحری میں چھیڑ چھاڑ ہے کیوں (۹۵) کہ رات دن نہ اسے چین ہے نہ اس کو قرار
ہوا ہے بحر سے کیونکر ہوا کا دامن تر ۔۔۔ اڑائے تارِ شعاعی نے کس طرح یہ بخار
کیا ہے کس نے تبادِ سحاب کو تسخیر ۔۔۔ میانِ ارض و سما مثلِ طائرِ پردار
ہے کیونکہ گرم یہ ہنگامہ برف و باراں کا ۔۔۔ سدا برے زمیں خاص کر سر کہسار
یہ اوس کیا ہے، کہر کیا ہے اور بادل کیا ۔۔۔ یہ بادلوں سے برستی ہے کس طرح بوچھار
دیا ہے کس نے یہ آبِ حیات کا چھینٹا (۱۰۰) کہ لہلہائے زمیں پر ہرے بھرے اشجار
بہے پہاڑ سے چشمے رواں ہوئے دریا ۔۔۔ اُگے نہال، کھلے پھول اور لگے اثمار
رواں ہے ساحتِ دریا پہ کس طرح کشتی ۔۔۔ چڑھے ہوئے ہیں مسافر لدا ہوا ہے بار
کہ جس کے فیض سے دولت سمیٹتے ہیں لوگ ۔۔۔ اسی کے نفع سے قائم ہے فرقۂ تجار
ہوا ہے بحر میں کیونکر یہ جزر و مد پیدا ۔۔۔ یہ کیا ہیں زلزلۃ الارض اور جبال النار
دبے پڑے ہیں فلزات اور جواہر کیوں (۱۰۵) ہوا زمیں سے پہاڑوں کا کس طرح یہ ابھار
ہوئی ہے کب طبقاتِ زمیں کی ترتیب ۔۔۔ نئی زمین بناتا ہے کون سا معمار
غرض کہ صنعتِ حق کے نکات ہیں بے حد ۔۔۔ کہ جن سے عالمِ کون و فساد ہے سرشار
نہ ان مظاہرِ قدرت پہ ڈالتے ہیں نگاہ ۔۔۔ نہ ان رموز کی تحقیق ہے نہ استفسار
ہے جن علوم سے انساں کے حال میں برکت ۔۔۔ ہیں جن فنون سے گلزار شہر و ملک و دیار
ہیں جو علوم صنائع کے قبلہ و کعبہ (۱۱۰) ہے جن فنون سے حسنِ معاشرت کا سنگار
ہے جن علوم سے انسان کی زندگی سرسبز ۔۔۔ ہیں جن فنون سے اہلِ زمانہ برسرِ کار
یہ ان کے نام پہ کہتے ہیں دال، فے اور عین ۔۔۔ یہ ان پہ کرتے ہیں لاحول اور استغفار
یہ نعمتوں سے خدا کی ہوئے ہیں سخت نفور ۔۔۔ یہ خوبیوں سے تمدن کی ہیں بہت بیزار
یہ ڈھونڈتے ہیں وہی لیکھ اور وہی جھگڑا ۔۔۔ اگرچہ ریل کی سیٹی نے کر دیا بیدار
یہاں پڑا ہے ابھی مرغِ نامہ بر بسمل (۱۱۵) وہاں پیام اڑی لے کے برق کی رفتار
رفل کے سامنے کچھ کام دے سکے گی بھلا ۔۔۔ پرانی وضع کی بندوق وہ بھی توڑے دار
ہلے گا ہاتھ وہ کیا جس پہ گر چکا فالج ۔۔۔ چلے گی تیغ وہ کب جس کو کھا گیا زنگار

کیا ہے گردشِ گیتی نے جس کو ملیا میٹ سمجھ رہے ہیں اسے یہ بزرگوار حصار

معلم

معلّموں کو جو دیکھو تو روحِ دقیانوس ہیں وہ بھی دخمۂ فارس کے استخواں بردار
وہی ہے ان کا پرانا طریقۂ تعلیم (۱۲۰) کہ جس میں زندہ دلی کے نہیں رہے آثار
وہی خوشامدی القاب اور وہی آداب کہ جن سے تازہ ہے انشائے دلکشا کی بہار
ہو ایک انچ کا مطلب تو ہاتھ بھر کی دعا اور ایک گز کی تمنائے دولتِ دیدار
طریقِ ترجمہ اب تک وہی ہے اوٹ پٹانگ پڑھیں جو لڑکے تو ہل ہل کے اور پکار پکار
نہ چلنے پھرنے کی عادت نہ خو ریاضت کی جواں ہیں پیر سے بدتر تو پیر زار و نزار
سوائے ضعفِ دماغ اور بھی مرض ہیں کئی (۱۲۵) فتورِ ہاضمہ، آشوبِ چشم، نزلۂ حار
مکاں وہ جس میں بچھا پچھ بھرے ہوئے ٹوٹے ہے جیل خانے کی مانند تنگ و تیرہ و تار
ہوئے جو پڑھ کے مکاتب میں فارغ التحصیل تو نوکری کے لیے کر رہے ہیں سوچ بچار
نہ ایسے علم سے واقف کہ کچھ کما کھائیں نہ ایسے فن کی مہارت کہ کر سکیں بیوپار
نہ ہو سکیں گے ملازم کسی کچہری میں کہ اس کے واسطے ہے مڈل کی سند درکار

طبیب

اسی روش پہ اطبا کا ہے مرض مزمن (۱۳۰) ہنوز نبضِ طبابت کی سست ہے رفتار
وہی سدیدی و قانون و تحفہ و مخزن خدا نے ان پہ لگا دی ہے مہرِ استمرار
مجرّبات وہی اور وہی ہیں دستورات انھیں بھی مردہ پرستی کا ہے بڑا آزار
وہی ہے فصد، وہی منضج اور وہی مسہل وہی سنا و گلِ سرخ و شربتِ دینار
معالجے میں ترقی نہ کچھ مداوا میں وہی سبب، وہی تشخیص اور وہی تیمار
غذا بتائیں وہی دال مونگ یا کھچڑی (۱۳۵) بلا سے ان کی رہے یا جیے کوئی بیمار
اگر مریض کی قسمت سے ہو گیا بحران تو راس آئی دوا ورنہ اشتدادِ بخار
نہ کچھ دوا کی ہے تحقیق نے دوا سازی وہی دوا ہے جو پڑیا میں باندھ دے عطّار
نہ ٹھیک طور سے اجسام کی ہوئی تشریح نہ نیز فنِ جراحت کے کر سکے اوزار
نہ کیمیا کے ہوئے حل و عقد سے آگاہ نہ مفردات کی ترکیب کے کھلے اسرار
نہ فنِ قابلہ میں دستِ قابلیت ہے (۱۴۰) نہ ان کی شرحِ نباتات پر نظر زنہار

توہمات بھی داخل ہیں یاں طبابت میں — بڑا طبیب ہے گر ہو منجّم و جفّار
نظر بروج و کواکب پہ کر کے دے نسخہ — کہ ہیں دوا پہ مؤثر نجوم کے آثار

دنیا پرست دین دار

ہر ایک علم و عمل میں پڑی ہے یہ ٹپکی — ہر ایک طرز و روش پہ پڑی ہے یہ پھٹکار
امام و حافظ و واعظ، مؤذن و مفتی — نہ کوئی دین میں پورا نہ ٹھیک دنیادار
ز بس کہ دعوت و نذر و نیاز پہ ہے معاش (۱۴۵) ہوئے ہیں قوم میں پیدا بہت سے پنشن خوار
جو اینڈتے ہیں پڑے کھا کے لقمۂ خیرات — گئی حمیت و غیرت دلوں سے ان کے سدھار
وہ پھولتے ہیں، اُبھرتے ہیں، فخر کرتے ہیں — فقط اسی پہ کہ ہم ہیں بڑے نماز گزار
نہ خُلق نیک، نہ ہمّت بجا، نہ عزم درست — نہ حبِّ قوم، نہ حبِّ وطن، نہ حبِّ تبار
لکھیں گے ٹھیک ہی ان کا دفترِ اعمال — یہ دو فرشتے مقرر ہیں جو یمین و یسار
تھے پہلے صاحبِ تقویٰ تو خُلق کی تصویر (۱۵۰) نہ آج کل کے سے مُلّائے خشک دل آزار
کہاں ہیں دین و دیانت، طہارت و تقویٰ — کہاں ہیں اگلے زمانے کے باصفا ابرار
مدارِ دین ہے اس پہ کہ جھٹ کتر ڈالیں — جو پائیں ٹخنے سے نیچی ذرا کسی کی ازار
فقط مسائلِ غسل و وضو و استنجا — یہی ہیں وحیِ الٰہی کے آج کل اسرار
کہیں تو ضاد کی قرأت پہ غُل غپاڑہ ہے — کہیں ہے جہر پہ آمیں کے جوتی اور پیزار
کسی گروہ میں ہے ختم فاتحہ پہ جنگ (۱۵۵) کہیں ہے مجلسِ میلاد موجبِ تکرار
کہیں تو کفر کے فتووں کا چل رہا ہے گراپ — کہیں ہے طعن و ملامت کی ہو رہی بھرمار
یہ مولوی ہیں کہ بغض و نفاق کے جرنیل — کہ جاہلوں کو لڑاتے ہیں یہ سپہ سالار
بلا سے ان کی اگر مضحکہ کریں ملحد — بلا سے ان کی اگر دین پہ ہنسیں کفّار
مناظرہ کی تصانیف قابلِ نفرت — مباحثہ کی کتابیں سزائے استحقار
جبیں پہ ان کی توہّم کا ہے کھنچا قشقہ (۱۶۰) کمر پہ ان کی تعصب کا ہے بندھا زنّار
ہیں سنتوں میں یہی سنتیں انھیں مرغوب — نکاح و دعوت و قیلولہ و عجلتِ افطار
گھٹی جو دور میں ان کے تو راستی کی قدر — بڑھی جو عہد میں ان کے تو رشوت کی مقدار
ملے ٹکا تو کریں ثبت مُہر فتوے پہ — غضب ہے نقد علیہ السلام کی جھنکار
بنائیں حیلہ گری سے حلال رشوت کو — یہاں تو مات ہیں ان سے وکیل اور مختار

سنائیں دوزخ و جنت کا حال رو کر فیس (۱۷۵) ہے اس زمانے میں چلتا ہوا یہی اوزار
یہی ہے وعظ و نصیحت کی علّتِ غائی کہ بعد کھانے کے مل جائیں نقد بھی دو چار
نہیں ہے جن کو میسّر یہ وعظ کا لاسا تو کرتے پھرتے ہیں وہ اور ہتھکنڈوں سے شکار
دکھا کے فضلِ قناعت، جتا کے صبر جمیل وہ بھیک مانگتے ہیں بن کے حاجی و زوّار
مصافحہ کے لیے ہے یہ پیش دستی کب؟ اسی میں حسنِ طلب ہے دیا جو ہاتھ پسار

مشایخ

بہت سے راہزنی کر رہے ہیں بن کے پیر (۱۷۶) غریب قوم کو ہیں مارتے یہ شاہ مدار
لیا ہے معتقدوں کی نجات کا ٹھیکہ کہ گویا ہیں یہی باغِ جناں کے ٹھیکے دار
ہزار دانے کی تسبیح، گیروا کپڑے یہی ہیں ان میں علاماتِ اولیائے کبار
کسی سے نقد، کہیں جنس، اور کہیں دعوت جو بس چلے تو نہ چھوڑیں مرید کا گھر بار
یہ مومنوں سے بھی جزیہ وصول کرتے ہیں فتوحِ غیب رکھیں اس کا نام یا ادرار
کریں جو ذکر تو پھر ایسی بولیاں بولیں (۱۷۷) کہ شب کو چونک پڑیں ساکنانِ قرب و جوار
جو دعوت ان کی کریں معتقد تو ہے واجب کہ ان کے کھانے کو ہو شوربا بھی چھکے دار
اگر ہیں یاد تصوّف کی اصطلاحیں چند تو پہنچا عرشِ معلّیٰ پہ گوشۂ دستار
یہی ہیں آج ابوالوقت اور قطبِ زماں یہی ہیں شیخِ شیوخ اور زبدۂ احرار
ملا جو گا نٹھ کا پورا کوئی ارادت مند تو نقدِ وقت ہیں شغل و وظیفہ و اذکار
کبھی جو خوابِ پریشاں میں وہ لگے اڑنے (۱۸۰) تو اپنے زعم میں ہیں مثلِ جعفرِ طیّار
کبھی جو عالمِ رویا میں دیکھ لی بیری مقامِ سدرہ کو طے کر چکے زہے پندار
بنائیں پہلے تو شیطاں کی جھونپڑی دل میں کریں خیال کا لوکا لگا کے پھر فی النار
اگر ہیں شرع پہ قائم تو ہیں جنیدِ زماں جو بنگ نوش ہے کوئی تو ہے قلندر وار
رجوعِ خلق کی خاطر ہوئے ہیں گوشہ گزیں کہ جیسے جیں پہ بیٹھے سکڑ کے بوتیمار
بنے جو شیخ تو پھر وجد و حال بھی ہے ضرور (۱۸۱) دکھائیں رقصِ جمل وہ کہ دنگ ہوں حضار
یہ ناز ہے کہ بزرگوں کے نام لیوا ہیں اگرچہ ننگِ بزرگاں ہوں آپ کے اطوار

عوام

عوام کی ہے یہ صورت کہ بس خدا کی پناہ ہر ایک پیشۂ بے غیرتی میں کار گزار

ہر ایک لہو میں شامل ہر اک لعب میں شریک   کہیں کا سانگ تماشا، کسی کا ہو تہوار
دغا، فریب ہو، چوری ہو یا اُچکّا پن   نہیں ہے باک کسی کام سے انھیں زنہار
اب ان کے واسطے ہیں یہ مدارجِ اعلیٰ (۱۹۰) پریس مین، قلی، کوچوان، خدمت گار

انگریزی فیشن والے

رہا وہ جرگہ جسے چڑ گئی ہے انگریزی   سو واں خدا کی ضرورت نہ انبیا درکار
وہ آنکھ میچ کے برخود غلط بنے ایسے   کہ ایشیا کی ہر اک چیز پہ پڑی دھتکار
جو پوششوں میں ہے پوشش تو بس دریدہ کوٹ   سواریوں میں سواری تو دُم کٹا رہوار
جو اردلی میں ہے کتّا تو ہاتھ میں اک بید   بجاتے جاتے ہیں سیٹی سلگ رہا ہے سگار
وہ اپنے آپ کو سمجھے ہوئے ہیں جنٹلمین (۱۹۵) وہ اپنی قوم کے لوگوں کو جانتے ہیں گنوار
نہ کچھ ادب ہے نہ اخلاق نے خدا ترسی   گئے ہیں ان کے خیالات سب سمندر پار
وہ اپنے زعم میں لبرل ہیں یا ریڈیکل ہیں   مگر ہیں قوم کے حق میں بدتر ز اغیار
نہ انڈین میں رہے وہ نہ وہ بنے انگلش   نہ ان کو چرچ میں آنے، نہ مسجدوں میں بار
ہے استفادہ میکالے سے جن کو انشا میں   قلم کے زور سے بنتے ہیں قوم کے غم خوار
جو ہے بھی کوئی تو لاکھوں میں ایک آدھ ایسا (۲۰۰) کہ تیرِ درد ہوا ہے جگر میں جس کے دوسار
وگرنہ کس کو یہ غم ہے کہ میری پیاری قوم   ہوا ہے زرد یہ کیوں تیرا چہرۂ گلنار
یہ تیرے پھول سے پنڈے پہ کیوں ہے میل کچیل   یہ تیرے چاند سے مکھڑے پہ کیوں ہے گرد و غبار
کدھر ہے تیری طبیعت؟ کہاں ہے تیرا دل؟   خموش کیوں ہیں یہ تیرے لبِ شکر گفتار
اٹا ہے خاک سے کیوں تیرا دامنِ دولت   چبھے ہیں کیوں ترے تلوے میں مفلسی کے خار
کہاں ہے وہ تری عزت کا گوہرِ رخشاں (۲۰۵) کہاں ہے وہ تری حشمت کا خلعتِ زرتار
تری معاش کی کشتی ہوئی ہے طوفانی   نہ بادباں ہے، نہ لنگر، نہ ڈانڈ، نے پتوار
ہوا ہے گلشنِ اخلاق جل کے خاکستر   چلی ہے کب سے یہ ایسی سموم آتش بار
بجائے سنبل و ریحاں کے اٹھ رہا ہے دھواں   بجائے پھول کے شعلہ، عوض کلی کے شرار
یہ تیرے علم کا دار الجلال کیوں ہے خراب   چھتوں پہ گھاس تو ٹوٹے ہوئے در و دیوار
ترے مرض کی یہاں تک پہنچ گئی نوبت (۲۱۰) کہ تیرے حال پہ روتے ہیں یار و اغیار
رسوم بد نے ترے ہاتھ پاؤں جکڑے ہیں   فضولیوں نے ترا کر دیا ہے سینہ فگار

تری مٹرک نے پنپنے دیا نہ تجھ کو حیف — تری اکڑ سے تری ناؤ جا پڑی منجدھار
وہ اہلِ فضل کہ تھے افتخارِ ہندوستاں — اب ان کی نسل کو دیکھو تو ہے وہ ٹھیٹ گنوار
وہ جن کے نام سے نامی تھے شہر اور قصبات — گداگری میں ہے مصروف ان کا خیل و تبار
وہ دودمانِ امارت کے تھے جو چشم و چراغ (۲۱۵) — اب ان کے ہاتھ میں ڈھولک ہے یا بغل میں ستار
جو منتخب تھے نجابت میں اور شرافت میں — اب ان کی آل کو دیکھو تو سخت بدکردار
یہ ہانکتے ہیں جو گاڑی کسی مہاجن کی — انھیں کے مورثِ اعلیٰ تھے صوبہ دارِ بہار
ہے آج ٹکڑے کو محتاج ان کی ذریّت — کہ جن کی دھاک تھی تھے سلطنت کے ناقد ہار
امارت اپنی امیروں نے قرض میں کھو دی — عوض میں دس کے دیے سو تو سو کے ایک ہزار
بہت سے ہو گئے عیاش ہو گئے برباد (۲۲۰) — بہت سے بن گئے اوباش کھیلتے ہیں قمار
قمار میں بھی نہ سیدھا پڑے کبھی پانسہ — یہاں بھی خوبیٔ قسمت سے جائیں بازی ہار
میں کیا کہوں وہ پھرتے ہیں کس کی چلیں آج — یہ کل جو پھرتے تھے چھیلا بنے سرِ بازار
وہ آج کرتے ہیں فاقے جو تھے بڑے ملکی — نہ گھر میں گیہوں کے دانے نہ باجرا نہ جوار
ہے ٹھیکرا وہی صدقے کا پیرزادوں کی — جو گاؤں ہے کوئی باقی بطورِ وقفِ مزار
ہوئی تمام بتدریج منتقل جاگیر (۲۲۵) — کہ جیسے روم کے قبضے سے صوبۂ بلغار
نہ کوئی علم، نہ صنعت، نہ کچھ ہنر، نہ کمال — تمام قوم کے سر پر سوار ہے ادبار
اگرچہ نشوونما پا رہی ہے آزادی — کھلا ہے امن و حفاظت کا قیصری دربار
اگرچہ ملک میں علم و ہنر کا ہے چرچا — حصولِ عزت و دولت کا گرم ہے بازار
ہر ایک قوم میں گھوڑدوڑ ہے ترقی کی — درست ساز و یراق اور وردیاں تیار
لگا کے شوق کا ہنٹر امنگ کی مہمیز (۲۳۰) — سمندِ جہد کو سرپٹ اڑا رہے ہیں سوار
ہے ان کا رخشِ طلب دوڑ دھوپ میں آندھی — بہت فراخ ہے میدان زمین ہے ہموار
اور ان کے ناقۂ ہمت کی ہیں ڈگیں لمبی — اب ان کو طے مراحل نہیں ہے کچھ دشوار
پلٹ گیا ہے زمانہ بدل گئی ہے رت — نمو کا وقت ہے اور ابتدائے فصلِ بہار
نہیں بعید کہ ہو جائیں ایک سب جل تھل — برس رہا ہے ترقی کا ابرِ گوہر بار
ہر ایک زاغ نے سیکھا ترانۂ بلبل (۲۳۵) — جھنجھیریوں نے اڑائی نوائے موسیقار
غرض کہ سب ہیں صلاح و فلاح کے جویا — دیا ہے ولولۂ شوق نے دلوں کو ابھار

زمانہ چونک پڑا ہے پڑا ہے مسلمانو! جھنجھوڑنے سے بھی ہوتے نہیں ہو تم بیدار
نہیں ہو فہم و درایت میں تم کسی سے کم مگر چہ کار کند شیرِ شرزہ در بُنِ غار
اور ایسا غار کہ بالکل جہاں اندھیرا گھپ پھر اس میں شیر رہے یا جیسے بدن شکار
کروں گا اب میں قصیدے کو اک دعا پر ختم (۴۴) کہ جس کے طرزِ بیاں میں ہوں تازہ نقش و نگار

دُعا

رہے زمانے میں جب تک زمین کو گردش بنائیں زاویہ تا محور اور سطحِ مدار
رہے زمین پہ تا ایک سال کے اندر برابری میں سدا استمادِ لیل و نہار
رہے زمین میں تا قوتِ کشش باقی اور اس کشش سے گریں ٹوٹ ٹوٹ کر اثمار
یہ ایک چاند رہے تا زمین کا خادم جلو میں تا زحل و مشتری کے ہوں اقمار
رہے نجوم میں جب تک زمین سیارہ (۴۵) اور آفتاب رہے مثلِ نقطۂ پرکار
خدا ہر ایک مسلمان کو کرے روزی معاشِ نیک و دلِ پاک و خوبیٔ کردار
حصولِ علم و رہِ مستقیم و فہم سلیم
جمالِ صورت و معنی کمالِ عزّ و وقار

حالیؔ

در تہنیتِ جشنِ سالگرۂ نوّاب میر محبوب علی خاں

زمیں سے آسماں تک غلغلہ ہے شادمانی کا
فلک پیری میں دم بھرتا ہے ان روزوں جوانی کا

نظر آتی ہے بے جام و سبو سب خلق متوالی
ہوا میں نشہ ہے گویا شرابِ ارغوانی کا

نشاط انگیز ہیں ایّام دے خود داد بڑھ کر
نہیں چلتا جہاں میں زور کچھ بادِ خزانی کا

نہ لے یاں رنج و غم کا بھول کر نام ان دنوں کوئی
کہ قبضہ ہے دکن پر آج عیش و کامرانی کا

بہارِ جشنِ آصف جاہ سے گلزار ہے عالم (۵)
کرے کون انتظار اب فصلِ گل کی گل فشانی کا

خراماں ہیں ہزاروں سرو قامت شہر و صحرا میں
جمے گا رنگ کیونکر آج سروِ بوستانی کا

معطّر ہے جہاں مشک و عبیرِ بزمِ شاہی سے
بھرے بادِ بہاری دم نہ اب عنبر فشانی کا

الاپیں مطربوں کی جب سنیں چپ لگ گئی سب کو
بہت دعویٰ تھا مرغانِ چمن کو نغمہ خوانی کا

نئی دنیا ہے یا یہ کینچلی بدلی ہے دنیا نے
کوئی یاں آن کر دیکھے سنگار اس زالِ فانی کا

یہ ہے اس تاجور کی جوبلی کا جشن چل سالہ (۱۰)
کہ جو ہے ملک میں ملجیٔ اقاصی دادانی کا

دعائے طولِ عمرِ شہ پہ ہاتھ اٹھیں نہ کیوں لاکھوں
کہ ذات اس کی نمونہ ہے خدا کی مہربانی کا

رعیّت شاد، ملک آباد اور آزاد ہر ملّت
ادا حق کر دیا شاہِ دکن نے حکمرانی کا

وہ رہتے ہیں سدا زندہ جو محبوبِ خلائق ہیں
نظام الملک کو مژدہ حیاتِ جاودانی کا

کھلا اس کی رعیّت پروری اور ملک داری سے
جہانبانی حقیقت میں ہے نام اک گلہ بانی کا

گدا صبر و شکیبائی پہ اپنی پھر نہ ہو نازاں (۱۵)
کرے اندازہ گر شاہوں کے افکارِ نہانی کا

اسے ہے فکر بس اپنے لیے نانِ شبینہ کی
مگر یاں سوچ اک عالم کی ہے راحت رسانی کا

کسان آگاہ ہو گر حکمرانی کے فرائض سے
نہ بدلے حکمرانی سے تردّد قلبہ رانی کا

ہر اک مذہب ہر اک ملّت سے یکساں ہے سلوک اس کا
کوئی گر سیکھ لے اس سے جہاں کی پاسبانی کا

تعصّب، اجنبیّت، اختلافِ مذہب و ملّت
نہیں کوئی مزاحم اس کے دریا کی روانی کا

جہاں ہے مستحق کوئی وہ ہے روزینہ خوار اس کا (۲۰)
دکن سے ہند تک چرچا ہے اس کی حق رسانی کا

توکل اور قناعت کے بھی اب روزنے کھلیں شاید   بہت پھیلا ہوا ہے خوان اس کی میزبانی کا

رہے گا ملک میں باقی نہ ہرگز بے ہنر کوئی   یہی انداز ہے یاں گر ہنر کی قدردانی کا

بنا ہے بلدہ خود دارالشفا اس عہدِ فرخ میں   یہ اک شمہ ہے آصف جاہ کی راحت رسانی کا

نہیں آصف کو جان اور مال سے ہرگز دریغ اس میں   خلاصہ ہے یہ خود حضرت کے ارشادِ زبانی کا

گئے وہ دن کہ تھے حملے وبا کے شہر پر پیہم (۲۵) پڑا تھا خلق کا جوکھوں میں بیڑا زندگانی کا

نہ بنتا تھا غذا سے خونِ صالح جسمِ انساں میں   جوانوں میں جثہ پایا نہ جاتا تھا جوانی کا

ہوا ہے معتدل اب یاں تو صحت بخش ہے پانی   مٹا نام و نشاں امراضِ ضعف و ناتوانی کا

پیے شہر و سوادِ شہر کا وہ آن کر پانی   جسے دنیا میں چکھنا ہو مزا کوثر کے پانی کا

تمنا دیکھنے کی ہو جسے فردوسِ اول کی   سماں دیکھے دکن میں آ کے اس فردوسِ ثانی کا

ہوئے ہیں جس قدر ابوابِ خیر اس عہد میں جاری (۳۰) کریں ان کو بیاں کیا منہ ہے الفاظ و معانی کا

خزانے کا دیا منہ کھول شہ نے اہلِ حاجت کے   رعیت کو ہوا جب سامنا قحط و گرانی کا

یتیموں کے لیے دارالیتامی کی بنا ڈالی   رہے گا تا قیامت نام زندہ جس سے بانی کا

شفاخانے ہوئے اور درسگاہیں ملک میں قائم   ہوا اب باقی جو حق تھا ہر اک قاصی و دانی کا

وہ کالج جس نے مردہ قوم میں پھر جان ڈالی ہے   اسی منبع سے جاری ہے وہ چشمہ زندگانی کا

دگرنہ قوم میں تعلیم کا ایسا ہی تھا توڑا (۳۵) کہ ہو گرمی کی شدت میں تڑاقا جیسے پانی کا

علی گڑھ میں رہے گا جن کے دارالعلم یہ کالج   یہی عالم ہے گر بذل و عطائے خسروانی کا

یہ اک دریافت سمجھی جائے گی دنیا میں لاثانی   پتہ گر مل گیا داد و دہش میں اس کے ثانی کا

نہیں ہے کوئی کام اس کا رفاہِ خلق سے خالی   اب آگے کام جاں بخشی کا ہو یا جاں ستانی کا

غرض اس سے بنی آدم کی جانوں کی حفاظت ہے   اگر شوقِ شکار اس کو ہے شیرِ نیستانی کا

جو ہوتی اس کو فرصت صیدِ دلہائے خلائق سے (۴۰) تو ڈر رہتا درندوں کی نہ پھر ایذا رسانی کا

ہے اس کی قادر اندازی کا شہرہ ایک عالم میں   جسے تاکا کبھی مانگا نہ قطرہ اس نے پانی کا

دعا پر مدحتِ شہ ختم کرتا ہے بس اب حالی   نہیں ممکن کہ ہو اس سے ادا حق مدح خوانی کا

خدا کی مہربانی کا ہے طالب جہاں جب تک   ہو سایہ شاہ و شہزادہ پہ اس کی مہربانی کا

رہے آباد یہ گھر یا الٰہی رہتی دنیا تک   کہ مرجع ہے یہ اک عالم کے آمال و امانی کا

ہر اک منزل میں شہ کا ساتھ دے تائیدِ ربانی (۴۵) رہے مفتوح در ہر دم فتوحِ آسمانی کا

ہزاروں جشن سالانہ ہوں بعد اس جشن کے یا رب
کبھی ٹوٹے نہ ہرگز سلسلہ اس شادمانی کا

نظام الملک آصف جاہ سادس آصفِ ثانی
رہے مالک سدا دیہیم و تختِ خسروانی کا

نظمِ طباطبائی

قصیدۂ خیبر
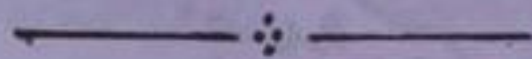
زباں جب تک نہ کھولی تھی مجھے آتا نہ تھا باور
کہ ہے میرے قلم کی آستیں میں شورشِ محشر

قلم جب تک اٹھایا تھا نہ میں نے یہ نہ سمجھا تھا
کہ خامہ ہے خطیبِ بزمِ معنیٰ انگلیاں منبر

شکارِ طائرِ شہرت تھا منظور اور نہ واقف تھا
کہ مضموں ہیں عقاب اور مصرعِ برجستہ ہیں شہپر

وقارِ علم روکے تھا مرے زورِ طبیعت کو
پسِ کہسار تھی آندھی نہاں آندھی میں تھا لشکر

خلیلِ بت شکن کا رعب مانع تھا مجھے ورنہ (۵)
سخن بت خانۂ معنی تھا اور فکرِ رسا آزر

لطافت طبع کی تھی مثلِ سیلِ آبِ آئینہ
مگر اس سیل کو روکے ہوئے تھی سدِّ اسکندر

مری پژمردگی افسردگی دیتی تھی اک دھوکا
مگر تھا آب زیرِ کاہ، آتش زیرِ خاکستر

رکھا تھا عود بھی آتش پہ آتش بھی تھی سوزندہ
کمالِ ضبط لیکن دھواں دیتی نہ تھی مجمر

صبا ہمدوش تھی لیکن چٹک سکتا نہ تھا غنچہ
مے سرجوش تھی لیکن چھلک سکتا نہ تھا ساغر

مجھے تعلیم دی ضبطِ نفس کی کنجِ عزلت نے (۱۰)
اس اک غنچے میں گھٹ کر رہ گئے تھے نفحۂ عنبر

نہ کم تھا گرچہ زور و شور دریائے معانی میں
سفینہ تھی مگر طبعِ رواں حفظِ سخن لنگر

وہی آئینہ ہے لیکن تھا پہلے عکس سے خالی
وہی تلوار ہے لیکن ابھر آئے ہیں اب جوہر

زمینِ شعر پہ میں ہرزہ گردی کس لیے کرتا
نہ میرے سر میں سودا نہ میرے پاؤں میں چکر

کتاب اپنے لیے ہے مونسِ آلامِ تنہائی
سمجھتا ہوں جسے میں جامِ جم مرآتِ اسکندر

نظر آتی ہے بیٹھے بیٹھے اپنے کنجِ عزلت میں (۱۵)
بہارِ اصفہان و قندہار و کشمر و تستر

یہ مانا میں نے ہے تخئیل میں اک طرح کی لذت
مگر تحقیقِ علم و فن میں لذت اس سے ہے بڑھ کر

جو اس کا جلوہ دلکش ہے تو اس کا روح پرور ہے
یہ ہے گلزارِ ابراہیم وہ بت خانۂ آزر

کمندِ فکر میں اتنی رسائی کاش کے ہوتی
کہ ہو جاتا ستارہ تابعِ فرماں فلک چاکر

یہ کلکِ دو زباں تھا اور جواہر خانۂ مضموں
خزانے کا نگہباں بن کے بیٹھے جس طرح اژدر

کدورت ناشناسی سے تھی عالم کی جو میرے جی میں تھا (۲۰)
اگلتا ہوں جواہر اب طفیلِ نعتِ پیغمبرؐ

یہ ہے جس رہنما کے نقشِ پا انداز کا صدقہ   کہ آیا چرخِ اطلس کارگاہِ صنع سے باہر
مواطن ہیں بہت سے جس میں نصرت کبریائی کی   مگر یہ قافیہ کہتا ہے لکھو غزوۂ خیبر
ہوئے مبعوث تو بطحا میں دینِ حق کو پھیلایا   مصیبت جھیل کر، ایذا اٹھا کر، آفتیں سہہ کر
اٹھائے کافروں کے ظلم تیرہ سال تک سب نے   نہ اذنِ جنگ دیتا تھا مگر وہ دیں کا رہبر
یہ دیکھا جب کہ جانِ وطن ہیں دشمنِ جاں ہیں (۲۵) وطن کو چھوڑ کر یثرب میں آئے شاہِ بحر و بر

یہاں قوت ہوئی اسلام کو حکم جہاد اترا   کیے بدر و احد کے معرکے مردانِ دیں نے سر
یہ شوکت دیکھ کر اسلام کی غیروں کو رشک آیا   کہ جن سے عہد و پیماں تھا ہوئے وہ آپ سے باہر
چھٹا تھا سال ہجرت کا کہ حضرت کو خبر پہنچی   فدک والوں کو بھی بہکا رہا ہے والیٔ خیبر
یہ سن کر شاہِ خیبر گیر سے ارشاد فرمایا   کرو تحقیق تم اس واقعے کو یا علی جا کر
کمر باندھی، اٹھائی تیغ یہ فرمان سنتے ہی (۲۶) کہ نزدیک آپ کے حکم خدا تھا حکم پیغمبر

شبِ تاریک تھی اور راہ ریگستان و کوہستاں   ظفر بھی ہم رکاب اور چند اصحابِ نکو محضر
اشارہ باگ کا ہوتے ہی پیہم بجلیاں چمکیں   سمندوں کے لیے مہمیز نے پیدا کیے شہپر
کسی کو بات کرنے کا نہ تھا جو حکم لشکر میں   صدا ٹاپوں کی رہ جاتی تھی سر پتھر سے ٹکرا کر
دَرے سے کوہ کے وہ بادپا اس طرح سے گزرے   نکلتے ہیں دہن سے جس طرح حرفِ سخن فرفر
سبک رفتاریاں ایسی کہ اٹھنا گرد کا کیسا (۲۷) نہ اٹھا نقش بھی ان کے قدم کا ریگِ صحرا پر

شرر کی جست تھی ان توسنوں میں شک نہیں اس میں   مگر ٹاپوں سے ہرگز آگ دے سکتا نہ تھا پتھر
ستاروں کی طرح ان غازیوں نے منزلیں طے کیں   حوالی میں فدک کے پہنچے راتوں رات وہ صفدر
سپیدے میں سحر کے دیکھا اک غولِ بیابانی   کبھی بڑھتا تھا تھم تھم کر کبھی تھم جاتا تھا بڑھ کر
کبھی مانندِ سایہ آڑ میں چھپتا نظر آیا   کبھی دوڑا بگولے کی طرح کھاتا ہوا چکر
کبھی موجِ ہوا کی طرح اس نے راہ کترائی (۲۸) کبھی گزرا نظر کے سامنے سے جس طرح صرصر

نہ کوئی دیکھ لے ہر گام پر تھا اس کو یہ کھٹکا   قدم تھے راہ پیما اور نظر دیوار پہ در پر
ابھی تک شبہہ تھا آیا قریب اب کچھ یقیں آیا   وہ بھاگا وہ گرا وہ اٹھتے اٹھتے کھائی پھر ٹھوکر
گماں گزرا کہ یہ جاسوس ہے جھپٹے شہِ مرداں   سناں پر اپنی بل کرنے لگا وہ جس طرح اژدر
قریب آئے، سناں چھینی، کمند اس طرح سے پھینکی   کہ مشکیں بندھ گئیں لے آئے اس کو شاہِ اژدر در
کہا تو کون ہے؟ بولا کہ آتا ہوں فدک سے میں (۲۹) کہا جاتا کدھر کو ہے؟ وہ بولا جانبِ خیبر

کہا کس واسطے جاتا ہے؟ بولا ایلچی ہوں میں — کہا پیغام جو لے کر چلا ہے جلد ظاہر کر
وہ بولا میری جاں بخشی اگر ہو تو بیاں کر دوں — کہ استیصالِ اہلِ دیں پہ آمادہ ہیں اہلِ شر
فدک کے جنگجو بھی سب شریکِ اہلِ خیبر ہیں — مگر اک سال کا وہ مانگتے ہیں حاصلِ خیبر
گوارا کر لیا اس شرط کو گر اہلِ خیبر نے — تو پھر اہلِ فدک بھی سب ہیں ان کے ناصر و یاور
کھلا رازِ نہاں، پائی خبر واپس ہوئے غازی (۵۰) رسولؐ اللہ سے سب کہہ دیا آئے تھے جو سن کر
ہوا تحقیق اس کے بعد سلطانِ رسالت کو — بنی غطفان کے بھی سر میں ہے سودائے شور و شر
انھوں نے بھی کیا ہے عہد و پیمانِ اہلِ خیبر سے — ہوئے قول و قسم مہریں ہوئیں لکھے گئے محضر
تمام اہلِ قموص اہلِ سلالم سب مسلح ہیں — وطیح و صعب و ناعم تینوں یہ قلعے بھی ہیں خود سر
یہ سن کر حکم حضرتؐ نے دیا تجہیزِ لشکر کا — تامل اب نہ تھا اچھا تحمل اب نہ تھا بہتر
تباہی میں ستارے آگئے تھے اہلِ خیبر کے (۵۵) ٹھہر جاتا تھا دن کو، رات کو چلتا تھا یہ لشکر
مقامِ دیدباں سے دھوپ ابھی نیچے نہ اتری تھی — کہ اترا عسکرِ اسلام زیرِ قلعۂ خیبر
رہے کفار سے گرم مصاف اصحاب حضرتؐ کے — کہ زحمت سے سفر کی آپ کو عارض تھا دردِ سر
کئی دن تک کیے حملے پہ حملے اہلِ ایماں نے — کئی دن تک چلی تلوار اور برپا رہا محشر
پھرا میداں سے اک روز لشکر خستہ و ماندہ — تردد سب کو تھا کس طرح دیکھیں یہ مہم ہو سر
پریشاں دیکھ کر ان سب کو دی تسکین حضرتؐ نے (۶۰) گہر افشاں ہوئے لعلِ لبِ سلطانِ بحر و بر
کہ کل میں اس جواں کو فوج کا اپنی علم دوں گا — جو غالب ہو کے سب پر چھین لے گا قلعہ کو جا کر
خدا کا ہے وہ پیارا اور پیارا ہے خدا اس کو — پیمبرؐ اس کا ہے محبوب وہ محبوبِ پیغمبرؐ
نبی کا سن کے ارشاد اہلِ لشکر میں ہوا چرچا — کسے ملتا ہے رتبہ دیکھیں قسمت کس کی ہو یاور
الٰہی برگزیدہ کون سا بندہ ہے وہ تیرا — نہیں معلوم کس کے زیبِ تارک ہوگا یہ افسر
الٰہی یہ پیمبرؐ کی بشارت کس کے حق میں ہے (۶۵) ہے پائے نام کس غازی کے فتحِ قلعۂ خیبر
زہے عز و شرف اس کا جو ہو اللہ کا پیارا — زہے بختِ بلند اس کا جو ہو محبوبِ پیغمبرؐ
زہے اقبال اس کا دوست جو رکھے پیمبرؐ کو — زہے اعزاز اس غازی کا جو ہو خاصۂ داور
سرانِ فوج میں ہر ایک کو اس کی تمنا تھی — علم کے شوق میں کاٹی وہ شب تارے ہی گن گن کر
ہجومِ آرزو تھا اور وفورِ اشتیاق ایسا — کوئی تھا مضطرب بے حد کوئی حد سے سوا مضطر
کہ آئی خیمۂ شہ سے صدا اللہ اکبر کی (۷۰) ہوا نورِ سحر آفاقِ گردوں میں ضیا گستر

ہوئے ذکرِ خدا میں محو غازی اٹھ کے بستر سے
وضو کر کے مردانِ خدا آئے مصلے پر

کہی تکبیرۃ الاحرام سلطانِ دو عالم نے
کہ وہ تکبیر تھی اذنِ حریمِ خالقِ اکبر

قراٗت کی شروع اس طرح دل تازہ ہوئے جس سے
کلامِ پاکِ خالق اور زبانِ پاکِ پیغمبرؐ

قیام ان کا اشارہ تھا کمالِ راست بازی کا
رکوع ان کا کنایہ تھا تواضع سب سے ہے بہتر

کیے سجدے جو دو پیہم تو یہ اقرار تھا اس میں (۸۷) اٹھے ہیں خاک سے ہم خاک سے اٹھنا ہے پھر مر کر

اٹھائے ہاتھ سوئے عرش جب عرضِ تمنّا کو
اثر کے کھل گئے وہ در دعا کو مل گئے شہپر

دعا کر کے رکھا جب خاک پر رخسارِ اقدس کو
ہوا عرشِ معلّٰی سے نزولِ رحمتِ داور

فریضے سے سحر کے سیدِ بطحا ہوئے فارغ
مسلّح ہو گئے مردانِ دیں آیا علم باہر

نبیؐ کے رخ کی جانب سب نے چشمِ شوق سے دیکھا
ہوا ثابت کسی کے منتظر ہیں شاہِ بحر و بر

علم کی سمت دیکھا انتظار اس سے بھی ظاہر تھا (۸۸) ہما آمادۂ پرواز تھا کھولے ہوئے شہپر

یہ دیکھا پھر کہ آیا اک جواں یثرب کی جانب سے
عناں اک ہاتھ میں ہے دوسرا ہے ہاتھ آنکھوں پر

ہوا وہ باریاب اور دی اسے شہ نے علمداری
لگایا آنکھوں میں آبِ دہن یہ حکم فرما کر

کیے جانا جہاد اس وقت تک اہلِ ضلالت سے
کہ سب ایمان لائیں چھوڑ دیں یا قلعۂ خیبر

مطلع

علم لے کر جھکا تسلیم کو وہ خاصۂ داور
دعائے فتح پڑھنے کو جھکے جبریل بازو پر

خبر یہ دے رہی ہے بیرق اس رایت کی لہرا کر (۸۹) کہ نیزہ بھر ہے اونچی آج موجِ چشمۂ کوثر

کیا ہے اکتسابِ نور کس نے روئے حضرت سے
کہ روشن ہو گیا پرتو سے سارا گنبدِ اخضر

شعاعِ مہر سے کہتی ہے یہ تابندگی اس کی
مرے زیرِ نگیں ہے شوکتِ اسلام کا لشکر

ملک سمجھے ہلالِ عیدِ قرباں اس کے پرتو کو
کہ ہے کرّوبیوں میں تہنیت کا شور گردوں پر

الٰہی یہ بشر ہے یا ملک اترا ہے گردوں سے
یہ کیسا برمحل پہنچا ملا اس کو علم کیوں کر

گلے میں سرخ پیراہن جو ہے اس خاصۂ رب کے (۹۰) تو بہرامِ فلک بھی کانپتا ہے خوف سے تھر تھر

مٹا دے کفر کی بنیاد کو کہتی ہے یہ ہمت
الٹ دے قلعۂ افلاک کو کہتے ہیں یہ تیور

پہنچ کر رزم گہ میں رایتِ دیں اس طرح گاڑا
کہ بیرق آج تک لہرا رہی ہے اس کی خیبر پہ

کھلا دروازۂ حصنِ قموص اک پہلواں نکلا
شریر و پردل و خیرہ کُش و سفاک و غارت گر

سراپا غرق تھا آہن میں پہچانا نہ جاتا تھا
کہ پہنے تھا جھلم، چار آئینہ، جوشن، زرہ بکتر

مگر کافر کے اندازِ تبختر سے یہ ظاہر تھا (۹۵) کہ تیرہ رو و تیرہ دل ہے خیرہ چشم و خیرہ سر

گلے کاٹے ہیں صدہا جس نے صدہا قافلے لوٹے / ہزاروں مظلمے سر پر ہزاروں خون گردن پر

قساوت دل میں اس کے جس طرح فولاد و پتھر میں / عداوت قلب میں جس طرح دہکے آگ سے مجمر

بشکلِ خود تھا پاس اس کے اک پتھر کئی من کا / بجائے خود ظالم سر پہ رکھے تھا وہی پتھر

بر و دوش اور تن و توش اس قدر لیکن یہ حیرت ہے / اجل کس طرح اس کو کھینچ لائی قلعے سے باہر

مقابل فاتحِ خیبر کے جوشِ غیظ میں آیا (۱۰۰) بڑھا چیں بر جبیں کف در دہاں کھینچے ہوئے خنجر

پکارا نام مرحب ہے مرا مشہور عالم میں / مقابل میرے وہ ہو جس کو اپنی جان ہو دوبھر

اماں کا ہو اگر خواہاں تو لا تیغ و سپر رکھ دے / جگرداری کا ہو دعویٰ تو لے شمشیرِ دوپیکر

ملا کر آنکھ اس کافر سے حضرت نے یہ فرمایا / کہ میری والدہ نے نام رکھا ہے مرا حیدر

یہ سنتے ہی دگرگوں ہو گیا احوال ظالم کا / اڑا چہرے سے رنگ اس کینہ جو کے بجھ گئے تیور

کسی کاہن سے یہ اسمِ مبارک سن چکا تھا وہ (۱۰۵) کہا تھا اس نے جو کچھ آ گیا نافہم کو باور

تردد میں ابھی تھا وہ کہ غیرت نے یہ سمجھایا / نکل سکتا بھی ہے اب شیر کے پنجے میں آ کر

پس و پیش اس قدر کیا تو شامت آئی ہے تو آ جائے / قدم پیچھے ہٹانا بھی تو اب مرنے سے ہے بدتر

نہ دی تو نے جوانمردی سے جاں گر آج میداں میں / تو مرنا ہوگا مثلِ پیرزن اک دن سرِ بستر

کیا یہ فرض تجھ کو موت اب ہرگز نہ آئے گی / یہ مانا زندگانی ہوگی تیری بے حد و بے مر

دکھائے گا کسے منہ انجمن میں پہلوانوں کی (۱۱۰) کرے گا اپنے ہم چشموں سے پھر چار آنکھ تو کیونکر

چھپائے گا تو کس گوشے میں اپنی روسیاہی کو / جیے گا کس طرح تو غیرتِ مردانگی کھو کر

نوالہ ہیں دہانِ گور کا نامرد و مرد اک دن / نہیں مرنے سے جب چارہ تو مردوں کی طرح مر

اجل کو مرحبا کہہ نام ہے مرحب اگر تیرا / قضا کو خیر مقدم کہہ جو ہے تو قائدِ لشکر

سنبھل وہ ہاتھ قبضے پہ رکھا شیرِ الٰہی نے / کہیں ارمان رہ جائے نہ دل میں وار تو بھی کر

غرض آمادۂ پیکار مشکل سے ہوا ظالم (۱۱۵) ادھر اس کا اٹھا ہاتھ اور ادھر شمشیرِ دوپیکر

سپر کو کاٹ کر ٹکڑے اڑا کر خودِ سنگیں کے / لہو میں پیر کر نکلی دہانِ زخم سے باہر

چمک سی اک ہوئی میداں میں اور ساتھ ہی اس کے / شگافِ کوہ سے دیکھی نکلتے خون کی چادر

یہ ثابت کر دیا ترش نے اس تیغِ دوپیکر کی / کہ تھا ایک اس کے آگے تنخواہ فولاد اور پتھر

یہ تھی تلوار کی جھنکار یا بجلی کا گرنا تھا / وہ تھا دستِ خدا یا قوتِ بازوئے پیغمبرؐ

کہانی ہو گیا دم بھر میں سب لاف و گزاف اس کا (۱۲۰) رعونت رہ گئی رونے کو اب کافر کے لاشے پر

گرا جب خاک پہ وہ کوہ پیکر گرد اٹھی اتنی ۔۔۔ کہ ڈر ڈر کر تتق میں گرد کے چھپنے لگے خود سر

تماشا دیکھ کر ان کا فلک یہ طنز کرتا تھا ۔۔۔ کہ مر کر بھی شقی کی خاک نکلی حامیٔ لشکر

خدا کی شان ابھی تک قلعہ و لشکر کا مالک تھا ۔۔۔ اب اس پر گرد کا ہے شامیانہ گرد کی چادر

مطلع

بڑھے شیرِ خدا دستِ خدا آگے علم لے کر ۔۔۔ ستارہ ایک ٹوٹا لشکرِ اہلِ ضلالت پر

لڑائی چھڑ گئی، کڑکیں کمانیں دونوں جانب سے (۱۲۵) سنانوں سے سنانیں مل گئیں اڑنے لگے اخگر

زرہ پوش ڈھالوں کے ڈھالیں جیسے داغِ لالۂ احمر ۔۔۔ بہم تیغوں سے تیغیں جس طرح برگِ گلِ احمر

سپر پر تھی سپر موجوں پہ موجیں آبِ آہن کی ۔۔۔ کہ تو بر تو ہوں جیسے سیل میں گل ہائے نیلوفر

چکا چوند آتشِ شمشیر کی تھی سب کی آنکھوں میں ۔۔۔ چکا چاک آبِ آہن کی کیے دیتی تھی دل مضطر

سسکنے میں اگر لی سانس زخمی نے تو دم اٹکا ۔۔۔ تڑپنے میں اگر بسمل نے کروٹ لی پڑی ٹھوکر

کھلیں اس کشمکش میں کوچہ ہائے زخم کی راہیں (۱۳۰) اڑے ناوک پھریں چھریاں کھنچیں تیغیں چلے خنجر

شہ مرداں کے حملے سے لرزتی تھی زمیں ان کی ۔۔۔ کہ سارے قلعے میں تھا زلزلہ سا اندر اور باہر

بشر میں تو نہیں یہ زور شاید تھا ملک کوئی ۔۔۔ سپر کی طرح سے تھا ہاتھ میں جس کے درِ خیبر

ہوا آج ایک حملے میں یہ انجام اس لڑائی کا ۔۔۔ کہ خود گردن کشوں نے گردنیں بندھوائیں بڑھ بڑھ کر

بندھا رعب اس قدر کفار پر عبرت ہوئی ایسی ۔۔۔ فدک قبضے میں آیا شاہ کے بے منتِ لشکر

بشارت جو علم کے باب میں دی تھی پیمبر نے (۱۳۵) وہ پوری ہو گئی آخر بزورِ بازوئے حیدر

مطلع

الا اے ساقیٔ خمخانۂ دیں دست گیری کر ۔۔۔ میں از خود رفتہ ہوں اور کشمکش ہے آج اس در پر

یہاں شانے سے شانہ چھل رہا ہے بادہ خواروں کا ۔۔۔ کہیں محروم رہ جاؤں نہ میں اس بھیڑ میں دب کر

فدک کو مانگتا ہوں میں نہ نخلستانِ خیبر کو ۔۔۔ پلا دے تو مجھے چھلکا کے جامِ بادۂ اطہر

طمع نعمت کی بھی مجھ کو نہیں خواہاں کرم کا ہوں ۔۔۔ ادھر تو آنکھ بھر کر دیکھ سمجھوں مل گیا ساغر

کھڑا ہوں کاسۂ خالی لیے امید میں میں بھی (۱۴۰) قدیمی بادہ خواروں میں ہوں میرا نام ہے حیدر

رسولِ حق سے لیں سب نے زمینیں اور جاگیریں ۔۔۔ کسی نے قصرِ عالی اور کسی بے خانماں نے گھر

ملے سب غازیوں کو خسروِ باذل سے نخلستاں ۔۔۔ اسے چاہ اس کو ایواں اس کو باغ اس کو زر و زیور

کسی غازی سے تھی یہ شرط ہے وہ سب زمیں اس کی ۔۔۔ جہاں تک لا سکے قبضے میں وہ گھوڑے کو دوڑا کر

نہ تھی کچھ فتحِ خیبر پہ یہ بخشش منحصر شہ کی ۔۔۔ کہ یہ سرکارِ عالی ہے ہمیشہ سے کرم گستر

کسی کو بیتِ عینون اور کسی کو بیر حا بخشا ۔۔۔ (۱۴۵) کسی کو دومہ و جربا کسی کو فید سرتاسر

زمینِ فرع کے سب معدنیات ایک نے پائے ۔۔۔ کسی کو شاہ نے بحرین کے بخشے دُرّ و گوہر

کسی کو وادیٔ نخل اور اس کے شہد کا حاصل ۔۔۔ کسی کو دی زمینِ وادی القریٰ میں اس کی حاجت پر

نہ ہوگا کوئی ایسا دامنِ دولت کا وابستہ ۔۔۔ زمیں جس کو نہ دی ہو یا نہ دینے کو دیا ہو گھر

قصیدے کے صلے میں بھی ملا انعام شاعر کو ۔۔۔ عنایت کی ہے روزِ فتحِ مکہ کعب کو چادر

علم کی مدح کا اتنا صلہ مجھ کو بھی مل جائے ۔۔۔ (۱۵۰) کہ میں بھی ہوں لوائے حمد کے نیچے دمِ محشر

رہوں میں حاشیہ بوسوں میں پائے فرشِ استبرق ۔۔۔ رہوں میں غاشیہ داروں میں نزدِ چشمۂ کوثر

وہاں بھی ہوں یہی سب اہلِ محفل داد دینے کو

وہاں بھی ہو قصیدہ ہاتھ میں میرے سرِ منبر
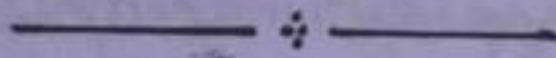
صفی لکھنوی

رازِ ہستی

در منقبت حضرت علیؑ

پیچ در پیچ ہے شیرازۂ اسبابِ علل　　رازِ ہستی ہے عجب عقدۂ مالاینحل

روح بے جسم کے ناقابلِ ادراکِ عقول　　جسم بے روح کے ہم معنیٔ لفظِ مہمل

لاکھ سمجھائیں تناسخ کے عقائد والے　　کچھ سمجھ میں مگر آتی نہیں یہ پھیر بدل

ہے تغیر کا اثر مادہ و صورت تک　　کیوں کہ اک حال ہے، اور ایک ہے ان میں سے محل

روح کیا چیز ہے اس سے نہیں واقف کوئی (۵)　　نفس کے علم سے یہ بے خبری طرزِ عمل

دیکھیے ساحتِ افلاک سے تا مرکزِ خاک　　تہ بہ تہ پردۂ اسرار ہیں مانندِ بصل

متحرک نظر آتا ہے اگر غور کریں　　ذرہ ذرہ ز سمک تا بہ سماکِ اعزل

مختلف وضع کے ہیں نامتناہی پرزے　　جن سے چلتی ہے یہ کلِ عالمِ اسباب کی کل

رشتۂ عقل میں ڈالی ہے تحیر نے گرہ　　دہنِ یار کا ہر نکتہ ہے ماقل و دل

کن میں گنجائشِ کونین خدا کی قدرت (۱۰)　　یہ معما نہ ہوا ہے نہ کبھی ہوگا حل

جس طرح آئے تھے دنیا میں یونہی جائیں گے　　رہ نوردوں کی گزرگاہ ہے یہ دارِ عمل

یہ فضا کامِ نہنگ و دہنِ اژدر ہے　　فکِ اعلیٰ ہے فلک ارض ہے فکِ اسفل

پستے ہیں سختیٔ دوراں سے دلِ اہلِ جہاں　　خشک و تر لقمۂ تر تیز ہیں دندانِ اجل

نشہ اترا تو بڑھی نزع کی اعضا شکنی　　جو سمجھتے تھے کہ میخانہ ہے یہ رنگ محل

خوب اس گلشنِ نیرنگ کو ہم نے دیکھا (۱۵)　　بیلیں اس باغ کی ہیں سلسلۂ طولِ امل

پتا پتا ہے یہاں رقص میں، گو ہے پابند　　غنچہ غنچہ ہے چڑھائے ہوئے پوری بوتل

دانے دانے میں ہے شوریدہ سری کی قوت　　ریشہ ریشہ ہے اسیرِ کششِ ردّ و بدل

قطرہ قطرہ ہمہ تن جوشِ انا البحر میں غرق　　ذرہ ذرہ مے پندارِ انا الطور میں حل

گوشے گوشے میں یہاں نوش بھی ہے نیش بھی ہے　　حلقہ حلقہ صفتِ خانۂ زنبورِ عسل

ہر کرشمے سے زمانے کے دو رنگی پیدا (۲۰) خیر و شر، عقل و جنوں، شادی و غم، دست و بغل

تنگئ دائرۂ عمر پہ یہ وسعتِ شوق — کہ جہاں پاؤں تھکے چلنے لگے ہم سر کے بل

فاصلہ ہستئ موہوم ہے بین العدمین — جس کا اندازہ کسی کو ہے نہ کوئی اٹکل

فرق اتنا ہے مگر عارف و عامی میں یہاں — کہ سوار ایک ہے اور ایک ہے ان میں پیدل

کھا کے انسان سمجھتا ہے فریبِ دنیا — پھول اس نخل کے خوش رنگ مگر تلخ ہیں پھل

جس کو ہم بحر سمجھتے ہیں وہ ہے موجِ سراب (۲۵) جس کو ہم باغ سمجھتے ہیں وہ ہے اک جنگل

جھاڑیاں ہیں کہیں چھائے ہوئے دلکش بنگلہ — کہیں سبزہ ہے بچھائے ہوئے فرشِ مخمل

کہیں بہتے ہوئے چشموں کی سریلی آواز — کہیں ہوتی ہے وہ ٹھہرے ہوئے پانی کے ڈل

کہیں سبزہ، کہیں لالہ، کہیں سنبل، کہیں گل — کہیں کھلتی ہوئی کلیاں کہیں اٹھتی کونپل

کہیں اشجار میں ہے خاندۂ جذبِ سموم — کہیں اثمار میں ہے ذائقۂ قند و عسل

ہیں چرندوں سے کہیں شیر کے چشمے جاری (۳۰) کہیں نغموں سے پرندوں کے طبیعت بے کل

ہر طرف دعوتِ نظارۂ اربابِ نظر — پتی پتی سے عیاں صنعتِ صناعِ ازل

فلسفی سر بگریباں کہ یہ اسرار ہے کیا — منطقی ساکت و صامت بحواسِ مختل

عارضی عیش ہے اک سایۂ ابرِ گزراں — کہ قیام اس کو نہیں ہے کوئی ساعت کوئی پل

سبزہ زارِ چمنستانِ جہاں قابلِ سیر — ہے مگر سیر کی فرصت کسے دیتی ہے اجل

ایک تنکا بھی نہیں باغِ جہاں کا بے کار (۳۵) پھر جو سوچو تو یہاں کچھ نہیں جز طولِ امل

پانچ دروازے ہیں اس باغ کے پانچوں حواس — ان میں جو بند ہو پیدا ہو طبیعت میں کسل

سب ہے، دنیا میں انھیں کے متعلق ساماں — خواہ کثرت سے ہو خواہ بمقدارِ اقل

ہے اسی بات پہ اشیا کے تنوع کا مدار — اصل میں ورنہ وہی پھول ہے جو چیز ہے پھل

طلعتِ حسن نمودار ہر اک پردے سے — شورشِ عشق سے گونجے ہوئے کل دشت و جبل

پاؤں پکڑے ہوئے سایہ متقاضی ہر دم (۴۰) بیٹھ رہیے کسی گوشے میں بچھا کر کمبل

مطلع

ہو جو یکسوئی دل، سرمۂ چشمِ احول — کثرت آئینۂ وحدت ہے تجلی صیقل

صورتِ مردمکِ دیدۂ بینا وہی نور — خود ہے آنکھوں میں نگاہوں سے مگر ہے اوجھل

ایک ہی جلوے سے معمور ہے کل بزمِ شہود — جس طرح تابشِ خورشید سے ذراتِ وحل

حسنِ معنی کے مظاہر ہیں ہزاروں لیکن   نیم رخ ہے کوئی تصویر کوئی مستقبل
آؤ کعبے میں تمہیں ایک مرقع دکھلائیں (۴۵) ہے جو سرتابہ قدم نازشِ صنّاعِ ازل
کعبے کے پیکرِ بے روح میں اب جان آئی   بعد مدت شجرِ طور میں پھوٹی کوپل
یہ وہی حسنِ دل افروز ہے جس نے سرِ طور   رہبرِ وادیٔ ایمن کو دکھائی مشعل
ٹھنڈک اس نور سے پتلی میں ہے ان آنکھوں کی   شبِ اسریٰ نے جن آنکھوں میں لگایا کاجل
ڈھل کے سانچے میں رسولِ عربی کے یہی نور   ظلمتِ کفر کرے گا ابداً مستاصل
بت شکن کی جو نظر ہے طرفِ طاقِ حرم (۵۰) خوف سے کانپ رہا ہے جگرِ لات و ہبل
پاؤں وہ جن سے بڑھی شانِ شکوہِ اسلام   ہاتھ وہ جن سے کھلے عقدۂ ما لاینحل
سج رہا ہے درو دیوارِ حرم پھولوں سے   پائے گا خازنِ جنت صلۂ حسنِ عمل
وہی فردوس کی بیلیں وہی گلدستۂ خلد   جن کا موقع ہے جہاں جن کا جہاں پر ہے محل
ہر طرف دائرۂ زمزمہ سنجانِ بہشت   جا بجا لخلخۂ عطرِ گلاب و صندل
ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے دونوں عالم (۵۵) لبِ زمزم پہ ترانہ لبِ کوثر پہ غزل
فاطمہ بنتِ اسد دیکھ رہی ہیں تماشے   گود میں چاند کا ٹکڑا ہے گلے کی ہیکل
گودِ خالق نے بھری نامیہ کے پھول کھلے   نخلِ امید میں پھوٹی ہے یہ پہلی کوپل
درو دیوار پہ کعبے کے لگائے چھاپے   آبِ تسنیم میں حوروں نے رگڑ کر صندل
بیٹھے ہیں تہ کیے زانوئے طلب اذنِ طلب   آئے ہیں دیکھنے استاد کو عقلِ اوّل
جب سے دیکھا ہے نصیری کے خدا کا جلوہ (۶۰) آگیا دہر پرستوں کے عقائد میں خلل
کہہ رہے ہیں سرِ ناخن کی زبانی ابرو   جتنے عقدے ہیں یہاں لاؤ ابھی کر دیں حل
سرعتِ نبض بتاتی ہے کہ ان شاء اللہ   کل اسی ہاتھ سے خیبر میں پڑے گی ہلچل
پاؤں چلنے تو لگے بنتِ اسد کا جایا   تو سہی کعبے میں قدموں پہ گریں لات و ہبل
دستِ حیدر کی انگوٹھی پہ ریاضِ جنت   ٹھہری ایک نگینہ ہے مگر ہشت پہل
شرف اندوزِ حضوری ہو یہ مشتاق ہے دل (۶۵) بدل اے طبعِ رسا نظم کا انداز بدل

مطلع

یا علی ذات تری عرش کی نازش کا محل   تیری معراج سرِ دوشِ نبیٔ مرسل
صاحبِ سیف و قلم کاسرِ اصنامِ حرم   خازنِ علمِ ابد، محرمِ اسرارِ ازل

تھا وہ آئینۂ حق بیں دلِ روشن تیرا جس پہ الہام کی لہروں سے ہوا تھا صیقل
مفتیِ شرعِ مبیں، امر شناسِ قرآں نائبِ ختمِ رسل، کاتبِ وحیِ منزل
تو ہے وہ قاضیِ ایوانِ عدالت جس نے (۷۰) کر دیا باز و کبوتر کا قضیہ فیصل
یہ بھی اک دبدبۂ زورِ یداللّٰہی تھا ہو گیا خاک کا پیوند جو مرحب سا یل
زور رگ رگ میں خداداد، خورش نانِ جویں وہ ترا جوشِ ارادی، یہ ترا طرزِ عمل
پرِ جبریل پہ ضربت کا ابھی تک سکتہ تنِ عفریت میں زخموں کی ابھی تک ہیکل
ضیحہ ضیحہ ترے رہوار کا صورِ محشر فقرہ فقرہ تری تلوار کا اک ضربِ مثل
مائلِ سلبِ نحوست ہوا گر تیری نظر (۷۵) ہو مبدل بہ سعادت ابھی تاثیرِ زحل
کفر و ایماں میں تری ذات ہے حدِ فاصل علم و حکمت میں ترا قول ہے قولِ فیصل
جنبشِ لب میں نہاں، موجِ تبسم سے عیاں لذتِ نہرِ لبن، چاشنیِ جوئے عسل
شمعِ کاشانۂ اجمال، بیانِ روشن عطرِ مجموعۂ تفصیل، کلامِ مجمل
مہد سے تا بہ لحد ذاتِ خدا پہ تکیہ مسقط الراس حرم، مسجدِ کوفہ مقتل
ذکرِ توحید ہے بے ذکرِ علی لاحاصل (۸۰) نقدِ اسلام ہے بے حبِ علی جنسِ دغل

نام جب ساقیِ کوثر کا زباں پہ آیا
چھڑ گئی پردۂ عشاق میں مستانہ غزل

لے چل اے جذبِ محبت وہیں جلدی لے چل بو ترابی ہوں مجھے خاکِ نجف ہے صندل
میں کہاں اور کہاں کشمکشِ رد و قبول میں کہاں اور کہاں حلقۂ ادیان و ملل
میرا ایمان تولائے علیِ اعلیٰ میرا اسلام ہوا سائے امامِ اول
دلِ شیدا ہے نصیری کے خدا کا بندہ (۸۵) مرتے دم تک نہیں آنے کا عقائد میں خلل
مے دیدار کا وعدہ ہے اگر وقتِ اخیر تلخ کاموں کے لیے گھونٹ ہے شربت کا اجل
گرم ہیں گرم زمانے کی ہوائیں ہر سو ان ہواؤں سے ہرا کیا ہو مرے دل کا کنول
شعلۂ درد، داغ دہکتے ہوئے انگارے ہیں سوزِ غم سے مرا سینہ ہے تنورِ مشتعل
کچھ بھی ہو شانِ تحمل کا مگر ہے یہی قول کہ نہ ماتھے پہ شکن آئے نہ ابرو پہ بل

درِ توبہ کی طرح بند نہ ہو جائے کہیں
صفیؔ آؤ سوئے میخانہ کہ مٹ جائے کسل

مطلع

ساقیٔ ہوش رُبا نے وہ اٹھائی بوتل   دیکھیے گا شجرِ طور میں پھوٹی کونپل

ہمہ تن شوق نگاہیں ارنی گویوں کی   آنکھ ملتے ہی جو آنکھوں کا چرالیں کاجل

دستِ ساقی میں نہیں پھول سے لبریز گلاس   شاخِ نازک پہ ہے جنّت کا رسیلا کوئی پھل

چشمِ رحمت کا اشارہ کہ چلے دور چلے   گھر کے آج آئے ہیں قبلے کی طرف سے بادل

کب تک اس طرح قدح خوار پئیں دو دو گھونٹ   (۹۵) ساقیا ڈھال بھی دے جام میں پوری بوتل

گو کہ مجھ رند کا فہرست کے آخر میں ہے نام   وہی دنیا مگر اوّل سے جو مے ہو اوّل

دل کے شیشے میں ہے سرجوشِ ولا کا یہ رنگ   مے نہ گنجد بہ صراحی و صراحی بہ بغل

طعنہ زن ہم پہ ہوں کیوں زہد ریائی والے   پارسائی سے ہے یہ بادہ پرستی افضل

منہ سے جب حشر میں آئے گی رچی بوئے شراب   آبِ رحمت کے ڈبڈبوں سے بھر آئیں گے جل تھل

یہ وہی مے ہے جسے روحِ امیں لائے تھے   (۱۰۰) سر بسر ایک لیے شیشۂ وحیٔ منزل

یہ وہی مے ہے جسے پیرِ مغاں نے سرِ خم   پی کے اک مرتبہ جنگل میں منایا منگل

جمع ہیں جرعہ کشانِ مئے حُبِّ حیدر   جیسے ہنگامِ دعا میرے حواسِ مختل

آج اس بزم میں پھر دور اسی مے کا ہے   بانگی جس کی چکھائی گئی تھی روزِ ازل

یاالٰہی بہ طفیلِ کرمِ نامحدود   جب تک انساں کو ملیں حسنِ ریاضت کے پھل

رزقِ موعود ملے غیب سے بے منّتِ خلق
آنکھ میری نہ ہو شرمندۂ اربابِ دول

———— ⁘ ————

عزیز لکھنوی

دُرّۃ البیضا

در منقبت حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ

بہارِ برشکال آئی کدھر ہے ساقیِ مہرو — جگا دے آج کی شب تو ذرا چلتا ہوا جادو

گھٹائیں ہر طرف امڈی ہوئی برسات کی راتیں — معاذ اللہ پھر اس پہ دل اسیرِ حلقۂ گیسو

برستا ہے لگاتار آج پانی بھر گئے جل تھل — ستم ہے اب بھی پیمانہ ہمارا گر نہ ہو مملو

بہار آ کے جوشِ باطنی کو تیز کرتی ہے — مری آنکھوں سے ٹپ ٹپ گر رہے ہیں متصل آنسو

نتیجہ دیکھیے کیا ہو نمو کے جوش کا یارب (۵) کہ ہر ہر سانس میں بڑھ جاتا ہے خون اب کئی چلو

نویدِ فصلِ گل سے ہو گئیں روحیں طرب آگیں — رگوں میں خونِ تازہ دوڑنے پھرنے لگا ہر سو

چلے ہیں جھومتے سرِ دَر ہو استانِ مے خانہ — گلابی سا خمار آنکھوں میں ہے لیکن نہیں قابو

مرتب ہو چکا ہے ساز و برگِ بادہ پیمائی — میں پیتا جاؤں اور پیمانہ دیتا جائے مجھ کو تو

نشاطِ روح کا اندازہ کر متوالی آنکھوں سے — کہ ہے ہر رنگ کے پھولوں سے آغوشِ زمیں مملو

قبا کی آستینیں دوش تک الٹے ہوئے زاہد (۱۰) چلے ہیں جدولِ گلشن کی جانب بہرِ شست و شو

بسیرا لے رہے ہیں شاخِ گل پر طائر آ آ کے — وہ زیر و بم صداؤں میں وہ ان کے نغمۂ دلجو

اڑائے دیتے ہیں دل کو ہوائے سرد کے جھونکے — گناہِ بادہ نوشی واعظا اب بھی کیا نہیں عفو

اٹھا لائی ہے بستر سے مریضانِ محبت کو — صدائے بلبلِ شیراز و صوتِ نغمۂ تیہو

دمِ نظارگی خونِ جہندہ جوش کھاتا ہے — فضائے سبزہ پر یوں بھر رہے ہیں چوکڑی آہو

شعاعِ مہرِ عالم تاب گویا نقشِ زریں ہے (۱۵) کیا کرتی ہے رختِ نوجوانانِ چمن اُتّو

حسینوں کو دمِ گل گشت ہے یہ شغلِ دلچسپی — قبائے سبز کے دامن میں باندھے جاتے ہیں جگنو

سنی سنبل کی شہرت ساعتِ مشاطگی آئی — اٹھے معشوق بہرِ اہتمامِ زینتِ گیسو

ادب سنجانِ مے خانہ ہوئے ہیں جمع اٹھ ساقی! — وہ ڈیرے بادہ آشاموں نے ڈالے ہیں کنارِ جو

میانِ مجلسِ وردی کشاں اک طرفہ صحبت ہے
ہوا ہے جمع ہر طبقے کا اک اک شاعرِ خوشگو

لیے اک ساتگیں اور اک صراحی ہاتھ میں اپنے (۲۰)
ہم ایسے لاابالی رند بھی بیٹھے ہوئے اک سو

کہ لائے چند شاعر اک نگارِ ایشیائی کو
کہ جس کی چشمِ وحشت خیز ہے رم خوردہ ہو آہو

مگر ہنستے ہوئے کچھ مغربی شاعر بھی آئے ہیں
کہ دیکھیں حسن سے ہوتا ہے دل کس طرح بے قابو

یکایک اس ستم پیشہ نے چہرے سے نقاب اُلٹی
ہوئی وہ بزمِ عشرت رشکِ بزمِ گلشنِ مینو

نگاہیں ہیں کہ اک پیمانۂ زہرِ ہلاہل ہیں
ہیں افعی کاکلیں اور عقربِ جرّارہ ہیں ابرو

ہے خال اک مشک دانہ اور بادام سیہ آنکھیں (۲۵)
رُخِ رنگیں ہے سیب اور شمعِ بینی ہے گلِ شبّو

بنفشہ زار ہے روئے مخطط اس ستم گر کا
دہن پستہ ہے لب خرمائے خنداں شُلِ شفتالو

وہ چشمک چشمِ افسوں ساز کی اللہ ہی اللہ ہے
جگاتی رہتی ہیں جو رات بھر سوتا ہوا جادو

حنائی ہاتھ ہے اللہ ایسا پنجۂ مرجاں
دماغ اہلِ مشرق حسن سے جس کے ہے بے قابو

ہیں ساعد شاخِ گل غبغب بہی بازو ترازو ہیں
کہ جس میں تولتا ہے حسن کے اثمار وہ دلجو

وہ دنداں دانہائے نار ہیں یا گوہرِ ژالہ (۳۰)
تبسّم شکّریں لیکن سخن میں ترشیِ لیمو

یہ سب کچھ ہے مگر غائب دہن ہے بیچ کمر بھی ہے
وہ ہے صفرِ عدم اور یہ ہے اک باریک تارِ مو

کبھی وہ جوہرِ فرد اور کبھی ہے نقطۂ فرضی
کبھی یہ اک خیالی خط کبھی عکسِ رخِ گیسو

سراپا میں کبھی مدغم دکاں دارو فروشی کی
مسیحا وہ کبھی بیمار کا اپنے کبھی دارو

کبھی اس سبزہ زارِ حسن میں پیدا جڑی بوٹی
کبھی وہ نخلِ قامت اک طلسمِ گلشنِ مینو

خدا رکھتے ہم ایسے چاہنے والوں کو دنیا میں (۳۵)
چھپایا خود ہی دل اور جس کو چاہا کر دیا دلجو

مشبّہ اور مشبّہ بہ میں وجہِ شبہ گویائی
مگر تشبیہ کا اُٹھانا خطا اے شاعرِ خوشگو

نظر کر جادۂ فطرت سے کتنا دور جاتا ہے
یہ مانا ہم نے اغراق و غلو ہیں صنع کے پہلو

ہزاروں بار خود دن بھر میں جیتے اور مرتے ہیں
خوارق تو ازل سے ہو گئے ہیں داخلِ خو بو

تصوّر جب کبھی دستِ حنابستہ کا آتا ہے
لہو بڑھ جاتا ہے بیمارِ فرقت کا کئی چلّو

ہزاروں دے دیے دُشنام اپنے جذبۂ دل کو (۴۰)
رقیبِ روسیہ کے گھر اگر وہ ہو گیا مدعو

نکل آئے ہیں تارے نظر میں چاندنی چھٹکی
جب آیا چین کے افشاں ان کے غم خانے میں وہ مہ رو

شہودی ہو گئے گر فکرِ معشوقِ حقیقی میں
لگائی بیٹھ کر اکثر جو ضربِ نعرۂ یاہو

ارے بدمست باز آ ایسے تخیلاتِ فاسد سے
نہ پھر دیوانہ وار اس وادیِ الفت میں تو ہر سو

کہاں تک خارخارِ ذوقِ مژگانِ جگر گستر — رگِ جاں میں چبھے گا تیری کب تک نشترِ ہر مو

خریدا ہے اگر یہ دردِ سر بازارِ الفت میں (۴۵) جبیں پر صندلِ عرفاں لگا اور دردِ سر کا ہو

کوئی قم کہہ دے اور جی اٹھیں ہم یہ غیر ممکن ہے — مگر ہاں جن میں یہ قدرت ہے، وہ ہیں ایسے ہی مرد ہو

ارے مجنوں یہ دریا ہے نہ ہے یاں گوہرِ مقصد — چمک کر تجھ کو دھوکا دے رہی ہے نجد کی بالو

پریشاں دل کے ذرّے کر شبِ گیسوئے دلبر میں — نظر آئیں گے تجھ کو پھر چمکتے ہر طرف جگنو

مٹا دے جھائیاں شیشے کی انفاسِ حقیقت سے — اسی کو دل میں دیکھے گا کہ جس کو ڈھونڈتا ہے تو

ذرا شمعِ ولایت لے کے گھوم اس کعبۂ دل میں (۵۰) تو پھر اے بے خبر معلوم ہو گی وسعتِ مشکو

اگر قوسِ ہلالِ عیدِ عرفاں دیکھنا چاہے — تو دل پر نقش کر لے اس عفیفہ کا خطِ ابرو

ذکیہ طاہرہ امّ الفضائل فاطمہ زہرا — کہ ہے سررشتۂ ایجادِ عالم جس کا ہر اک مو

فلک پہ ہے ہلالِ یک شبہ فیضانِ عکس اس کا — زمیں پر ذوالفقار ادنیٰ سا ہے اک پرتوِ ابرو

معطر کر دیا ہے اس نے رختِ آفرینش کو — نہ کیونکر عطرِ پیغمبرؐ ہو اس کے جسم کی خوشبو

یداللہ سا ہے شوہر اور محمدؐ سا پدر جس کا (۵۵) ملے ہیں شبّر و شبیر سے دو قوتِ بازو

زہے جذبِ امامت آپ کے فرزند کی خاطر — خود اپنا بچہ لے کر حاضرِ خدمت ہوا آہو

حدیثِ بضعۃٌ منّی سے جذبِ دل ہے وابستہ — رگِ جانِ پیمبرؐ کیوں نہ ہو ہر رشتۂ گیسو

رسول اللہؐ جب فردوس کے مشتاق ہوتے ہیں — تو آ کر سونگھتے ہیں سیدہ کے جسم کی خوشبو

بہ باطن حور یہ ہیں اور بظاہر ہیں یہ انسیہ — احادیث و سیر اس امر از سرِ لستہ سے ہیں مملو

معاً بن کے نور ان کا رہا سیبِ بہشتی میں (۶۰) کیا جب نوش احمدؐ نے کھلا وہ عقدۂ دلجو

قریشی عورتوں کو اور فرزندانِ ہاشم کو — طلب بنتِ خویلد نے کیا ہے دل ہے بے قابو

بھڑکتے ہیں ادھر انکار کے شعلے زبانوں سے — شقاوت سے جہنم ہو رہا ہے قلبِ کینہ جو

تردد ہے ادھر آثارِ وضعِ حمل پیدا ہیں — خدیجہ دیکھتی ہیں یاس کی نظروں سے اب ہر سو

طلسمِ قدرتِ حق ٹوٹتا ہے ناگہاں دیکھو — تجلی زار مثلِ دشتِ ایمن وسعتِ مشکو

یہ سارہ ہیں یہ مریم اور یہ ہیں خواہرِ موسیٰ (۶۵) یہ حوریں آبِ کوثر لیے ہیں بہرِ شست و شو

کہ آئیں سیدہ کتمِ عدم سے بزمِ صورت میں — ہر اک کاشانۂ مکہ ہوا انوار سے مملو

ہر اک سو برق چمکی خندۂ حورانِ جنت سے — فرازِ عرش و کرسی تک گیا آوازۂ صلّو

رخِ روشن سے ظاہر تین بار اک نور ہوتا ہے — جمالِ سیدہ ہے حسنِ رنگارنگ سے مملو

یہ وہ ہیں دست بوسی جن کی خود فرماتے تھے حضرتؐ — یہ وہ معصومہ ہیں جن میں محمدؐ کی ہے سب خوبو
یہی وہ فاقہ کش ہے جس نے فاقوں پر کیے فاقے (۷۰) یہی وہ صابرہ ہے جس کا زخمی کر دیا پہلو
یہی وہ زاہدہ ہے اور یہی ہے ایسی مرضیہ — کہ جس نے مکتبِ تقویٰ میں اوّل تہ کیا زانو
لہو ہاتھوں کا چوبِ آسیا تک بہہ کے آیا ہے — مگر جز شکر کچھ کہتی نہیں معصومۂ خوش خو
وہ شہزادی کہ جس کے موکبِ اجلال کے آگے — ملائک سے سنیں گے اہلِ محشر نعرۂ غضّو
یہ وہ مریم ہے جس کی عمر وقفِ خاکساری تھی — اٹا سب گرد میں ملبوس اتنی گھر میں دی جھاڑو
رہی ہیں اس قدر استادہ محرابِ عبادت میں (۷۵) کہ پائے مبارک پر ورم ظاہر ہوا ہر سو
بہ ہنگامِ ریاضت دیکھتے تھے جب رسول اللہؐ — تو خود حضرتؐ کی بھی آنکھوں سے جاری ہوتے تھے آنسو
شہیدانِ احد کا مقبرہ اور آپؑ کا رونا — قیامت تک رہے گا یاد اے معصومۂ خوش خو
بھلا پھر کون ہوتا سیدہ کا کفو دنیا میں — نہ ہوتا گر امیر المومنیں سا بندۂ نیکو
پیمبرؐ کس لیے کرتے نہ تعظیم اپنی بیٹی کی — کہ تھیں ام الائمہؑ خلق میں معصومۂ خوش خو
یہ وہ ہیں جن کے خدام ادب کی بھی یہ خاطر تھی (۸۰) کہ اترا چرخ سے اک ڈول آبِ تازہ سے مملو
درِ دولت پہ پہلے فاطمہ زہرا کے جاتے تھے — سفر سے جب کبھی تشریف لاتے تھے شہِ خوش خو
مسلماں ہو گئے اسّی یہودی دیکھ کر جس کو — یہ کیسے نور سے تھی چادرِ اقدس تری مملو
بہت تھا اپنی خلقت پر انھیں ناز آدم و حوّا — سریرِ خلد پر دیکھا کسے کیوں دل ہے بے قابو
خدا شاہد ہے اس معصومہ کی وادیٔ مدحت میں — کچھ اپنی عقلِ حیرہ دست پر میرا نہیں قابو
قسم اس مدبِ عزت کی کہ جس نے جان بخشی ہے (۸۵) شکستہ پا ہے اس وادی میں میری عقلِ مدحت جو
قسم حقِّ محمدؐ کی حضوری اس لیے چاہی — درِ رحمت سے تا دامانِ عصیاں کر کرو مملو
اگر ہوں لائقِ بخشش تو دنیا گوشۂ چادر — عزیزؔ خستہ دل کو ہے شفاعت آپ کی مرجو

جہنم میں بھی جاؤں گر تو تیرے حکم سے جاؤں
کہ وہ بھی ہوگا میرے واسطے اک گلشنِ مینو

———— ✣ ————

محشر لکھنوی

در تہنیت ولادت حضرت علیؑ

دن کٹ گیا ظاہر ہوئی شام شب ارماں — نکلا مری قسمت کو جگاتا مہ تاباں
کیا چودھویں کے چاند کی پھیلی ہے تجلی — دن ہو گیا گویا کہ زمانے میں نمایاں
ظاہر ہے یہ چھٹکے ہوئے تاروں کے سماں سے — نکلیں گے کسی عاشق جانباز کے ارماں
لو آگیا رحم ان کی بھی حالت پہ فلک کو — ہر وقت لیے پھرتے تھے جو چاک گریباں
تا حد نظر چاندنی پھیلی ہے زمیں پر (۵) — ہیں ایک ہی عالم میں بیابان و گلستاں
جولاں گہ انوار ہوا صفحۂ عالم — کیا خاک جمے اب نگہ موسیٰ عمراں
آنکھوں سے گئی تا بہ جگر خنکی مہتاب — ارباب محبت کا بہلنے لگا خفقاں
بند آنکھیں کیے جانے لگے شوق کے بندے — لو ہو گئی آئینہ رہ کوچۂ جاناں
بیٹھا ہوا اجزائے ہوا دیکھ رہا ہے — سوتا ہی نہیں محفل دلدار کا درباں
بہلاتا ہے دل جلوۂ قدرت کا تماشا (۱۰) — یوسف کھڑے ہیں شام سے تا روزن زنداں
ہمدرد ہے کون ایسا کہ جو چاندنی سونپے — عشاق چھپانے لگے زخم غم پنہاں
تا حد نظر قبروں پہ ہے نور کی چادر — بے کار ہوئی شمع سر گور غریباں
رخسارۂ مہتاب کی اللہ ری تجلی — باریک بھی لکھا ہو تو پڑھ لیجیے قرآں
عشاق کا دم آنکھوں تک آیا ہوا پلٹا — باقی نہیں دنیا میں سواد شب ہجراں
یہ بھیگتی رات اور یہ شبنم کی تراوش (۱۵) — گویا کہ نہائے کھڑے ہیں اہل گلستاں
ہر سانس میں دل بڑھتا ہے اور خون رگوں کا — نظریں رخ گردوں پہ ہوئی جاتی ہیں قرباں
یہ جوش ہوا چشمۂ مہتاب میں پیدا — اک نور کا طوفاں ہے تہ گنبد گرداں
آئینہ بنی خلوت دلدار کی ہر شے — آساں ہوئی آرائش گیسوئے پریشاں
صاف آئے نظر گم ہو اگر سوزن عیسیٰ — ذرے ہیں کہ ہے صفحۂ گیتی پہ چراغاں
اشجار نہیں گوہر مقصود انھیں کہیے (۲۰) — ڈوبے ہوئے ہیں نور کے دریا میں گلستاں

یہ چاندنی ہے آبِ حیات آج اثر میں — لو جی اٹھے بستر پہ مریضِ تپِ ہجراں
آثارِ وطن دیکھتے ہیں رہروِ منزل — اس حد پہ بڑھی روشنیِ شامِ غریباں
موقوف تھیں اندھیاریوں پر جن کی مرادیں — بیٹھے ہیں وہ سب دل میں چھپائے ہوئے ارماں
بے حس پڑے ہیں چاندنی کے دیکھنے والے — نیند آتی ہے لیکن نہیں سوتے کسی عنواں
عشّاق کی آہوں سے شرر ہو گئے معدوم (۲۵) اب کوئی نہیں کرمکِ شب تاب کا پرساں
نکلے تو ہیں خلوت کدے سے نوردوں میں لیکن — دامن کو کہاں جا کے چھپائیں مہِ کنعاں
گویا شجرِ وادیِ ایمن میں لگی آگ — کچھ اور بڑھا جذبِ دلِ موسیِٰ عمراں
سر تا بہ قدم نور کا پہنے ہوئے جامہ — اک رنگ میں ڈوبے ہیں جوانانِ گلستاں
شب بھر ہی سہی جان تو جلنے سے بچے گی — ممنونِ فلک ہے جگرِ شمعِ شبستاں
منظورِ نظر ہے مہِ تاباں سے تقابل (۳۰) عشّاق نے وا کر دیے داغِ دلِ سوزاں
ہوتی چلی ان سب کی بھی جمعیّتِ خاطر — جو لوگ تھے مجموعۂ حالاتِ پریشاں
دن رات سفر کرنے لگے قافلے والے — رفتارِ قمر ہے سببِ جذبۂ پنہاں
باطن کی صفا بخش ہے یہ نور فشاں رات — جاتے ہیں خیالات سوئے منزلِ عرفاں
سوتا ہے کوئی تاروں بھری رات میں غافل — بیٹھا ہے کوئی دل میں لیے سیکڑوں ارماں
بیتاب ہوئے میر تقی میر جناں میں (۳۵) اربابِ سخن نکلے مکانوں سے غزل خواں
خوبانِ جہاں سیر کو یوں نکلے ہیں گھر سے — جیسے سحرِ عید کو خورشیدِ درخشاں
پھیلی ہوئی واں چاندنی دنیا کی زمیں پر — یاں برقِ تجلیِ رخِ روشن سے نمایاں
یاں حسن کی دنیا کا نصیب ان سے ہے بیدار — واں کوکبِ اقبالِ فلک ہے مہِ تاباں
گھیرے ہوئے واں دورۂ گردوں کو شعاعیں — چھوٹی ہوئی یاں تا بہ کمر زلفِ پریشاں
دنبالہ رَوی میں اُدھر انبوہِ کواکب (۴۰) سرگشتۂ محبت میں اِدھر گبر و مسلماں
مانا کہ اگر وہ ہے کسی قوم کا معبود — ہیں عاشقوں کے واسطے یہ دشمنِ ایماں
کس حسن کی رفتار اُدھر دورِ فلک پہ — چلتے ہیں اِدھر یہ صفتِ سروِ خراماں
بیمارِ شبِ ہجر کی روح اس کی تجلّی — یہ اپنے مریضوں کے لیے عیسیِٰ دوراں
وہ جزر و مدِ بحر کے جذبات کا بانی — دریائے محبت میں اٹھاتے ہیں یہ طوفاں
شرمندۂ خورشید ہے وہ کسبِ ضیا میں (۴۵) مہران کے مقابل میں چراغِ تہِ داماں

ذکر اس کا اگر آیا ہے فرقانِ مبیں میں — پاؤ گے انھیں بھی جو پڑھو سورۂ رحماں

وہ صبح کے ہوتے ہی بس اک سادہ ورق تھا ہے — ہر وقت میں یہ ہیں صفتِ رنگِ بہاراں

ہے اس کی شعاعوں سے جو تولید ہوئی — ان کی نگہِ ناز ہے نشتر زنِ شریاں

وہ چودھویں شب چشم و چراغِ اہلِ جہاں کا — یہ عالمِ دل میں صفتِ مہرِ درخشاں

عالم کو مساوات ہوئی دید سے اس کی (۵۰) یہ سامنے آجائیں تو ہو حشر نمایاں

وہ دورِ فلک پر جو ہے چلتا ہوا ساغر — یہ خم کدۂ حسن کے ہیں ساقیٔ دوراں

وہ صدر نشیں بزم کواکب میں اگر ہے — یہ صدر ہیں عشاق کے پنہاں صفتِ جاں

جب دیکھو انھیں عمرِ جوانی کی ترقی — وہ بزمِ جہاں میں فقط اک رات کا مہماں

روشن ہو جہاں چھپ کے جو وہ ابر سے نکلے — یہ رخ سے نقاب الٹیں تو ہوں اور ہی ساماں

جب چاہے اسے ابرِ تنک آکے چھپا لے (۵۵) کیا تاب ہے چھو لے اگر ان کا کوئی داماں

وہ داغ بدل رہتا ہے دھڑکے سے گہن کے — یہ حسنِ خداداد سے بے خطرۂ نقصاں

جب دیکھیے گردش ہے اسے گرد زمیں کے — جب دیکھیے جاں بازوں کے دل ان پہ ہیں قرباں

زخمی کو اگر وہ ہے نمک ریزِ جراحت — یہ اپنے فدائی کے لیے خنجرِ براں

دن رات وہاں مہر کی ہے حلقہ بگوشی — آزاد یہ ہیں صورتِ برقِ شرر افشاں

وہ بزمِ جہاں میں ہمہ تن دیدۂ پُرنم (۶۰) یہ صورتِ دیوارِ حرم بالبِ خنداں

واں داغ نہیں نامِ علی دل پہ ہے کندہ — قلب ان کا حرم مولدِ شاہنشہِ مرداں

شاہنشہِ مرداں، اسدِ خالقِ اکبر — نورِ نگہِ بنتِ اسدؑ ہادیٔ دوراں

پیدا ہوا جو تیرھویں کو ماہِ رجب کی — مولودِ حرم کہتے ہیں جس کو کہ مسلماں

نورِ صمدی ظاہر و باطن جسے کہیے — کہتے ہیں جسے اہلِ نظر قدرتِ یزداں

شق ہو کے صدا دینے لگی کعبے کی دیوار (۶۵) لے اہلِ جہاں دیکھ لو یہ ہے رہِ عرفاں

لو بنتِ اسد آتی ہیں اللہ کے گھر سے — لو ختم ہوئی تیسرے دن دعوتِ مہماں

جاتی ہے ضیا خانۂ محبوبِ خدا تک — مخفی کیے ہیں وہ مہِ کامل تہِ داماں

قدر ان کی مسلمانوں کے دل سے کوئی پوچھے — جن کا کہ ہر اک عضو ہے اک پارۂ قرآں

ہاتھوں سے نظر بنتِ اسد کی نہیں ہٹتی — دریائے امامت کا لیے ہیں دُرِ غلطاں

یہ ہاتھوں پہ نائب ہے حبیبِ دوسرا کا (۷۰) یا تختِ رواں پہ چلے جاتے ہیں سلیماں

یہ ہاتھوں سر تا بہ قدم نورِ خدا ہے — یا جلوہ فگن طور پہ ہیں موسیٰ عمراں
ہاتھوں پہ نظر آتا ہے خورشیدِ امامت — یا چرخِ چہارم پہ یہ ہیں عیسیٰ دوراں
اے بنتِ اسد کچھ تو کہو منہ سے خدا را — یہ ہاتھوں پہ بچّہ ہے کہ ہے رحل پہ قرآں
یہ ہاتھوں پہ افضالِ الٰہی سے علی ہیں — یا قلبِ رسولِ عربی کا کوئی ارماں
ہر گام لیے جاتی ہیں نظروں سے بلائیں — (۷۵) دل کا ہے یہ عالم کہ ہوا جاتا ہے قرباں
لو گود میں محبوبِ خدا نے لیا بڑھ کر — لو بدر کی صورت نظر آیا مہِ تاباں
طاقت کوئی اس ماں کے کلیجے کی نہ پوچھو — ہے گود میں جس کی اسدِ خالقِ یزداں
وہ طفل جو لختِ جگرِ احمدِ مرسل — وہ طفل جو نورِ نگہِ دیدۂ ایماں
اسرارِ مناقب میں ہے عرفانِ حقیقی — جب بیٹھ کے فکر بڑھی قوتِ وجداں
وقت آ گیا محشر پڑھو اک مطلعِ تازہ — (۸۰) پڑھنے لگیں صلوات جسے سن کے سخنداں

مطلع

مانندِ علی کس کو ہے قربِ درِ سبحاں — جو دفترِ کُن میں ہو لکھا سابق الایماں
کہتے ہیں جسے صبحِ ازل نور ہے ان کا — جس سے کہ ہوئی روشنئ عالمِ امکاں
نور ان کا ہوا سرمہ کشِ دیدۂ آدم — نور ان کا ملائک کو چراغِ رہِ عرفاں
ممکن نہ ہوئی معرفتِ رتبۂ حیدر — کوشش تو بہت عقل نے کی تا حدِ امکاں
جذباتِ نگہِ حیدرِ صفدر کے تصدق — (۸۵) جس نے کبھی دیکھا وہ ہوا دل سے مسلماں
کہتا ہے نصیری کہ خدا کہیے علی کو — اور عقل یہ کہتی ہے کہ کہیے انھیں انساں
ہمراہِ نبی پہنچے علی عرشِ عُلا تک — قائم ہوئی آخر یہ حدِ جذبۂ عرفاں
مثلِ گلِ پژمردہ جو توڑا درِ خیبر — احسنت کی آواز گئی تا حدِ امکاں
پھینکا جو پسِ پشت اسے چالیس قدم پر — تھرّا اٹھی محمود یہ زمینِ عربستاں
محکوم ترے اہلِ سمٰوات ہیں مولا — (۹۰) ڈوبا ہوا مغرب سے پھر ابھرا مہِ درخشاں
کہتا ہے خدا کوئی کوئی نورِ خدا کا — اک بندۂ درویش کی یہ قوتِ امکاں
آنکھوں سے لگا لے وہ ترے نقشِ قدم کو — جس نے کہ نہ دیکھا ہو چراغِ رہِ عرفاں
کہتے ہیں امام اپنا جو بندے تجھے دل سے — ہیں ان کے خیالات پہ سو جان سے قرباں
سب مانیں تجھے بعدِ نبی ہادیِ اول — بس ہے تو یہی ہے سببِ خلقتِ انساں

حق یہ ہے جو غیبی تری امداد نہ ہوتی (۹۵) کیا تاب تھی بچ جاتے اگر تیر سے سلماں
جبریل بڑے مردِ معتمد ہیں بتائیں دیکھا کبھی آنکھوں سے تری شان کا انساں
پھیلا دیا ایمان کو اور ملکِ عرب میں بتلائے کوئی ہم کو سمجھتا ہو جو آساں
کیا چین سے نیند آئی تھی بستر پہ نبیؐ کے دکھلا دیا یوں نفس کو کر دیتے ہیں قرباں
طاعات میں اللہ رے وجدانِ حقیقی حیرت سے ملک تھے صفتِ پیکرِ بے جاں
وہ زور تھا تمہید کشادِ درِ خیبر (۱۰۰) دو ٹکڑے جو بچپن میں کیا کلۂ ثعباں
ایک ایک نفس تھا الفِ لفظِ الٰہی جاتے تھے خیالات سوئے مرکزِ عرفاں
لی مہد میں اس زور سے انگڑائی کہ تو بہ مضبوط بندھے ہاتھوں کا کھلنا ہوا آساں
روشن ہے جہاں آپ ہی کی جلوہ گری سے یہ چھٹکی ہوئی چاندنی یہ ماہِ درخشاں
یہ محفلوں میں ساغرِ کوثر کی روانی لبریز یہ شیشے صفتِ قلبِ پُر ارماں
یہ میکدے پہ بادہ پرستوں کی چڑھائی (۱۰۵) یہ خدمتیں ساقی کی شریکِ جزا ایماں
ہاں اے مرے ساقی تجھے کعبے کی قسم ہے لانا کوئی ساغر صفتِ مہرِ درخشاں
شیشے سے ابلتی ہوئی مے جام میں آئے دکھلا دے مجھے نشّے کا اٹھتا ہوا طوفاں
یوں نشے میں پھر یاد رہے عالمِ ہستی بھولا ہوا جیسے کہ کوئی خوابِ پریشاں
جب جانوں اشاروں پہ چلے ساغرِ گلگوں سو جان سے تیری نگہِ مست کے قرباں
وہ بادہ پلا روح رواں جس کی ہو خوشبو (۱۱۰) جس کا کہ ہر اک قطرہ ہو خونِ رگِ شریاں
سمجھے ہوئے ہیں تو بہ کو جو وضع میں داخل بندہ نہیں اے بندہ نواز ایسا مسلماں
جس حسن سے کیں کاوشیں توبہ شکنی میں آتی ہی جوانی پہ ہوئی قوتِ ایماں
کافر ہوں جو مانگا ہو کبھی غیر سے ساغر ناز اس سے عبث ہے جو ہویدا سا نہاں
پیمانہ مرے شوق کا دیکھے ہوئے ساقی اور سوچے ہوئے دل میں کسی محنت کا پیماں
ارمانوں کی یہ رات مرادوں کی یہ شب ہے (۱۱۵) محروم مرا بھی نہ رہے قلبِ پُر ارماں
آباد رہے خم کدۂ مدح ابد تک اور خوش ہو ہمیشہ یہ مرا ناصرِ لایاں

وہ ناصرِ دیں جس کے بزرگوں کی بدولت
کوئی ہو حسانؔ لقب اور کوئی سحبانؔ

محشرؔ بھی صلۂ خدمتِ دیرینہ کا پائے
مل جائے خطاب آج وہ جو ہو مرے شایاں

یہ کہہ کے بصد ناز پھر اس بزم سے جائے
یوں لیتے ہیں انعام مدیحِ شہِ مرداں

احباب گلے سے ملیں بڑھ بڑھ کے خوشی میں
لے تجھ کو مبارک ہو یہ کہتے ہوں سخنداں

⁂

اقبال سہیل

دَر نعت

کرے تارِ شعاعی لاکھ اپنی سعیِ امکانی — رفو ہوتا نہیں اب صبح کا چاکِ گریبانی
وہی سمجھیں گے جو واقف ہیں اسرارِ محبت سے — کہ یکساں جاں گسل ہے ذوقِ وصل و دردِ ہجرانی
ابھی تک کہہ رہا ہے ذرہ ذرہ دشتِ ایمن کا — قیامت ہے قیامت جلوۂ جاناں کی عریانی
اِدھر دوشیزہ کرنوں کا نکلنا سمتِ مشرق سے — اُدھر بزمِ جہاں سے رخصتِ شمعِ شبستانی
اِدھر صبحِ گریباں چاک کا راہِ عدم لینا (۵) — اُدھر خورشیدِ عالم تاب کا آغازِ رخشانی
کبھی پھولوں کے جھرمٹ میں شعاعوں کی نظر بازی — کبھی خود جلوۂ خور سے گلوں کی چاک دامانی
کہیں دوشِ صبا پہ رقص کرنا نکہتِ گل کا — کہیں شاخِ نشیمن پر عنادل کی حدی خوانی
اِدھر غنچوں کے لب پر وردِ یا فتاح جاری ہے — اُدھر محوِ اقامت ہے قطارِ سروِ بستانی
اِدھر سبزے کا جاگ اُٹھنا خمارِ خوابِ نوشیں سے — اُدھر بادِ سحر سے زلفِ سنبل کی پریشانی
کہیں قبل از صبوحی میکشوں کی مشقِ خمیازہ (۱۰) — کہیں بعد از نوافل زاہدوں کی سبحہ گردانی
صبا کے گدگدانے سے اِدھر کلیوں کا ہنس دینا — اُدھر شبنم سے پھولوں کی عرق آلودہ پیشانی
اِدھر شبنم کی ہستی کا فنا فی النور ہو جانا — اُدھر گل کا صبا سے ادعائے پاک دامانی
بجا ہے صبح دم گر چشمِ نرگس پہ خمار آ گیں — چمن میں رات بھر کی ہے زرِ گل کی نگہبانی
رگِ گل نے بچا رکھا ہے ہر سودامِ نظارہ — عبث ہے گر کرے مرغِ نگہ سعیِ پر افشانی
یہ صبح و شام ہی کیا چشمِ عبرت میں اگر وا ہو (۱۵) — تو اک درسِ بصیرت ہے سراپا بزمِ امکانی
چمن پیرائے کن صدقے تری نیرنگ سازی کے — لبِ ہر غنچہ پہ ہے کُلَّ یَومٍ ھُوَ فِی شَان
وہ تابستاں کے بعد ابرِ سیہ کا جوشِ تر دستی — وہ آغازِ بہار اور رخصتِ فصلِ زمستانی
کسی کے خندۂ دنداں نما کا کھنچ گیا نقشہ — لبِ گل برگ پہ شبنم نے کی جب گہر افشانی

مطلع

بہار آئی ہوئی آراستہ پھر بزمِ امکانی — ہوا گلزارِ عالم پھر جوابِ باغِ رضوانی

تمناؤں کا حشر اٹھا ہے پھر ویرانۂ دل میں (۲۰) جنوں نے دل کو دی پھر دعوتِ شوریدہ سامانی

چمن میں جس طرف دیکھو نظر بازوں کا جھرمٹ ہے — الٰہی کوچۂ قاتل ہے یا صحنِ گلستانی

چمن کا جلوۂ رنگیں ہے یا اک شعرِ فطرت ہے — کہ جس پر ذوقِ فطرت خود ہے محوِ آفریں خوانی

جبینِ صبح پر قشقہ ہے یا خطِ شعاعی ہے — ایاغِ لالہ میں شبنم ہے یا صہبائے ریحانی

نگاہیں جذب کر لی ہیں بہارِ عارضِ گل نے — رگِ گل کی حقیقت آج ہم نے جا کے پہچانی

نہ جانے حسن ہے یا عشق اتنا جانتے ہیں ہم (۲۵) ہمیں کھینچے لیے جاتا ہے کوئی جذبِ پنہانی

کمالِ عاشقی ہے آپ مرنا اپنے جلووں پر — مرے مذہب میں خود بینی کو کہتے ہیں خدادانی

خود اپنی شکل دیکھی پردۂ برقِ تجلی میں — تعجب کیا اگر تھی دیدۂ موسیٰ کو حیرانی

کہاں کا دشتِ ایمن طور کیا برقِ تجلی کیا — یہ سب کچھ تھی جمالِ مصطفےٰ کی پرتو افشانی

مطلع

محمدؐ وہ کتابِ کون کا طغرائے پیشانی — محمدؐ وہ حریمِ قدس کا شمعِ شبستانی

محمدؐ یعنی وہ حرفِ نخستیں کلکِ فطرت کا (۳۰) محمدؐ یعنی وہ امضائے توقیعاتِ ربانی

وہ فاتح جس کا پرچم اطلسِ زنگاریِ گردوں — وہ اُمّیؐ جس کے آگے عقلِ کل طفلِ دبستانی

وہ رابط عقل و مذہب کو کیا شیر و شکر جس نے — وہ فارق زہد سے جس نے مٹایا داغِ رہبانی

وہ ناطق جس کے آگے مہر بر لب بلبلِ سدرہ — وہ صادق جس کی حق گوئی کا شاہد نطقِ ربانی

مطلع

وہ حاذق جس کا تنہا نسخۂ تنزیلِ فرقانی — دوائے جملہ علت ہائے اخلاقی و روحانی

وہ عادل جس کی میزانِ عدالت میں برابر ہے (۳۵) غبارِ مسکنت ہو یا وقارِ تاجِ سلطانی

وہ باذل جس کے ابرِ رحمت کی گہرباری — فضائے آسماں ہے شکوہ سنجِ تنگ دامانی

وہ جامع جس نے یکجا کر دیے بکھرے ہوئے دانے — مٹا دی آ کے جس نے باہمی تفریقِ انسانی

وہ درس آموزِ فطرت جس نے سب سے پہلے دنیا میں — بتائے اہلِ عالم کو حقوقِ جنسِ نسوانی

اٹھا دی خودکشی کی بزدلانہ رسم دنیا سے — سکھایا مشہدِ توحید پر آئینِ قربانی

وہ گنجورِ معارف جس کے ایک اک حرف میں پنہاں (۴۰) نکاتِ فلسفی اسرارِ نفسی رازِ عمرانی

وہ شاہِ بوریا مسند سکھایا جس نے دنیا کو — یہ اندازِ جہانگیری یہ آئینِ جہاں بانی

وہ کشافِ سرائر جس نے کھولا چند اشاروں میں — علومِ اولیں و آخریں کا گنجِ پنہانی

وہ نسّاخِ مذاہب جس کے مقدم نے کیا باطل　　فروغِ کیشِ زردشتی شکوہِ دینِ نصرانی

مطلع

وہ مقصودِ دو عالم مستغاثِ قاصی و دانی　　کیا جس نے مکمل نسخۂ اخلاقِ انسانی
وہ سلطان الامم فخرِ دو عالم برزخِ کبریٰ (۴۵) رسالت جس کی تصدیقی جلالت جس کی اذعانی
مبشر جس کی بعثت کا ظہورِ عیسیٰؑ مریم　　مصدّق جس کی عظمت کا لبِ موسیٰؑ عمرانی
تراشہ جس کے ناخن کا ہلالِ آسمان منزل　　غسالہ جس کے تلووں کا زلالِ آبِ حیوانی

مطلع

تعالی اللہ ذاتِ مصطفےٰ کا حسنِ لاثانی　　کہ یکجا جمع ہیں جس میں تمام اوصافِ امکانی
دعائے یونسیؑ خلقِ خلیلیؑ، صبرِ ایوبیؑ　　جلالِ موسوی، زہدِ مسیحی حسنِ کنعانی
نہیں مہرِ درخشاں اس کے فیضِ جبہ سائی سے (۵۰) چمکا اٹھا ہے چرخِ چارمیں کا داغِ پیشانی
خدا جانے خود اس سرکار کا کیا مرتبہ ہوگا　　غلامِ بارگہ جس کے کہیں "ما اعظم شانی"

مطلع

تعالی اللہ چہ می زیبد بہ فرقش تاجِ سلطانی　　کہ مور درگہش را می رسد نازِ سلیمانی
شہنشاہِ سریرِ قابَ قوسین احمدِ مرسلؐ　　شبِ اسرا میں جس کا فرشِ رہ تھا کاخِ کیوانی

مطلع

وہ جسمِ پاک خود سرتا قدم پیکر تھا نورانی　　تو پھر معراج میں کیا بحثِ روحانی و جسمانی
رجب کی بست و ہفتم بارھواں سالِ نبوّت تھا (۵۵) کہ بخشا خلوت آرائے ازل نے فخرِ مہمانی
حریمِ امّ ہانیؓ میں حضورؐ آرام فرما تھے　　درِ دولت پہ قدسی و ملک تھے محوِ دربانی
وہ چشمِ نرگسیں تھی بند لیکن چشمِ دل وا تھی　　سرہانے طالعِ بیدار کرتا تھا عسس رانی
ادب سے آکے جبریلِ امیں نے یہ گزارش کی　　کریں سرکار بزمِ نور تک تشریف ارزانی
سنی روح القدس سے جب طلب بزمِ حضوری کی　　اٹھے اور دی براقِ پاک پر دادِ سبک رانی
حرم سے چل کے اوّل منزلِ اقصیٰ میں منزل کی (۶۰) وہاں سے جلوہ ہائے قدس تک جانے کی پھر ٹھانی
براقِ برق پیکر لے چلا یوں ذاتِ انور کو　　فضا میں تیر جائے جس طرح بجلی کی تابانی
حضورؐ اس طرح گزرے گنبدِ مینائے گردوں سے　　نظر جس طرح شیشے سے گزر جائے بہ آسانی
ملائک اور رسل صف بستہ استقبال کو آئے　　اٹھا افلاک میں ہر سمت شورِ تہنیت خوانی

سرِ رہ ہر قدم پر ذوقِ نظارہ کی تسکیں کو　حقائق کا تراکم تھا مناظر کی فراوانی
کھلی آنکھوں سے دیکھا محرمِ سرِّ حقیقت نے (۶۵) جزائے محسن و قانت سزائے مذنب و جانی
نظر سے عالمِ ناسوت کے سارے حجاب اٹھے　برائے العین کی سیرِ بہارستانِ رضوانی
رمیصہ زوجۂ بوطلحہؓ کی تقدیر کیا کہنا　کہ خود دیکھا نبیؐ نے ان کو فی روحٍ و ریحان
سنی سرکار نے جنت میں آوازِ خرام ان کی　بلالِؓ پاک کے طالع کی اللہ رے درخشانی
بڑھے آگے تو وسطِ ساحتِ فردوس میں دیکھا　بلند و پرشکوہ و دل کشا اک قصرِ لاثانی
وہ زینت جس کا ہر گوشہ ریاضِ خلد کا حاصل (۷۰) وہ رفعت جس کا ہر زینہ حریفِ کاخِ کیوانی
وہ شفاف و شفق گوں رنگ جیسے حل ہو کوثر میں　تباشیرِ سحر، سیمِ قمر، یاقوتِ رمّانی
چمن میں اشکِ شبنم کی جگہ دُرِّ نجف غلطاں　روش پر سنگریزوں کے عوض لعلِ بدخشانی
محاسن کے توازن میں شانِ عدلِ فاروقی　مناظر کے تناسب میں جمالِ ماہِ کنعانی
قوائم اس کے عزمِ انبیا کی طرح مستحکم　در و بام اس کے قلبِ اصفیا کی طرح نورانی
یہ ایواں دیکھتے ہی آپ نے حیرت سے فرمایا (۷۵) ہے کس کے واسطے یہ اہتمامِ جلوہ سامانی
فرشتوں نے کہا فاروقؓ کی دولت سرا ہے یہ　یہ قصر اس کا ہے طالب جس کے ہیں مطلوبِ یزدانی
شہید اور منصبِ صدیقیت کے اولیں وارث　امیر اور مسندِ ختم الرسل کے جانشیں ثانی
یہاں سے پھر بڑھے سرور تو وہ جلوے نظر آئے　کہ اجمالاً بھی کچھ لکھیے تو اک دفتر ہو طولانی
غرض ملکوت کا ہر گوشہ چھانا اور جہاں پہنچے　نظر کے سامنے آتی گئیں آیاتِ قرآنی
براق و جبرئیل آخر رکے سدرہ کی منزل پہ (۸۰) کہ تھی یہ انتہائے سرحدِ اقلیمِ امکانی
یہاں سے لے چلیں پھر آپ کو موجیں تجلی کی　وہ رفرف ہو کہ انوارِ ازل کا جوشِ فیضانی
جوارِ عرش میں دیکھا یہاں صدیقِ اکبرؓ کو　تماشائے جمالِ لم یزل میں محوِ حیرانی
سوادِ لامکاں تک رک گیا رفرف کہ اس کو بھی　کہاں اس خلوتِ وحدت میں اذنِ گرم جولانی
کسی نے لے لیا خود بڑھ کے آغوشِ محبت میں　ہوا ملکِ قِدم خلوت سرائے حسنِ امکانی

لاظعت سلامِ بارگاہِ بے نیازی کا (۸۵) نبیؐ نے جب تحیاتِ ادب کی نذر گزرانی

یہاں بھی رحمتِ عالم نہ بھولے اپنی امت کو ہوا ہر بندۂ صالح شریکِ لطفِ ربّانی

ملا اس فیض کے صدقے میں بہرِ امتِ عاصی نویدِ عفو، فرمانِ کرم، منشورِ غفرانی

بجز ذاتِ مُطہّر یہ شرف کس کو ہوا حاصل بجز صدیقِ اکبرؓ یہ حقیقت کس نے پہچانی

خرد عاجز، نظر خیرہ، زباں کج مج، بیاں قاصر

زمینِ نعت میں کیا دیجیے دادِ سخن دانی

حواشی

سلطان محمد قلی قطب شاہ، قطب شاہ و معانی

قصیدہ ۱

(۱) تھے = سے ـ اے = یہ ـ سوں = سے ـ طوباں = طوبا (طوبیٰ) کی جمع، طوبیٰ جنّت کے ایک درخت کا نام ہے، مراد درخت ـ سُہاتا ہے = زیب دیتا ہے ـ جَنّت نمنے = جنّت کی مانند ـ (۲) دِسے = دکھائی دے ـ جوت = روشنی ـ دیوا = دیا، چراغ ـ دوالاں = دوال بمعنی دیوار کی جمع ـ میویاں = میوہ کی جمع ـ برن = جسم ـ (۳) تیں = سے ـ نہالاں = نہال بمعنی درخت کی جمع ـ مشاطا = مشّاطہ، عورتوں کا بناؤ سنگار کرنے والی عورت ـ پَوَن = ہوا ـ (۴) دیکھت = دیکھ کر ـ منج = میرے ـ باساں = باس بمعنی خوشبو کی جمع ـ لگیا = لگا ـ ہکمکن = مصدر ہکمکانا بمعنی مہکنا ـ (۵) سکیاں = سکھیاں ، سہیلیاں ـ مکھ = چہرہ ـ محمد پُھل = کسی پھول کا نام (؟) ـ نمن = مانند ـ (۶) ناسک = ناک ـ بھواں = بھوں کی جمع ـ تس = جس ـ بھنور = بھنورا ـ جاگا = جگہ ـ (۷) داکھ = انگور ـ سنبلا = سنبلہ، خوشے کی شکل کا ایک برجِ آسمانی ـ سُبھے = زیب دیتا ہے ـ منڈوا = ٹھاٹ یا سائبان جس پر کوئی بیل چڑھی ہوئی ہو ـ سبحیا = سجا ـ انبر = آسمان ـ (۸) پٹلیاں = پٹلی کی جمع، غالباً موتیوں کے رکھنے کا کوئی ظرف ـ پُھل = پھول ـ سکّے = سکہ، روپیہ، اشرفی ـ (۹) جھونکے = گچھے ـ مرجان = مونگا، ایک سرخ سمندری درخت جس کو پنجے سے نسبت دی جاتی ہے ـ سپاریاں = سپاری کی جمع ـ ہور = اور ـ رَیَن = رَیْن، رات ـ (۱۱) تیوں = اس طرح، ان (؟) ـ راکھیا = رکھا ـ (۱۲) بی = بھی ـ کھُلیا = کھولا ـ سندریاں = سندری بمعنی حسینہ کی جمع ـ کِھلیا = کھِلا ـ (۱۳) اپس میں = آپس میں ـ اپن = اپنا ـ (۱۴) رُکھ = درخت ـ دستک = تالی ـ ڈُلتے = جھومتے ـ متوال = مست ـ

پی = پاکر (؟) ۔ پھول ابرہن = پھولوں کا زیور ۔ (۱۵) اُدھر = ہونٹ ۔ جلاب = گلاب کا شربت ۔ یوبی = یہ بھی ۔ اوبی = وہ بھی ۔ تج سوں = تجھ سے ۔ دوسرا مصرع (؟) ۔ (۱۶) تتنا کا تن = رقص کے دوران گھنگھروؤں کی آواز ۔

قصیدہ ۲

(۱) جیوں = جوں ، مانند ۔ یاقوت رُمّانی = وہ یاقوت جس کا رنگ انار کے دانے سے مشابہ ہوتا ہے ۔ تائیں = تیئں ، ساتھ ، لیے ۔ (۲) برہ اگ = جدائی کی آگ ۔ خوشیاں = خوشاں ، خوشی کی جمع ۔ سیتی = سے ۔ نویلا = نئی ، عجیب و غریب ۔ (۳) سکل = سب ۔ جھاڑاں = جھاڑ یعنی درخت کی جمع ۔ لاگے ہیں = لگے ہیں ۔ تل تل = ہر لحظہ ۔ (۴) مد = شراب ۔ تھے = سے ۔ مدن = نشہ ۔ ہمن = ہمارا ۔ (۵) نت = ہمیشہ ۔ غلغل = پرندوں کی آواز ، شور ، مراد قلقل ۔ ناد = آواز ۔ میگھ نیسانی = ابرِ نیساں ۔ (۶) کشف = انکشافِ حقیقت ۔ ہمناکوں = ہم کو ۔ دیسے = دکھائی دے ۔ منج = مجھ ۔ (۷) روت = رُت ، موسم ۔ انو کا = اُن کا ۔ (۸) نچھل = صاف ۔ میانے = میں ۔ کلاؤ = ملاؤ ۔ کدم = ایک خوشبودار پھول ۔ چھند = ناز ، ادا ۔ فتنہ عرق = عطر فتنہ ۔ (۹) نیر = پانی ۔ رنگ افشانی = رنگ چھڑکنا ، ایک دوسرے پر رنگ ڈالنا ۔ (۱۰) حمائل = گلے میں پہننے کا ایک زیور ۔ انگن = آنگن ۔ دھن = عورت ، حسینہ ۔ پھل سنگار = پھولوں کا سنگھار ۔ منے = میں ۔ مانی = قدیم زمانے کا ایک مشہور مصوّر ۔ (۱۱) پرت = محبّت ۔ تکٹ = گلکاری ، سنہرے یا روپہلے چھاپے کا کپڑا ۔ نوے = نئے ۔ پھولاں چولا عروسانی = پھولوں کا لباسِ عروسی ۔ (۱۲) چرکیاں = رنگ کی پچکاریاں ۔ چھڑکے = چھڑکے ۔ چت = دل ۔ اچھو = رہے ۔ اے = یہ ۔ ارزانی = سستا ہونا ، بہتات ، کثرت ۔ اس کھیل کی بہتات رہے ۔

غواصی و غواص

قصیدہ ۱

سلطان عبداللہ قطب شاہ ۱۰۳۵ھ (۱۶۲۶ء) سے ۱۰۸۳ھ (۱۶۷۲ء) تک گولکنڈہ کا بادشاہ تھا۔

(۱) پرگٹ = ظاہر۔ بھرِیا = لوٹ آیا۔ دھرت = زمین۔ ٹھار ٹھار = جگہ جگہ۔ (۲) باؤ = ہوا۔ آلا = اعلیٰ۔ سار = مانند۔ (۳) طبلہ = صندوقچہ۔ کھُلیاں = کھولے۔ ارگجہ = خوشبوؤں کا ایک آمیزہ۔ مُگ مگار = مہک۔ (۴) عُود سوز = عود سلگانے کی انگیٹھی، اگردان۔ عنبر سارا = عنبر کی ایک خاص قسم۔ کرا = کا۔ (۵) بدل = لیے، واسطے۔ ستی = جسے۔ آپ نے = اپنے۔ تھے = سے۔ نکلیا = نکلا۔ بھار = باہر۔ (۶) منجے = مجھے۔ اُپر تھے = اوپر سے۔ (۸) یو = یہ۔ بچن = بات۔ منج نمن = میری طرح۔ (۹) تیا = اتنا، اس قدر۔

(۱۰) تِل = ایک لمحہ۔ فاختے اُڑ جانا = ہوش اڑ جانا، پریشان ہونا۔ سُلے = چبھے۔ (۱۱) نیں = نہیں۔ (۱۲) دھات = طرح، قسم۔ دِھر = طرف۔ (۱۳) کہیا = کہا۔ شاہ = مراد ممدوح۔ (۱۴) بجے = زیب دے۔ جم = ہمیشہ۔ (۱۵) ناؤں = نام۔ قوّت = خوراک، غذا۔ جس کو روح کی غذا کہتے ہیں۔ دُرد = دُرود۔ (۱۶) سوہے = زیب دے۔ (۱۹) دھائیں = لپکیں، دوڑیں، چلیں۔ یمین و یسار = دائیں اور بائیں۔

(۲۰) تیزی = تازی، گھوڑا۔ چڑ = چڑھ۔ چوگان = چوگان کھیلنے کا بلّا۔ سور = سورج۔ تلار = تلے، نیچے۔ (۲۱) کھرگ = تلوار۔ خصم = دشمن۔ (۲۲) دیس = دن۔ اپار = بہت، بے حد۔ (۲۳) حصار = احاطہ، فصیل، قلعہ۔ (۲۴) اندیشے = سوچے، مصدر اندیشنا۔ ترت = فوراً۔ (۲۵) تج = تیرے۔ (۲۶) سکندر سریر = سکندر کا تخت رکھنے والا۔ (۲۸) نِس = رات۔ اہے = ہے۔ چتارنا = تصویر اتارنا۔ روس = غصّہ کتے ہیں = کہتے ہیں۔

(۳۰) جگ پتی = دنیا کا مالک - داد و ستد = لین دین - گیرو دار = پکڑ دھکڑ - (۳۲) تیراج = تیرا ہی - داد = انصاف - (۳۳) جن = جو - (۳۴) بچارنا = محسوس کرنا، غور کرنا - (۳۵) کتا ہوں = کہتا ہوں - در صف مردان کار = بہادر یا صاحب عمل لوگوں کی صف میں - (۳۶) اچنا = ہوتا، رہنا - کچ = کچھ - (۳۷) کاں = کہاں - وو = وہ - رجھاؤں = خوش کروں، فریفتہ کروں - (۳۸) جو تلگ = جب تک - (۳۹) نیر = پانی - اے = یہ - دھرتری = دھرتی، زمین - (۴۰) تو تلگ = تب تک - راجنا = عزیز راجا -

قصیدہ ۲

(۱) بھار = باہر - انگار = انگارا، آگ - شاید یہ لفظ نگار بمعنی معشوق ہے - (۲) کن = پاس - دھن = عورت، حسینہ - (۳) رتن = موتی - لیاتے = لاتے - گل سری = گلے کا ایک زیور - (۴) گگن = آسمان - چندنا = چاندنی - جوں = جب، جیسے ہی - (۵) بار = پھل - (۶) مدن = محبت - استھے = اسی وجہ سے - (۷) کندن = سونا - گڑ = پہاڑ، قلعہ - کتے = کہتے ہیں - انن کے = ان کے - (۸) کریں دعا تج = تجھ کو دعا دیتے ہیں - (۹) ادھر = ہونٹ - کہیں = کہیں - (۱۰) دسن = دانت - لال = لعل - (۱۱) شاکر = شکر کرنے والا - جڑت = جڑاؤ زیور - اتم = اعلیٰ - (۱۳) ہاراں = ہار کی جمع - دھر پیار تج پر = تجھ سے محبت کر کے - (۱۶) یو = یہ - اچھو = رہو - منگیں = مانگتے ہیں - دوگانہ = دو رکعت نماز - (۱۷) اگلا = بڑھا ہوا - ساریاں = سب، تمام - تھے = سے - (۱۸) سنگھاتی = ساتھی - (۱۹) لیاتا = لاتا - کاڑنا = نکالنا - بھار = باہر -

(۲۰) آپنا = اپنا - منگے = مانگے - تیوں = اس طرح، اس طور پر - جیو = جان - (۲۱) چند سور = چاند سورج - کنٹمال = کنٹھ مال، گلے کا ہار یا مالا - جے = جیسے - جوتی = جوتے، جوت والے، روشن - ہنوار = ہموار - (۲۲) جو لگ = جب تک - اچھو = رہے -

سُلطان علی عادل شاہ ثانی شاہی

قصیدہ ۱

منقبت = تعریف، اصطلاحاً پیغمبرِ اسلام کے اہلِ بیت، ائمہ اور صحابہ کی تعریف۔ دوازدہ امام = شیعہ عقائد کے مطابق بارہ امام، حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ، حضرت زین العابدینؑ، حضرت محمد باقرؑ، حضرت جعفر صادقؑ، حضرت موسیٰ کاظمؑ، حضرت علی رضاؑ، حضرت محمد تقیؑ، حضرت علی نقیؑ، حضرت حسن عسکریؑ، اور حضرت محمد مہدیؑ۔

(۱) مج = میرے۔ کیرے = کے۔ چڑے = چڑھے۔ راوت = سوار، بہادر۔ جتے = جتنے۔ مک موڑ = منہ موڑ کر۔ (۲) گھٹ = دل۔ آیا = آیا۔ اتال = اسی وقت۔ پتلیاں = پتلی کی جمع، آنکھ کی پتلیاں۔ یو = یہ۔ خدمت بدل = خدمت کے لیے۔ نِس دن = رات دن۔ (۳) بُد = عقل۔ پردھان = سردار، وزیر۔ سات = ساتھ، مراد سے۔ (۴) پاچ = ہیرا، زمرد۔ دِستے = دکھائی دیتے۔ تھے = سے۔ (۵) بندن = بندھن۔ جستے = جس سے۔ بھنور = بھنورا۔ کیں = کہیں۔ اپیں = آپ ہی۔ کدن = کندن، سونا۔ (۶) تس = اس۔ رم = راز۔ گھڑے = واقع ہو، پڑے۔ (۷) واز = عیاں، کھلا۔ نت = ہمیشہ۔ گڑ گڑے = گڑگڑائے، خوفزدہ کرے۔ (۸) اَچھے = رہے۔ مین = مچھلی۔ ترپڑے = تڑپے۔ (۹) سینا سفینا = سینہ سفینہ۔ سینہ = مراد وہ علم جو سینہ بہ سینہ یا ایک نسل سے دوسری نسل کو ملا ہو۔ سفینہ = کتاب اشعار، بیاض، مراد کتابی علم۔ قلم کاری = کتابت، نقاشی۔ انگیں = آگے۔ (۱۰) پاوک = آگ۔ اگنیٹھی = انگیٹھی۔ پور کر = بھر کر۔ بِرہ = ہجر۔ اپراد = جرم، ضرر۔ تے = سے۔ (۱۱) نیہ = عشق۔ اَدل = اوّل۔ مرجھن = مرجھانا، پژمردگی۔ گت = حالت۔ گھڑے = اختیار کرے۔ (۱۲) ہردے = دل۔ لاگے = لگے۔ (۱۳) ڈسن = ڈسنا۔ تھیں = سے۔ بیاکل = بے کل، بے چین۔ ٹٹ جا = ٹوٹ کر۔ (۱۴)

اَچلا = قائم، مستقل - تَل = نیچے - تھر = جگہ - کدہیں = کبھی - سپند = کالا دانہ - دیہہ = جسم - برہے اگن دھک = فرقت کی آگ کی گرمی - تڑ تڑانا = پھٹ پڑنا - (۱۵) مینے = میں - سک = سکے -

(۱۶) درپن = آئینہ - نین = آنکھ - آنجو = آنسو - غلطاں = لڑھکتا ہوا، گول - لڑے = لڑھکے - (۱۷) خمّار = کلال، شراب بیچنے والا - ہوڑ = شرط، عہد، پیمان - مدعشق = عشق کی شراب - گڑگڑے = گڑگڑائے - (۱۸) سونسار = سنسار - اوڑی = غوطہ - کیئیں = کئی - کھڑگ = تلوار -

(۲۰) شرزے = شرزا کی جمع، شیر کے بچّے، کم عمر شیر - ویران = مراد جنگل - سُرپال = اندر دیوتا، مراد دیوتا (؟) ؟ ہاتھی یا ہاتھی کا بچّہ (؟) - پاتال = تحت الثریٰ، زمین کا نچلا طبقہ - دَڑے = گھسے، چھپے - (۲۱) دُلدُل = حضرت علی کے گھوڑے کا نام - تُرنگ - گھوڑا - پھیر = چال - باؤ = ہوا - پگ = پاؤں، قدم - دھوج کر = لرزیا کانپ کر - (۲۲) اچھر = پری - چپلائی = پھرتی - نرک = دیکھ کر - چپلا = بجلی - گگن = آسمان - (۲۳) ویسے = اس طرح کے - سارہو = سوار ہو کر - چلیا = چلا - لکہ = لاکھ - (۲۴) پرتھی = زمین - ڈونگر = پہاڑ - اتھے = تھے - جیسے = جو - کھڑبڑے = کھردرے، ناہموار - (۲۵) کیتا = کرتا - تلنگ = گھوڑے کی ایک چال، سرپٹ - تھیک = چلبلا بن - سٹ = چھوڑ کر - سیارے = سارے - کرنگ = ہرن - کاڑی = تنکا - اوچا = اٹھا کر - مک = مکھ، منھ - دک = دنگ، حیران - (۲۶) اسپ = گھوڑا - سم تل کی = سم کے نیچے کی - دندے = دشمن - سیتی = سے - کاٹھ = لکڑی - (۲۷) پرتاپ = چمک، جلال - (۲۸) کنے = پاس - بُڈبُڑے = بلبلے - جتے = جتنے - (۲۹) پور = طغیانی، سیلاب - رج = راج - تج کہ = چھوڑ کر - چک پک = تیزی، غرور، لاف - اڑے = مشکل میں پھنسے -

(۳۰) تاپ = بخار - (۳۱) بھوناگ = شیش ناگ جو زمین کو اپنے پھن پر اٹھائے ہوتے ہے - (۳۲) بَدَل = لیے، واسطے - منگل = مریخ ستارہ،

بہرام - مستک = پیشانی - دھڑدھڑے = لرزے، کانپے - (۳۳) جوجھنت = لڑائی - تیج بدل = تیرے ساتھ، مراد تجھ سے - جیتے = جتنے - سلح = ہتھیار - وتے = اتنے - پگ بانہہ = پاؤں اور ہاتھ - کونتے = مجبور، عاجز -
(۳۴) موسیٰ عصیٰ = حضرت موسیٰ کا عصا جو اژدہا بن کر جادو گروں کے سانپوں کو نگل جاتا تھا - جھلکیا = چمکا - افسوں گراں = جادوگر - بسر = بھول کر - (۳۵) رپ = دشمن - لاک = لاکھ - (۳۶) تروار = تلوار - رَکت = خون - لانا = لگانا - مَڑ = مڑھے - (۳۷) نامان تیج = تجھ کو نہ مان کر - صف بہ صف صف ہو پڑے = افراتفری کی وجہ سے ایک صف کی کئی صفیں ہو جائیں - (۳۸) بَسَندر = آگ - سگل = سارا - کوہیا = کوئلہ - (۳۹) پر کاٹ = وار، تلوار کی کاٹ -
(۴۰) کیتے = کتنے - ایکنگ = تنہا - دھایا = لپکا - ترُی = سینگ کا ایک باجہ - چل بچل = ہل چل - سکل = سب - (۴۲) تَل = تلا، مراد تم - بَیری = دشمن - مہابل = بڑا طاقتور - سُد = ہوش - (۴۴) ات = بہت - بڑے = پڑھے - (۴۵) کچ = کچھ - ترلوک = سہ عالم یعنی دنیا، عقبیٰ اور زمین کے نیچے کا طبقہ - شیانے = سیانے، عقل مند - درس = سبق - (۴۶) اتھا = تھا - (۴۷) جدر = جدھر - (۴۸) ہما = ایک پرندہ جس کے بارے میں خیال ہے کہ اگر اس کا سایہ پڑ جائے تو آدمی بادشاہ ہو جاتا ہے - دھریا = دھرا - مج = میرے - سیس = سر - روں روں = رُواں رُواں - کاکڑے = ٹکڑے، پرخچے، گانٹھیں -
(۵۰) اندکار = اندھیرا - گھٹ = جسم، دل، روح - چت = دل - (۵۱) باندیا = باندھا - ریج کر = ریجھ کر، شوق سے - (۵۲) کبار = بزرگ - دوجے = دوسرے - (۵۳) ساجے = زیب دے - لافتیٰ = لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار یعنی علیؓ کے سوا کوئی جوان نہیں اور ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں - (۵۴) ثقلین = دو گروہ، جنات اور انسان - شُور = مرشد، بہادر - (۵۵) تیجا =

تیسرا - مقتدا = جس کی پیروی کی جائے - کرتار = خدا - (۵۶) کمل = کومل، نازک، غالباً اس لیے کہ کربلا میں بیمار تھے اور عابدِ بیمار کہلاتے ہیں - چارمی = چوتھا - جیتے = جتنے - دھرت = زمین - (۶۱) کوپ = غصہ - دِشٹ = نظر - شقی = بدبخت، ظالم، سنگ دل - (۶۳) یازدہم = گیارھواں - سُہاوے = زیب دے - (۶۵) ہت = محبت - وِرد = بار بار پڑھنا - یو = یہ -

قصیدہ ۲

چار در چار = چار میں چار یعنی چار میں چار سے ضرب - اس قصیدے کا عنوان "قصیدۂ چار در چار" سولہ رکنی بحر متقارب مثمن مقبوض اثلم (فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن) کی رعایت سے رکھا گیا ہے -

(۱) لگیا = لگا - یو = یہ - نوے = نئے - بھریا = بھرا - پھُلے = پھولے - اچھے = ہے - ہکارا = شور وغل - (۲) تہاں = وہاں - پرم = پریم، محبت - نین = آنکھ - مڑیاں = مڑی بمعنی کیاری کی جمع - چھکارا = غالباً بمعنی چہکار، شور - (۳) وُہیچ = اسی - سُودھن = عورت، حسینہ - اَمُولی = انمول - انیک = متعدد، گوناگوں - چھند = ناز، ادا - اپس = خود، اپنا - تیسی جیسی - آلی = اعلیٰ - جھُلے = جھولے - دُولھارا = جھولا - زیچ = میں - صَبا = صبح - پارا = پہر - (۵) نکھ = ناخن - وَجھَل = اوجھل - اماس = اماوس کی رات - (۶) نزدیک = نزدیک - ہمن پر = ہمارے اوپر - تڑک کر = تڑپ کر، برہم ہو کر - کہی = کہا - اتیا = ابھی - (۷) تیا = اتنا - سوندل = لڑائی، دشمنی - رسی = رسّی - تجھے = سے - کروں اتارا = اتار دوں - (۸) مدن نکھوں سے = محبت کے ناخنوں سے - منتر = منتر - ستر کر = اِترا کر - پھلی = پھولی، خوش ہوئی - (۹) جڑت = جڑاؤ، جڑی جانے والی چیز - کوندن = کندن، سونا - بہاں = باہاں، بانہہ (بمعنی بازو) کی جمع - نیارا = جدا، دُور -

(۱۰) ماتی = مست - ارَت = معنی - درجک = زیور یا موتی رکھنے کی صندوقچی - رتن = موتی - (۱۱) بلانا = بلانا ہے - مندر = محل - کدم = ایک

خوشبودار پھول - کیسر = زعفران - سٹو = ڈالو - پھویارا - چھڑکاؤ - (۱۲) چکورچندر = چکور اور چاند، چکور کا عشق چاند سے مشہور ہے - دوتن = سوت، رقیب - اُدارا = آوارہ - (۱۳) گُوکس = معمار، نجّار - نیں = نئی - اگر = ایک قسم کی لکڑی جو جل کر خوشبو دیتی ہے - چندن = صندل - اتھا = تھا - کتارا = قطار - (۱۴) جھجر = جالی دار - جاماں = جام کی جمع - جم = جمشید، ایران کا ایک قدیم مشہور بادشاہ - مَنَم = گھمنڈ - گگن = آسمان - سپنی = سیپی، صدف - سُرَج = سورج - چتر لکھیا = مصوّر - چَتُر = ہوشیاری کے ساتھ، نفاست کے ساتھ - چتارنا = تصویر اتارنا - یعنی مصوّر نے گھر کو نفاست کے ساتھ نقش و نگار سے آراستہ کیا - (۱۵) نہال فانوس = پیڑ کی شکل کی ایک قسم کی بڑی قندیں، فانوس بغیر داؤ کے فانس پڑھا جائے گا - چوندھر = چاروں طرف - تپاں = جھنڈیاں - سُنے کتاں = زرّیں کپڑا - مجھے = مجھا، پلنگ - بھرارا = بھرپرا، جھنڈا - (۱۶) زری بچھانا = زری کا بچھونا - مجے = مجھ کو - لجاکر = لے جاکر - گلے = پھول - (۱۷) موہن = محبوب - انند = خوشی - کیاں = کی - بدھاوا = خوشی کا گیت - منکیاں = چہیتی، عزیز - اتھیاں = تھیں - دو = وہ - ننکیاں = کمسن لڑکیاں، نوعمر لڑکیاں - لگیاں = لگیں - پلانے = گانے، الاپنے - کنٹر، کدارا = راگنیوں کے نام - (۱۸) تیتھی = اتنی - اپندر = راجہ اندر - دیکھن = دیکھنا، دیکھنے کے لیے - نین کیا تن = ہمہ تن چشم ہو گیا - رنبھا = رمبھا، راجہ اندر کے دربار کی ایک اپسرا - تے = سے - جیتی = جیت گئی - بِرد = شہرت کمال - اتھارا = وسیع، بے حد -

محمد نصرت نصرتی

قصیدہ نمبر ۱

یہ قصیدہ اور نصرتی کے دوسرے قصیدے مثنوی علی نامہ سے ماخوذ ہیں۔ تینوں قصیدے باہم مربوط ہیں اور اس موقع سے متعلق ہیں جب ۱۰۷۰ھ مطابق

۱۶۶۰ء میں پنالہ کا قلعہ فتح کرنے اور باغی سردار سدی جوہر صلابت خاں کو شکست دینے کے بعد بیجاپور کا فرماں روا علی عادل شاہ ثانی (شاہی) دارالسلطنت کو واپس آیا تھا اور فتح کا جشن منایا گیا تھا۔ علی عادل شاہ ثانی ۱۰۶۷ھ (۱۶۵۶ء) سے ۱۰۸۳ھ (۱۶۷۲ء) تک حکمراں تھا۔

(۱) توں = تو۔ پو = پہ۔ دُلدُل = حضرت علی کے گھوڑے کا نام، مراد گھوڑا۔ تج = تیرا۔ قنبری = غلامی، قنبر ایک شہزادے تھے جنھوں نے حضرت علی کی غلامی قبول کرلی تھی۔ دھرت = زمین۔ کوں = کو۔ دندی = دشمن۔ پڑیا = پٹا۔ ششدری = منسوب بہ قیدِ ششدر یعنی شطرنج میں مہرے کی چال کا ہر طرف سے بند ہونا، مراد عاجز یا حیران ہونا۔ (۳) دارا ستے = دارا جیسے۔ کجرو = ٹیڑھی چال چلنے والا۔ داب = دباؤ۔ تَل = نیچے۔ اوچار کر = بہادری سے۔ (۴) تج = تیری۔ شیر مردی = بہادری۔ گگن = آسمان۔ تل اُپر = تلے اوپر، تہ و بالا۔ تے = سے۔ حمل = ایک برج آسمانی۔ گاوٗ = گاوِ زمیں، وہ روایتی گائے جس کے متعلق خیال ہے کہ زمین کو اپنے سینگ پر قائم کیے ہوئے ہے۔ (۵) او = وہ۔ دھاکیا = ڈر گیا۔ تھرکانپنا = خوف سے کانپنا۔ (۶) نت = ہمیشہ۔ کسل = سخت تنکا۔ (۷) جاں = جہاں۔ کٹک = فوج۔ سنمک = مقابل۔ ہٹکنا = للکارنا۔ سوندل = لڑائی۔ کھڑکاں = کھڑک کی جمع، تلواریں۔ ادک = زیادہ۔ کھرکھری = کھردری، کند۔ (۸) نضواوٗ = بچّہ۔ دھرتا ہے = مراد سمجھتا ہے۔ تس = اس کا۔ کمتری = کم تر۔ (۹) برچھیاں = برچھی کی جمع۔ اپس = اپنے۔ کاڑی = تنکا۔

(۱۰) جیو = جی۔ تھنڈا = ٹھنڈا۔ ٹک = ٹکھ۔ (۱۱) جوہر = سدی جوہر صلابت خاں، علی عادل شاہ ثانی کا باغی سردار۔ اپیں = آپ ہی، خود۔ کیتا = کیا۔ سرلشکری = لشکر کی سرداری۔ (۱۲) اَت = زیادہ۔ چڑیا = چڑھا۔ بدگوہری = بدذاتی۔ (۱۳) ملک رانی = بادشاہت، حکومت۔ پڑ = پڑکر۔ (۱۴) وہیں = وہیں۔ تس = اس۔ سکلانے = سکھلانے۔ اچھتے = ہوتے۔ سردھنی = مالک و مختار۔ بے سری = سردار نہ ہونا۔

(۱۵) دھرتے = رکھ کر ۔ سور = بہادر ۔ سوں = سے ۔ کہ = کے ۔ آپس
اختری = اپنی بدبختی ۔ (۱۶) برسیا = برسا ۔ چوندھر = چاروں طرف ۔
لھو = لہو، خون ۔ (۱۷) سیت = کھیت، میدان ۔ ڈھل = مصدر ڈھلنا بمعنی بہنا۔
ڈبا = ڈوبی ۔ رامیسری = رامیشورم ۔ (۱۸) کل بکھی = کل سوبا، کمبخت، مراد باغی
سردار صلابت خاں ۔ تاریاں = تارا کی جمع، ستارے ۔ نِس = رات ۔ ہوئے ہوا =
غائب ہوجائے ۔ دیک = دیکھ کر ۔ آفتابِ خاوری = مشرق کا سورج، سورج ۔
(۱۹) نھاٹیا = بھاگا ۔ سٹ جائے بِن = بغیر چھوڑے ہوئے ۔ (۲۰) بُجائے = بُجھائے
(۲۱) عزم آوری = ارادہ کرنا ۔ اُچتے = اُٹھتے ۔ باجیا = بجا ۔ داماں = دمامہ،
طبل ۔ ہاک = ہانک، آوازہ ۔ کر = بہرہ ۔ کری = کیا ۔ (۲۲) پتھرے =
پتھر ۔ بی = بھی ۔ بھبج بھبج = بھیگ بھیگ کر ۔ ڈھیپیاں = تودے ۔
نمن = مانند ۔ پگلے = پگھلے ۔ اتھے = تھے ۔ بھیں = زمین ۔ کیچ = کیچڑ ۔
(۲۳) پہلا مصرع (؟) ۔ شباھا = غالباً کسی پرندے کا نام ۔ بٹتی = غالباً
بٹھتی یعنی بیٹھتی ۔ دھڑ منے = ذرا میں، اچانک (؟)۔ رُوں رُوں = رُواں
رُواں ۔ شاخ عرعری = چیڑ کے درخت (عرعر) کی ڈال ۔ (۲۶) بَر = سینہ،
بغل ۔ عالم کو آگ سے ایسی محبت ہوگئی کہ اس نے آگ کو اپنے سینے میں
چھپا لیا ۔ بِن = بغیر، سوا ۔ کیں = کہیں ۔ انگار = آگ ۔ آذری = آتش پت ۔
(۲۷) دئی = وہی ۔ پڑے پڑتا = پڑھے پڑھتا ۔ سردی کی شدت سے شعر کی
روانی بھی متاثر ہوگئی ہے اسلیے جوں توں سنائے دیتا ہوں ۔

قصیدہ ۲

(۱) زمستان = سردی ۔ نوکزی = لباس ۔ آچا = اُٹھا ۔ دھندکار =
اندھیرا ۔ ٹھنڈ = ٹھنڈ ۔ بھار = بہار ۔ (۲) اٹھیا = پکا ۔ موں = منھ ۔
جھانپ لے = چھپا کر ۔ دڑ رہی ہے = گھس رہی ہے ۔ ٹھائے ٹھار = جگہ جگہ ۔ (۳) او = وہ ۔
اُٹھتی = اُٹھتی ۔ نوا = جھکا ۔ سُدھار = عقل کھویا ہوا ۔ (۴) سٹ = چھوڑ ۔
(۵) کس = شخص ۔ تِس = اِس ۔ تیں = سے ۔ اوڑے = اوڑھے ۔ اچھے =

رہے۔ (۶) لگ = تک۔ بھریا = بھرا۔ بڑبڑا = بلبلہ۔ طار = لہر۔ (۷) چھاچ = پانی ملایا ہوا دہی۔ شیر = دودھ۔ باٹیں = کنواں۔ ہنڈی = ہانڈی۔ جم = جم کر۔ نیر = پانی۔ (۸) جل تھیچ = پانی سے ہی۔ بیگی = جلدی۔ (۹) بارا = ہوا۔ مارتیں = مارنے سے۔ (۱۰) ہت = ہاتھ۔ بجار = باہر۔ (۱۱) بڑتا = بڑھتا۔ ستی = سے۔ جوہردار = جوہر رکھنے والا (آئینے کی طرح)۔ (۱۲) بانجھ کاڑا = وہ جوشاندہ جس کے پینے سے عورت بانجھ ہو جاتی ہے۔ لیا = لا۔ پھل بار = پھول اور پھل۔ (۱۳) کس = کسی۔ بسرجا = بھول کر۔ (۱۴) سرخیاں = سرخ کی جمع، رنگین پروں والا ایک پرندہ۔ کیاں = کی (جمع)۔ چنڈریاں = چنڈری (چنری) کی جمع۔ سٹیاں = کھودیا۔ ہور = اور۔ کسوتاں = کسوت کی جمع، لباس۔ کیتے = کرتے۔ (۱۵) یو = یوں۔ بس آئے گا = کافی ہوگا۔ اتنیاں = اتنے زیادہ۔ (۱۶) اوک = زیادہ۔ دشمن = مراد سردی۔ سلاح = ہتھیار۔ (۱۷) نردھار = بے سہارا، بے آسرا۔ آدھار = سہارا، آسرا۔ (۱۹) بدل = لیے، واسطے۔ چلنی = چھلنی۔ جھار = جھڑانا۔ (۲۰) پاتاں = پات کی جمع، پتے۔ (۲۱) جنم کا تن ننگا = ہمیشہ کا ننگا۔ (۲۲) مک = مکھ، منھ۔ (۲۳) پہلیچ = پہلے ہی۔ وئی = وہی۔ شکربار = شیریں۔

قصیدہ نمبر ۳

(۱) نرپتی = راجہ۔ بھوگی = عیش کرنے والا، خوش مزاج۔ تج بھوگ = تیری خوشی کے لیے۔ استری = عورت۔ اگیں = آگے۔ (۲) بیت الشرف = بزرگی کا گھر، مراد ممدوح کا محل۔ سُورنر = بہادر مرد۔ گنگن = گگن، آسماں۔ دھرتری = زمین۔ (۳) چندر = چاند۔ نکلکتا = چمکتا۔ تگٹ = ورق۔ شش جہت = مراد دنیا۔ مڑنا = مڑھنا۔ تاریاں = تارا کی جمع۔ نُہ منظر = نو آسمان۔ نس = رات۔ آئینہ بندی = آئینوں سے سجانا۔ (۴) عنبر = ایک خوشبودار نباتی مادہ۔ اندھار = اندھیرا۔ اُجل = اُجلا۔ طبلہ = ڈبہ۔ سٹ = چھوڑ کر۔ مجمری = منسوب بہ مجمر، مراد انگیٹھی کا کام۔ (۵) چندنی = چاندنی۔ تے = سے۔

بھُیں = زمیں ۔ جوں = جیسے ۔ ابرک = ایک چمکیلا معدنی پتھر ۔ کلا = ملا کر ۔ (۶) صدراں = صدر کی جمع، فرش ۔ سیوٹ = انتہائی ۔ (۷) شہر گشت آنے کے دن = جس دن بادشاہ کی سواری شہر میں گھومنے والی تھی ۔ سورسا = سورج کی طرح ۔ تس = اِس ۔ (۸) رجھانے = مائل کرنے ۔ اپیں = آپ، خود ۔ چنبر کھُلا = دائرہ نما ہالہ (۹) ۔ بھاگ لینا = اداکاری کرنا ۔ چنبر کھُلے کا بھاگ لے = ہالہ بنا کر ۔ بازی گری = تماشا دکھانا ۔ ببت = پتلی، گڑیا ۔ آکو = آکر ۔ تشریف = خلعت ۔ زر زری = چمک دار ۔

(۱۰) وہیں = وہیں ۔ پا = پا کر ۔ کسوت = لباس ۔ شوانی = دولھا کا ۔ بنا = بنا کر ۔ تازی = گھوڑا ۔ ابرہن = زیور ۔ (۱۱) نت = ہمیشہ ۔ کنچن = سونا ۔ رتن = ہیرا ۔ (۱۲) تیز پہ = مراد تیز رفتار ۔ سکتی = سیکھتی ۔ طناز = شوخ ۔ کن = کے پاس ۔ شہپری = پریوں کی ملکہ ۔ (۱۳) خوش رنگ = اچھا رنگ رکھنے والا ۔ کس = کسی ۔ تفاوت = فرق ۔ جوں = جیسے ۔ بادِ صرصر = تیز ہوا ۔ (۱۴) نیٹ = عین، درست، موزوں ۔ بھایا = ڈالا ۔ لیایا = لایا ۔ ہماں = ہما ۔ صید = شکار ۔ دھرتیں = زمین ۔ انبری = آسمان کا، آسمان ۔ (۱۵) سُہتے ہیں = زیب دیتے ہیں ۔ بہ دایت = تیرانداز ۔ سلاح = ہتھیار ۔ گج = ہاتھی ۔ شرزہ = شیر ۔ سرک = پھندا ۔ پاکھر = آہنی پوشاک جو لڑائی کے وقت ہاتھی اور گھوڑوں کو پہناتے تھے ۔ (۱۶) ڈونگر = پہاڑ ۔ حلقاں = حلق کی جمع، مراد گردنیں ۔ ہتی = ہاتھی ۔ دُھل جائیں = بہہ جائیں، پامال ہو جائیں ۔ لوٹ = موج ۔ گج دل = ہاتھیوں کا لشکر ۔ صفدری = صف کو پھاڑنا، حملہ کرنا ۔ (۱۷) کہکر = کہہ کر ۔ چوندھیر = چاروں طرف ۔ (۱۸) ضابط = انتظام کرنے والا، حاکم ۔ حوالہ دار = فوج کا ایک عہدہ دار ۔ اہے = ہے ۔ (۱۹) معتمد = اعتماد کیا ہوا ۔ درگاہ = مراد دربار ۔ شائستہ = لائق ۔ (۲۰) موذیاں = موذی کی جمع، ایذا دینے والے ۔ اچھی تھی = ہوئی تھی ۔ بے دری = دروازہ نہ ہونا، دروازوں کا کھلا رہنا ۔ (۲۱) کٹنگر = لکڑی کا مکان،

غالباً کاٹھ کے کسی محل کا نام ۔ چڑھ = بڑھ چڑھ کر ۔ دِسے = دکھائی دے ۔
نمنے = مانند ۔ کماں = محراب ۔ لعل دہری = لال اور ہرے رنگ کی ۔ (۲۲)
مہندیاں = مہندی کی جمع ۔ نگارستانِ چیں = قدیم چین کا ایک مشہور نگارخانہ
یا بت خانہ ۔ مانی = ایک قدیم مصوّر جو چینی مشہور ہے ۔ کیری = کی ۔ ارژنگ =
مانی کے تصویر خانے (یا تصویروں کی کتاب) کا نام ۔ صورت گری = تصویر کشی ۔
(۲۳) انور = روشن ۔ صفا = صاف ۔ لتی = زیادہ ۔ کانِ مرمری = سنگ مرمر
کی کان ۔ (۲۴) صدر = بیٹھنے کی آراستہ جگہ ۔ انگیں = آگے ۔ بیتے = بیٹھے ۔
جتے = جہاں ۔ متاعاں = متاع کی جمع ، سامان ۔ بندری = بندر کا، مراد بندرگاہ
سے آیا ہوا ۔ (۲۵) خوش باس = خوشبو ۔ مہکار = مہک ۔ پر دررگی = تازگی ۔
زحل = کیوان ستارہ جو ساتویں آسمان پر ہے ۔ پکڑیا = پکڑا ، اختیار کیا ۔ (۲۶)
شوبالی = حسینہ ۔ نمن = مانند ۔ نوشاپنا = نوشہ پن ۔ (۲۷) پانداز = دہلیز کا
فرش ، پائدان ۔ لیا = لا ۔ لبتہ = مراد بچھایا (؟) ۔ پگ تلیں = قدم کے نیچے ۔
تنگٹ = زرّیں یا رو پہلے چھاپے کا کپڑا ۔ نبتر = کپڑے ، لباس ۔ تمتی نبتری = زرّیں
یا رو پہلے چھاپے کے کپڑے کا وصف ۔ (۲۸) چتر = چھتر ، بادشاہ کے سر پر سایہ
کرنے کی چھتری ۔ تگتی = سونے یا چاندی کا ورق ۔ دِس آتا تھا = دکھائی دیتا
تھا ۔ تھے = سے ۔ سریاں پان = چھتر کی ایک قسم ۔ انوری = چمک ۔ (۲۹)
درس = جلوہ ، دیدار ۔ مک = مکھ ۔ دیکھت = دیکھ کر ۔ کھلی = کھلے ۔
(۳۰) جگجگاتا = جگمگاتا ۔ سقف = چھت ۔ اختری = ستاروں کی چمک ۔
(۳۱) جدر = جدھر ۔ (۳۲) پاتراں = رقاصائیں ۔ بول = لفظ ۔ امرت = آبِ
حیات ۔ لاگیاں = لگیں ۔ کھولیں = کھولے ۔ لباں = لب کی جمع ۔ (۳۳) ات =
زیادہ ۔ پڑتے تھے = گرے پڑتے تھے ۔ شہ پری = پریوں کی ملکہ ۔ (۳۴) سبک =
نازک ۔ گت = حرکت ۔ جھل = حسد ۔ جنن = جن کی ۔ بی = بھی ۔ جل پریا =
ایک پست پرواز آبی پرندہ ۔ ایک آبی مخلوق جس کا آدھا حصہ عورت کا اور آدھا
مچھلی کا ہوتا ہے (یہ اڑ نہیں سکتی) ۔ (۳۵) پہلے مصرع کا مفہوم یہ ہے کہ اس

سارے راگ رنگ کا جب آسمان نے نظّارہ کیا۔ کر پردہ دری = پردہ چاک کر کے۔
(۳۶) مڑونا = تمکنت سے چلنا۔ ٹک = ذرا، آہستہ۔ لگ = تک۔ (۳۷)
نہ منظری = نو منظر والا، نو آسمانوں کی رعایت سے۔ (۳۸) سلطان محمد =
سلطان محمد عادل شاہ، علی عادل شاہ ثانی کا باپ جو ۱۰۳۷ھ سے ۱۰۶۷ھ تک
بیجا پور کا فرمانروا تھا۔ چراغ = مراد بیٹیا۔ (۳۹) زیوری = مراد آرائش۔
(۴۰) لک = لاکھ۔ دیوے = دیے۔ ہلکنے لگے = چمکنے لگے۔ طبلے =
صندوقچے۔ (۴۱) عقدِ ثریا = سات ستاروں کا جھمکا، پروین۔ جھبیلے =
گچھے۔ تاب = چمک۔ محافہ = پینس، ڈولی۔ (۴۲) کمر نبد = کمر باندھ کر۔
(۴۳) جوت = روشنی۔ دھر = دھر کر، رکھ کر۔ (۴۴) ملمع = چمک۔
کنچن = سونا۔ (۴۵) فرخ = مبارک۔ کاج = کام، تقریب۔ (۴۶)
بدل = لیے، واسطے۔ ڈھنڈتے = ڈھونڈھتے۔ جھانکنا = ڈھانکنا۔
ہدیہ آوری = تحفہ دینا۔ (۴۸) سمج = سمجھ۔ داوری = حکومت۔ (۴۹) پیچے =
پیدا ہوئے۔

(۵۰) صنعت فروشاں = فن بیچنے والے، فن کار۔ کاں = کہاں۔ جاں =
جہاں۔ عارف = پہچاننے والا۔ اپیں = آپ ہی، خود۔ مشتری = خریدار۔ (۵۱)
کھن = کان۔ کسبِ موروثی = آبائی پیشہ۔ (۵۲) چن چن کو = چن چن کر۔ رچ =
مصدر رچنا بمعنی آراستہ کرنا، جمانا۔ یو ہار نا ملنا سکے = یہ کامیابی یا مرتبہ حاصل
نہیں ہو سکتا۔ (۵۳) سحرِ حلال = حلال جادو، مراد شاعری۔ بسرائے = بھلادے۔
سحرِ سامری = سامری کا جادو، سامری قصبۂ سامرہ یا قبیلۂ سمیری کا ایک شخص تھا
جس نے حضرت موسیٰ کی غیر حاضری میں سونے چاندی کا گوسالہ (بچھڑا) بنا کر
بنی اسرائیل کو گمراہ کیا تھا اور وہ گوسالے کی پرستش کرنے لگے تھے۔ (۵۴) پَن =
پر، لیکن۔ ٹھار = جگہ۔ (۵۵) نھنا = ننھا، چھوٹا۔ ولے = لیکن۔ لڑکاندہ =
لڑکا کا پن۔ ہمسایہ = پڑوس۔ ویسیچ = ویسے بھی۔ جُیں = زمین۔ (۵۶) بِی حیا =
بے حیا۔ اراذل = اراذن، ارذل (بدتر ارذیل)، کی جمع۔ تس گرد = اس کے اطراف۔

(۵۷) گھانوں = گھاؤ، مراد مار پیٹ ۔ سچیں = سچ مچ ۔ گمت = دل لگی ۔ لام و کاف = گالی گلوچ ۔ سیکنے = سیکھنے ۔ سانچے پنے سوں = سچے پن سے ۔ جنگِ زرگری = کسی اور کو دھوکا دینے کے لیے دو فریقوں کی ظاہری لڑائی ۔

(۵۸) سونے منگیں = سونا چاہیں ۔ چھٹک = بوند ۔ جوک = جونک ۔ مکن = مکان ۔ (۵۹) برسانت = برسات ۔ لڑکا = طغیانی، شدید بارش، ٹپکا (؟) ۔ نیر = پانی ۔ کیچ = کیچڑ ۔ دھوپ کالا = گرمی کا موسم ۔ لگ = تک ۔ یعنی موسمِ گرما تک اس کی نمی باقی رہتی ہے ۔

(۶۰) اُبریا ہے = بچا ہے ۔ نہالی = توشک ۔ زمین کو توشک اور آسمان کو لحاف کہا ہے ۔ (۶۲) جاں = جہاں ۔ (۶۳) بیگ = جلد، فوراً ۔ انبری = آسمانی ۔ (۶۴) تلک = تب تک ۔ شہ چتر کا = بادشاہ کے چتر کا ۔ جگت سر = دنیا کے سر پہ ۔ جم = ہمیشہ ۔ اچھو = رہے ۔

ولی محمد ولیؔ

(۱) فنا فی اللہ ہونا = خدا کی محبت میں اپنے آپ کو مٹا دینا ۔ یادِ یزدانی = خدا کی یاد ۔ (۲) سنبلستانی = سنبلستاں کی طرح، سنبلستاں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سنبل یا بال چھڑ پیدا ہو ۔ (۳) خلّت پناہی = خدا کی طرف سے اپنے دوست کی حفاظت ۔ اسمٰعیل = پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے ۔ اشارہ ہے اس روایت کی طرف کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے مرضئ الٰہی کے مطابق حضرت اسمٰعیل کو راہِ خدا میں قربان کرنا چاہا اور جنگل میں لے جا کر ان کے گلے پر چھری پھیری تو ان کی جگہ حکمِ الٰہی سے حضرت جبرئیل نے فوراً ایک بھیڑ لا کر رکھ دی اور حضرت اسمٰعیل کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچا ۔ اسی واقعے کی یادگار کے طور پر مسلمان عیدِ اضحیٰ کا تہوار مناتے ہیں ۔ (۴) ستی = سے ۔ انجھواں = آنسو ۔ مرجانی = مرجاں یا مونگے کا رنگ کا، سرخ ۔ (۵) اپس = اپنے ۔ وہیچ = وہی ۔ تابانی کرے = چمکے، چمک دکھائے ۔ (۶) اُوّل = اوّل ۔ لوہو = لہو ۔ سوں = سے ۔

(۷) جالے = جلاتے ۔ لگ = تک ۔ (۸) راضیۃً مرضیۃً = لفظی معنی تو اس
سے راضی وہ تجھ سے راضی، یہ فقرہ ماخوذ ہے قرآن کریم کے سورۂ فجر کی ایک
آیت سے جس کا ترجمہ ہے "اے روح مطمئن! اپنے پروردگار کی طرف چل تو اس
سے راضی وہ تجھ سے راضی"۔ (۹) ورد = بار بار پڑھنا، وظیفہ ۔ تسبی = تسبیح ۔
سی پارہ = تیس ٹکڑے، تیس حصوں میں سے ہر ایک، قرآن مجید کے تیس
پاروں میں سے ایک ۔ پارہ، مراد کتاب ۔ ذکر = زبانی یاد، بیان ۔
(۱۰) جو ٹکی رہ = جو کوئی رہے ۔ نحسِ اکبر = بڑا منحوس، نجوم کی اصطلاح میں
بڑا منحوس ستارہ ۔ کھنڈ = زمین یا مکان کا حصہ، منزل ۔ ایوانِ کیوانی =
ستارۂ کیواں یعنی زحل کا محل، مراد بلند محل، ستارۂ زحل ساتویں آسمان پر
ہے اور نحسِ اکبر ہے ۔ (۱۱) تجے = ترک کرے ۔ سٹ کے = چھوڑ کے ۔ (۱۳)
شیریں ہو = محبوب بن کر یا خوش ہو کر ۔ بچن = بات ۔ فرہادِ کہتانی =
کوہکن، خسرو پرویز کی محبوبہ شیریں کا ناکام عاشق جس نے شیریں کو حاصل کرنے
کے لیے کوہِ بے ستوں تراشا تھا اور جوئے شیر نکالی تھی لیکن آخر میں شیریں کی
موت کی جھوٹی خبر سن کر اپنے تیشے سے خودکشی کر لی تھی ۔ (۱۴) بوریائے بے ریا =
چٹائی جس میں دکھاوا نہ ہو، معمولی فرش جس پر فقرا بیٹھتے ہیں ۔ بوجھے = سمجھے ۔
ادھک = زیادہ ۔ سلیماں = حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ کے بیٹے جو خود بھی
پیغمبر تھے ۔ تمام جانوروں، پرندوں، کیڑوں مکوڑوں، پریوں اور جنوں کے بادشاہ
تھے، مراد بادشاہ ۔ (۱۵) مشہور ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس ایک انگوٹھی تھی
جس پر اسمِ اعظم کندہ تھا اور جس کی بدولت وہ ساری دنیا پر حکومت کرتے تھے ۔
بہ از تختِ سلیمانی = حضرت سلیمان کے تخت سے بہتر، تختِ سلیماں ہوا میں اڑنے
کے لیے مشہور ہے ۔ (۱۶) ابد کی = ہمیشہ کی ۔ جگ = دنیا ۔ منیں = میں ۔ خضرِ
وقت = زمانے کا خضر، خضر پیغمبر حیاتِ جاوداں کے مالک ہیں ۔ اپس = اپنے
آپ، خود ۔ فدوی = قربان ہونے والا، جاں نثار ۔ محبوبِ سبحانی = خدا کا
محبوب، پیغمبرِ اسلام حضرت محمدؐ ۔ (۱۸) اچھے = رہے ۔ تجھ = تیرے ۔ بندگی =

غلامی ـ آپ کوں = اپنے آپ کو ـ ماہ کنعانی = حضرت یوسفؑ پیغمبر جو کنعاں کے رہنے والے اور بہت خوبصورت تھے ـ (۱۹) زَیِّنُوا اَلحَانکُمْ = زینت دو اپنی آواز کو تم، حدیث جس میں قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے ـ پیغمبر حضرت داؤدؑ اپنی خوش الحانی کے لیے مشہور ہیں ـ ناد = آواز ـ

(۲۰) باج = سوا، بغیر ـ (۲۱) نزیک = نزدیک ـ کلیم اللہ = خدا سے بات کرنے والا، حضرت موسیٰ کا لقب جنھوں نے کوہِ طور پہ خدا سے کلام کیا تھا ـ (۲۲) خلیل اللہ = خدا کا سچا دوست، حضرت ابراہیم کا لقب ـ (۲۳) مسیحا = حضرت عیسیٰ کا لقب ـ لوح = تختی ـ (۲۴) عقلِ اوّل = دس فرشتوں (عقولِ عشرہ) میں سے پہلا فرشتہ جس کو حکما کے مطابق خدا نے کائنات کی تخلیق کے لیے سب سے پہلے پیدا کیا، اس کو جوہرِ اوّل بھی کہتے ہیں، کنایتہً حضرت جبرئیل ـ (۲۵) حکمتاں = حکمت کی جمع ـ دھوئے = دھو ڈالے، بھول جائے ـ فلاطوں = افلاطون، قدیم یونان کا ایک مشہور فلسفی ـ دبستان = مکتب ـ (۲۶) سیس = سر ـ راکھے = رکھے ـ جیوں = جوں، مانند ـ سُرج = سورج ـ (۲۷) اِنس = انسان ـ بنا = بغیر ـ (۲۸) طوبیٰ = جنّت کا ایک درخت ـ گلستانِ ارم = مراد جنّت، ارم اس جنّت کو کہتے ہیں جو خدائی کے دعویدار ایک بادشاہ شدّادِ عاد نے جنّت کی صفات سن کر نواحِ شام میں بنوائی تھی ـ خرامانی = مراد گل گشت، سیر ـ

شاہ ظہور الدین حاتم

یہ اشعار حاتم کے دیوان موسوم بہ "دیوان زادہ" کے قلمی نسخے مملوکہ رضا لائبریری، رام پور میں "زمینِ طرحی ۱۱۶۲ھ" کے عنوان سے صفحہ ۱۸۴ اور ۱۸۵ پہ درج ہیں ـ ہیئت اور موضوع کی مناسبت سے انھیں قصیدہ قرار دیا گیا ہے ـ آخری شعر میں کسی محسن کو دُعا بھی دی گئی ہے ـ

(۱) نیرنگی = شعبدہ بازی، انقلاب ـ اوضاع = وضع کی جمع، حالت، طور طریق ـ بیک چشم زدن = آنکھ کی ایک جھپک کے ساتھ، ایک لمحے میں ـ

(۳) قُوت = کھانے کی چیز، خوراک ۔ (۴) توشک خانہ = امرا کی پوشاکیں اور لباس وغیرہ رکھنے کی جگہ ۔ (۵) پرچۂ ناں = روٹی کا ٹکڑا ۔ کے تئیں = کو۔ خوانِ الوان = طرح طرح کی نعمتوں سے بھرا ہوا خوان یا کھانا رکھنے کی کشتی ۔ (۶) شغال = گیدڑ۔ زاغاں = زاغ کی جمع، کوّے ۔ (۷) ٹھڈّی = بھنے ہوئے اناج کا بقیہ ۔ نشان = جھنڈا ۔ (۸) دوسرا مصرع = یعنی نعمت کتّوں کو بخشتا ہے اور دولت گدھوں کو (۹) عدم = نابود ۔

(۱۱) غلطاں پیچاں = مراد فکر میں ڈوبا ہوا۔ چہ = کیا۔ (۱۲) طنبورا = طنبورہ، ایک ساز۔ تہاں = وہاں ۔ (۱۵) سبحان اللہ = لفظی معنی خدا پاک ہے، پاکی سے یاد کرتا ہوں خدا کو، واہ واہ (یہاں بطور تضحیک) ۔ (۱۷) اولی الابصار = اے آنکھ والو۔ عیاں راچہ بیاں = ظاہر بات کا کیا بیان کرنا ۔ (۱۸) ازبسکہ = بہت ۔ (۱۹) بحرِ مروّت = مروّت کا سمندر، بڑا با مروّت یا فیاض شخص ۔ عبید الاحساں = احسان کا بندہ، احسان مند ۔

مرزا محمد رفیع سودا

قصیدہ ۱

(۱) تمغا، تمغہ = اعزازی نشان، سند، امتیاز ۔ زنّار = وہ قدرتی آڑی لکیر یا دھاری جو نگینوں میں ہوتی ہے، پتھر کا جنیو ۔ اس دھاگے کو بھی کہتے ہیں جو ہندوؤں اور پارسیوں میں گلے یا کمر میں آڑا پہنا جاتا ہے ۔ سلیمانی = سنگِ سلیمانی، سیاہ پتھر جس میں سفید لکیر ہوتی ہے ۔ درویش اکثر سلیمانی کے دانوں کی تسبیح گلے میں پہنتے ہیں ۔ زنّارِ تسبیحِ سلیمانی = سلیمانی کی تسبیح کا جنیو، وہ سفید لکیر جو تسبیحِ سلیمانی کے دانوں میں ہوتی ہے ۔ زنّار میں، ایہام کی بنا پہ زنّارِ تسبیحِ سلیمانی کو کفر یعنی انکارِ اسلام کا ثبوت یا علامت متصوّر کیا ہے ۔ کفر کا ثابت ہونا اسلام کا اعزاز یا سند ہے۔ تسبیحِ سلیمانی کو دیکھیے کہ اسلام کا اعزاز و امتیاز ہے کیونکہ شیخ اس کو گلے میں

ڈالتا ہے لیکن اس کے دانوں میں زنار یعنی علامتِ کفر موجود ہے جس کو شیخ توڑ نہیں سکا۔ یہ مطلع اور اس کے بعد کے کئی شعر تمثیلی پیرایۂ بیان کا نمونہ ہیں۔ اس صنعت کے مطابق شاعر ایک دعویٰ کرتا ہے، پھر اس کو کسی مثال کے ذریعے سے منطقی اعتبار سے صحیح ثابت کر دیتا ہے، خواہ اصلیت سے اس کا کوئی تعلق ہو یا نہ ہو۔ (۲) جوں = مانند۔ تیغِ بے جوہر = تلوار جس میں کاٹ نہ ہو یا کاٹ اچھی نہ ہو۔ جوہر ان حلقوں کو کہتے ہیں جو اچھی تلوار کی دھار پر دکھائی دیتے ہیں۔ ننگ = ذلت، رسوائی۔ ہنر کے بغیر لباس کا ترک کرنا یا عریانی بے جوہر تلوار کے میان سے نکلنے کی طرح رسوائی کا باعث نہ ہو۔ (۴) آستین سے کسی کی پیشانی جھاڑنا خوشامد کی علامت ہے۔ خضر = ایک پیغمبر جو عمرِ جاودانی یا درازیٔ عمر کے لیے مشہور ہیں۔ موقر = باتوقیر، معزز۔

(۱۰) حرفِ ناسزا = نازیبا یا بری بات۔ (۱۲) فرصت کیونکہ ہے پانی = فرصت کیونکر مل سکتی ہے۔ (۱۳) زمانہ سیہ بختی کو ظالموں کے لیے باعثِ زینت بناتا ہے۔ ترک = سپاہی، کنایتہً معشوق، یہاں چشمِ یار ہی کو ترک کہا ہے۔ صفاہانی = صفہاں یا اصفہان کا، اصفہان ایران کا شہر ہے جہاں کا سُرمہ مشہور تھا۔ (۱۵) عُجب = غرور۔ بالِ ہما = ہما کے بازو، ہما ایک پرندہ ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ جس شخص پر اس کا سایہ پڑ جاتا ہے وہ بادشاہ ہو جاتا ہے۔ مگس رانی = مکھی اُڑانا۔ لاش پر مکھیاں بھنکنے یا حالات کی ابتری کی طرف اشارہ ہے۔ (۱۷) پتھر ہو گئے پانی = چونکہ آئینہ پتھر سے بنایا جاتا ہے اور آئینے کی سطح پانی کی طرح ہوتی ہے۔ (۱۸) جمعیتِ خاطر = دل کا اطمینان۔ (۱۹) کارِ بستہ = مشکل کام۔

(۲۰) کاہیدہ = گھٹا ہوا، لاغر۔ دیدۂ زنجیر = زنجیر کا حلقہ جو آنکھ سے مشابہت رکھتا ہے۔ مژگانی کرتے ہیں = پلک کا کام دیتے ہیں۔ اعضا اتنے لاغر ہو گئے ہیں کہ زنجیر کے حلقوں کے لیے جو آنکھ کی طرح ہیں پلک کا کام دیتے ہیں۔ (۲۱) صرف زانو اور پیشانی میں دوستی باقی رہ گئی ہے یعنی فکرِ معاش میں لوگ زانو پہ سر رکھے ہوئے بیٹھے ہیں۔ (۲۲) امل = امید۔ نمط = مانند۔ خامہ = قلم۔

(۲۳) ناقباحت فہم = قباحت یا برائی کو نہ سمجھنے والا، کم عقل۔ چین پیشانی = ماتھے کی شکن۔ (۲۵) مگر = سوا اس کے۔ صَعب = سخت۔ کھینچے = اٹھائے۔
(۲۹) ممدوح کی پیدائش ہی تمام انسانوں کی پیدائش کا معنی و مقصود ہے جس طرح قرآن کی آیتوں میں الفاظ کا مقصودِ اصلی معنی ہیں۔ خلقت کو الفاظ اور ممدوح کی ذات کو معنی قرار دیا ہے۔
(۳۰) خُلق = نیک عادت، مروّت۔ شفیع = سفارش کرنے والا۔ منّت = احسان۔ (۳۱) جاگہ = جگہ۔ شفاعت = سفارش۔ آمُرزش = بخشش۔ فاسق = بدکار۔ زانی = زنا کرنے والا۔ (۳۲) مسند = تکیہ گاہ، تخت۔ شریعت = قانونِ الٰہی، دینی قانون۔ معدلت = انصاف۔ (۳۳) اگر چنگاری تنکے کو ذرا بھی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو پانی آکر پورے کرۂ نار کو غرق کر دے۔ رُمّانی = منسوب بہ رمّاں یعنی انار، سرخ۔ ممدوح کا انصاف اگر پانی اور آگ میں موافقت نہ پیدا کرتا تو بھلا پتھر سے لعل رمّانی پیدا ہو سکتا تھا۔ لعلِ رمّانی آبدار اور سرخ ہوتا ہے۔ گویا اس میں پانی اور آگ یکجا ہوتے ہیں۔ (۳۵) طیر و وحش = پرند و چرند۔ (۳۶) شباں = چرواہا۔ گرگ = بھیڑیا۔ (۳۷) آسا = مانند۔ ملخ = ٹڈی۔ مور = چیونٹی۔ دَد = خونخوار چوپایہ۔ سلیمانی = بادشاہی، حکومت۔
(۳۸) دنیا میں اطمینان کے ورق اگر بکھرتے ہیں یعنی کہیں پریشانی کی کیفیت ہے تو بس اس قدر کہ بلبل کے لیے باغ میں کلی کھل کر پھول بن جاتی ہے۔ کلی کے کھلنے کو غنچے کا پریشاں ہونا کہتے ہیں۔ (۳۹) فراوانی = کثرت۔ (۴۱) پیغمبرِ اسلام کے قدِ مبارک کا سایہ نہیں تھا۔ (۴۳) معاذ اللہ = خدا کی پناہ۔ مہرِ الوہیّت = قدرتِ خدا یا خداوندی کا سورج۔ ماہِ کنعانی = کنعاں کا چاند، مراد حضرت یوسف جو کنعاں کے رہنے والے تھے اور بہت خوبصورت تھے۔ (۴۵) لاریب = بے شک۔ ایزد = خدا۔ (۴۶) حدیثِ مَن رآنی پیغمبرِ اسلام کا قول مَن رَآنی فَقَد رایٔ الحق۔ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھا۔ دال ہے = دلالت کرتی ہے۔ شکلِ یزدانی =

قصیدہ ۲

(۱) چہرۂ مہروش = سورج کے مانند چہرہ۔ سنبلِ مشک فام = مراد مشک کے رنگ کی زلفیں، سیاہ خوشبودار زلفیں۔ مشک سیاہ اور خوشبودار ہوتا ہے، سنبل ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے جس سے (مشک کی طرح) معشوق کی زلفوں کو تشبیہ دیتے ہیں۔ حسنِ بُتاں = معشوقوں کا حسن۔ دَور = عہد، راج۔ لفظی معنی گردش کی رعایت بھی ہے۔ زمانے میں تو ایک صبح اور ایک شام ہوتی ہے۔ معشوق کے چہرے کی صبح سے اور دو زلفوں کی شام سے مشابہت کے پیشِ نظر حسنِ بتاں کے دَور میں ایک صبح اور دو شامیں ہیں۔ (۲) تُنک شراب = وہ شخص جس کو زیادہ شراب کی برداشت نہ ہو۔ کیونکہ = کیونکر۔ اپنے آپ کو ایک تنک شراب مے نوش اور ساقی کی مست آنکھوں کو دو جام قرار دیا ہے، چنانچہ دونوں میں ہم نشینی یا دوستی کا بگڑنا لازمی ہے۔ (۳) میانِ بحر و موج = سمندر اور لہر کے درمیان۔ (۴) اے معشوق چونکہ تو نے بغیر کسی گناہ کے میرے دل اور جگر کا خون کیا ہے اس لیے قیامت میں تجھ سے ان دو خونوں کے دو بدلے لینے ہیں۔ (۵) دو خیالِ خام معشوق سے وفا اور مہر کی طلب ہیں جو شاعر کے دیدہ و دل روز اٹھ کر باہم کرتے ہیں۔ (۶) ابروئے یار کا خیال تیغِ آبدار ہے اور دل نیام، اس لیے خواہش ہے کہ کاش ابروئے یار کا خیال دل کے دو ٹکڑے کر دے۔ (۷) فکرِ معاد = آخرت کی فکر۔ (۸) منجنیق = پتھر مارنے کا ایک قدیم آلہ جس کے ذریعے سے قلعے کی دیوار وغیرہ توڑتے تھے۔ منجنیقِ چرخ = آسمان کی منجنیق، مراد آسمان۔ سنگِ تفرقہ = پھوٹ یا نااتفاقی کا پتھر، مراد پھوٹ یا نااتفاقی۔ (۹) خُرد = چھوٹا۔ بزرگ = بڑا۔ نسبت = تعلق۔ جان = سمجھ (جاننا کا امر)۔ دنیا کے چھوٹے بڑوں میں ساغر اور صراحی کا تعلق سمجھنا چاہیے۔ بادہ = شراب۔ اشارہ ہے زندگی کی طرف۔ (۱۰) تیں = تو۔ دل کو ایک کمزور پرندہ اور معشوق کے خطِ رخسار اور زلف کو دو جال قرار دیا ہے جن میں اس نے دل کو گرفتار کر رکھا ہے۔ پوچھتا ہے کہ کیا یہی انصاف ہے۔ (۱۱) مغفرت = بخشش، خدا کی طرف سے گناہوں

کی معافی - غزل سے مراد اس سے پہلے کے اشعار ہیں جو غزل کے طرز پہ کہے گئے ہیں - انصرام = ختم ہونا، انجام کو پہنچنا - نجشش گویا خود شاعر سے کہتی ہے کہ یہ غزل بہت اچھی رہے گی اگر تو نعت و منقبت کے ساتھ اس کو انجام تک پہنچائے - (۱۲) سنگلاخ = پتھریلی یا سخت زمین، یہاں قافیہ اور ردیف کا مشکل ہونا مراد ہے کیونکہ قافیہ، ردیف اور بحر کو غزل اور قصیدے کی زمین کہتے ہیں - (۱۴) کلام دو = یعنی نعت و منقبت - نجشش شاعر سے کہتی ہے کہ تو نعت اور منقبت کا مطلع تو پہلے ہی کہہ چکا ہے اب نعت و منقبت کہہ کر مجھے طلب کرے - (۱۵) شِبلِ زبانِ خامہ = قلم کی زبان کی طرح - امام = مراد حضرت علی جو اثنا عشری عقائد کے مطابق پہلے امام ہیں - (۱۶) پہلے مصرع میں اشارہ ہے اس روایت کی طرف کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلعم نے حضرت علیؑ کو ایک ضروری کام سے بھیجا تھا۔ حضرت علیؑ جب واپس تشریف لائے تو رسولؐ خدا عصر کی نماز ادا کر چکے تھے، ان کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ اسی حالت میں وحی کا نزول ہوا اور اتنی دیر ہوئی کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ بعد میں جب معلوم ہوا کہ حضرت علی نماز نہیں ادا کرسکے تو رسولِ خدا نے دعا فرمائی جس کے نتیجے میں آفتاب مغرب سے طلوع ہو کر اس قدر بلند ہوا کہ عصر کا وقت دوبارہ آگیا اور حضرت علیؑ نے نماز ادا کی۔ حضرت علی کے لیے رجعتِ خورشید یعنی آفتاب کی واپسی کی کئی اور روایتیں بھی ہیں - قُرص = ٹکیا - اشارہ ہے معجزۂ شق القمر کی طرف، شق القمر پیغمبرِ اسلام کا مشہور معجزہ ہے جس کے مطابق آنحضرتؐ نے مقام منیٰ (قریبِ مکہ) میں اپنی نبوّت کی صداقت کے ثبوت میں انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیے تھے - (۱۷) انھوں کے = ان کے - ماندہ = تھکا ہوا - وقتِ مراجعت = واپسی کے وقت - کوچ = سفر - مقام = سفر کے دوران ٹھہرنا - (۱۸) طوافِ روضہ = مقبرے کے گرد گھومنا - گام = قدم - تا = جب تک - شیثؑ = ایک پیغمبر کا نام جو حضرت آدمؑ کے بیٹے تھے - وقتِ طوف = چکر لگاتے وقت - چوبدار = عصا بردار (نوکر) -

(۲۰) مُبرہَن = دلیل سے ثابت کیا ہوا، ثابت، روشن، معلوم - داغی = داغ دیا

ہوا۔ قدیم زمانے میں دستور تھا کہ غلام کو آزاد کرتے وقت لوہے وغیرہ کی کوئی چیز گرم کرکے اس کے جسم پر نشان ڈال دیتے تھے، غلام بناتے وقت داغ دینے کا دستور بھی تھا۔ سورج اور چاند کو داغ دیے ہوئے دو غلام قرار دیا ہے۔ (۲۱) حکیم = فلسفی۔ معتقدِ قیامِ دہر = دنیا کے قائم ہونے پر اعتقاد رکھنے والا۔ (۲۲) وصف = صفت، خوبی۔ براق = وہ بہشتی چوپایہ جس پر رسولِ خدا شبِ معراج سوار ہوئے تھے۔ دُلدُل = حضرت علی کے ایک گھوڑے کا نام۔ شرق سے راہ تا بہ غرب = پورب سے لے کر پچھم تک کا راستہ، مراد دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا فاصلہ۔ (۲۴) بُرش = کاٹ۔ (۲۵) مفردات = مفرد کی جمع، تنہا، اکیلی یا الگ الگ چیزیں۔ اُحولوں = احول کی جمع، بھینگے، وہ جنھیں ایک چیز دو نظر آئے۔ تمام = سب، ہر چیز۔ چونکہ تلوار کی کاٹ کے خیال میں ہر واحد چیز دیکھنے والے کو دو نظر آئے گی اسی لیے اگر دشمن تلوار کی یاد میں اپنے باپ کو دیکھے تو وہ بھی دو نظر آئے گا اور وہ اپنی ماں سے کہے گا کہ تجھے ایک شوہر حلال اور دو شوہر حرام ہیں۔

(۳۰) عرصۂ حشر = قیامت کا میدان۔ باحترام = بااحترام، عزت والا، باتوقیر۔

قصیدہ ۳

(۱) بہمن = ایرانی شمسی سال کا گیارھواں مہینہ۔ دَے = ایرانی شمسی سال کا دسواں مہینہ۔ دونوں مہینے خزاں کے ہیں۔ اُردی = اردی بہشت، ایرانی شمسی سال کا دوسرا مہینہ جو بہار کا مہینہ ہے۔

مُستاصَل = جڑ سے اکھاڑا ہوا، برباد، ویران۔ (۲) عَزّ وَجَل = غالب ہوا اور بزرگ ہوا، مراد خدا۔ (۳) قوتِ نامیہ = نمو یا بڑھنے کی طاقت۔ عرض = عَرَض، شعرا نے بہ سکونِ ر بھی استعمال کیا ہے، وہ چیز جو قائم بالذات نہ ہو برعکس جوہر جو قائم بالذات ہوتا ہے مثلاً رنگ اور کپڑے میں رنگ عرض اور کپڑا جوہر ہے۔ قوتِ نامیہ جو مثلِ جوہر ہے شاخ سے پتے اور پھول سے پھل تک نباتات کا عرض اختیار کر رہی ہے یعنی نباتات کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے۔ عرض کے معنی

حاضری اور موجودات کے بھی ہیں۔ عرض لینا مراد حاضری لینا، معائنہ کرنا۔ اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ قوتِ نامیہ ایک مہتمم کی طرح شاخوں، پتّوں، پھولوں اور پھلوں یعنی جملہ نباتات کے نمو سے فیض یاب ہونے کا جائزہ لیتی ہے۔ (۴) خلعتِ نوروز = خلعت یا پوشاک جو نوروز کی خوشی میں بطور اعزاز دی جائے۔ نوروز = بہار کا پہلا دن، ایرانی سال کا پہلا دن جو ایران میں قومی خوشی کا دن ہوتا ہے، عموماً ۲۲ مارچ، کبھی ۲۱ یا ۲۳ مارچ کو پڑتا ہے۔ آبجو = نہر۔ روش = کیاریوں کے درمیان کا راستہ۔ (۵) گل نورُستہ = نیا کھلا ہوا پھول۔ رنگ آمیزی = رنگینی۔ پوشش چھینٹِ قلمکار = چھاپے کے بجائے قلم سے بنائے ہوئے گل بوٹوں کی چھینٹ کی پوشاک۔ جبل = پہاڑ۔ (۶) گلبُن = گلاب کا درخت۔ کارِ نقاشیٔ مانی = قدیم زمانہ کے مشہور مصوّر مانی کی مصوری کا عمل، مانی کی بنائی ہوئی تصویر۔ (۷) گہرہائے تگرگ = اولے کے موتی۔ (۸) ازبس کہ = چونکہ۔ (۹) شمع ساں = شمع کی طرح۔ (۱۰) روئیدگی = قوتِ نمو۔ گاوِ زمیں = وہ روایتی گائے جو ایک مچھلی پر کھڑی ہے اور جس کے سینگ پر زمین قائم ہے۔ (۱۱) دمِ عیسیٰ = حضرت عیسیٰ کی پھونک جس سے مردے زندہ ہو جاتے تھے۔ فزوں = زیادہ۔ فیضِ ہوا = ہوا کا فائدہ، کرم یا تاثیر۔ جمادات = جماد کی جمع، وہ چیزیں جن میں نشو و نما نہ ہو، پتھر وغیرہ۔ (۱۲) لات = عرب کے عہدِ جاہلیت میں مکّے کے اطراف میں طائف والوں کا ایک بت۔ ہبل = زمانۂ جاہلیت کا سب سے بڑا بت جو خانۂ کعبہ میں نصب تھا۔ (۱۳) حدِ ایام کی پیش از = مقررّہ ایّام سے پہلے۔ تخم = انڈا۔ (۱۴) فصیحی = فصاحت۔ سخن کا سبز ہونا = سخن کا کامیاب ہونا۔ (۱۵) دستِ گل خوردہ = گل کھائے ہوئے ہاتھ، عاشقوں کے ہاتھ جن پر اظہارِ محبت یا اظہارِ رنج کی ایک قدیم رسم کے مطابق معشوق کا چھلّا آگ میں لال کر کے داغ دیے گئے ہوں۔ بہار کے موسم میں چونکہ دیوانگی بڑھ جاتی ہے اس لیے شاخِ گل و گلزار کے ساتھ دستِ گل خوردہ کا بڑھنا بیان کیا ہے۔ گل کی لفظی رعایت کی بنا پہ دستِ گل خوردہ کی نشو و نما کا انتہائی مبالغہ ظاہر ہے۔ ضربِ مثل = کہاوت۔ مراد مشہور بات۔

(۱۶) عقدہ = گرہ، مجازاً مشکل یا مسئلہ (۱۷) چھٹ = سوا۔ مستعمل = استعمال کیا ہوا۔ ان پھولوں کے علاوہ جن کو دیکھنے کی نگاہیں عادی ہیں۔ بہار کے موسم میں لاکھوں قسم کے اور پھول نظر آرہے ہیں۔ (۱۸) یاسمن = چنبیلی کا پھول جو اپنے رنگ کی وجہ سے خزاں سے مناسبت رکھتا ہے۔ ماننا = مانند۔ بساجت = منت یا خوشامد سے۔ (۱۹) زبس = بہت۔ در پے ہونا = پیچھے پڑنا۔ مکحل = سرمہ دانی۔

(۲۰) سیار = بہت سیر کرنے والا یا تماشا دیکھنے والا۔ (۲۱) لمعہ = کرن، چمک۔ خطِ گلزار = ایک قسم کا خط جس میں حروف میں گل بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ طلائی = سنہری۔ جدول = صفحے کے گرد کا خط یا لکیر۔ (۲۲) لعل = سرخ قیمتی پتھر۔ زمرد = سبز رنگ کا قیمتی پتھر۔ (۲۳) تیغ کہسار = پہاڑ کی چوٹی۔ بسکہ = چونکہ۔ صیقل = جلا، پالش۔ صیقل ہوئی یعنی جلا پا گئی۔ (۲۴) برگ برگ = پتی پتی۔ صفا = صفائی، چمک۔ سنبل = بالوں کی شکل کی ایک خوشبودار گھاس، بالچھڑ۔ (۲۵) خیاباں = کیاری۔ (۲۶) کثرتِ لغزش = پھسلن کی زیادتی۔ اترا = مراد ٹوٹا۔ (۲۷) حنظل = ایک کڑوا پھل، اندرائن۔ نشترِ زنبورِ عسل = شہد کی مکھی کا ڈنک۔ (۲۸) شور = کھاری، مراد بنجر۔ (۲۹) کشت = کھیتی۔

(۳۰) سبز فام = سبز رنگ کا، سانولا، گندمی۔ سر سبزی کے غلبے کی رعایت ہے۔ گل رو = سرخ گلاب، پھول جیسا چہرہ رکھنے والا، معشوق۔ شیخ پسر = شیخ کا بیٹا، مراد معشوق۔ فرزندِ مغل = مغل بچہ، مراد معشوق۔ (۳۲) عرفی = جمال الدین عرفی شیرازی، فارسی کا مشہور شاعر اور قصیدہ نگار، ۹۹۹ھ (۱۵۹۱ء) میں چھتیس سال کی عمر میں لاہور میں وفات پائی۔ اخگر = چنگاری۔ منقل = انگیٹھی۔ دوسرے مصرع کا ترجمہ ہے: چنگاری ہوا کی تاثیر سے انگیٹھی میں سبز ہو جاتی ہے۔ عرفی کے شعر کا پہلا مصرع ہے "عرق از شبنمِ گل داغ شود بر رخِ حور" یعنی شبنمِ گل کی خوبصورتی کے رشک سے جو پسینہ آیا ہے وہ حور کے چہرے پر داغ ہو جاتا ہے۔ (۳۳) فیصل = مراد ختم، تمام۔ (۳۴) یومِ قیام = قیامت کا دن۔

سبز رہے گا = کامیاب رہے گا۔ (۳۶) نُطق = گویائی، قوّتِ بیان ۔ نار = انار۔ گلشن میں اگر ایک طرف انار جیسا میٹھا پھل ہے تو دوسری طرف حنظل جیسا کڑوا پھل بھی ہے۔ (۳۷) بہرہ مند = پھل دار، مراد فائدہ اٹھانے والا۔ مصرعِ سرو = سرو کا مصرع، مراد سرو، سرو کے درخت میں پھل نہیں ہوتا۔ (۳۸) سرسبز = مراد کامیاب۔ (۳۹) مُبَرہَن = دلیل سے ثابت کیا ہوا، آشکار۔ کُنہ = حقیقت۔

(۴۰) زُحَل = ایک نحس ستارہ (سنیچر) جس کا رنگ سیاہ ہے۔ (۴۱) حُبّ = محبّت۔ یلوں = یل کی جمع، پہلوانوں۔ (۴۲) زمین کے باغ کے فرش کو خدا نے مستعمل یا پامال سمجھ کر جس کو رسولِ خدا سے ملنے کی جگہ سوائے عرش کے نہ دی یعنی خدا نے جس کی ملاقات رسولِ خدا سے عرش پر کرائی۔ اس شعر کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ جب پیغمبرِ اسلامؐ کو عرش پر معراج حاصل ہوئی تو پردے سے حضرت علیؓ کی آواز آئی یا ان کا ہاتھ برآمد ہوا۔ (۴۳) وصی = وصیّت کیا ہوا، نائب۔ ختمِ رُسل = آخری رسول، مراد پیغمبرِ اسلامؐ۔ (۴۴) نعلین = جوتیاں۔ مددِ طالع = قسمت کی مدد۔ اعمائے ازل = ازل کا اندھا، پیدائشی اندھا۔ (۴۶) مدحِ غائب = وہ مدح جس میں ممدوح کا صیغۂ غائب میں ذکر کیا جائے یا اس کے لیے ضمائرِ غائب استعمال کیے جائیں۔ (۴۷) دید = دیدار، مراد دیکھنا۔ دوئی = دو ہونا، یعنی ممدوح اور خدا کو الگ الگ سمجھنا۔ اَحول = بھینگا، جس کو ایک کے دو نظر آئیں۔ (۴۸) وہمِ غلط کار = غلطی یا غلط فہمی میں ڈالنے والا وہم۔ مثل = مثال۔ مثال اس چیز سے دی جاتی ہے جو خود اس سے الگ کوئی دوسرا وجود رکھتی ہو، تیری قدرت کو اللہ کی قدرت سے مماثل لوگ غلطی سے بتاتے ہیں اس لیے کہ وہ دونوں کو الگ الگ سمجھتے ہیں، حالانکہ دونوں ایک ہی ہیں۔ (۴۸) جوہرِ فرد = جوہرِ لاتیجزّیٰ، وہ جوہر جو تقسیم نہ ہو سکے۔

(۵۱) مداوا = علاج۔ کسل = سستی، مراد بیماری۔ (۵۲) پیکاں = تیر کی نوک۔ قبضہ = کمان کو پکڑنے کی جگہ۔ سرِمو = بال کا سرا، مراد بال کے سرے کے

برابر، ذرا سا۔ (۵۳) ٹک = ذرا۔ جائے بچل = پھسل جائے، چھوٹ جائے۔
(۵۴) علّتِ غائی = اصل وجہ، حقیقی مقصد۔ بیتِ مہمل = بے معنی شعر۔ بیت کے دوسرے معنی گھر کے ہیں جس کی مناسبت "خانہ" سے ہے۔ (۵۵) مَسا = شام۔ غنی = دولت مند، بے پروا۔ عبدِ اقل = بہت چھوٹا بندہ، حقیر انسان۔ (۵۶) اَسفَل = نہایت نیچا، پست۔ (۵۷) دُوَل = دولت کی جمع۔ اہلِ دول = دولت والا۔
(۵۸) تجھ سے ایسی بخشش نہ ہوئی کہ بے شمار جس کی تعداد جتنی ہے یہ فیصل ہوئی ہو، یعنی تیری بخشش بے حساب ہے۔ (۵۹) تیغِ دوسر = تلوار جس کے پھل کا اگلا حصہ دو شاخہ ہوتا ہے، ذوالفقار۔ جو میدانِ جنگ میں بلند ہونے کے وقت اپنی چمک سے تجھ سے محبت رکھنے والوں کے دلوں کو جلا بخشتی ہے۔
(۶۰) قبضہ = تلوار کا وہ حصہ جہاں سے اس کو پکڑتے ہیں۔ مِلَل = ملّت کی جمع، مذاہب۔ (۶۱) نَہیب = ڈراؤنی آواز، خوفناک نعرہ، للکار۔ ایک اور قصیدے میں کہا ہے: کیا تاب ہے عدو کی جو ٹھہرے ترے حضور + سن کر نہیب قہر کو تیرے گہہِ عتاب۔
استقامت = استحکام۔ (۶۲) عرض = چوڑائی۔ تفرقہ انداز = پھوٹ ڈالنے والی، ٹکڑے کرنے والی۔ اوگل پڑے = میان سے نکل پڑے۔ (۶۳) اعدا = عدو کی جمع، دشمن۔ حواسِ خمسہ = پانچ حواس، ذائقہ، باصرہ، شامہ، لامسہ اور سامعہ یعنی چکھنے، دیکھنے، سونگھنے، چھونے اور سننے کی قوتیں۔ (۶۴) توأم = جڑواں، ملے ہوئے۔ موالید = مولود کی جمع، پیدا کیا ہوا، مراد مخلوقات، موالیدِ ثلاثہ یعنی حیوانات، جمادات اور نباتات۔ منجمد = جما ہوا، مراد یکجا۔ (۶۵) کسو = کسی۔
قز = معمولی ریشم۔ (۶۶) آسیب = خطرہ۔ جھڑے = دھار سے لوہے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ٹوٹ کر گر جانے کو تلوار کا جھڑنا کہتے ہیں۔ (۶۷) رخش = رستم کے گھوڑے کا نام، مراد گھوڑا۔ فلک سیر = آسمان کی سیر کرنے والا، آسمان کی طرح چلنے والا، مراد تیز رفتار۔ اَچپل = شوخ، چنچل۔ سر چوٹی = گھوڑے کے سر کے بال جنھیں چوٹی کی طرح گوندھ دیا گیا ہو۔
(۷۰) یرغہ = گھوڑے کی ایک تیز چال۔ گام = گھوڑے کی ایک چال۔ بابرِ

یعنی مذکورہ دونوں چالوں سے بھی زیادہ تیز ہے۔ چھلاوا = ایک خیالی مخلوق جو چشم زدن میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ چھل بل = شوخی، پھرتی۔ (۱) ‌یلہ = آزاد، چھوٹا ہوا۔ شاطر = اپنی خاص وردی میں بادشاہ کی سواری کے آگے آگے دوڑنے والا سپاہی، مراد سپاہی۔ کفل = سُرین، جسم کا پچھلا حصّہ۔ اگر گھوڑا چھوٹ جائے تو سوائے اس کے کفل کے کوئی اس کا پیچھا نہ کر سکے۔ (۲) جست و خیز = اچھل کود۔ نبض میں بھی جست و خیز ہوتی ہے جس سے مرض کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ (۳) قاش = زین کے آگے کا وہ ابھرا ہوا حصّہ جس پر لگام ڈال دیتے ہیں۔ ذرّہ = ذرّہ برابر، ذرا۔ کھُندل مارے = پامال کر ڈالے، روند ڈالے۔ (۴) میخ = کیل۔ (۵) فرس = گھوڑا۔ اَچل = اپنی جگہ سے نہ چلنے والا۔ (۶) توسن = گھوڑا۔ بازگشت = واپسی۔ بہ گامِ اوّل = پہلے قدم پر۔ وہم کے گھوڑے کا ابھی پہلا ہی قدم ہو کہ ممدوح کا گھوڑا پورا فاصلہ طے کر کے واپس آ جائے۔ وہم کی رفتار بہت تیز مانی جاتی ہے۔ (۷) خانۂ زین = زین کا درمیانی حصّہ۔ بیت اللہ = خدا کا گھر، کعبہ۔ جب تجھ جیسی معنی یاب ہستی ازل کے دن اس گھوڑے کے خانۂ زین پر بیٹھی ہو تو اس کا خانۂ زین رتبے میں خانۂ کعبہ سے کس طرح کم ہو سکتا ہے۔ گویا ممدوح کا رہوارازل کے دن موجود تھا اور اس پر ان کی نشست تھی۔ (۸) واسطے دردِ سرآہو کے = ہرن کے دردِ سر کے لیے۔ دردِ سر میں صندل کی لکڑی گھس کر پیشانی پر لگائی جاتی ہے۔ (۹) بُز = بکری۔ گرگ = بھیڑیا۔ پوست = کھال۔ دہل = طبل، ڈھول۔ ظالموں پر تیرے انصاف کی ہیبت ایسی طاری ہے کہ اگر طبل پر بھیڑیے کی کھال منڈھوا کر بکری کے سامنے بجائیں تو کیا مجال ہے کہ اس میں سے آواز نکل سکے۔

(۸۰) مَوردِ = وارد ہونے کی جگہ۔ موردِ سنگ = جس پر پتھر گرے۔ شیشے پر اگر پتھر گر جائے، شیشے کو اگر پتھر سے نقصان پہنچے۔ کفِ دست = ہتھیلی۔ خردل = رائی۔ (۸۱) حفظ = حفاظت۔ بہ تقریب = مراد بہ سبیلِ تذکرہ، کسی وجہ یا سلسلے سے۔ (۸۲) معدلت کیش = انصاف مسلک۔ خس = تنکا۔ کُرۂ نار = آگ کا کرہ جو زمین، پانی اور ہوا کے کُروں کے اوپر آسمان سے ملا ہوا ہے۔

تجھ آتش سے غضب کے = تیری آتشِ غضب سے۔ لولیٔ فلک = رقاصۂ فلک، ستارۂ زہرہ۔ (۸۵) مرغِ زرّینِ فلک = کنایۃً سورج، مرغِ زرّیں تیتر سے مشابہ اور مرغی کے برابر ایک سبزی مائل پرندہ ہوتا ہے جس کے بال و پر سونے کی طرح چمکتے ہیں۔ بوجھ کر = سمجھ کر۔ (۸۶) بال و پر = پرندے کے بازو اور پر، کنایہ ہے سورج کی کرنوں سے۔ (۸۷) امر = حکم۔ نہی = منع کرنا، ممانعت۔ مناہی = منہی کی جمع، بری یا منع کی ہوئی چیزیں۔ ذُل = ذلّت۔ (۸۸) نسبتِ شکلِ صراحی = صراحی کی شکل سے تعلق کی وجہ سے، چونکہ غنچے کی شکل مینائے شراب سے مشابہت رکھتی ہے۔ (۸۹) گُل بولنا = گل خواندن، جواریوں کی اصطلاح میں اپنے کل مال کو ایک ہی مرتبہ داؤں پہ لگا دینا۔ قماری = قمار باز، جواری۔ چونکہ "گل بولنے" کی روشنی میں گل کا تعلق جوئے سے ہو جاتا ہے اس لیے بلبل اپنے دل سے گل کے عشق کو مَل مَل کر دھویا کرتی ہے، دھویا اور مَل مَل میں تناسبِ لفظی اور مل مل میں ایہام ہے کیونکہ ململ ایک کپڑے کا بھی نام ہے۔ اس صنعت کو ایہام تناسب کہتے ہیں۔

(۹۰) لائے شراب = شراب کی تلچھٹ۔ چونکہ اُبلنے کا تعلق شراب سے ہے اور شراب منہیات میں ہے اس لیے کچھ عجب نہیں کہ چشمۂ آب سے بھی پانی نہ ابل سکے۔ (۹۱) بے دخل = خارج۔ مندل = ڈھول، پکھاوج۔ (۹۲) کیونکہ = کیونکر۔ مغنی = مطرب، گویا۔ (۹۳) امرِ حق = خدا کا حکم۔ ملائک = مَلَک کی جمع، فرشتے۔ حِلم = بُردباری۔ (۹۴) بہ جنابِ اقدس = خدا کے حضور میں۔ (۹۵) متحمل = برداشت کرنے والا۔ (۹۶) دشتِ ارژن = فارس کے ایک جنگل کا نام۔ روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے (دنیا میں آنے سے قبل) اس جنگل میں رسولِ خداؐ کے صحابی حضرت سلمان فارسی کو شیر سے بچانے میں غیب سے مدد کی تھی۔ (۹۷) مختل = خلل پایا ہوا، مراد خراب۔ (۹۸) جبہہ سا = پیشانی گھسنے والا، مراد اطاعت کرنے والا۔ اسد اللہ = خدا کا شیر، حضرت علی کا لقب۔ روبہ = لومڑی۔ پشکل = مینگنی۔ (۹۹) محرمِ کنہ = حقیقت کو جاننے والا۔

(۱۰۰) شایان = لائق، سزاوار۔ اَجل = نہایت بڑا، بزرگ۔ (۱۰۳) حمل =

قیاس، گمان ۔ (۱۰۴) ترے پیشِ ضمیرِ روشن = تیرے روشن ضمیر کے آگے ۔ (۱۰۵) شیشۂ ساعت = ریت گھڑی، وقت کے اندازے کے لیے ڈگڈگی کی شکل کا ایک قدیم آلہ جس کے اوپر کے حصّے میں ریت بھری ہوتی تھی۔ درمیانی سوراخ سے جب یہ ریت ایک گھنٹے میں نیچے کے حصّے میں آجاتی تھی تو اس کو الٹ کر رکھ دیتے تھے اور اس طرح وقت کا شمار ہوتا رہتا تھا۔ ریت گھڑی کی اس کیفیت کو بے قراری سے تعبیر کیا ہے اور اس سے اپنے دل کی بے قراری کو تشبیہ دی ہے ۔ (۱۰۶) خورش = کھانا، خوراک ۔ شبانہ = رات کو ۔ (۱۰۸) پالِ بے چوب = بغیر چوبوں (بلّیوں) کا خیمہ، مراد آسمان ۔ یرتل = سواری کا اسباب یا سازو سامان ۔

(۱۱۰) داد = فریاد، انصاف یشعل لے کر نکلنا قدیم زمانے میں فریادی کی علامت تھی۔ سورج کے طلوع ہونے کو مشعل لے کر نکلنے سے تعبیر کیا ہے اور اس کو ازلی فریادی قرار دیا ہے ۔ (۱۱۱) تظلّم = ظلم سے رونا، فریاد کرنا، دہائی دینا۔ دستِ تظلّم اٹھانا = دہائی کے لیے ہاتھ اٹھانا ۔ (۱۱۲) آسیا = چکّی ۔ بحل کرے = معاف کرے ۔ (۱۱۳) راست کیش = سیدھے راستے پر چلنے والا، سچّائی کا مسلک رکھنے والا ۔ سرو = ایک سیدھا درخت جس میں پھول اور پھل نہیں ہوتے ۔ (۱۱۵) نخل = درخت ۔ بر لے آنا = پورا کرنا ۔ (۱۱۶) کیں = کینہ، عداوت ۔ عقدۂ مالاینحل = حل نہ ہونے والی گتھی ۔ (۱۱۷) تلوّن = رنگ بدلنا، ایک رائے پر قائم نہ رہنا۔ شادی = خوشی ۔ تفاوت = فرق ۔ (۱۱۹) افعی = سانپ ۔ محیطِ عالم = دنیا کو گھیرنے والا ۔ پازہر = زہر مہرہ، تریاق، زہر کی دوا۔

(۱۲۰) اندام = جسم ۔ چاند پہلے آسمان پر ہے اور زحل ساتویں آسمان پر، مراد پہلے آسمان سے ساتویں آسمان تک ۔ (۱۲۱) بدن کا پھلنا = جسم پر پھوڑے پھنسی نکلنا ۔ (۱۲۲) اب اے آقا تجھ سے یہ تیرا حقیر بندہ یوں عرض کرتا ہے کہ اس احوال کو معلوم کرنے کے بعد ۔ (۱۲۳) گزند = تکلیف، ایذا، نقصان ۔ (۱۲۴) نجف = عراق میں وہ مقام جہاں حضرت علیؑ کا مزار ہے ۔ عاصی = گناہگار ۔

(۱۲۵) معاش = زندگی گزارنے کی جگہ، مراد دنیا۔ معاد = لوٹ کر جانے کی جگہ، مراد آخرت۔ اخذ = لینا۔ جر = کھینچنا۔ اخذ و جر = مراد جلبِ منفعت، حصولِ معاش۔ دغل = فریب۔ (۱۲۷) تعزیہ = سزا۔ (۱۲۸) عرائض = عریضہ (درخواست) کی جمع۔ فرد = نیچا۔ (۱۲۹) ماتحلّل = وہ چیز جو تحلیل ہو چکی ہو۔ اصطلاحِ طب میں وہ اجزائے خون جو حرکاتِ جسمانی کی وجہ سے تحلیل ہو جاتے ہیں، بدن کے تحلیل شدہ یا صرف شدہ اجزائے خون۔ بدل = عوض۔ ماتحلّل کا بدل = بدلِ ماتحلّل، عوض اس چیز کا جو تحلیل ہو چکی ہو، وہ غذائے خون جو بدن کے تحلیل شدہ یا صرف شدہ اجزا کا عوض بنے۔ (بالواسطہ طور پر) مراد خوراک، رزق۔ منشا یہ ہے کہ نجف میں رزق یا معاش کا انتظام ہو جائے۔

(۱۳۰) دوسرے مصرع میں اہلِ دنیا کی کنجوسی کی طرف اشارہ ہے۔ (۱۳۱) ہے حق بہ طرف خلقت کے = لوگ حق بجانب ہیں۔ (۱۳۲) جوہرِ جود و کرم = سخاوت کا اصل مادہ۔ بروزِ تقسیم = ازل کے دن۔ (۱۳۳) نبیِ مرسل = خدا کا بھیجا ہوا رسول، پیغمبرِ اسلام۔ (۱۳۴) بہتر ز کلامِ اوّل = اس قصیدے کے ابتدائی حصّے سے بہتر۔ (۱۳۵) تا = جب تک۔ (۱۳۶) نیّرِ اعظم = سب سے بڑا ستارہ، سورج۔ شرف = کسی سیارے کا اپنے اصلی برج میں آنا۔ برجِ حمل = آسمان کے بارہ برجوں میں سے ایک برج جس میں آفتاب کے آنے سے بہار کا آغاز ہوتا ہے اور ایران میں نوروز کی خوشی منائی جاتی ہے۔ (۱۳۷) خوشہ = اناج کی بالی۔ نمل = چیونٹی۔ (۱۳۸) سبزہ = خط۔ گل اندام = پھول جیسا جسم رکھنے والا، معشوق۔ سنبل = کنایتہً زلف۔

(۱۴۰) نیساں = ساتواں رومی مہینہ مطابق فروردیں اور بیساکھ جس کی بارش کی بوند کے متعلق خیال ہے کہ سیپی کے منہ میں گر کر موتی بن جاتی ہے۔ ترشّح = ہلکی بارش، پھوار۔ (۱۴۱) جب تک شعرا لبِ معشوق کو جاں بخش اور نرگس کو بیمار کہتے رہیں۔ (۱۴۲) عقدے کو غنچے کے حل کرے = غنچے کو کھلائے۔ (۱۴۳) طوق = گلے میں پہننے کا ایک زیور، وہ حلقہ جو قمری کی گردن میں ہوتا ہے۔ محل = جگہ۔ (۱۴۴) استادہ کرنا = کھڑا کرنا۔ حَباب = بلبلہ، حباب کو خیمے سے استعارہ کیا ہے۔

(۱۴۶) بادۂ گلگوں = سرخ شراب - دف = ڈفلی - نے = بانسری - چنگ = سارنگی کی طرح کا ایک باجا - (۱۴۷) سرخوش = جو ہلکے نشے میں ہو - مست = متوالا، نشے میں چور - اسی فرق کی بنا پر سرخوش کا بھڑنا اور مست کے قدم کا پھسلنا بیان کیا ہے - (۱۴۸) کتاں = ایک نازک کپڑا جو شعرا کے نزدیک چاند کے سامنے لانے سے پھٹ جاتا ہے - دانۂ طل = شبنم کا قطرہ - سورج کی گرمی سے شبنم زائل ہو جاتی ہے جس پر سورج سے شبنم کے عشق کا شاعرانہ قیاس ہے - (۱۴۹) عود = اگر کی لکڑی جو خوشبو کے لیے سلگائی جاتی ہے - مجمر = انگیٹھی - چوبِ صندل = صندل کی لکڑی - (۱۵۰) مسمّٰی = جس کا نام رکھا گیا ہو، مسمّٰی رہے یعنی موسوم کی جائے - بابُ الجنّت = لفظی معنی جنّت کا دروازہ، اس قصیدے کا نام یا عنوان ہے - (۱۵۱) محب = محبت دوست والا دوست -

قصیدہ ۴

عماد الملک = آصف جاہ اوّل کا پوتا اور غازی الدین خاں امیر الامرا فیروز جنگ کا بیٹا تھا - اصل نام شہاب الدین تھا - ۱۷۵۲ء سے دربارِ دہلی کی خانہ جنگیوں اور سازشوں میں برسرِ اقتدار رہا - ۱۷۶۱ء میں احمد شاہ ابدالی کے حملے کے بعد زوال ہوا - غالباً ۱۸۰۰ء میں کالپی میں وفات پائی -

(۱) دستک = تالی، دروازہ کھٹکھٹانا - (۲) شائق = مشتاق - (۳) عزیزِ دلہا = دلوں کی پیاری - حلاوت = مٹھاس، مراد لطف - (۵) اشعہ = اشعۃ، شعاع کی جمع، کرنیں - (۶) بادلہ پوش = سونے چاندی کے تاروں کا کپڑا پہننے والی - (۷) ماہِ شبِ چاردہم = چودھویں کا چاند - یک چند = ذرا سی دیر، مراد اکدم - بھچک = متحیّر، حیران - (۸) باؤ = ہوا - (۹) ہٹیں = ضد کریں - بالک = بچّہ - (۱۰) جعد = گھونگھریالے بال - گتھنا = عورتوں کے بالوں کی لٹوں کا باہم تنا جانا - اٹک = پنجاب کا ایک دریا جس کی طغیانی مشہور ہے - (۱۱) پانی نہ مانگنا = دفعتہً مرجانا - کھپ جاوے = مرجائے - (۱۲) تجاوز دے = بڑھائے، یعنی جبیں کو جب آسمان چاند سے بہتر کہے تب چاند میں داغ پڑ جائے - (۱۳)

جوہر = مراد صلاحیت، وصف۔ مشابہ = ہم شکل، ملتا جلتا۔ (۱۴) ڈھیٹ = نظر، اندازِ نگاہ۔ ترک = سپاہی، مراد معشوق۔ آنکھ کو ترک قرار دیا ہے۔ اُزبک = تاتاری ترکوں کے ایک خونخوار قبیلے کا نام۔ (۱۵) مژہ سے = پلک کی طرح کے۔ متصل = برابر۔ اس کی چشم کا فتنہ ایسا تھا کہ جس کو برابر چونکتے دیکھ کر خونخوار پلکیں بھی خوف کی وجہ سے تھپکتی رہتی تھیں۔ چشم کو فتنہ اور پلکیں جھپکانے کو فتنے کا تھپکنا قرار دیا ہے۔ (۱۶) آویزہ = بندہ مستعد = آمادہ، تیار۔ (۱۷) خوبی = حسن۔ قُلّاب = مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ (۱۸) بینی = ناک۔ منخرین = ناک کے (دو) نتھنے۔ اگرچہ ناک نے اپنے دو نتھنوں کی عینک بنا کر دیکھنے کی بہت کوشش کی لیکن تنگی کی وجہ سے دہن نہ دکھائی دیا۔

(۱۹) اخگر = چنگاری، انگارا۔ تہِ خاکستر = راکھ کے نیچے۔ مستی کی تہ کو راکھ اور اس کے نیچے سرخ ہونٹوں کو انگارا کہا ہے۔ جب وہ بات کرنے کے لیے منہ کھولتی تو مستی کی تہہ میں اس کے سرخ ہونٹ اس طرح دکھائی دیتے جس طرح راکھ میں ہوا سے انگارے دہک جاتے ہیں۔ بات کرنے میں ہونٹ کھلتے ہیں اور منہ سے ہوا نکلتی ہے۔ ہوا سے انگارے دہکتے ہیں۔

(۲۰) سلک = لڑی۔ صفا = صفائی، پاکیزگی۔ وام = قرض۔ دریوزہ کرے = بھیک مانگے۔ (۲۱) عارض = رخسار، گال۔ زنخ = ٹھوڑی۔ گزک = وہ چیز جو شراب کے ساتھ کھائی جائے۔ (۲۲) ملاحت = حسن کی نمکینی، سلونا پن۔ نمک = نمکینی، لطافت۔ (۲۳) کندن = خالص سونا۔ غبغب = ٹھوڑی کے نیچے کا لٹکا ہوا گوشت۔ خجالت زدہ = شرمندہ۔ ڈلک = چمک۔ (۲۴) ڈھیلے پیچ = وہ گندھے ہوئے بال جو ابرو تک ہوں۔ تہِ دامانِ شبک = جالی دار دامن یا جالی دار شمع دان کے نیچے۔ گردن کو شمع اور ڈھیلے پیچ کو جالی دار دامن یا جالی دار شمع دان قرار دیا ہے۔ (۲۵) ساعد = کلائی۔ حنابستہ = مہندی لگا ہوا، سرخ۔ پَوَن = ہوا۔ (۲۶) کچ = پستان۔ تیقن = یقین۔ کام = جنسیات۔ کنک = لشکر۔ بعض نسخوں میں کنک ہے۔ کنک کے معنی کنک شکتی، کار تکیہ یا

لڑائی کے دیوتاؤں کا سینا پتی ہیں۔ کام کا کنک سے کام دیو یا جنسیات کا دیوتا مراد لیا جا سکتا ہے۔ انشا نے دریائے لطافت میں لکھا ہے کہ اس قصیدے میں سودا نے کٹک بمعنی لشکر محض قافیے کی ضرورت سے استعمال کیا ہے ورنہ کٹک ہرگز اردو کا لفظ نہیں ہے۔ اعتراض سے قطع نظر کر کے انشا کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحیح متن کٹک (بمعنی لشکر) ہے۔ (۲۷) مبہی = قوتِ باہ پیدا کرنے یا بڑھانے والا۔ (۲۹) لنج = ہاتھوں سے معذور، اپاہج۔ لنگ = لنگڑا۔

(۳۵) ساق = پنڈلی۔ نمک = ملاحت، حسن۔ (۳۶) پشتِ پا = پاؤں کے پنجے کے اوپر کا حصہ۔ کفک = تلوا۔ (۳۸) فندقِ پا = پاؤں کی انگلیوں کا مہندی لگا ہوا سرا۔ فندق چھوٹے بیر کے برابر آدمی کی انگلیوں کے سروں سے مشابہ سرخ رنگ کا ایک میوہ ہوتا ہے۔ بیخ = جڑ۔ گلِ اورنگ = گھنڈی کی وضع کا ایک گلابی پھول، ایک قسم کا گیندا۔

(۴۰) دھج = انداز۔ موجبِ شور = شوریدگی کا سبب۔ خلخال = پازیب، پاؤں میں پہننے کا ایک زیور۔ پاؤں اس انداز سے رکھتی ہے کہ اس کی پازیب کی جھنکار دنیا کے سر میں شوریدگی کا سبب بن جائے یعنی دنیا کو دیوانہ کر دے۔
(۴۱) کج و اکج = ٹیڑھا ترچھا۔ (۴۲) زرق برق = چمک دمک۔ کوند = چمک۔
(۴۳) سج = سجاوٹ۔ حمائل = گلے میں پہننے کا ایک زیور۔ سوندھا = ایک خوشبودار مسالہ جس سے بال دھوئے جاتے ہیں۔ (۴۴) کیفی = مخمور۔ ہشت، دوت، دبک = جھڑکنے کے کلمے۔ ہٹ، دور ہو، چپ رہ۔ (۴۶) اللہ معک = معک اللہ، تیرے ساتھ ہو اللہ، خدا حافظ۔ (۴۹) پکھاوج = ایک قسم کی لمبوتری ڈھولک جو ناچ کے ساتھ بجائی جاتی ہے۔ گمک = گونج دار آواز، آواز۔

(۵۰) تئیں = لیے، کو۔ خنک = ٹھنڈا، مراد سرد دل۔ (۵۱) تنک = ذرا۔
(۵۳) اربابِ نشاط = گانے بجانے والے۔ چھکانا = سیر یا آسودہ کرنا۔ بھگت = ایک مذہبی سوانگ جس میں اکثر نرسنگھ اوتار اور کرشن جی کا روپ بھرتے ہیں۔

اولک = کرشن جی کے جھولا جھولنے کا سوانگ۔ کچھ تعجب نہیں کہ سودا نے اَوْرَک بمعنی جھولا کہا ہو جو سہوِ قرأت یا سہوِ کتابت کی وجہ سے اولک ہو گیا۔ (۵۵) مردنگ = ایک قسم کی لمبوتری ڈھولک۔ (۵۶) تنبورہ تنبورہ، ایک باجا جس میں ستار کی طرح کے تین تار لگے ہوتے ہیں۔ رشتۂ زنّار = جنیو کا دھاگا۔ سُر سانج = ستار کی طرح کا ایک باجا جس کے تاروں میں تسبیح جیسے چند دانے پروئے ہوتے ہیں (؟)۔ محتسب = شراب نوشی کو روکنے والا حاکم۔ مغبچہ = مے فروش کا لڑکا، شراب پلانے والا لڑکا۔ ندھڑک = بے دھڑک، بے خوف۔

(۶۰) منفک = جدا، علیحدہ۔ (۶۱) جہت = سبب۔ (۶۲) سمع میں نہیں پہنچا = سننے میں نہیں آیا۔ (۶۴) سلیماں فر = حضرت سلیمان کا دبدبہ رکھنے والا، شکوہِ خسروانہ رکھنے والا۔ آصف جاہ = حضرت سلیمان کے وزیر آصف کا مرتبہ رکھنے والا، ممدوح کا لقب۔ غیّور = بڑا غیرت مند۔ بزرگ و کوچک = بڑا اور چھوٹا۔ (۶۵) پسارے = پھیلائے۔ تولّد = پیدائش۔ کودک = بچّہ۔ (۶۶) شعلۂ تپ = بخار کا شعلہ، مراد بخار۔ تبرید = ٹھنڈائی، دوا یا دوائیں جن کی تاثیر سرد ہوتی ہے۔ خارِ خَسک = گوکھرو۔ بخار کے علاج کے لیے تبرید کا نسخہ لکھا جاتا ہے جس میں گوکھرو وغیرہ ہوتے ہیں، گویا شعلۂ تپ سے جلنے کے بجائے گوکھرو اسے دور کرنے میں مدد کرتا ہے۔ (۶۷) کتاں = ایک نازک کپڑا جو چاند کے سامنے لانے سے پھٹ جاتا ہے۔ چاند کی روشنی سے اگر کتاں پھٹ جائے تو انصاف اسی کی بیچک سے کتاں کے چاک کو رفو کرائے یعنی چاند کو سزا بھگتنی پڑے۔ چاند کی مشابہت بیچک سے ظاہر ہے۔ (۶۸) غزالہ = ہرن کا بچّہ۔ پلنگ = چیتا۔ لے پالک = گود لیا ہوا بچّہ، متبنّیٰ۔ (۶۹) منہیات = منہی کی جمع، بری چیزیں، وہ چیزیں جو شرعاً ممنوع ہیں۔ نت اُٹھ = ہمیشہ، اٹھ کر، ہر روز۔ بنگ = بھنگ۔ کُتک = کنکا، بھنگ گھوٹنے کا سونٹا، موسل۔ شراب روز (جوش میں آنے کی وجہ سے) کشمکش میں مبتلا ہے اور

بھنگ ہمیشہ کنڈے کے نیچے کوٹی جاتی ہے۔

(۷۰) ہمت = بلند حوصلگی، سخاوت۔ (۷۱) دوتا = دہری، جھکی ہوئی۔
(۷۲) سحاب نیساں = ماہ نیساں کا بادل جس کی بوند کے سیپی میں جانے سے موتی بنتا ہے۔ چشمک = طنز کے طور پر آنکھ جھپکانا۔ (۷۳) صدف پُرگوہر = موتی سے بھری ہوئی سیپی۔ (۷۴) دستک = راہ داری کا پروانہ، اجازت نامہ، مہری حکم۔ دستک لینا = مہر لگوانا، اجازت لینا۔ (۷۵) حلم = بردباری۔ زرہ سہو وخطا = غلطی سے۔ (۷۶) ذرہ = ذرہ بھر، ذرا۔ مرکزِ خاکی = زمین کا مرکز۔ (۷۷) گاؤ زمین = وہ روایتی گائے جو زمین کی تہ میں مچھلی پر کھڑی ہے اور جس کے سینگ پر زمین قائم ہے۔ شاخیں کھنچوانا = سینگیاں لگوانا۔ درد وغیرہ کے علاج کے لیے سوراخ کیا ہوا سینگ (سینگی) انسان کے بدن پر لگاتے ہیں۔ کسک = درد۔ (۷۸) موالید = مولود کی جمع، مراد مخلوقات، موالیدِ ثلاثہ، حیوانات جمادات اور نباتات۔ سررشتۂ کار = کام کا سلسلہ، آغازِ کار۔ (۷۹) پیل دینا = ڈھکیل دینا۔ پیل = ہاتھی۔ پشہ = مچھر۔ حول وقوت = زور (مدد) اور طاقت۔ کمک = مدد۔ بعض نسخوں میں حولِ قوت ہے، یعنی تیری قوت کی مدد سے ذرا اس کو مدد چاہیے۔

(۸۰) صفِ مرداں = بہادروں کی صف۔ مردک = مرد کی تصغیر، مراد حقیر آدمی۔ (۸۱) گاؤ سر = بیل کی صورت کا گرز، خصوصاً ایران کے قدیم بادشاہ فریدوں کا گرز۔ مار بغل = بغل میں دبا کر۔ (۸۳) مرکب = گھوڑا۔ ٹپکا = کمر میں باندھنے کی پیٹی۔ (۸۴) چرخ = چکر۔ (۸۵) روئے سما = آسمان کا چہرہ۔ پشتِ سمک = مچھلی کی پیٹھ، مچھلی سے وہ مچھلی مراد ہے جس پر وہ گائے کھڑی ہوئی ہے جو زمین کو اپنے سینگ پر اٹھائے ہوئے ہے۔ (۸۶) کوسِ لمنِ الملک = مراد بڑائی کا ڈنکا۔ قیامت کے دن یہ آواز گونجے گی کہ "لِمَنِ الْمُلْکُ الیوم" یعنی آج کے دن بادشاہی کس کے لیے ہے جس کا جواب خدائے برحق خود ہی دے گا کہ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّار یعنی خدائے واحد

دقہّار کے لیے - جوہرِ بُرِش = مراد کاٹ کی صلاحیت - اصطلاحاً جوہر ان حلقوں کو کہتے ہیں جو اچھی تلوار کی دھار پر جھلکتے ہیں - (۸۸) باد پا = ہوا کی طرح تیز رفتار، مراد گھوڑا - (۸۹) قاشِ زین = زین کے آگے کا وہ اُبھرا ہوا حصّہ جس پر لگام پڑی رہتی ہے. قاش بمعنی پھانک مؤنث لیکن قاشِ زین مذکر ہے -

(۹۰) شبرنگ = سیاہ رنگ کا گھوڑا، مراد گھوڑا - (۹۱) گلگوں = سرخ رنگ کا گھوڑا، مراد گھوڑا - (۹۳) کجک = آنکس جو مہاوت ہاتھی کو چلانے میں استعمال کرتے ہیں، اس کا اگلا حصّہ نئے چاند سے مشابہ ہوتا ہے اور ہاتھی کے سر پر رکھنے کی صورت میں ماتھے پر نظر آتا ہے - (۹۴) سخن رس = سخن فہم - (۹۵) کجگاہ = سُراگائے کی دم جو ہاتھی کی آرائش کے لیے منہ کے دونوں طرف لٹکا دیتے ہیں - سراگائے تبت، ہمالیہ اور تاتار میں پائی جاتی ہے - شبِ یلدا = کالی رات - (۹۶) اتھک = نہ تھکنے والا - (۹۷) شجرِ طور = کوہِ طور کا وہ درخت جس پر خدا نے حضرت موسیٰ کو اپنا جلوہ دکھایا تھا - تزئیں = آرائش، سجاوٹ - مستک = ہاتھی کی پیشانی - (۹۸) جھُول = ہاتھی کے اوپر ڈالنے کا کپڑا - (۹۹) خرطوم = سونڈ - زیرک = عقلمند -

(۱۰۰) سلسلۂ پا = پاؤں کی زنجیر - (۱۰۲) ہم سنگ = برابر - اٹک = ایک بڑی توپ کا نام (؟) - اٹک کے برابر سو توپیں بھی ایک ساتھ داغی جائیں تو معلوم ہوگا کہ اس کے سامنے پٹاخوں کی لڑی چھوٹ رہی ہے - (۱۰۳) چرخی = ایک آتش بازی - بان = ایک آتش بازی، ایک قسم کی ہوائی جو پرانے زمانے کے آلاتِ حرب میں تھی - (۱۰۴) نیشکر = گنّا جو ہاتھی بڑے شوق سے کھاتا ہے - پولک = بان کا اگلا سرا یا پھل - (۱۰۵) چلاوا = چال - (۱۰۶) سُبک رو = ہلکے پاؤں چلنے والا - (۱۰۷) ہودج = ہاتھی کے اوپر کا ہودا جس میں بیٹھتے ہیں - (۱۰۸) جاہ = رتبہ، مرتبہ - ہوئے اِستاد = کھڑا ہو - جِلَو = جو سواری کے آگے آگے چلے، سواری کے ساتھ کا ٹھاٹھ - اسپک = بڑا خیمہ -

(۱۰۹) بے چوبہ = بغیر چوب کا، ایک قسم کا خیمہ جس میں چوب نہیں لگائی جاتی، آسمان کو خیمۂ بے چوب کہتے ہیں۔ نپٹ = بہت۔ کوچک = چھوٹا۔ تیرے جلو میں چلنے والا خیمہ ایسا وسیع ہے کہ آسمان اس کے مقابلے میں حقیر ہے۔

(۱۱۰) مطبخ = باورچی خانہ۔ تجمّل = ٹھاٹھ۔ طبقِ روئے زمیں = زمین کی سطح کا تھال، سطحِ زمین۔ خوانِ چشک = وہ خوان یا کشتی جس میں صرف چکھوتی یا چکھنے کا کھانا رکھا جائے۔ بادشاہوں اور امیروں کے لیے پہلے صرف مختصر کھانے تیّار کیے جاتے تھے، پھر جو کھانے پسند کیے جاتے تھے پکائے جاتے تھے۔ چَشک اس کھانے کو بھی کہتے ہیں جو باورچی تقریب کے بعد اپنے لیے لے جاتے ہیں۔ (۱۱۱) کرماں = ملک جہاں کا زیرہ مشہور ہے۔ حاصل = آمدنی۔ (۱۱۲) مصرف = خرچ۔ (۱۱۳) اس کے = یعنی مطبخ کے۔ صحنک = چھوٹا طباق، رکابی، اصطلاحاً حضرت فاطمہ کی نیاز کا کھانا جس میں صرف پاک اور پاک دامن عورتیں شریک ہو سکتی ہیں۔ مراد کھانا، خوراک۔ (۱۱۵) جبہہ سائی = پیشانی گھسنا۔ بہ از سنگِ محک = کسوٹی کے پتّھر سے بہتر۔ کسوٹی پر سونے کو پرکھتے ہیں۔ (۱۱۶) بابِ اجابت = قبولیت کا دروازہ۔ (۱۱۷) چراغِ دولت = سلطنت کا چراغ، مراد ممدوح۔ تا ابد = رہتی دنیا تک۔ قندیلِ فلک = آسمان کا فانوس۔ (۱۱۸) مسجودِ ملائک = جس کو فرشتے سجدہ کریں۔ (۱۱۹) گیتی = دنیا۔ تمثال = صورت، تصویر۔

(۱۲۰) کاتبِ دستِ قضا = قدرت یا قسمت کے ہاتھ کا کاتب، کاتبِ تقدیر۔ حک کرنا = کھرچ کر مٹا دینا۔

قصیدہ ۵

نوّاب شجاع الدّولہ اپنے باپ نواب صفدر جنگ کے بعد ۱۷۵۴ء سے ۱۷۷۵ء تک اودھ کے نوّاب وزیر تھے۔

اس قصیدے میں شجاع الدّولہ اور روہیلہ سردار حافظ رحمت خاں کی لڑائی کا حال نظم کیا گیا ہے۔ یہ لڑائی ۱۷۷۴ء میں میران پور کٹرے کے مقام پر

ہوئی تھی۔ ۱۷۷۳ء میں حافظ رحمت خاں نے نواب شجاعت الدولہ کو اس شرط پر چالیس لاکھ روپیہ ادا کرنا منظور کیا تھا کہ وہ مرہٹوں کی یورش سے روہیل کھنڈ کو محفوظ کرا دیں۔ مرہٹوں نے حملہ نہیں کیا لیکن اس میں بظاہر شجاع الدولہ کا دخل نہ تھا۔ حافظ رحمت خاں نے چالیس لاکھ روپے کے تمسک کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ لیکن نواب شجاع الدولہ نے رقم کی ادائیگی پر اصرار کیا۔ اس کشمکش میں حافظ رحمت خاں نے کچھ روپیہ دے کر مرہٹوں سے صلح کر لی۔ اب نواب شجاع الدولہ نے روہیلوں پر حملہ کرنے کی ٹھانی اور انگریزوں سے مدد مانگی۔ انگریزوں نے بھی شجاع الدولہ سے چالیس لاکھ روپے کا مطالبہ کیا اور اپنی فوج روانہ کر دی۔ شجاع الدولہ اور انگریزوں کی فوج کے مقابلے میں روہیلوں کو شکست ہوئی اور حافظ رحمت خاں، ان کا بیٹا اور بہت سے دوسرے روہیلہ سردار لڑائی میں مارے گئے۔ سودا نے اسی معرکے کا بیان کیا ہے اور اپنے ممدوح کو فتح کی مبارک باد دی ہے۔

(۱) تُرکِ فلک = مریخ، منگل ستارہ، جلّادِ فلک۔ (۲) نہال = پودا۔ شاخسار = درختوں یا ڈالیوں کا جھرمٹ۔ (۳) سرجنگ = تیتر۔ (۴) صورتِ شرار = چنگاری کی طرح۔ (۵) معدوم یہ کیا = ایسا مٹا دیا۔ عَف = کتّے کی آواز۔ غاں = کوّے کی آواز۔ زاغِ کوہسار = پہاڑی کوّا۔ (۶) انھوں کا = ان کا۔ تیں = تو۔ نمک سے شراب کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ (۷) قلقاری = قہقہہ، خصوصاً بے زبان بچّوں کی ہنسی جو آواز کے ساتھ ہو۔

(۱۰) گازُر = دھوبی۔ پارچہ = کپڑا۔ (۱۲) پُر از خیار = کھیرا ککڑی سے بھرا ہوا۔ (۱۴) قمار = جوا۔ (۱۵) حق ناشناس = حق کو نہ پہچاننے والا۔ غارت = مراد مالِ غنیمت۔ نبَرد = لڑائی۔ (۱۶) ناگرفتہ قرض = نہ لیا ہوا ادھار، وہ قرض جو لیا نہ جا سکا ہو۔ (۱۷) بَلی = طاقتور، بہادر۔ (۱۸) اِس جناب کے = مراد ممدوح کے۔ استوار = مضبوط، مستحکم۔ (۱۹) تہوّر = جواں مردی، بہادری۔ صحبت برار نہ کی = ساتھ نہ دیا۔ ان کے دل سے تہوّر

کی دوستی نبھ نہ سکی۔

(۲۰) اِس غلام کے = یعنی سودا کے۔ انھوں سے = ان سے۔ جاں گزار = جان نثار کرنے والے، جان دینے والے۔ (۲۲) حافظ = حافظ رحمت خاں۔ اضطرار = بے چینی۔ (۲۵) فوجِ ہراول = فوج کا اگلا دستہ یا ٹکڑا۔ (۲۶) سرکردہ = سردار، کمانڈر۔ فرنگی کا اشارہ کرنل چمپین کی طرف ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے اس لڑائی میں کمانڈر انچیف تھا۔ (۲۷) محبوب علی خاں، بسنت علی خاں، لطف علی خاں عرف خواجہ لطافت اور میر سید علی، شجاع الدولہ کی فوج کے دستوں کے سردار تھے۔ (۲۸) دَو = خونخوار چوپایہ۔ وَغا = لڑائی۔ (۲۹) ایدھر = اِدھر۔ رہکلہ = چھوٹی توپ۔ متصل = برابر۔ سرگزار = سر کٹانے والا، سرفروش۔

(۳۰) پلّہ = فاصلہ۔ جزائر = ایک قسم کی بڑی بندوق۔ (۳۲) کرتیاں = کرتی کی جمع، مراد وردی۔ تلنگا = سپاہی، تلنگانہ کا باشندہ، چونکہ فرنگیوں نے سب سے پہلے تلنگانہ میں فوج بنائی تھی اس لیے یہ لفظ سپاہی کا ہم معنی ہوگیا۔ لالہ زار = لالے کا کھیت۔ دودِ توپ = توپ کا دھواں۔ ابرِ سیاہِ تگرگ بار = اولے برسانے والا کالا بادل۔ (۳۳) فتیلہ = بارود میں آگ دینے کی بتی۔ رنجک = بارود جو توپ چلانے کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ (۳۴) گجنال = بہت بڑی توپ۔ رعد = فرشتہ جس کی آواز بادل کی گرج ہے، بادل کی گرج، بجلی کی کڑک۔ شتر نال = چھوٹی توپ جو اونٹ پر لادی جاتی تھی اور اسی پر سے چلائی جاتی تھی۔ جھنکار = مور کی آواز۔ (۳۵) قومِ عاد = ہود پیغمبر کی قوم کا نام، یہ لوگ عاد بن سام بن نوح کی نسل سے تھے۔ اشارہ ہے صرصرِ عاد یعنی اس آندھی کی طرف جو عذاب الٰہی کے طور پر آئی تھی اور جس سے قومِ عاد تباہ و برباد ہوگئی تھی۔ (۳۸) ندّاف = روئی دھنکنے والا، دھنیا۔ کمانچہ = دھنکی جس سے روئی دھنکتے ہیں۔

(۴۱) نَے = نہ۔ بچار = خیال۔ (۴۲) باور = یقین۔ (۴۵) نزدِ فہم =

عقل کے نزدیک ۔ تعرض = چھیڑنا، دوسرے پر بات ڈھالنا، طنز کرنا ۔ (۴۶) طاقِ روزگار = یکتائے زمانہ، مراد نواب شجاع الدولہ ۔ (۴۷) اسپ = گھوڑا ۔ ہمم = ہمت کی جمع، عالی حوصلگی ۔ (۴۸) منزلت = مرتبہ ۔

(۵۰) عہدے سے برآنا = عہدہ برآ ہونا، ذمہ داری پوری کرنا ۔ (۵۱) اس کی = نواب شجاع الدولہ کی ۔ (۵۲) اس شعر میں حافظ رحمت خاں کی وفات کا مادۂ تاریخ حالات کے عین مطابق ہے ۔ "حافظ" کے عدد (۹۸۹) میں سے "ح" (حافظ کا سر) کا عدد (۸) خارج کرنے اور "زر" کے عدد (۲۰۷) جوڑنے سے مطلوبہ سن یعنی ۱۱۸۸ھ برآمد ہوتا ہے ۔ (۵۳) نواب شجاع الدولہ کی فتح کی تاریخ کا مادہ "ہو" سے شروع ہوتا ہے اور اس سے بھی ۱۱۸۸ھ نکلتا ہے ۔

قصیدہ ۶

شہر آشوب = وہ نظم جس میں کسی ملک یا شہر کی تباہ حالی کا بیان کیا جائے ۔ (۳) طرح = صورت ۔ (۴) قاصر = کوتاہی کرنے والا ۔ (۵) وجہ معاش = معاش کا سبب، مراد ذریعۂ معاش ۔ (۶) یعنی تنخواہ نہیں ملتی ۔ (۷) عَلف = سبز چارہ، گھاس ۔ سپر = ڈھال ۔ بنیے کے یاں ہے = اشیائے خورد و نوش کی خریداری کے عوض میں بنیے کے یہاں رکھ دی گئی ہے ۔ (۸) ثابت = مضبوط، سالم ۔ دُگلا = ایک قسم کا انگرکھا، ایک قسم کا کوٹ جو فوجی سپاہی پہنتے تھے ۔ پر گیری = پر تیر، وہ پر جو تیر میں لگے ہوتے ہیں ۔ چِلّہ = کمان کی ڈوری یا تانت ۔ (۹) نفر = ادنیٰ نوکر ۔ غُرّہ = چاند کی پہلی تاریخ ۔ صرّاف = زیورات بیچنے والا، مہاجن ۔

(۱۰) شوّال = عید کا مہینہ ۔ (۱۲) اس روسیاہی کے باوجود وہ لوگ دو دو مہینے کی تنخواہ وصول کر لیتے ہیں جن میں دھونس جمانے یا لڑنے جھگڑنے کی طاقت ہے ۔ (۱۵) خطیب = خطبہ پڑھنے والا ۔ (۱۶) رینکنا = گدھے کا چیخنا ۔ ذکر = ذکرِ خدا، یادِ الٰہی ۔ صَلوات = درود پڑھنا ۔ (۱۷) ریتی = مراد دہلی میں لال قلعے کے پاس جمنا کے کنارے کی رتیلی زمین ۔ غالباً یہ لفظ ریتی یعنی قلعے کی فصیل ہے ۔ (۱۸) دربار رَس = دربار میں جانے والا ۔ لال قلعے میں

شاہی دربار میں جانے والوں کی طرف اشارہ ہے۔

(۲۰) نالہ کناں = فریاد کرتا ہوا۔ (۲۱) ارتھی = ہندوؤں کا جنازہ۔ (۲۲) صاحبِ ارتھی = مراد پالکی میں بیٹھا ہوا شخص۔ نَے = نہ۔ (۲۳) عمدہ = امیر، سردار۔ (۲۵) خورش = کھانا۔ (۲۶) گھڑیال = گھنٹہ۔ ریحِ خلا = ریاح جو خلوئے معدہ کی وجہ سے پیدا ہو۔ رُودوں = رودہ بمعنی آنت کی جمع۔ خمیازہ = انگڑائی۔ جرُت = جماہی۔ سوفار = تیر کا دہن، کھندانہ جو تیر کے نیچے کے سرے میں بنا ہوتا ہے۔ (۲۸) صیغہ = محکمہ، شعبہ، زمرہ۔ طبابت = حکمت، حکیمی۔ (۲۹) خشونت = غصّہ، سختی۔ (۳۱) ماحَضر = کھانا جو موجود ہو، مراد کھانا۔ خفقاں = ہول دل، اختلاج۔ (۳۲) مطبوخ = آگ پر پکائی ہوئی چیز، جوش دی ہوئی دوا، جوشاندہ۔ خربزہ = خربزہ، خربوزہ۔ گاؤ زباں = زبانِ گاؤ سے مشابہ ایک قسم کی لمبوتری شیرمال یا نان، ایک پتّے کا نام بھی ہے جو زبانِ گاؤ سے مشابہ ہوتا ہے اور یونانی دواؤں میں ہے تفنّن = تفریح۔ (۳۴) بوعلی سینا = قدیم زمانے کا مشہور حکیم شیخ بوعلی سینا۔ ہیچمداں = کچھ نہ جاننے والا، بےعلم۔ (۳۶) دکھن = جنوبی ہندوستان۔ خریدِ صفہاں = ایران کے شہر اصفہان کی خریدی ہوئی اشیا۔ (۳۷) وسوسۂ سود و زیاں = فائدے اور نقصان کا اندیشہ۔ (۳۹) ثالث = تیسرا شخص، خریدار اور بیچنے والے کے علاوہ کوئی آدمی۔ فروشندہ = بیچنے والا۔ دُزدی = چوری۔ قیمت اتنی کم طے کرتے ہیں کہ متوسّط یہ سمجھتا ہے کہ مال بیچنے والے پر چوری کرنے کا گمان ہے۔

(۴۰) مول مشخّص ہوا = قیمت طے پائی۔ عامل = حاکم۔ (۴۱) کنے = پاس۔ (۴۲) دیوان = محکمۂ مال کا بڑا حاکم۔ بیوتات = محلّات، محلات کا ناظم، بادشاہوں یا امیروں کے امور خانہ داری کا مہتمم۔ (۴۴) متصدّی = پیش خدمت، پیشکار۔ میاں اور مِتّیاں = تو تو میں میں۔ (۴۵) سوافق = مناسب، واجبی۔ طنزیہ پیرایہ ہے۔ (۴۷) خوانین = خان کی جمع، مراد امرا، سردار۔

(۴۸) مِردَھا = چوبداروں کا سردار ۔ (۴۹) چکابوُ = چکردیوہ، بھول بھلیاں، چکر ۔ نالی دار چکر جو حوض میں نصب ہوتا تھا اور پانی کے ساتھ گردش کرتا تھا۔ پانی اس کی نالیوں میں بہتا ہوا سرے پر اونچا ہو کر حوض میں گرتا رہتا تھا۔ سودا نے مثنوی موسمِ گرما میں باغ کے بیان میں کہا ہے: یہی بولے ہے پانی پھر پھر کر + ہے چکابو کا حوض گھن چکر ۔

(۵۰) بخشی = تنخواہ بانٹنے والا حاکم ۔ مشہور ہے کہ عالمِ محویت میں گوپیوں کو کنھیا جی ہر جگہ نظر آتے تھے ۔ (۵۱) پتوا = پتا، پیپل کا پتا ہوا سے بہت الٹتا پلٹتا ہے ۔ ایک بات پر قائم نہ رہنے کی طرف اشارہ ہے ۔ (۵۲) سیاہا = رجسٹر، بہی، حساب کی کتاب ۔ (۵۲) موکل = کام سونپنے والا ۔ (۵۳) سَو ماہی یہ بیٹھی ہے = گویا رجسٹر میں دکھا کر کہتا ہے کہ سو روپے کی آمدنی یہ درج ہوئی ہے ۔ اجارہ = کرایہ، ٹھیکہ، یہاں روپے کے لین دین کا مفہوم ہے ۔ اُردو = لشکر، مراد چھاؤنی کا بازار ۔ (۵۴) بتا = چکما، دھوکا ۔ (۵۶) بھینٹا = ملاقات ۔ اسناد = سند کی جمع، کاغذات ۔ (۵۷) بیم = منظوری کی علامت، وہ دستخط جو مغلوں کے زمانے میں اس حرف کو لکھ کر کیے جاتے تھے ۔ جیم = جاری ہونے کی علامت ۔ پروانہ ہونا = عاشق ہونا، قربان ہونا ۔ تصدّق = مراد نثار، صدقے ۔ (۵۸) پروانہ = حکم نامہ، سند ۔ (۵۹) تقصیر = قصور ۔ ماحصل = خلاصہ، وہ چیز جو حاصل ہو ۔ پارچہ = ٹکڑا ۔ نان = روٹی ۔

(۶۰) مستغنی الاحوال = اپنے حالات سے بے پروا، بے نیاز ۔ (۶۱) کس و ناکس = مراد ہر شخص ۔ فلاں ابنِ فلاں = مراد خاندانی امیر یا رئیس ۔ (۶۲) دوگانہ = دو رکعت نماز ۔ تہنیت = مبارک باد ۔ خانِ زماں = زمانے کا سردار، بڑا سردار ۔ (۶۳) تاریخ تولد = پیدائش کا مادۂ تاریخ ۔ رحم = بچہ دانی ۔ (۶۴) اسقاطِ حمل = حمل کا گر جانا ۔ میاں سکین = سودا کے زمانے کے ایک مشہور مرثیہ گو ۔ مثنوی خواں = مثنوی مولانا روم کا پڑھنے والا ۔ (۶۶) آخوند = استاد، معلّم ۔ مُدَس = مُسَوِّر ۔ (۶۷) ہندسہ داں = علم ہندسہ یا حساب کا جاننے والا ۔

(۶۸) نہالی = توشک ۔ دیوالی = چمڑے کا تسمہ ۔

(۷۲) بیت = شعر ۔ بہ از خطِ بتاں = معشوقوں کے سبزۂ رخسار سے بہتر ۔ (۷۳) اِحیا = دوبارہ زندگی، پھر سے پیدا ہونا ۔ موتیٰ = میّت کی جمع، مرے ہوئے لوگ ۔ نئے سر = از سرِ نو ۔ اگر مردے بشمول مشہور خطّاط دنیا میں دوبارہ زندہ ہو جائیں تو بھی خطّاط کی اتنی ہی قدر رہے گی جو آج کل یہاں ہے یعنی ان کی قدر میں اضافے کا امکان نہیں کیونکہ خطاطی کی قدر کرنے والے نہیں ہیں ۔ (۷۵) ہدیہ = قرآن شریف کی قیمت ۔ ہدیہ ہونا = قرآن شریف کا فروخت ہونا ۔ ٹکا = دو پیسے کا سکّہ ۔ گذری = بازار جو شام کو کسی راستے کے کنارے لگتا ہے ۔ یاقوت = ایک مشہور خوشنویس جو عباسی خلیفہ معتصم باللہ کا غلام تھا ۔ پکارے = بیچنے کی آواز لگائے ۔ (۷۶) دمڑی = پیسے کا چوتھا حصّہ ۔ کتابت = تحریر، کاپی نویسی، نقل نویسی، قبالے کے مقابلے میں معمولی تحریروں کا لکھنا مراد ہے ۔ دھیلہ = آدھا پیسہ = قبالہ = بیع نامہ، وہ کاغذ جس سے کسی چیز کی ملکیت ثابت ہو ۔ میر علی = میر سید علی تبریزی، ایک مشہور خطّاط جو تبریز میں شاہ طہماسپ صفوی کے دربار سے وابستہ تھا اور خط نستعلیق کا موجد ہے ۔ (۷۷) مطعون = طعنہ دیا ہوا، خوار، بدنام ۔ (۷۸) شملہ = عمامہ یا پگڑی کا سرا جو پیچھے لٹکا رہتا ہے ۔ (۷۹) بہرِ معیشت = معاش کے لیے ۔

(۸۱) خَیل = گروہ، جھنڈ ۔ (۸۲) وجد = حال ۔ (۸۳) بے تال = ڈھولک کی تھاپ کے مطابق نہ ہونا، یہاں حال یا پاؤں کا ڈھولک کی تھاپ کے مطابق نہ پڑنا مراد ہے ۔ سرگوشی = کانا پھوسی ۔ بد اصولی = بے قاعدگی، اصطلاحاً تال کے مطابق نہ ہونا کیونکہ اصول تال کو کہتے ہیں ۔ (۸۴) رقصِ زناں = عورتوں کا ناچ ۔ (۸۵) دالِ نخود = چنے کی دال ۔ قلیہ = شوربے دار گوشت ۔ (۸۶) متوکّل = خدا پہ بھروسہ کرنے والا، درویش ۔ (۸۷) خرافت = خبط، بدحواسی ۔

(۹۱) ہفت ہزاری = "ہفت ہزاری ذات" کا منصب دار۔ اس سے صرف سات ہزار تنخواہ پانے والا مراد نہیں ہے۔ یہ سب سے بڑا منصب تھا جس کی تنخواہ بہت زیادہ ہوتی تھی۔ کڑک بجلی = توڑے دار بندوق۔ شیر دہاں = ایک قسم کی بندوق۔ (۹۵) گوئندہ = کہنے والا۔ (۹۶) دغدغہ = کھٹکا، خوف۔ آسودگی حرفیست = فارسی کی مثل ہے "آسودگی حرفیست کہ اینجاست نہ آنجاست"، اطمینان ایک لفظ ہے جو نہ یہاں ہے نہ وہاں ہے یعنی اطمینان کا وجود نہ اِس دنیا میں ہے نہ اُس دنیا میں۔

میر تقی میر

نوّاب آصف الدّولہ نوّاب شجاع الدّولہ کے بڑے بیٹے اور ۱۷۷۵ء سے ۱۷۹۷ء تک اودھ کے نواب وزیر تھے۔

(۶) شیخ و شاب = بوڑھے اور جوان۔ (۷) سروش = فرشتہ، ہاتفِ غیبی۔ (۸) فلک قدر = آسمان کا رتبہ رکھنے والا۔ جناب = چوکھٹ، آستانہ۔ (۹) اگر اس کے آستاں پہ حاضر ہو تو فخر کرے۔

(۱۰) ہمّت = عالی حوصلگی، سخاوت۔ سخن سر کرنا = بات کہنا۔ ناب = خالص۔ (۱۲) جم حشم = جمشید جیسے نوکر چاکر رکھنے والا۔ انجم سپہ = ستاروں کی فوج یا فوجِ کثیر رکھنے والا۔ گردوں شکوہ = آسمان کی شان و شوکت والا۔ مرجعِ خرد و کلاں = چھوٹے بڑے جس کی طرف رجوع کریں۔ عالم مآب = مخلوق کی واپسی کا مرکز، مراد دنیا کا سہارا۔ (۱۳) دُر بار ہو = موتی برسائے۔ (۱۴) ہفت گنجِ خسروی = ایران کے مشہور قدیم بادشاہ خسرو پرویز کے سات خزانے۔ شتاب = فوراً، جلد۔ (۱۵) سام = رستم کے دادا کا نام۔ افراسیاب = توران کا ایک مشہور قدیم بادشاہ۔ (۱۶) رزم = لڑائی۔ (۱۷) طناب = رسی۔ (۱۸) مدّعی = مقابل، دشمن۔ ور = اور اگر۔ (۱۹) خرمن آسا = کھلیان کی طرح۔ انبوہِ خصم = دشمنوں کی بھیڑ۔ برق تاب = بجلی کی چمک رکھنے والا۔

(۲۱) مرکب = گھوڑا ۔ (۲۲) سرحساب = خبردار، آگاہ ۔ (۲۴) روبہانہ = لومڑی کی طرح، بزدلانہ ۔ (۲۵) کونجوں = کونج کی جمع، قاز، مرغابی، ایک آبی پرندہ ۔ (۲۷) سگِ پا سوختہ = پاؤں جلا ہوا کتا ۔ (۲۸) وقتِ گرگ و میش = مراد لڑائی کے وقت ۔ گرگ = بھیڑیا ۔ میش = بھیڑ ۔ (۲۹) داوری = منصفی، انصاف ۔ دلبراں = دلبر کی جمع، معشوق ۔ (۳۰) رفعِ بدعت = بدعت کو دور کرنا، بدعت کے معنی ہیں دین میں نئی بات نکالنا ۔ (۳۲) حلم = بردباری ۔ (۳۳) صانع = مراد خدا ۔ (۳۶) اگر تیرے علم ظاہری کی تعریف نہ کروں تو تعریف کا یہ راستہ جو راہِ صواب ہے طے نہیں ہوتا ۔ (۳۸) مستجاب = قبول ۔ (۳۹) گردن کشاں = گردن کھینچنے والے، مراد سرکش ۔ مالکِ رقاب = گردنوں کا مالک، جانوں کا مالک، آقا ۔ رقاب = جمع ہے رقبہ کی جس کے معنی ہیں گردن ۔

(۴۰) محیط = سمندر ۔ سراب = ریگستان میں پانی کی طرح چمکتی ہوئی ریت ۔

سید انشاء اللہ خاں انشا

قصیدہ ۱

(۱) خداوند = مالک ۔ ثریا = پروین، سات ستاروں کا جھمکا ۔ لمعہ = روشنی، چمک ۔ (۲) مکتبِ ابداع = آفرینش کا مدرسہ، یعنی آفرینش جو شل مدرسہ کے تھی ۔ سات ورق سے سات آسمانوں کی طرف اشارہ ہے ۔ (۳) وحدت = خدا کا ایک ہونا ۔ عقلِ اوّل = جبرئیل، دیکھیے ولی کے قصیدے کے شعر نمبر ۲۴ کا حاشیہ ۔ (۴) کُنہ = حقیقت، ماہیت ۔ تفہیم = سمجھانا ۔ مغلق = پیچیدہ ۔ (۵) خیرہ = حیران ۔ (۶) جسد = جسم ۔ ہیولا = مادہ، ہر چیز کی ماہیت ۔ صُوَر = صورت (یعنی ہیئت) کی جمع ۔ شق ہوں = بنیں ۔ (۷) مزج = ملنا، ملانا ۔ پردۂ اطلاق = بے قیدئ وجود کا پردہ ۔ (۸) نامیہ = قوتِ نمو ۔ کر کے متشکل زعلق = جمے ہوئے خون کی شکل دے کر ۔ علق = جما ہوا خون ۔ (۹) لحم = گوشت ۔ تصوین = مضبوطی ۔ غاذیہ = کھانے کی قوت ۔ قویٰ = قوت کی جمع، جسمانی قوتیں، طاقتیں ۔

(۱۰) اعصاب = عصب کی جمع، پٹھے ـ شرائین = شریان کی جمع، پھڑکنے والی رگیں ـ رِباط = بندھن ـ روح = اصطلاحاً وہ لطیف بھاپ جو زندگی کا باعث ہوتی ہے ـ آمد و شد = آنا جانا ـ دَق = وقت ـ (۱۱) عاتق = کندھا ـ کتف = شانہ ـ ید = ہاتھ ـ ساعد = کہنی اور کلائی کے درمیان کا حصّہ ـ رُسغ = کلائی ـ مرفق = کہنی ـ (۱۲) سمع = سامعہ، سننے کی قوت ـ ذوق = قوتِ ذائقہ ـ بصر = قوتِ باصرہ، دیکھنے کی قوت ـ لمس = لامسہ، چھونے کی قوت ـ شم = شامّہ، سونگھنے کی قوت ـ

(۱۳) اشفق = بڑا شفیق، مہربان ـ (۱۴) جوہرِ صُنع = قدرت کی ماہیت، مراد قدرت ـ مقولاتِ عشر = حکما کے مطابق دس مقولے جن میں سے ایک جوہر اور نو عرض ہیں ـ جسم، ہیولیٰ، صورت، نفسِ ناطقہ اور عقل یعنی ملائکہ کا شمار جوہر میں ہے اور کیف، کم، این، متی، اضافت، وضع، فعل، انفعال اور ملک عرض ہیں ـ جوہر اور عرض کے لیے دیکھیے سودا کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۳ کا حاشیہ ـ ارفق = بڑا رفیق، بڑا دوست ـ (۱۵) ہم = نیز، بھی ـ ملحق = پیوستہ، ملا ہوا ـ (۱۶) سَطوت = دبدبہ ـ توسن = گھوڑا ـ عرق = پسینہ ـ (۱۷) بحرِ مَواجِ حقائق = حقائق کا موجیں مارتا ہوا سمندر ـ زَورق = چھوٹی کشتی ـ (۱۸) دادرا = اے حاکم، اے خدا ـ سَمِعنَا وَ اَطَعنَا = ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی ـ الحق = سچ، فی الواقع ـ (۱۹) حضرتِ خلّاق = مراد خدا ـ لوح و قلم = تختی اور قلم جو عرش پر ہے ـ شش جہت = چھ سمتیں، مراد دنیا ـ ہفت طبق = زمین کے سات طبقے ـ

(۲۰) بھلا رے = کلمۂ تحسین، مرحبا ـ قلعۂ اقطارِ سموٰاتِ علا = بلند آسمانوں کے قُطروں کا قلعہ ـ اَقطار = جمع قُطر، خطِ مستقیم جو مرکز پہ سے گزر کر دائرے کے دو ٹکڑے کر دے ـ قاف = ایک پہاڑ کا نام ـ پشتہ = ٹیلا یا تودا ـ خندق = کھائی ـ (۲۱) موالیدِ ثلاثہ = تین قسم کی مخلوق ـ حیوانات، نباتات، جمادات ـ علیٰ قدرِ الحال = حال کے مطابق، بقدرِ حال ـ محصول = حاصل کیا ہوا ـ سدِّ رَمَق = تھوڑی سی جان، آخری سانس، تھوڑی سی چیز، مراد قلیل غذا ـ

(۲۲) لطف فرما = عنایت کرنے والا۔ ظلِ ہمایوں = مبارک سایہ۔ عنقا = ایک خیالی پرندہ، سیمرغ یا ایک عظیم الجثہ پرندہ جو مخفی یا ناپید ہے۔ بق = مچھر۔
(۲۳) فی الشل = مراد مثال کے طور پر۔ لیالی = لیل بمعنی رات کی جمع۔ متوہم = وہم کیا ہوا۔ ابلق = دورنگا گھوڑا، دن اور رات کی مناسبت سے۔ (۲۴) مضمار = گھوڑے پھیرنے کا میدان، مراد میدان۔ (۲۵) لق و دق = چٹیل اور سخت۔
(۲۶) رازقِ کلؑ = سب کا رزق دینے والا۔ الوان = طرح طرح کا۔ بے طشت و طبق = بغیر کشتی اور خوان کے۔ (۲۷) نم فیض = کرم کی نمی، مراد کرم۔ میاہ = ماء بمعنی پانی کی جمع۔ میاہ البحار = سمندروں کا پانی۔ ابخرۂ ارض = زمین کے بخارات۔ زیبق = پارا۔ (۲۸) الیق = بڑا لائق۔ (۲۹) ادیان = دین کی جمع۔ فِرَق = فرقہ کی جمع۔

(۳۳) شر = بدی، برائی۔ وسواس = وہم، وسوسہ۔ فَلَق = صبح کی سفیدی۔ (۳۴) بہرہ = فائدہ۔ (۳۵) تفضّل ہو = مراد عطا ہو۔ زق زق = مراد جھک جھک۔ (۳۶) تکفّل = ذمہ دار ہونا۔ اَوفیٰ و اَبرّ و اَوفَقْ = سب سے زیادہ وفا ہونے والی اور سچی اور موافق۔ (۳۷) یکصد وسی = ایک سو تیس۔ بیک = لیکن۔ بق بق = بک بک، فضولیات۔ (۳۹) عیال = عَیّل کی جمع، بیوی بچے۔

(۴۰) خاطر = مراد پاس، مرضی، خوشی۔ احمدِ مختار = پیغمبرِ اسلام۔ وصیِ برحق = مراد حضرت علیؓ۔ (۴۱) قلمِ عفو = معافی کا قلم۔ لوحِ جرائم = گناہوں کی تختی۔ حیدرِ کرار = حضرت علیؓ۔ امامِ اَصدَق = بڑا سچا امام۔ (۴۲) رمق = تھوڑی سی جان۔ (۴۳) ساقیٔ کوثر = مراد حضرت علیؓ۔ عطش = پیاس۔
(۴۴) اہلِ بیتِ نبوی = رسولِ خدا کے گھرانے کے افراد۔ بارِ الٰہ = خدائے بزرگ۔

قصیدہ ۲

مرزا سلیمان شکوہ، شاہ عالم ثانی بادشاہِ دہلی کے تیسرے بیٹے اور اکبر شاہ بادشاہِ دہلی کے بھائی تھے۔ غلام قادر روہیلہ کی بغاوت کے بعد ترک

وطن کر کے اپنے بڑے بھائی مرزا جواں بخت کی طرح لکھنؤ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ ایک طویل عرصہ تک لکھنؤ میں رہنے کے بعد کاس گنج اور پھر اکبرآباد چلے گئے۔ ۱۸۳۸ء میں وفات پائی۔

(۳) زور = بہت۔ بل بے = کلمۂ تحسین، مرحبا، واہ واہ۔ سوندھے = سوندھا، ایک خوشبودار مسالہ جس سے بال دھوتے ہیں۔ (۷) دُرِ گوش = کان کا بُندہ یا موتی۔ مَن = مہرہ، مشہور ہے کہ جب سانپ اسے اندھیری رات میں اگلتا ہے تو یہ چمکنے لگتا ہے۔ نپٹ = بالکل، سراسر۔ (۸) جٹی = ملی ہوئی، جڑواں۔ بے ظالم بیداد = بغیر ظالم کے ظلم کا مفہوم ہے۔ انکھڑیاں = آنکھیں۔ (۹) چٹ = زخم، داغ۔

(۱۰) پائے خُم = مراد شراب کے مٹکے کے پاس۔ (۱۲) چتون = تیوری، اندازِ نگاہ۔ اٹکھیل = اٹکھیلی کرنے والی، شوخ۔ (۱۳) تیور = آنکھوں کا انداز۔ (۱۴) رسن = رسّی۔ (۱۵) مژگانِ رسا = لمبی پلکیں۔ (۱۶) عقدۂ راس و ذنب = راہو اور کیتو کی گرہ۔ راس و ذنب آسمان پہ اژدہے کی صورت کی ایک شکل ہے جس کو تِنّینِ فلک بھی کہتے ہیں، یہ دو دائروں پہ منقسم ہے، دائرۂ شمالی کو راس (راہو) اور دائرۂ جنوبی کو ذَنَب (کیتو) کہتے ہیں، دونوں ہمیشہ ایک سو اسّی درجات کے فاصلے پہ رہتے ہیں اور کواکب کے برخلاف چلتے ہیں، ان کے سورج کے ساتھ ہو جانے سے سورج گرہن اور چاند کے ساتھ ہو جانے سے چاند گرہن ہوتا ہے۔ یہاں چاند گرہن کی کیفیت مدِّ نظر ہے۔ (۱۷) مَرَجَ البحرَین = دو دریاؤں کا ملنا۔ (۱۸) برزخ = موت سے قیامت تک کا زمانہ، درمیانی چیز۔ (۱۹) نامِ خدا = مراد چشمِ بد دور۔ خود بینی = غرور۔

(۲۰) کشش = حرف کا کھنچاؤ۔ سدھوٹ = سیدھی تحریر۔ پلٹ = الٹی تحریر۔ (۲۳) غبغب = تھوڑی کے نیچے کا لٹکا ہوا گوشت۔ ذقن = تھوڑی۔ (۲۴) دھڑی = ہونٹوں پر جمائی ہوئی مستی کی تہ۔ (۲۷) ساعد = کلائی۔ ڈلک = چمک۔ (۲۶) بر و دوش = جسم اور مونڈھا۔ بالیدگی = اٹھان،

اُبھار۔ (۲۸) بٹ = شکن۔ (۲۹) شہرِ سبز = سمرقند کے نواح میں ایک شہر جہاں سرسبز درختوں کی وجہ سے ہر طرف سبزی دکھائی دیتی ہے۔ وادیٔ نمل = چیونٹیوں کی وادی جہاں حضرت سلیمان نے چیونٹیوں کو خطاب کیا تھا سیلی = پیٹ اور سینے پر بالوں کی لکیر۔

(۳۱) رنگترے = نارنگی کی ایک قسم۔ (۳۲) نیم شگفتہ = ادھ کھلا۔ (۳۳) بنت = ایک قسم کی توئی یا بیل جس میں نقرئی اور طلائی تاروں کا کام بنا ہوتا ہے، لیس۔ بڑا قے کی = رنگ برنگ کی گوٹ کی یا رنگ برنگ کے کپڑے کی۔ (۳۴) گد گداہٹ = گدازی۔ (۳۶) تڑاقہ = آواز۔ (۳۹) پیلام = ایک قسم کا کپڑا۔

(۴۱) خوش کفلی = کولھوں کی خوبصورتی۔ (۴۲) گات = خوشنمائی، وضع، دھج۔ (۴۴) دال فے عین = دفع، دور ہو۔ (۴۵) عباسی = گل عباس، ایک سرخ رنگ کا پھول۔ (۴۶) گھنگچیاں = گھنگچی کی جمع، رتی، ایک قسم کا سرخ اور سیاہ دانہ۔ (۴۸) سرو، شمشاد، صنوبر = درختوں کے نام جن سے معشوق کے قد کو تشبیہ دیتے ہیں۔ جھرمٹ = حلقہ باندھ کر کھیلنا۔ (۴۹) نڈھر، ڈیک بے خوف، بے جھجک۔ ریشِ قاضی = قاضی کی داڑھی، روئی کی ڈاٹ یا شراب چھاننے کے اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جو صراحی کے منہ پر لگا رہتا ہے۔

(۵۱) کشتیاں = خوان۔ (۵۲) فائدہ = یعنی کیا فائدہ۔ زرق = سر۔ (۵۳) بادلہ پوشی = سونے چاندی کے تاروں کے کپڑے پہننا۔ گائن = گانے والی۔ (۵۴) سانگ = سوانگ، بہروپ۔ حضور = سامنے۔ مکٹ = تاج جیسا سری کرشن جی پہنا کرتے تھے۔ (۵۵) گوپی = گوالے کی عورت، گوالن، کرشن جی سے محبت کرنے والی گوالوں کی لڑکیوں میں سے ہر ایک کا لقب۔ کدم = کدمب، ایک سایہ دار درخت کا نام جس پر کرشن جی گوپیوں کے کپڑے نہاتے میں لے کر چڑھ گئے تھے۔ بانسری دھن = بانسری کی دھن۔ جمنا تٹ = جمنا کا کنارہ۔ یعنی بانسری بجا کر وہی کیفیت پیدا کر دیں جو کرشن جی کے بانسری بجانے سے

جمنا کے کنارے ہوتی تھی۔ (۵۶) گوکل = متھرا کے پاس ایک مقدس مقام جہاں کرشن جی کا بچپن گزرا تھا۔ پنڈا = راستہ۔ بنسی بٹ = برگد کا پیڑ جس کے نیچے کرشن جی بانسری بجایا کرتے تھے۔ (۵۷) گاگر = تانبے یا پیتل کا گھڑا۔ دیکھیت = دکھائی دیتے ہیں۔ دھندرے = سیاہی مائل۔ دُرم = درخت۔ اُوتی = اُوتے، اُس طرف۔ (۵۹) رہٹ = چمڑے کا بڑا ڈول جس سے کنویں سے پانی کھینچتے ہیں، چرس۔

(۶۰) سلسل = منقّش وغیرہ کی گوٹ۔ (۶۱) سنمکھ = روبرو، سامنے، مقابل۔ دولت بیدار = مراد خوش قسمتی۔ (۶۳) نیرِ حشمت = دبدبے کا ستارہ۔ (۶۴) مُجرا = سلامی۔ غٹ کے غٹ = غول کے غول۔ (۶۵) دہل و کوس = طبل اور نقارہ۔ گاوِ زمیں = وہ روایتی گائے جو زمین کی تہ میں ایک مچھلی پر کھڑی ہے اور جس کے سینگ پر زمین قائم ہے۔ (۶۶) چیری صاحب = جان چیری، بنارس میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا رزیڈنٹ جس کو وزیر علی خاں نے اودھ کی مسندِ ریاست سے اپنی معزولی کی بنا پر قتل کر دیا تھا۔ روح بخشندہ = روح کو بخشنے والا۔ (۶۷) مارٹن، برن، ردولی، ایل اور آرنٹ بھی انگریزوں کے نام ہیں۔ (۶۹) طرفہ گستر = مراد انوکھے بچھے ہوئے۔ چھپر کھٹ پسہری، چھپتری دار پلنگ۔ سرکھٹ = چھپر کھٹ کی طرح ایک قسم کی مسہری۔

(۷۰) ارغنوں = ارگن، ایک باجا۔ خفقان = ہول دل، دھڑکن۔ (۷۳) بار = باریابی۔ تلپٹ = تلف، تباہ۔ (۷۴) عازم = ارادہ کرنے والا۔ گلگوں = سرخ رنگ کا گھوڑا، مراد گھوڑا۔ گاؤ سر = گرز جس کا سر بیل کی صورت کا ہو، ایران کے قدیم بادشاہ فریدوں کا گرز جس کا سر بیل کی صورت کا تھا۔ سام = رستم کے دادا کا نام جو خود بھی پہلوان تھا۔ (۷۵) چنگھاڑ = خوفناک آواز۔ عرق = پسینہ۔ زال = رستم کے باپ کا نام جو خود بھی پہلوان تھا۔ بگل ولا = کیچڑ۔ (۷۶) جامۂ چرمِ پلنگ = چیتے کی کھال کا لباس۔ پہلوان شیر اور چیتے کی کھال کا لباس پہنتے تھے۔ ریشِ دو شاخ = دو شاخہ داڑھی۔ (۷۷) وغا = لڑائی۔ لشکرِ شام =

ملکِ شام کا لشکر، یزیدی لشکر، مراد بڑی فوج۔ گھونگھٹ کھانا = فوج کا پسپا ہو کر پیچھے ہٹنا۔ (۸۰) بر سرِ قاف = قاف کے اوپر، قاف ایک پہاڑ کا نام ہے۔

(۸۱) نہ جھڑے = لوہے کے ریزے ٹوٹ کر نہ گریں۔ اکٹ = مضبوط، جو کاٹے نہ کٹے، جس کی کاٹ نہ ہو۔ (۸۲) صاعقہ = بجلی کی کڑک۔ دمِ آب = دھار کی قوت یا چمک۔ صولت = ہیبت۔ (۸۳) قیصرِ روم = روم کا بادشاہ۔ خاقان = چین اور ترکستان کے بادشاہ کا لقب۔ (۸۴) ہوادار = امرا کی ایک قسم کی کھلی ہوئی سواری۔ (۸۵) چتر = امرا کی سواری پر سایہ کرنے کے لیے ایک قسم کی چھتری، چھتر۔ (۸۶) بادپا = مراد گھوڑا۔ (۸۷) سرپٹ پھینکنا = بہت تیز دوڑانا۔ (۸۸) پوئیوں جانا = گھوڑے کا میانہ رفتار سے بھاگے جانا۔

(۹۰) چھلاوا = ایک خیالی مخلوق جو آن کی آن میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ (۹۲) رعد = وہ فرشتہ جو ابر کو ہانکتا ہے اور جس کی آواز بادل کی گرج ہے۔ (۹۴) ہفت اقلیم = ہفت کشور، سات ولایتیں، قدیم حکما نے آبادی کے سات حصے مقرر کیے تھے جن کے نام چین، ترکستان، ہندوستان، توران، ایران، روم اور شام ہیں، مراد کل کائنات۔ اجلال = بزرگی، شکوہ۔ (۹۵) خرطوم = سونڈ۔ کشتِ آمال = امیدوں کی کھیتی۔ آمال = امل بمعنی امید کی جمع۔ (۹۶) پیلِ سحاب = بادل کا ہاتھی، مراد بادل۔ (۹۷) لیلۃ القدرِ فرح بخش = فرحت بخشنے والی مبارک رات۔ لیلۃ القدر = شبِ قدر، ماہِ رمضان کی ایک رات جس میں عبادت کرنا نہایت مبارک ہے۔ ہاتھی کو لیلۃ القدر اور اس کے دانتوں کو حضرت عیسیٰ کے دعا کرتے ہوئے ہاتھ قرار دیا ہے۔

(۱۰۱) گھور = نقارے کی آواز۔ (۱۰۲) نوبتی = نوبت بجانے والا۔ الغوزہ = ایک قسم کا منہ سے بجنے والا باجا۔ شہنا = شہنائی، سرنائی، ایک قسم کا باجا۔ دھرپت، قول، خیال، ترانہ، ترودٹ = مختلف راگ راگنیوں کے نام۔ دیس = ایک راگ۔ لہرا = گانے کی چلتی ہوئی لے۔ لے گیو لے گیو تسوارو جی مہارے انوٹ = گانے کا بول۔ انوٹ = ایک گھنگرو دار زیور جو پاؤں کے

انگوٹھے میں پہنا جاتا ہے۔ (۱۰۴) بھیروی، گنکلی، توڑی، الھیّا، کھٹ = راگنیوں کے نام۔ (۱۰۵) کرنا = ترہی، ایک باجا۔ بوق = کرنا یا قرنا کی طرح کا ایک باجا۔ (۱۰۶) کلارنگ کشتی کا ایک داؤں، کلاجنگ۔ راگ مالا = راگ کی کتاب۔ صورتِ نٹ = نٹ راج کی تصویر جو راگ مالا میں ہوتی ہے، عموماً ایک پیر پر کھڑا ہوا دکھایا جاتا ہے۔ (۱۰۷) گنبدِ مینا = مراد آسمان۔

قصیدہ ۳

جارج ثالث ۱۷۶۰ء سے ۱۸۲۰ء تک انگلستان کا بادشاہ تھا۔

سمن = چنبیلی کا پھول۔ (۲) اطفالِ نباتات = مراد پھول پودے وغیرہ۔ (۴) کیت = نازک پتلا بید۔ (۵) نسترن = ایک پھول، سیوتی۔ کوچ = گدّے دار بڑی کرسی۔ (۶) گیلاس = گلاس۔ شگوفہ = کلی۔ (۷) نرگسِ شہلا = سیاہ یا سیاہی مائل نرگس۔ ہوائی چتون = وہ آنکھ جو ایک جگہ نہ ٹھہرے، شوخ آنکھ۔ (۸) بانات = ایک قسم کا اونی کپڑا۔ کرتی = عورتوں کے پہننے کا چھوٹا کرتہ۔ سوسن = ایک اودے رنگ کا پھول۔ (۹) فرنگی طنبور = مغربی طرز کا ڈھول۔ (۱۰) ارگن = آرگن، ایک مغربی باجا۔ (۱۲) نے نوازی = بانسری بجانا۔ (۱۳) سُکھ درسن = ایک پودا جو کرنا یا ترہی سے مشابہ ہوتا ہے۔ (۱۴) پینس = پالکی۔ (۱۶) صندوقِ فرنگی = مغربی صندوق، بائسکوپ کا صندوق یا سیر بین جس میں بچوں کو تصویروں کا تماشا دکھایا جاتا ہے۔ مرزا محمد عسکری مرتبِ کلام انشا کے مطابق "شاید آئینہ دار میوزیکل باکس"۔ اس صورت میں مغربی طرز کا سنگھار دان مراد ہو سکتا ہے جس میں آئینہ بھی ہوتا ہے اور تصویریں بھی بنی ہوتی ہیں۔ "میوزیکل" کی کوئی مناسبت نہیں۔ گردشِ رنگِ چمن از قرۃ العین حیدر، ص ۵۳-۵۴ میں اسے "تیا سا" کیمرے کی ابتدائی شکل بتایا گیا ہے۔ "منصور آگے کو جھکا بغور سن رہا تھا۔ نواب صاحب: ارے بھائی عنبر یہ صندوقِ فرنگی انشاء اللہ خاں نے Camera obsuka کو تو نہیں کہا تھا جو دانیانِ فرنگ ایجاد کر چکے تھے؟ کیا عجب ہے جان بیلی صاحب نے ایک عدد ولایت سے منگوا لیا ہو۔ کون چیز جنابِ والا؟

کیمرے کی ابتدائی صورت قبلہ - یہ شعر یقیناً اسی کے متعلق ہے - - - برٹش
میں اس کا ماڈل دیکھا ہے - سمجھیے کمرے کے برابر گنبد - اس کی چوٹی پہ ایک عدد
گھومنے والا لینس - نیچے فرش پہ دُودھیا شیشے - تماشائیوں کے لیے جو گرد گیلری - تیز
دھوپ میں گنبد کے باہر کا منظر اور چلتے پھرتے لوگ Reflect پہ Lens
ہوتے تھے اور اس کا الٹا عکس دودھیا شیشے پر - لیجیے صاحب میر انشا کا شعر
آئینہ ہو گیا۔" لیکن اس تشریح کی بھی شعر سے کوئی خاص مناسبت نہیں -

(۱۹) بادلہ = سونے چاندی کے تاروں کا کپڑا - آبِ رواں = بہتا ہوا پانی - ایک
باریک کپڑے کا نام بھی ہے - اِزار = پاجامہ -

(۲۰) لاہی = ایک باریک ریشمی کپڑا - پشواز = عورتوں کی ایک طرح کی گھیردار
پوشاک، ناچنے کا لباس - گلِ مہتاب = ایک پھول، چاندنی - (۲۱) چاند تارا =
باریک ململ جس پہ چاند اور تارے کی بوٹیاں کڑھی ہوئی ہوتی ہیں - (۲۲) ختن =
ایک شہر یا خطہ جہاں کا مشک مشہور تھا - (۲۳) پروین و پرن = ثریا، سات
ستاروں کا جھمکا - (۲۵) نک سک سے درست ہونا = سر سے پاؤں تک
خوش نما ہونا - دھج = انداز - مٹکا پن = ادائیں دکھانا، مٹکنا - (۲۶) حبش =
حبشیوں کا ملک -

(۳۱) دُہرے صاد کرنا = دوبارہ صواد بنانا، بہت پسند کرنا - شاہدِ من = دو گواہ -
چشمِ پُرفن = پرفریب آنکھ - دونوں آنکھوں کو خدا کے بنائے ہوئے دہرے صاد
قرار دیا ہے - (۳۳) چتون = اندازِ نگاہ - (۳۴) خطِ نسخ = عربی رسم الخط -
(۳۵) مثلث = تین کونوں والی شکل - (۳۶) پارہ ہائے صدفِ نور = نور کی سیپی
کے ٹکڑے - (۳۹) فرنگی فانوس = بجلی کا قمقمہ - شمعِ کافوری حسن = حسن کی
سفید شمع -

(۴۰) چشمِ خماری = آنکھ جس میں خمار کی کیفیت ہو - ڈورا = رگیں جو آنکھ
کے ڈھیلے میں ہوتی ہیں اور نشے میں سرخ ہو جاتی ہیں - (۴۱) بہ وجہِ احسن =
اچھی وجہ کے ساتھ، بخوبی - (۴۴) چاہِ نخشب = ترکستان کے ایک شہر نخشب کا

کنواں جس میں سے حکیم ابن عطا یا ابن مقنع کا بنایا ہوا طلسمی چاند شام کو نکلتا تھا اور صبح کو اسی کنویں میں ڈوب جاتا تھا۔ چاہِ ذقن = ٹھوڑی کا گڑھا۔ (۴۵) بیاضِ گردن = گردن کی سفیدی۔ (۴۶) سوزن = سوئی۔ حضرت عیسیٰ سے سوزن کا تعلق یہ ہے کہ جب دشمنوں سے بچانے کے لیے خدائے تعالےٰ نے ان کو آسمان پر اٹھایا تو ایک سوئی بھی ان کے دامن سے الجھی ہوئی ساتھ چلی گئی تھی۔ چونکہ یہ دنیا کی چیز تھی اس لیے حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان سے آگے نہ جا سکے۔ سورج چوتھے آسمان پر ہے۔ (۴۷) کھجوری چوٹی = چوٹی کی ایک طرح کی لہردار مضبوط گندھاوٹ جو کھجور کے تنے سے مشابہ ہوتی ہے۔ (۴۸) حلقوم = حلق۔ نغمۂ داؤد = لحن داؤدی، حضرت داؤد پیغمبر کی خوش الحانی جو اپنی بے مثال تاثیر کے لیے مشہور ہے۔ (۴۹) لگ نہ سکے = مقابلہ نہ کر سکے۔

(۵۲) کچ = پستان۔ (۵۴) وار پار = دونوں طرف۔ چکوا چکوی = مشہور پرند سرخاب یا چکاوک کا جوڑا۔ دن بھر تو جوڑا ساتھ رہتا ہے، لیکن رات کو ایک دوسرے سے جدا ہو جاتا ہے۔ (۵۵) تونبی = تومڑی۔ (۵۶) بھٹنی = سرِ پستان۔ ریزۂ نیلم = نیلے رنگ کے قیمتی پتھر کا ٹکڑا۔ سیام برن = کالا رنگ، بادلوں کا رنگ جو کرشن جی (شیام) سے منسوب ہے۔ (۵۸) سودۂ اختر و دُر = ستاروں اور موتیوں کا سفوف۔ صافی = چھاننے کا کپڑا۔ (۵۹) بدرۂ سربستہ = منہ بند تھیلی۔ بیلاپن = بیوقوفی۔

(۶۰) انگوٹھی کی گھڑی = انگوٹھی کی طرح چھوٹی سی گھڑی۔ ارگن = ایک انگریزی باجا۔ (۶۲) آئینہ ساں = آئینے کی مانند۔ عکس فگن = عکس ڈالنے والا۔

(۶۳) رومادل = پیٹ پر بالوں کی لکیر۔ (۶۴) فی المثل = مراد مثال کے طور پر۔ تہِ امکن = جس قدر ممکن ہو۔ (۶۵) کدم = کدمب، ایک سایہ دار درخت کا نام جس پر کرشن جی گوپیوں کے کپڑے نہاتے میں لے کر چڑھ گئے تھے۔ بندرابن = متھرا کے پاس کا جنگل، کرشن جی کی پرورش گاہ اور لیلا بھومی۔ (۶۶) طوبیٰ = جنّت کا ایک درخت جس کی ایک ایک شاخ جنّتیوں کے مکانوں میں ہوگی اور

اس ایک شاخ سے طرح طرح کے میوے اور خوشبوئیں حاصل ہوں گی۔ (۶۷)
سقنقور = ریگ ماہی، مچھلی کی قسم کا ایک جانور جو ریگستان میں پایا جاتا ہے۔
(۶۹) کُندن = خالص سونا جو بہت چمکیلا ہوتا ہے۔

(۷۰) سقنقور کا گوشت کھانے سے قوتِ مردمی میں اضافہ ہوتا ہے۔ آشوبِ
زمن = فتنۂ زمانہ۔ (۷۱) شاخِ مرجاں = حجر البحر یا مونگے کا ٹکڑا۔ (۷۳) کجلی بن =
جنگل جس میں ہاتھی پائے جاتے ہیں۔ (۷۵) ساقِ سیمیں = چاندی جیسی سفید پنڈلی۔
بلورِ یمن = ملکِ یمن کا شیشہ یا شفاف پتھر جو مشہور تھا۔ (۷۷) فندقِ پا = دیکھیے سودا
کے قصیدہ نمبر ۴ کے شعر نمبر ۳۸ کا حاشیہ۔ (۷۸) گھنگچی = رتی، سرخ اور سیاہ
دانہ۔ چنپا بن = چنپا کا جنگل۔ (۷۹) ابرن = زیور۔

(۸۱) نول بیاہی = نئی بیاہی ہوئی۔ (۸۳) ڈھلے = مائل ہو۔ راجہ نل =
مہابھارت کے ایک ضمنی قصے کے مطابق نشادھ دیس کا راجہ جو ودھرب دیس کے
راجہ بھیم کی بیٹی دمن یا دمینتی کا عاشق اور شوہر تھا۔ (۸۵) بارہ دری اور انار آتش
بازیوں کے نام ہیں۔ (۸۶) توپِ ہوائی = تقریب کے موقع پر ہوا میں جو توپ
داغی جائے۔ جھاڑ = چھت سے لٹکنے والی شیشے کی سجاوٹ جس میں روشنی کی جاتی
ہے۔ (۸۷) اِکڈال مرصّع کے باسن = ایک ہی طرح کے جڑاؤ برتن۔ (۸۸)
بُرج = غبارہ جس میں چراغ جلا کر اڑاتے ہیں۔ جوگی جے پال = ایک روایتی ساحر۔
آسن = جوگیوں کے بیٹھنے کا ڈھنگ۔ (۸۹) گھوڑ بہل = ایک قسم کی رتھ جس کو
گھوڑے کھینچتے ہیں۔

(۹۱) پرن = طبلے کی گت، مراد طبلہ بجنے کی آواز۔ (۹۲) مَقدم = ورود،
قدم رکھنا۔ (۹۳) یمین الدولہ = لفظی معنی قوتِ سلطنت، مراد نواب سعادت
علی خاں۔ حاتم = زمانۂ جاہلیت کے اواخر میں عرب کے قبیلۂ طے کا مشہور سخی۔
جم = جمشید، ایران کا ایک مشہور بادشاہ جس کے پاس جامِ جہاں نما تھا۔ فلاطوں =
افلاطون، یونان کا ایک مشہور فلسفی، کنایتہً بڑا عقل مند آدمی۔ (۹۴) ناظم الملک =
ملک کا انتظام کرنے والا، مراد نواب سعادت علی خاں۔ جنابِ عالی = بلند رتبے والا،

نوّاب سعادت علی خاں کا لقب بھی تھا۔ فتن = فتنہ کی جمع، آشوب، فساد، گڑبڑ۔
(۹۵) عالیٔ اعلائے حشمت = وہ عالی مرتبت جس کے خدّام بھی بلند رتبہ ہوں۔ نواب سعادت علی خاں نواب آصف الدّولہ کے بعد ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء سے ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۸۱۴ء تک۔ اودھ کے نواب وزیر تھے۔ انشا ان کے درباری شاعر تھے۔ اسی تعلق کی وجہ سے جارج ثالث بادشاہ انگلستان کی تعریف میں انھوں نے یہ قصیدہ لکھا ہے اور ان اشعار میں نواب سعادت علی خاں کی تعریف کی ہے۔ (۹۶) مقرّ و مامن = جائے قرار و جائے امن۔ (۹۷) صفدرِ معرکہ = لڑائی میں صفوں کو پھاڑنے والا۔ منصور = فتح مند۔ غازی = بہادر۔ پُر دل = بہادر۔ (۹۸) عدن کا موتی مشہور ہے۔ (۹۹) کوکبِ تابانِ یمن = یمن کا چمکدار ستارہ، سہیلِ یمن۔ مشہور ہے کہ جب یہ ستارہ چمکتا ہے تو کیڑے مکوڑے اور ناجائز بچے مرجاتے ہیں۔

(۱۰۰) برہان = دلیل۔ مُبارِز = فوج میں سے بڑھ کر لڑنے والا۔ (۱۰۱) ہُما = ایک خیالی پرندہ جس کی غذا ہڈی ہے اور جس کا سایہ پڑنے سے آدمی بادشاہ ہوجاتا ہے۔ بہمن = ایران کا ایک بادشاہ جس کا دوسرا نام اردشیر تھا اور جو اسفندیار کا بیٹا تھا۔ (۱۰۲) تگاور = گھوڑا۔ جولاں گاہ = گھوڑ دوڑ کا میدان۔ سام = رستم کا دادا جو خود بھی پہلوان تھا۔ گودرز = ایک ایرانی پہلوان کا نام۔ (۱۰۳) سناں = بھالے یا تلوار کی نوک۔ پشن = مشہور ایرانی پہلوان کا نام۔ (۱۰۴) وَغا = لڑائی۔ روئیں تن = لغوی معنی دھات کا جسم رکھنے والا، شاہنامہ فردوسی کے ایک پہلوان اسفندیار کا لقب جس کے جسم پہ کوئی ہتھیار اثر نہیں کرتا تھا۔ (۱۰۵) خاکِ تودہ = تودہ یا ڈھیر کی مٹی جس پہ تیر اندازی کی مشق کرتے ہیں۔ غِربال = چھلنی۔ (۱۰۶) دُرِ ناب = اصلی موتی۔ طرازِ دامن = دامن کے نقش و نگار یا آرائش۔ (۱۰۹) اسرارِ حضور یعنی نواب سعادت علی خاں کے راز۔
(۱۱۰) ہماسایہ = ہما کا مبارک سایہ رکھنے والا، مراد نواب سعادت علی خاں۔
(۱۱۵) جھڑ = جھڑی، مسلسل بارش۔ (۱۱۸) سکندر = مقدونیہ کا بادشاہ جس کی

فتوحات مشہور ہیں۔ (۱۱۹) غالباً امریکہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۲۰) سرکن برکن = متحیر، حیران۔ (۱۲۱) ٹیپو سلطان = حیدر علی خاں کا بیٹا جو ۱۷۸۲ء میں میسور کا سلطان ہوا اور ۱۷۹۹ء میں انگریزوں کے ہاتھوں لڑائی میں مارا گیا۔ رجمن = رجمنٹ، فوج کا دستہ۔ (۱۲۲) عفاریت = عفریت (یعنی دیو) کی جمع۔ (۱۲۳) آہرمن = اہرمن، آتش پرستوں کا برائی کا خدا، مراد شیطان۔ (۱۲۴) بھبیکن = راون کے بھائی کا نام۔ راون = لنکا کا راجہ جس کو رام چندر جی نے ہنومان جی کی مدد سے شکست دی تھی۔ (۱۲۵) جدھشٹر = یدھشٹر، مہابھارت کے مطابق چندربنسی راجہ وچتروِیریہ کے بیٹے پانڈوں کے پانچ بیٹوں (پانڈو) میں سے سب سے بڑے بیٹے کا نام۔ جرجودھن = دریودھن، چندربنسی راجہ وچتروِیریہ کے نابینا بیٹے دھرت راشٹر کے سو بیٹوں (کورو) میں سے سب سے بڑے بیٹے کا نام۔ لڑائی میں کورو مارے گئے تھے اور یدھشٹر ہستناپور کے راجہ ہوئے تھے۔ (۱۲۷) سمک = مچھلی جو زمین کے نیچے پانی میں ہے اور جس کے اوپر ایک گائے کھڑی ہوئی زمین کو اپنے سینگ پہ اٹھائے ہوئے ہے۔ ڈگن = بنسی جس سے مچھلی پھنساتے ہیں۔ (۱۲۹) مورچھل = مور کے پروں کا چنور جو بادشاہوں کے سر پہ ہلایا جاتا ہے۔ راجہ کرن = ہندو دیومالا میں ایک راجہ جو سخاوت کے لیے مشہور ہے۔

(۱۳۱) ملکِ ارمن = ارمنستان، آرمینیا۔ (۱۳۳) تختِ کَے = کیانی بادشاہوں کا تخت، کیکاؤس، کیخسرو، کیقباد اور کَے لہراسپ کا تخت۔ اقلیم = کرۂ زمین کا ایک حصّہ، ملک، سلطنت۔ (۱۳۴) بدخشاں = ہندوستان اور خراسان کے درمیان ایک ملک کا نام جہاں کے لعل مشہور تھے۔ (۱۳۵) کسریٰ = نوشیرواں، ایران کے ساسانی خاندان کا آخری بادشاہ جس کا انصاف مشہور ہے۔ (۱۳۶) قدغن = روک، بندش۔ (۱۳۷) دُزدِ حنا = مہندی کا چور، وہ جگہ جو مہندی نہ چڑھنے کی وجہ سے خالی رہ جائے۔ (۱۳۸) زخم میں چور رہ جانا = درپردہ زخم کا باقی رہ جانا، زخم کا پوری طرح اچھا نہ ہونا۔ (۱۳۹) اُنجن = کاجل، سرمہ۔

(۱۴۳) شیراز و صفاہاں = ایران کے مشہور شہر۔ (۱۴۴) کرچ = ایک قسم کی لمبی اور پتلی انگریزی تلوار۔ (۱۴۵) گیو = ایرانی پہلوان گودرز کے بیٹے کا نام۔ بیژن = گیو کا بیٹا اور رستم کا بھانجہ جسے منیژہ دخترِ افراسیاب سے عشق کی پاداش میں افراسیاب نے ایک اندھیرے کنویں میں قید کرا دیا تھا۔ (۱۴۶) کوزنمک = نمک حرام۔ خاوند خداوند = مالک کا مالک۔ (۱۴۷) نئی ناگنی اڑتی ہے پھن = نیا دشمن بلا وجہ دشمنی کا سبب پیدا کرتا ہے (؟)۔ (۱۴۸) ہفت کشور = دیکھیے انشاؔ کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۹۴ کا حاشیہ۔ (۱۴۹) جاں کندن ہونا = مراد مر جانا، نزع یا دم توڑنے کی حالت کو جاں کندنی کہتے ہیں۔

(۱۵۰) مُو پریشاں = جس کے بال بکھرے ہوئے ہوں۔ خویش = داماد۔ (۱۵۲) بوعلی = مشہور حکیم شیخ بو علی سینا۔ گنگ = گونگا۔ الکن = توتلا، ہکلا۔ (۱۵۳) ریاضی = حکمت کی تین قسموں (طبعی، ریاضی اور الٰہی) میں سے ایک قسم جس کے تحت علمِ ہندسہ، علمِ حساب، علمِ نجوم، موسیقی، مناظرہ، مرایا، جبر و مقابلہ اور جرِّ اثقال آتے ہیں۔ نقارۂ الملک لمن = دیکھیے سوداؔ کے قصیدہ نمبر ۴ کے شعر نمبر ۸۶ کا حاشیہ۔ (۱۵۴) کودن = کند ذہن۔ (۱۵۵) تقویم کہن = پرانی جنتری، مراد بیکار چیز۔ (۱۵۶) تحریرِ مجسطی = مجسطی، علمِ ہیئت میں یونانی حکیم بطلیموس کی مشہور کتاب کا نام، بعضوں نے اسے حکیم اقلیدس سے منسوب کیا ہے، خواجہ نصیر الدین طوسی نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ جنس = سامان، اشیا۔ بیٹھن = کپڑا جس میں نئے کپڑے لپیٹ کر رکھتے ہیں۔ (۱۵۷) انشاء اللہ = اگر خدا نے چاہا۔ (۱۵۸) مزرع = کھیتی۔

(۱۶۱) صاحبِ شرق = مراد سورج۔ (۱۶۲) بنت = ہمیشہ۔ (۱۶۴) فیروزی = فتح۔ ملالت = ملال۔ پیرامن = پیراموں، گرد اگرد، اطراف۔ (۱۶۵) کمپنی نور کی = مراد ایسٹ انڈیا کمپنی۔ (۱۶۷) ناظم الملک بہادر = مراد نواب سعادت علی خاں۔

غلام ہمدانی مصحفی

یہ غیر مطبوعہ قصیدہ قصائدِ مصحفی (قلمی) مملوکۂ خدابخش لائبریری، پٹنہ سے لیا گیا ہے۔

(۱) سرطاں = علم نجوم کے مطابق آسمان کے بارہ برجوں میں سے چوتھا برج جو کیکڑے کی شکل کا ہے، برجِ عقرب اور برجِ حوت کے ساتھ اس کا شمار بروجِ آبی میں ہے۔ نیّرِ اعظم = سورج۔ فارسی سالِ شمسی کے چوتھے مہینے تیر میں سورج برجِ سرطاں میں ہوتا ہے، تیر کا مہینہ تقریباً ساون کے مطابق ہوتا ہے۔ عمل = حکومت، دور دورہ، یعنی جب سے سورج برجِ سرطاں میں داخل ہوا ہے۔ (۲) از بس = بہت، بے انتہا۔ بقدرِ خردل = رائی کے دانے کے برابر۔ (۳) خُمِ خاک = مٹی کا مٹکا، مراد زمین۔ مَدخل = داخلہ، دخل کی جگہ۔ (۴) جوں = مانند۔ سَرکل = چٹیل میدان، صاف میدان۔ (۵) مینا کاری = مینا کا کام، ایک قسم کی گل کاری۔ (۷) کوکلا = ایک چڑیا۔ (۸) اَنبہ = آم۔ تو تو = کوئل کی آواز۔ (۹) ضفدع = مینڈک۔

(۱۰) چکوے چکوی = سرخاب یا چکاوک کا جوڑا، دو آبی پرندے جو اکثر دریا کے کنارے رہتے ہیں، دن بھر تو ساتھ ساتھ پھرتے ہیں لیکن رات کو ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور دریا کے الگ الگ کناروں پر بسیرا کرتے ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ پانی کی طغیانی کی وجہ سے دونوں کے دوبارہ ملنے میں دقّت ہوتی ہے اور اس طرح ان کی شبِ ہجر اور لمبی ہو جاتی ہے۔ بس کہ = چونکہ۔ طغیاں = زیادتی۔ (۱۱) تال اور سَم = گانے میں ایک انداز کی آوازیں۔ اصطلاحاً مقررہ ضربوں پر آواز کے موزوں ہونے کو تال اور آخرِ ضرب کے وزن کے ساتھ برابر ہونے کو سَم کہتے ہیں۔ یہاں بادلوں کی گرج کی طرف اشارہ ہے۔ طاؤسی = مور کے رنگ کی، نیلی۔ بہرِ کوہ و کتل = ہر پہاڑ اور ٹیلے پر۔ (۱۲) دو خوابہ مخمل = مخمل کی وہ قسم جس کے دونوں طرف روئیں ہوتے ہیں۔ (۱۳) لکۂ ابر = بادل کا ٹکڑا۔ چاگل = ایک قسم کی صراحی جس میں مسافر پانی بھر لیتے ہیں۔ (۱۴) ہم تصاعُد = باہم اوپر چڑھنا یا بلند ہونا۔ ہم تقاطُر = باہم بوند بوند ٹپکنا، لگاتار ٹپکنا۔ مسامات = جسم کی جلد کے

باریک سوراخ ۔ (۱۵) رعد = بادل کی گرج، بجلی کی کڑک، اس فرشتے کی آواز جو ابر کو ہانکتا ہے ۔ ہنونت = ہنومنت، ہنومان جی جن کی فوج کی مدد سے رام چندر جی نے راون کو شکست دی تھی ۔ (۱۶) تو کہے = مراد گویا، جیسے ۔ ٹَبّا = لکڑی کا چھوٹا سا گولا جسے اس شخص کو ہاتھ میں پھرانے کے لیے دیتے ہیں جس کی فصد کھولتے ہیں تاکہ خون اچھی طرح نکلے ۔ نشترِ تیر = تیر کا نشتر، تیر فارسی سال کے چوتھے مہینے کا نام ہے جو تقریباً ساون کے مطابق ہے اور برجِ سرطان کا محکوم ہے ۔ عطارد ستارے کو بھی تیر کہتے ہیں ۔ اکحل = بازو کی ایک رگ ۔ اکحل کھولنا = فصد کھولنا، رگ پہ نشتر لگا کر خون نکالنا ۔ (۱۷) بسکہ = چونکہ ۔ خانۂ زنبورِ عسل = شہد کی مکھی کا چھتا ۔ (۱۸) آئینہ محل = شیش محل ۔

(۲۰) کبھو = کبھی ۔ جھیلا = جھالا، تیز بارش ۔ جھَل جانا = پانی میں بری طرح بھیگ جانا ۔ (۲۲) کلہ = ٹوپی ۔ بارانی = وہ لبادہ جو بارش سے بچنے کے لیے اوڑھتے ہیں ۔ (۲۴) موم جامہ = موم کا روغن دیا ہوا کپڑا جس پہ پانی کا اثر نہیں ہوتا ۔ پیکاں = تیر کی نوک، تیر ۔ (۲۵) فیلِ باراں = ہتھیا، برسات میں چند روزہ زور شور کی بارش ۔ زبس = بہت، چونکہ ۔ (۲۶) سنبل = دریا کا نام، چنبل (؟) ۔ دجلہ = عراق کا ایک دریا، مراد دریا ۔ چاہِ سیماب = پارے کا ایک کنواں ۔ (۲۹) رَو = پانی کا بہاؤ یا ریلا ۔ سردل = چوکھٹ کے اوپر کی لکڑی ۔

(۳۰) عارض = رخسار ۔ عارض ہُوا = لاحق ہوا ۔ سبل = آنکھ کا جالا، آنکھ کی ایک بیماری ۔ (۳۱) سیم = چاندی ۔ سیم بکھس = سیم کی سبزی ۔ (۳۲) بیمِ گرداب = بھنور کا خطرہ ۔ (۳۴) گھرنا = گھرنائی یا گھرنئی، ایک قسم کی ناؤ جو گھڑوں سے بناتے ہیں ۔ کدو = لوکی یا اس کی ایک قسم، مراد تونبہ جو کدو کو اندر سے خالی کر کے بناتے ہیں ۔ منہل = پانی کا چشمہ ۔ (۳۶) بُختی = بڑا خراسانی اونٹ جس کی نسل بادشاہ بُخت (بخت نصر) سے منسوب ہے ۔ اس بادشاہ نے عرب کی اونٹنی اور عجم کے اونٹ سے شترِ بختی پیدا کرایا تھا، مراد اونٹ ۔ آسمان کو

اونٹ قرار دیا ہے ۔ (۳۰) وَحل = دلدل، کیچڑ ۔ سدّہ = راستے کی رکاوٹ ۔
(۴۰) تختۂ مشق الف = تختی جس پر بچے لکھنے کی مشق کرتے ہیں ۔ (۴۱)
سیبِ نقشی = سیب جس پر شعر وغیرہ نقش کر دیے گئے ہوں ۔ (۴۳) سود = لفظی
معنی گھسائی یا رگڑائی، پٹوں کا ایک دوسرے سے مس کرنا یا رگڑ کھانا مراد ہے ۔
(۴۴) مصقل = صیقل کرنے کا آلہ ۔ (۴۶) خاک شوئی = چاندی سونا نکالنے کے
لیے مٹی کو دھونا ۔ معدنِ سیم = چاندی کی کان ۔ (۴۷) شُستہ و رُفتہ = صاف ستھرا ۔
(۴۸) بر سر تل = ٹیلے کے اوپر ۔ (۴۹) بھوڈل = ابرک سے ترکیب دی ہوئی ایک
قسم کی افشاں ۔

(۵۰) روکش = مقابل، شرمندہ کرنے والا ۔ (۵۱) اربابِ طرب = گانے
بجانے والے ۔ منگل گانا = خوشی منانا ۔ (۵۲) منحنی خط = جھکی ہوئی یا باریک لکیر ۔
کُنڈل = دائرہ ۔ (۵۳) پکھراج = پیلے رنگ کا ایک قیمتی پتھر، جس طرح لعل
سرخ اور فیروزہ سبز رنگ کا ہوتا ہے ۔ بیک سنگ = ایک پتھر سے ۔ کھرل ہونا =
کھرل میں حل کیا جانا یا پیسا جانا ۔ کھرل = ایک قسم کی پتھر کی کونڈی جس میں دوائیں پیسی
یا حل کی جاتی ہیں ۔ (۵۵) دود = دھواں ۔ (۵۶) مِیل = سلائی ۔ مطربہ = مغنّیہ،
گانے والی ۔ مکحل = سرمہ دانی ۔ (۵۷) چاشت = دن کا پہلا پہر، نصف دوپہر ۔
(۵۹) دَل بادَل = شاہجہانی خیمے کا نام، بڑا خیمہ ۔

(۶۱) پشتِ ماہی = اس مچھلی کی پیٹھ جس کے اوپر ایک گائے کھڑی ہوئی ہے
اور زمین کو اپنے سینگ پہ اٹھائے ہوئے ہے ۔ (۶۳) حشمت = نوکر چاکر ۔
کوتل = گھوڑا، خصوصاً وہ گھوڑا جو امیروں کی سواری کے ساتھ صرف سجاوٹ کے
لیے رہے ۔ (۶۴) پھل جانا = آبلے پڑنا ۔ (۶۵) جَنْب = پہلو ۔ حاتم = زمانۂ
جاہلیت میں عرب کے قبیلۂ طے کا ایک شخص جس کی سخاوت مشہور ہے ۔ ژٹل =
گپ، بیہودہ گفتگو ۔ (۶۶) اَعدل = بڑا عادل ۔ (۶۸) ترازو ہو جانا = تیر کا
نشانے کی پشت سے گزر کر آر پار ٹکا رہنا، یہاں مراد یہ ہے کہ تیر کمان ہی میں
آرپار اٹک کر رہ جائے اور اس سے کسی کو نقصان نہ پہنچے ۔ (۶۹) خُسُوف =

چاند گہن، چاند کے دھبّے کی طرف اشارہ ہے۔ سیم دَغَل = کھوٹی چاندی۔

(۷۰) ہیزم = ایندھن، لکڑی۔ میانِ منقل = انگیٹھی میں۔ (۷۳) غزالہ = ہرن کا بچہ۔ موش = چوہا۔ (۷۴) شاہین = باز۔ صَعوَہ = ممولا، ایک چھوٹی چڑیا جس کے پیٹ پر کالی دھاریاں ہوتی ہیں۔ (۷۵) باگ = باگھ، چیتیا۔ آنول = آنول نال، ناف کا وہ حصہ جو بچے کی پیدائش ہوتے ہی کاٹ دیا جاتا ہے۔ (۷۸) دَم = مراد دھار۔ (۷۹) چمروان = چری ہوئی، دو شاخہ، دو سر۔ باڑھ = دھار۔ مثل دو خطِ جدول = جدول کی دو لکیروں کی طرح، جدول یا صفحے کے گرد کے حاشیے میں عموماً دو لکیریں برابر سے بنائی جاتی ہیں۔

(۸۰) سرِ خصمِ رجز خواں = رجز پڑھنے والے دشمن کا سر۔ رجز اس فخریہ تقریر کو کہتے تھے جو پہلوان میدانِ جنگ میں کرتے تھے۔ (۸۱) گلکج = غالباً گلگز، جھاؤ کا درخت، جھاؤ کی لکڑی بہت مضبوط ہوتی ہے۔ قبضہ = دستہ۔ شیرِ ژیاں = غصیلا یا غضبناک شیر۔ (۸۲) کامِ نہنگ = گھڑیال کا تالو یعنی منہ۔ (۸۳) دستگی = وہ تسمہ جو تلوار کے قبضہ سے لٹکتا رہتا ہے۔

(۸۴) بُرِش = کاٹ۔ قضا کار = اتفاقاً۔ (۸۶) فغفور = چین کے ایک بادشاہ کا نام، یہ لفظ دراصل فغپور تھا، فغ کے معنی بت اور پور کے معنی بیٹے کے ہیں۔ چونکہ اس بادشاہ کے والدین نے اس کو بت کی نذر کر دیا تھا اس لیے یہ نام پڑا۔ فغفورِ چین کے قدیم بادشاہوں کا خطاب بھی تھا۔ بندہ = خادم، غلام۔ طغان = اولادِ افراسیاب میں ایک مشہور بادشاہ۔ طغرل = سلجوقی خاندان کا ایک مشہور بادشاہ۔ (۸۸) مَطبخ = باورچی خانہ۔ مِرجل = تانبے کی بڑی دیگ۔ (۸۹) خرجِ بَصَل = پیاز کا خرچ۔

(۹۰) نطع = چمڑے کا بچھونا یا فرش، مراد دسترخوان۔ خاصہ = کھانا۔ علل = علّت (یعنی بیماری) کی جمع۔ (۹۲) باڑھا = بارہ سنگھا۔ (۹۳) کلاں گیر = بڑا شکار کرنے والا۔ قسقں = غالباً کوئی چھوٹا پرندہ۔ (۹۴) سیمرغ = ایک بڑا خیالی پرندہ جسے بعض لوگ عنقا بھی قرار دیتے ہیں۔ ہوا سیر فلک فرسا =

مراد تیز پرواز اور بلند پرواز۔ زرِ عمل = نکمی چیز۔ مدحِ حاضر = وہ مدح جو ممدوح کو حاضر مان کر کی جائے اور جس میں اس کے لیے ضمائرِ مخاطب استعمال کیے جائیں۔ محمّرا = عماری۔ حُلَل = حلّہ کی جمع، جامہ۔ مخاطَب = جس سے خطاب کیا جائے، مراد ممدوح۔ (۹۷) دنگل = مراد مجمع، اسبابِ رونق۔ (۹۸) دوئی = دو ہونا، خصوصاً تصورِ خدا میں کسی کی شرکت۔ (۹۹) شرف گاہ = بزرگی کی جگہ، کسی سیارے کے اپنے اصلی برج میں آنے کو اس کا شرف کہتے ہیں۔ آفتاب کا برجِ حمل میں آنا اس کا شرف ہے۔ عماری = ہودج جس میں ہاتھی کے اوپر بیٹھتے ہیں۔

(۱۰۱) بت = ہمیشہ۔ (۱۰۲) پوست = کھال۔ شحنہ = کوتوال، دل کو کوتوال قرار دیا ہے۔ (۱۰۳) تہمتن = رستم کا لقب۔ لعل خاں لکڑنے سے جکڑا جانا = مجرم ہو کر کاٹھ میں پاؤں ٹھونکا جانا۔ لعل خاں کا لکڑا ایک قسم کا بھاری شہتیر ہوتا تھا جس کے دو ٹکڑوں میں مجرم کا پاؤں جکڑ کر قفل لگا دیتے تھے تاکہ وہ بھاگ نہ سکے۔ کہتے ہیں کہ اسے لعل خاں نامی ایک شخص نے ایجاد کیا تھا۔ اینٹھیا = اینڈنے والا، اکڑ دکھانے والا۔ (۱۰۵) مُکافات = بدی کا بدلہ، سزا۔ دن دیے = دن میں، علانیہ۔ کونبھل = کومل، سینده، نقب۔ (۱۰۶) امرائی = امیری۔ قیصر = بادشاہِ روم کا لقب۔ (۱۰۷) بے نوا = بیکس۔ شکل = مانند، مثل۔ نرسل = نرکل، سرکنڈا، درخت جس سے بانسری بنتی ہے۔ محل = جگہ۔ (۱۰۹) صنوبر = سروِ ناز کا درخت جس میں پھل نہیں ہوتا۔

(۱۱۰) موشگافی = بال کی کھال نکالنا۔ عقدۂ مالاینحل = نہ کھلنے والی گرہ، مراد نہ حل ہونے والی مشکل۔ (۱۱۱) دست و بغل = مراد برابر سے، ساتھ ساتھ۔ (۱۱۲) خصم = دشمن۔ چُغَل = چلم کا گٹک یا کنکر جس کے اوپر تمباکو رکھا جاتا ہے۔ (۱۱۳) کیش = مسلک، مشرب۔ (۱۱۴) علی الرّغم = برخلاف، برعکس۔ طعم = خوراک، کھانا۔ حنظل = ایک کڑوا پھل، اندرائن۔ (۱۱۵) اطلسِ سبز = سبز رنگ کا ایک ریشمی کپڑا۔ فرّاش = فرش بچھانے والا۔ (۱۱۶)

اَٹل = اپنی جگہ سے نہ ہلنے والا ۔ (۱۱۹) عرصۂ یک گام = ایک قدم کا فاصلہ۔ دوسرا مصرع = ابتدا سے انتہا تک دنیا کی وسعت کا فاصلہ یا میدان ۔

(۱۲۰) چھلاوا = ایک خیالی مخلوق جو آن کی آن میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے ۔ (۱۲۳) کادا = گھوڑے کا دائروں میں ٹہلنا ۔ (۱۲۴) سپہرِ اوّل = پہلا آسمان ۔ (۱۲۵) یُمن = سعادت ۔ چہرہ نویس = حلیہ لکھنے والا ۔ رخش = رستم کے گھوڑے کا نام، مراد گھوڑا ۔ ارجل = سفید پاؤں کا گھوڑا جو منحوس سمجھا جاتا ہے ۔ (۱۲۶) اشہل = بھیڑ کی سی آنکھوں والا، میش چشم ۔ (۱۲۷) یال = گھوڑے کی گردن کے لمبے بال ۔ سپند = اِسپند، کالا دانا جو نظر بد دفع کرنے کے لیے آگ میں ڈالا جاتا ہے ۔ (۱۲۸) پرنالی = گھوڑے کے کفل یا سُرین میں جو نالی سی پڑنے لگتی ہے ۔ (۱۲۹) دَل بادَل = نواب آصف الدولہ کے ایک ہاتھی کا نام تھا ۔

(۱۳۰) ہیکل = گلے میں پہننے کا ایک زیور ۔ (۱۳۱) رہوار = راہ چلنے والا ۔ اَچل = نہ چلنے والا ۔ (۱۳۲) نخوردہ = نہ کھایا ہوا ۔ (۱۳۳) جبال = جبل (یعنی پہاڑ) کی جمع ۔ (۱۳۴) رقیق = پتلا، باریک ۔ بیضۂ فولاد = لوہے کا انڈا ۔ (۱۳۵) عُظم = بزرگی ۔ (۱۳۷) خیطِ اسود = کالا ڈورا، مراد رات کا اندھیرا ۔ خیطِ ابیض = سفید ڈورا، مراد صبح کا اُجالا ۔ شَل = شال ۔ (۱۳۸) استادے = چوبِ خیمہ، ستون ۔

(۱۴۱) پُر کردۂ میزان = ترازو کے بھرے ہوئے پلڑے ۔ میزان ترازو کی شکل کے ایک برج کا نام بھی ہے ۔ (۱۴۲) تیشۂ کوہ کن = مشہور روایتی عاشق فرہاد کا تیشہ جس سے اس نے اپنی محبوبہ شیریں کو حاصل کرنے کے لیے پہاڑ کاٹ کر دودھ کی نہر نکالی تھی ۔ (۱۴۳) ماقلّ وَدَلّ = تھوڑی بات جس کا مطلب بہت ہو ۔ (۱۴۶) پدید = ظاہر، نمودار ۔ جدول = نہر ۔ (۱۴۷) زہرہ = ایک ستارہ جو تیسرے آسمان پر ہے، لولیِ فلک، رقاصۂ فلک ۔ خنیا گری = گانا، بجانا ۔ مَندل = ڈھول، پکھاوج ۔ (۱۵۰) نکو خواہ = بھلائی چاہنے والا ۔

شیخ محمد ابراہیم ذوق دہلوی

قصیدہ ۱

یہ قصیدہ مغلیہ تاجدار اکبر شاہ ثانی کے بیٹے مرزا محمد ابوظفر کے غسلِ صحت کی تہنیت میں لکھا گیا ہے۔ مرزا محمد ابوظفر جو ۱۸۳۷ء میں بہادر شاہ کے خطاب سے دہلی کے تخت پر بیٹھے اس وقت ولی عہد تھے۔ موضوع کی مناسبت سے اس قصیدے میں طبّی اصطلاحات اور معلومات سے خصوصی طور پر کام لیا گیا ہے۔

(۱) معتدل = مزاج میں اعتدال یا برابری رکھنے والا یعنی جس میں نہ زیادتی ہو نہ کمی، اعتدال والا، موافق۔ صاحب صحت = تندرست آدمی۔ (۲) دم بھرنا = دعویٰ کرنا۔ مسیحائی = مسیحا کا وصف، زندگی عطا کرنا، مسیحا حضرت عیسیٰ کا لقب ہے جو مُردوں کو زندہ اور بیماروں کو اچھا کر دیتے تھے۔ دارالشّفا = شفاخانہ۔ (۳) شاخِ شکستہ = ٹوٹی ہوئی شاخ۔ مومیا = ایک دوا جس سے ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ جاتی ہے۔ (۴) سودا = اخلاطِ اربعہ یعنی چار خِلطوں میں سے ایک خِلط جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ دیگر خِلط خون، صفرا اور بلغم ہیں جن کا ذکر آگے کے شعروں میں آیا ہے۔ انسان انھیں چار خِلطوں سے بنا ہے اور ان میں کمی بیشی ہونے سے صحت ٹھیک نہیں رہتی۔ احتراق = جلنا، مزاج میں حدت کی وجہ سے خِلط کا جوش کھانا۔ سیاہ رنگ کے خِلط سودا کی حدّت اس حد تک ختم ہوگئی ہے کہ لالے کا پھول بغیر سیاہ داغ کے بڑھنے لگا ہے۔ (۵) بیدِ مجنوں = بید کے درخت کی ایک قسم جس کی شاخیں نازک اور پتّے باریک ہوتے ہیں اور دیکھنے میں دیوانوں کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ (۶) برگِ حنا = مہندی کی پتّی۔ (۷) صفرا = ایک خِلط جس کا رنگ زرد ہوتا ہے اور جس سے آدمی پیلا پڑ جاتا ہے۔ زرد چشم = جس کی آنکھیں پیلی ہوں، کہربا کے پیلے رنگ کی طرف اشارہ ہے۔ کہربا = ایک زرد مہرہ۔ (۸) مزاج بلغمی = مزاج جس

میں بلغمی خلط زیادہ ہو۔ بلغم = ایک خلط جس کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ تولیدِ خوں = خون کا پیدا ہونا۔ چاندنی کا پھول سفید ہوتا ہے۔ ارغوانی = سرخ۔
(۹) نے = کلمۂ نفی، نہیں، نہ۔ سمیّت = زہریلاپن۔ تریاک = زہر مہرہ، زہر کی دوا۔
(۱۰) جدوار = نربسی، زہر کا اثر زائل کرنے والی ایک بوٹی۔ زقوم = تھوہڑ ایک کانٹے دار زہریلا درخت۔ حنظل = اندرائن، ایک بہت کڑوا پھل۔ (۱۱) نیش = ڈنک۔ نوش = امرت، تریاق، شہد۔ دنبالۂ زنبور = بھڑ کی دم جس میں ڈنک ہوتا ہے۔ کام = تالو۔ افعی = سانپ۔ مہرہ = مراد زہر مہرہ، زہر کی دوا۔ آبلہ = مراد زہر کی تھیلی۔ (۱۲) دُور دَور = دور دورہ، حکومت۔ دورانِ سر = سر کا گھومنا، چکر۔ آسیا = چکی۔ (۱۳) موتیا بند = آنکھ کی ایک بیماری۔ صدف = سیپی۔ اہلِ صفا = صاف باطن، پاک ضمیر۔ (۱۴) زبانِ خامہ = قلم کی زبان۔ (۱۵) ھُوالشّافی = وہ (اللہ) شفا دینے والا ہے، یہ عربی فقرہ اطبا نسخے پر تبرّکاً لکھتے ہیں۔ (۱۶) شتاب = جلد۔ بدرالدُّجا = بدرالدُّجیٰ، مراد چودھویں کا چاند۔ دُجیٰ کے لفظی معنی ہیں رات کا اندھیرا۔ نیا چاند چودہ دن کے بجائے ایک ہی رات میں ماہِ کامل بن جائے۔ (۱۸) صبحِ صادق = حقیقی صبح، نور کا تڑکا جس کے بعد آفتاب نکلتا ہے۔ صادق = درست۔ اشتہا = بھوک۔
(۱۹) قُرص = ٹکیا۔

(۲۰) ٹونگنا = آہستہ آہستہ کھانا، ایک ایک دانہ کھانا۔ اصلا = ہرگز۔
(۲۱) تفتیح = کھولنا، ہاضمے کی ایک کیفیت جس کی علامت ڈکار ہے۔ نوبت = حالت۔ نوبت خانہ = نقار خانہ۔ کرّنا = ایک باجا جسے منہ سے پھونک کر بجاتے ہیں، ترہی۔ (۲۲) کوس = نقارہ۔ نفخ = پیٹ کا پھولنا۔ شکم = پیٹ۔ امتلا = معدے کا غذا سے بھر جانا، بدہضمی کی ایک کیفیت۔ (۲۳) جیّدالکیموس = وہ غذا جو جلد ہضم ہو کر جزوِ بدن بن جائے۔ (۲۴) ساتوں اقلیمیں = دیکھیے انشا کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۹۴ کا حاشیہ۔ خطِ استوا = مشرق سے مغرب تک وہ فرضی خط جو زمین کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ دنیا کے لوگوں کا مزاج اب اعتدال سے

اس قدر قریب ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساتوں اقلیمیں خطِ استوا پر آ گئی ہیں۔ (۲۶) مور کے پروں پر نقش و نگار ہوتے ہیں اور نقش تعویذ کو بھی کہتے ہیں۔ قمری کی گردن میں گنڈا یعنی حلقہ ہوتا ہے اور گنڈا اس ڈورے کو بھی کہتے ہیں جس میں کوئی منتر یا عمل پڑھ پڑھ کر گرہ دیتے جاتے ہیں اور دفعِ بیماری کے لیے بچوں کے گلے میں پہناتے ہیں۔ (۲۸) نوید = خوشخبری۔ (۲۹) اقویا = قوی کی جمع، طاقتور۔

(۳۰) تقویت = قوت۔ مقوّی = قوت دینے والا۔ اوراقِ طلا = سونے کے ورق۔

(۳۱) شادی = خوشی۔ تہنیت خوانی = مبارکباد پڑھنا۔ سرگرم = مشغول۔ مدحت سرا = مدح کرنے والا۔ (۳۲) بلبلِ تصویر = تصویر کا بلبل، مراد بلبل کی تصویر۔

(۳۳) سعادت انتما = نیکی یا نیک بختی سے بھرپور۔ زاغ = کوّا۔ زغن = چیل۔ بیضہ = انڈا۔ ہما = ایک پرندہ جس کے متعلق مشہور ہے کہ جس شخص پر اس کا سایہ پڑ جاتا ہے وہ بادشاہ ہو جاتا ہے۔ (۳۴) ماء الحیات = آبِ حیات، امرت۔ کیمیا گروں کی اصطلاح میں ایک دوا کا نام ہے جو شہد، سہاگے اور گھی سے تیار کی جاتی ہے اور جس کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ کسی دھات کے کشتے میں ملا کر آگ پر رکھ دینے سے کشتہ پھر اپنی اصلی حالت میں آ جاتا ہے یا زندہ ہو جاتا ہے۔ جوں = مانند۔ سیمابِ کشتہ = مرا ہوا پارا، پھونکا ہوا یا خاکستر کیا ہوا پارا۔ (۳۵) چشمۂ آب بقا = چشمۂ حیواں، آبِ حیات کا سوتہ۔ قطرہ افشانی = بوندوں کا بکھرنا یا گرنا۔ دُرِ خوش آب = چمکدار موتی۔ قوت فزا = قوت کو بڑھانے والا۔ (۳۷) یاقوتی = ایک نہایت مقوّی معجون جس کا سب سے بڑا حصہ یاقوت ہوتا ہے۔ (۳۸) گردِ کلفت = رنج کی دھول، رنج۔ (۳۹) عدو = دشمن۔ شقاوت = بدبختی، سنگ دلی۔ برنگِ سنگِ پا = جھانویں کی طرح۔

(۴۰) خوردۂ گل = گلاب کا زیرہ جو سونے کی طرح ہوتا ہے۔ دُرِ بے بہا = انمول موتی۔ (۴۱) عشرت سرا = خوشی کا گھر۔ (۴۲) تارِ شمع = شمع کا دھاگا، مراد لَو۔ تارِ سازِ مطرب = گوّیے کے باجے کا تار۔ (۴۳) قلقل = صراحی یا بوتل سے شراب انڈیلنے کی آواز۔ (۴۴) فانوسِ خیالی = وہ قندیل جس میں تصویریں

ہوتی ہیں اور ہوا سے گردش کرتی ہیں۔ حلقۂ رقاصگاں = ناچنے والیوں کا حلقہ، مراد ناچ یا ناچ کی محفل۔ (۴۵) آشیانہ = گھونسلا، یہاں قبلہ نما کی ڈبیا مراد ہے۔ طائرِ قبلہ نما = قبلہ نما کی سوئی۔ قبلہ نما = آلہ جس سے قبلے کی سمت معلوم ہوتی ہے۔ (۴۶) پتلیوں کا رقص ہے یعنی آنکھ کی پتلیاں ناچ رہی ہیں۔ پتلیوں کے رقص میں کٹھ پتلی کے ناچ یا تماشے کی بھی رعایت ہے۔ (۴۷) گل کاری = پھول بنانا۔ ثریا و سہا = ستاروں کے نام۔ ثریا یا پروین سات باہم متصل ستاروں کا جھمکا ہے اور سہا ایک بہت چھوٹا ستارہ ہے۔ (۴۸) صنع = کاریگری۔ سنگِ پارس = پارس پتھر جس کے چھو جانے سے دھاتیں سونا بن جاتی ہیں۔ (۴۹) گلریزہ = پھلجھڑی۔ گل ہائے طلا = سونے کے پھول۔

(۵۰) گنج = آتش بازی کا مجموعہ۔ ستاروں = ستارہ کی جمع، ایک آتشبازی جس کے گنج چھڑائے جاتے ہیں۔ خندۂ دنداں نما = ایسی ہنسی جس میں دانت نظر آئیں۔ (۵۱) مہتاب = ایک آتشبازی۔ ہم تاب = مقابل۔ غازہ = ابٹن، پوڈر۔ مہ لقا = چاند سی صورت والا۔ (۵۲) برج = ایک آتشبازی، غبارہ۔ دوسرے مصرع میں برج سے آسمان کے بارہ برج مراد ہیں، برجِ حمل، برجِ میزان، برجِ عقرب وغیرہ۔ (۵۳) جشنِ جمشیدی = ایران کے قدیم بادشاہ جمشید کا جشن، جشنِ نوروز جس کی ابتدا جمشید سے منسوب ہے۔ (۵۴) دوسرے ذوق کے معنی ہیں شوق یا خوشی۔ (۵۵) شافیٔ مطلق = قطعی شفا دینے والا، مراد خدا۔ بدخواہ = برا چاہنے والا، دشمن۔

قصیدہ ۲

ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ ظفر اکبر شاہ ثانی کے بیٹے اور دہلی کے آخری تاجدار تھے۔ ۱۷۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۳۷ء میں بادشاہ ہوئے۔ بغاوت کے الزام میں ۱۸۵۸ء میں انگریزوں نے قید کر کے رنگون بھیج دیا اور وہیں ۱۸۶۲ء میں وفات پائی۔

(۲) تصور اور تصدیق علمِ منطق کی اصطلاحیں ہیں۔ علمِ منطق کے مطابق ذہن قوتِ مدرکہ ہے اور قوتِ مدرکہ جس چیز کی ادراک کرتی ہے اس کو

علم کہتے ہیں۔ علم کی دو قسمیں ہیں، ایک تصور اور دوسری تصدیق۔ دو چیزوں میں باہمی نسبت "حکم" کہلاتی ہے۔ جب کسی چیز کی صورت حکم یعنی نسبت کے بغیر ذہن میں آتی ہے تو اس کو تصدیق کہتے ہیں، مثلاً زید کہیں تو محض زید کی صورت ذہن میں آئے گی جو تصوّر ہو گا۔ لیکن اگر زید نویسندہ ہے کہیں تو زید اور نویسندگی میں نسبت پیدا ہو جائے گی اور یہ تصدیق یعنی تصوّر با حکم ہو گا۔ تصدیق صفت = تصدیق کا وصف رکھنے والا۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ میرے علم و عمل میں ایسی مطابقت تھی کہ جس چیز کا میں خیال و تصور کرتا تھا اس کی عملی مثال یا شکل میرے سامنے آکھڑی ہوتی تھی۔ (۳) علمِ حصولی = وہ علم جس کی صورت یا مفہوم ذہن میں ہو یا جو فقط ذہن میں ہو۔ علمِ حضوری = وہ علم جس کی صورت سامنے ہو۔ حصول = مراد حاصل کرنا۔ (۴) نظری = وہ مسئلہ جس کے ماننے میں فکر یا دلیل کی ضرورت ہو۔ بدیہی = جس کے ماننے میں فکر یا دلیل کی حاجت نہ ہو۔ (۵) شکل = اصطلاحِ منطق۔ وہ صورت جو دلائل و قیاسات کی یکجائی سے پیدا ہو۔ نتیجہ = حاصلِ شکل یا حاصلِ دلائل و قیاسات۔ ہر شکل = ہر طرح سے۔ خطا = غلطی۔ عصمت = پاک دامنی، مراد پرہیز، یعنی کسی صورت میں غلطی نہیں کرتا تھا۔ (۶) صورِ علمیہ = تصوّف کی اصطلاح میں حقائقِ عالم کی صورتیں جو خدا کے علم میں ہیں۔ یہاں بظاہر جملہ علوم کی معلومات کی طرف اشارہ ہے۔ (۷) درس و تدریس = سبق پڑھانا۔ (۸) صَرف = قواعدِ زبان کی ایک شاخ جس کا تعلق الفاظ سے ہے، الفاظ کا علم۔ نحو = قواعدِ زبان کی ایک شاخ جس کا تعلق جملوں سے ہے، جملوں کا علم۔ ہر نحو = مراد ہر طرح سے۔ (۹) تفوّق = بلندی۔ ناطقہ = قوتِ گویائی، مراد گفتگو کا ملکہ۔ تحت حکمت ہو = یعنی علمِ حکمت علمِ منطق کے تحت ہو، حالانکہ فی الحقیقت علمِ منطق علمِ حکمت کے تحت ہے۔

(۱۰) معانی = علمِ معانی، وہ علم جس سے کلام کو مقتضائے حال و مقام کے مطابق کرنے کی کیفیت معلوم ہو۔ بیان = علمِ بیان، ان قاعدوں کا علم جن سے ایک معنی کو کئی طریقوں سے ادا کر سکیں۔ نجوم = جوتش، ستاروں سے پیشین گوئی

کرنے کا علم ۔ ہیئت = اَجرامِ فلکی، زمین کی گردش اور کشش وغیرہ کا علم جو علوم ریاضی میں سے ہے۔ (۱۱) فرائض = تقسیمِ میراث کے علم کا نام، فریضہ کی جمع، فرمودۂ خدا یعنی نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ۔ اصول = فقہ کے چار مسائل کا علم جو کتاب (قرآن) سنت (حدیث) اجماع الامّت اور قیاس ہیں۔ کتاب = مراد قرآن مجید۔ سنّت = پیغمبر اسلامؐ کے عمل۔ (۱۲) علم الٰہی = ثبوتِ ذاتِ الٰہی کا علم، فلسفۂ الٰہیات۔ رسا = پہنچنے والا۔ طبیعی = علمِ طبیعی یا طبیعات، علم حکمت کی ایک شاخ جو عناصر اور اجسام کی ماہیت و تغیّر وغیرہ سے متعلق ہے۔ جودت = تیزی، تیز فہمی، جولانی ۔ (۱۳) متکلّم = صاحبِ علمِ کلام، علم منقول کو دلائلِ عقلی سے ثابت کرنے کا عالم یا احکامِ شرع کو عقل سے ثابت کرنے والا۔ پاسِ ملّت = مذہب کی پاسداری۔ قِدَم = قدیم ہونا، کہنگی، ہمیشگی۔ بجہات = دلائل سے، جہات جمع ہے جہت کی جس کے معنی دلیل اور سمت کے ہیں۔ کبھی دلائل سے یہ ثابت کرتا تھا کہ آسمان ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ سماءُ انشقّت = قرآن مجید کے سورۂ انشقاق کے ابتدائی الفاظ "اذا السّماءُ انشقّت" کی طرف اشارہ ہے۔ لفظی معنی "جس وقت کہ آسمان پھٹ جائے"۔ کبھی اس ارشادِ الٰہی کے مطابق یہ دلیل لاتا تھا کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا، اس لیے اس کا وجود باطل ہے۔ (۱۵) تناسُخ = روح کا ایک قالب سے دوسرے قالب میں آنا، دوبارہ جنم لینا۔ حجّت = دلیل، بحث ۔ (۱۶) حشرِ اجساد = جسموں کا اٹھنا یا زندہ ہونا جو قیامت سے متعلق ہے۔ عالمِ برزخ = موت سے قیامت تک کا درمیانی زمانہ ۔ (۱۷) عرصۂ تدویرِ فلک = آسمان کی گردش کا میدان یا فاصلہ۔ (۱۸) مثبت = ثابت کیا ہوا ۔ (۱۹) اَعراض = عَرَض کی جمع، وہ چیز جو قائم بالذّات نہ ہو، بخلاف جوہر جو قائم بالذّات ہوتا ہے۔ معلول = علّت کیا ہوا، مسبّب، علّت یا سبب کا نتیجہ۔ فی الحقیقت جوہر میں اعراض قائم ہوتے ہیں اور علّت سے معلول ثابت کرتے ہیں لیکن شاعر اپنی قوّتِ استدلال سے الٹا کر دکھاتا تھا۔

(۲۰) منقول = نقل کیا ہوا، مراد علمِ منقول۔ معقول = جس کو عقل قبول کرے، مراد علمِ معقول۔ فقہ یا علمِ دین علمِ منقول ہے اور حکمت علمِ معقول۔ (۲۱) تفسیر = قرآن مجید کی تشریح کا علم۔ قرأت = حروف کو ان کے مخرج سے ادا کرنا، قرآن مجید کو لحن سے پڑھنے کا علم۔ (۲۲) مجسطی = علمِ ہیئت میں یونانی حکیم بطلیموس کی مشہور کتاب جس میں دلائل اور اصول اشکالِ ہندسہ کے بیان کیے گئے ہیں۔ بعضوں نے اسے حکیم اقلیدس سے منسوب کیا ہے۔ حواشی = حاشیہ کی جمع، حاشیہ پر لکھے ہوئے معنی یا شرح۔ اشارات = شیخ بو علی سینا کی مشہور کتاب جس میں انھوں نے اپنے فلسفے کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ شفا = علومِ معقول یعنی منطق، حکمت اور طب وغیرہ میں شیخ بو علی سینا کی مشہور ترین کتاب کا نام۔ (۲۳) قانون = علمِ طب میں شیخ بو علی سینا کی ایک مشہور کتاب کا نام۔ قاموس = مجد الدین بن یعقوب فیروز آبادی کا مرتب کیا ہوا عربی لغت۔ (۲۴) لَون = رنگ۔ بینندہ = دیکھنے والا۔ صحیح = تندرست۔ دانندہ = جاننے والا۔ (۲۶) مشائی = حکما کا ایک گروہ جو اشیا کی حقیقتوں کی دریافت دلیلوں سے کرتا تھا۔ یہ لوگ ایک دوسرے کے پاس جا کر حالات معلوم کرتے تھے۔ اِشراقی = حکما کا ایک گروہ جو حقائق کا علم روشنیٔ باطن اور مکاشفہ و مراقبہ کے ذریعے سے حاصل کرتا تھا، بخلاف مشائین کے ان حکما کو ملاقات باہمی کی حاجت نہ ہوتی تھی۔ (۲۷) نفی = مراد انکار۔ سوفسطائی = حکما کا گروہ جس کے خیالات کی بنیاد وہم پر ہے اور جو حقائق کا بالکل منکر ہے۔ معتزلی = کنارہ کرنے والی جماعت، علما کا وہ فرقہ جو دیدارِ خدا کا قائل نہیں ہے۔ باعثِ ردِّ رویت = خدا کے دیدار کے عقیدے کو رد کرنے کا سبب۔ (۲۸) جبری و مجبور = انسان کو مجبور ماننے والا، فرقۂ جبریہ کا پیرو۔ قدری و مختار = انسان کو اپنے کاموں میں مختار ماننے والا، فرقۂ قدریہ کا پیرو۔ (۲۹) ملاحد = ملحد کی جمع، ملاحدہ، خدا سے منکر فرقہ۔ کلامِ الحاد = کفر کی گفتگو۔ وجودی = خدا کو مجسّم ماننے والا یا کل موجودات کو ایک وجودِ حق جاننے والا۔ شہودی = خدا کو ہر جگہ موجود جاننے والا یا موجودات کی تمام صورتوں میں اس کا مشاہدہ کرنے والا۔

بیانِ وحدت = خدا کے ایک ہونے کا بیان۔

(۳۰) مہندس = علمِ ہندسہ کا عالم۔ علمِ ہندسہ = ریاضی علموں میں سے ایک علم، جیومیٹری۔ مالوف = لفظی معنی الفت کیا گیا، مانوس، خوگر، رغبت رکھنے والا۔ شکل = علمِ ہندسہ یا اقلیدس میں شکل وہ ہے جو ایک حد یا کئی حدوں میں محدود ہو، مثلث اور دائرہ وغیرہ۔ مقدار = جبر و مقابلہ کی اصطلاح میں تعداد یا رقم مثلاً مقدارِ مثبتہ، مقدارِ منفیہ۔ محاسب = علمِ حساب کا عالم۔ قسمت = تقسیم۔

(۳۱) جفّار = علمِ جفر کا عالم۔ علمِ جفر حروف پر مبنی علمِ غیب ہے۔ ابجد کے اٹھائیس حروف کی تکسیر یعنی ایک قسم کی تعویذ نویسی کی پوری کتاب ہوتی ہے جس کو کتابِ جامعِ جفر، تکسیرِ اعظم، اسمِ کبیر، جفرِ جامع، عقلِ فعّال، لوحِ محفوظ یا مصحفِ قمری کہتے ہیں۔ یہ کتاب اٹھائیس جز کی ہے، ہر جز اٹھائیس صفحے کا ہے، ہر صفحے میں اٹھائیس خانے ہیں اور ہر خانے میں چار حرف لکھے جاتے ہیں جن میں سے پہلا حرف خانے کی، دوسرا حرف سطر کی، تیسرا حرف صفحے کی اور چوتھا حرف جز کی علامت ہوتا ہے مخصوص قاعدوں کے مطابق انھیں حروف کے اشاروں سے احوالِ خیر و شر معلوم کرتے ہیں۔ رمّال صفت = رمّال کی طرح۔ رمّال = علمِ رمل کا جاننے والا۔ رمل نقطوں کے حساب پر منحصر علمِ غیب ہے۔ اس علم کی ترتیب چار نقطوں پر ہے جن کو ناری، ہوائی، مائی (آبی) اور خاکی کہتے ہیں۔ ان چار نقطوں میں چہار در چہار کی ضرب سے سولہ شکلیں حاصل ہوتی ہیں جن کی نظرات اور خانوں کے منسوبات وغیرہ سے احوالِ غیب کا پتہ لگاتے ہیں۔ (۳۲) خانۂ کیسہ = رمل کے سولہ خانوں میں سے دوسرا خانہ جو مال و معاش وغیرہ سے منسوب ہے۔ خارج = الگ، باہر۔ شکلِ داخل = رمل کی سولہ شکلوں میں سے وہ شکل جس کی ابتدا میں زوج (دو نقطے) ہو اور آخر میں فرد (ایک نقطہ) ہو۔ شکلِ خارج = جس شکل کی ابتدا میں فرد ہو اور آخر میں زوج ہو۔ بیتِ غربت = زائچہ رمل کا نواں خانہ جو علم اور سفر وغیرہ سے متعلق ہے۔ خانۂ کیسہ سے شکلِ داخل کا خارج ہونا علامت ہے روپیہ یا روزگار نہ ملنے کی اور شکلِ خارج کے بیتِ غربت میں داخل ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر درپیش

ہوگا، یعنی آمدنی نہ ہوگی اور سفر کرنا پڑے گا۔ (۳۳) قِراں = دو ستاروں کی یکجائی جو علمِ نجوم کے مطابق بڑی سعد یا مبارک ہوتی ہے۔ چاند اور زہرہ کا ایک برج میں جمع ہونا قرانِ اصغر ہے۔ مریخ اور زحل منحوس ستارے ہیں۔ رجعت = ستارے کی الٹی چال۔ (۳۴) افسوں = منتر، جن وغیرہ کو قابو میں کرنے کا عمل۔ عزیمت = سحر، جادو، موکّلوں کو طلب کرنے کا عمل۔ طلسم = تعویذ وغیرہ کے ذریعے سے منتر۔ عمل کی تاثیر کے لیے کبھی زکوٰۃ یا خیرات اور کبھی دعوت تجویز کی جاتی ہے۔ (۳۵) علمِ قیافہ = چہرہ دیکھ کر کسی کی سیرت معلوم کرنے کا علم ہے۔ (۳۶) سرودی = فقرا کی ایک مشق جس میں سانس بند کر لیتے ہیں۔ ضبطِ نفس = سانس روک لینا۔ (۳۷) سیمیا = اشیائے موہوم کی شعبدہ بازی کا علم۔ کیمیا = معمولی دھاتوں کو سونا چاندی بنانے کی ایک روایتی صنعت۔ زرکشِ گنجِ دولت = دولت کے خزانے سے سونا چاندی حاصل کرنے والا، دولت کا خزانہ بنانے والا۔ (۳۸) شیخِ شیوخ = شیخوں کا شیخ، بڑا بزرگ۔ شیخ رئیس = بڑا شیخ، شیخ الرئیس مشہور حکیم شیخ بوعلی سینا کا لقب بھی ہے۔ صافی طینت = پاک سرشت۔ (۳۹) فرائض = فرض کی جمع، وہ عبادت جو فرض ہے۔ نوافل = نفل کی جمع، وہ عبادت جو واجب نہیں ہے۔ والا رتبت = عالی رتبہ۔

(۴۰) بارہ مقام = ایرانی فنِ موسیقی کے مطابق بارہ راگ جو آسمان کے بارہ برجوں کی رعایت سے مقرر کیے گئے ہیں۔ ان کے نام رہاوی، حسینی، راست، حجاز، بزرگ، کوچک، عراق، صفاہاں، نوا، عشاق، زنگلہ اور بوسلیک ہیں۔ چاروں مت = ہندوستانی روایات کے مطابق موسیقی کے چار اہم مذہب یا اسکول: شمیر مت، بھرت مت، ہنومان مت، اور کلناتھ مت۔ اہلِ ہند کے اعتقاد میں سنگیت یعنی موسیقی برہما کے بیٹے نارد کا بنایا ہوا ہے۔ اس میں یکے بعد دیگرے شمیر یا مہادیو شیو، بھرت، ہنومان اور کلناتھ نے تصرفات کیے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے تصرف کو ایک الگ مت کی حیثیت دی گئی ہے۔ (۴۱) غرّا = شان والا۔ (۴۲) عَروضی = علمِ عَروض یعنی وزن، قافیہ اور ردیف کے علم کا جاننے والا۔

(۴۳) زبور = آسمانی کتاب جو حضرت داؤد پہ نازل ہوئی ۔ توریت = صحیفۂ آسمانی جو حضرت موسیٰ پہ نازل ہوا ۔ مصحف = کتاب، مراد قرآن ۔ آیت = آسمانی کتاب کا جملہ ۔ (۴۴) زردشتی = مذہب زردشت (زرتشت) کا ماننے والا، آتش پرست، پارسی ۔ مُوبَد = آتش پرستوں کا پیشوا ۔ ژند = آتش پرستوں کی مقدس کتاب ۔ پاژند = ژند کی ایک تفسیر ۔ تبعیّت = پیروی، اتباع ۔ (۴۵) شاستر = مذہب کا مجموعۂ قانون، ہندوؤں کے شارح منو کا بنایا ہوا قانون ۔ بید = وید، ہندوؤں کی مقدس کتاب ۔ پُران = ہندوؤں کی مذہبی کتابیں جن میں وید کے مسائل کی دلیلوں اور تمثیلی قصوں کے ذریعے سے تشریح کی گئی ہے ۔ کھنڈت = گڑبڑ، خلل ۔ (۴۶) لغز = چیستاں، بات کو ایسے الفاظ میں کہنا کہ بظاہر اصل معنی نہ پیدا ہوتے ہوں اور آسانی سے سمجھ میں نہ آسکیں ۔ معمّا = کلام جو طرح طرح کی حرفی دلالتوں اور لفظی اشاروں سے کسی اسم یا فقرے پہ دلالت کرے ۔ اخبار = خبر کی جمع، اصطلاحاً احادیثِ نبویؐ کا علم ۔ صاحب خبرت = علم رکھنے والا، ذی ہوش ۔ (۴۷) اَلعلمُ حجابُ الاکبر = العلم حجابُ اکبر، اردو میں العلم حجابُ الاکبر مستعمل ہے ۔ علم بہت بڑا پردہ ہے ۔ صوفیوں کا قول، علوم ظاہری حقائق باطنی کے سمجھنے میں حائل ہوتے ہیں یا علم جتنا زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی ادراکِ حقائق مشکل ہو جاتا ہے ۔ بُلہ = ابلہ بمعنی نادان کی جمع، وہ لوگ جو دنیادی امور میں کم عقل ہیں، اشارہ ہے اَہلُ الجنّۃُ بُلہٌ (حدیث) کی طرف، جنّت والے نادان ہیں یعنی جنّت معصوموں کے لیے ہے ۔

(۵۱) ہیکلِ روم = روم کے ایک بت خانے کا نام ۔ بت خانۂ چیں = قدیم زمانے میں چین کا ایک بت خانہ ۔ (۵۳) اَحسَنت = کلمۂ تعریف، مرحبا ۔ (۵۴) صاحب جوہر = مراد صاحب کمال، صلاحیت رکھنے والا ۔ جوہر فرد = جوہرِ لایتجزیٰ، وہ جوہر جو تقسیم نہ ہو سکے، مراد یکتائے کمال ۔ بے قسمت = بے تقدیر، جو تقسیم نہ ہو سکے ۔ دوسرے معنی کی مناسبت جوہر فرد کے اصطلاحی مفہوم سے ہے ۔ (۵۵) مقولہ = قول، اصطلاحِ منطق ۔ کیف = منطق کے مقولاتِ عشرہ میں سے ایک مقولہ جو اعراض میں سے ہے اور کیفیت اور رنگ مثلاً گرمی اور سیاہی سے متعلق ہے ۔ دیکھیے انشا کے

قصیدہ ۱ کے شعر ۱۴ کا حاشیہ - کیفیت = لطف، مزہ - کیف (اصطلاحِ منطق) اور کیفیت کی لفظی مناسبت ظاہر ہے - (۵۶) قاضیِ چرخ = مشتری، برجیس، علم کا ستارہ ہے - دہقانِ فلک = ستارۂ زحل، کیواں - نکبت = خواری، نحوست - (۵۷) خفیف = ہلکا، کمزور، شرمندہ - جرِّ اثقال = بھاری چیزوں کے کھینچنے اور اٹھانے کے قاعدوں کا علم - (۵۸) برگشتگیِ بخت = بدقسمتی - نظری و عملی = حکمت کی دو قسمیں، حکمتِ نظری کو حکمتِ علمی بھی کہتے ہیں، اس کا تعلق تصورِ حقائقِ موجودات سے ہے - اس کے برخلاف حکمتِ عملی کا تعلق حرکات و صناعات کی مشق و مزاولت سے ہے - (۵۹) سحبان = سحبانِ وائل، عرب کا ایک فصیح و بلیغ شخص جس کے باپ کا نام وائل تھا، وائل قریبے اور قبیلے کا نام بھی ہے - لکنت = ہکلاہٹ، زبان کا لڑکھڑانا -

(۶۰) ریاضی = حساب - صنّاع = بڑا کاریگر، مراد ماہر - (۶۱) بیر = کنواں - منار = مینار - مسئلۂ بیر و منار = کنویں اور مینار کی تعمیر کا علم - (۶۲) تقویم = جنتری - اُصطرلاب = اجرامِ فلکی کو ناپنے کا ایک آلہ - (۶۳) پورِ سینا = سینا کا بیٹا، ابنِ سینا، حکیم بوعلی سینا جس کے باپ کا نام سینا تھا - (۶۴) بالخاصّہ = خاصّے میں - خاصّہ = وہ صفت جو کسی دوا کے ساتھ خاص ہو - کیفیت = وہ وصف جو کسی دوا میں خاص نہ ہو بلکہ وقتی طور پر حاصل ہو جائے - مرض کی بدلتی ہوئی علامتوں میں بعض دوائیں نئی تاثیر حاصل کر لیتی ہیں - (۶۵) نیرنج = طلسم، جادو - نخلِ نارنج = نارنگی کا درخت - (۶۶) سبق آموزِ ملائک = فرشتوں کو سبق پڑھانے والا، معلّم الملکوت، شیطان - مستوجب = لائق، سزاوار - رجم = سنگسار کرنا، پتھر مارنا - (۶۷) مسجودِ ملائک = جس کو فرشتے سجدہ کریں - ظلوم اور جہول = بہت ظلم اور جہل والا، بڑا ظالم اور نادان، مراد انسان - قرآنِ کریم کے سورۂ احزاب میں بارِ امانت اٹھانے کے سلسلے میں انسان کے لیے اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا آیا ہے جس کا ترجمہ ہے "کچھ شک نہیں کہ بڑا ہی ظالم اور بڑا ہی نادان تھا" - ضعیف الخلقت = کمزور پیدائش والا، ضعیف البنیان - (۶۸) سجادہ نشیں = مسندِ فقر یا کسی بزرگ کی گدی پر بیٹھنے والا -

خرقِ عادت = خلافِ عادت بات، کرامت ۔ (۶۹) شیخ علیہ الرحمۃ نہ کہے = مرنے کے بعد کوئی تعظیم نہ کرے۔ علیہ الرحمۃ = اس پر اللہ کی رحمت ہو، کلمۂ تعظیم جو مرحوم بزرگوں کے نام کے ساتھ لگاتے ہیں۔

(۷۰) مَقالات = مَقالت اور مقالہ کی جمع، گفتگو، باتیں۔ قصصِ مصنوعہ = فرضی قصے۔ (۷۱) نویدِ بہجت = خوش خبری۔ (۷۳) دمِ تکبیر = نماز سے قبل تکبیر یا اللہ اکبر پڑھتے وقت۔ قدقامت = قدقامت الصلوٰۃ (کھڑی ہو چکی نماز) جو نماز شروع کرتے وقت پڑھتے ہیں۔ (۷۴) چشمِ وحشی = وحشت زدہ آنکھ جس کو قرار نہ ہو۔ نشہ ہرن ہونا = نشہ اتر جانا۔ (۷۵) درپے = لاگو، پیچھے پڑنے والا۔ زلفِ واژوں = الٹی زلف، مراد بکھرے ہوئے بال۔ تَبّت = (عربی) ہلاک ہو۔ بکھری ہوئی قاتل زلف کے لیے یہ مضمون پیدا کیا ہے کہ جیسے سرنگوں تبت لکھا ہوا ہو یعنی زلف ہلاکت کی متقاضی تھی۔ تبت کو اگر سرنگوں لکھا جائے تو یہ لفظ بکھری ہوئی زلف سے مشابہ ہوگا۔ (۷۶) بینی = ناک۔ موجۂ دودِ لطیف = پاکیزہ دھوئیں کی لہر۔ (۷۷) دستِ بیداد = ظلم کا ہاتھ۔ یکدست = بالکل۔ (۷۸) چاہِ بابل = بابل کا کنواں جو آگ اور دھوئیں سے بھرا ہوا ہے اور جس میں عذابِ خداوندی میں مبتلا دو فرشتے ہاروت اور ماروت الٹے لٹکے ہوئے ہیں اور قیامت تک لٹکے رہیں گے۔ خدا نے ان فرشتوں کو شہر بابل میں امتحان کے لیے اتارا تھا لیکن یہ ایک طوائف زہرہ کے عشق میں مبتلا ہو گئے۔ زہرہ فرشتوں سے اسمِ اعظم سیکھ کر تیسرے آسمان پر چلی گئی اور ستارہ زہرہ بن گئی۔ فرشتے اسمِ اعظم بھول گئے اور چاہِ بابل کے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔ ذقن = ٹھوڑی۔ ٹھوڑی کے گڑھے کو چاہِ بابل سے استعارہ کیا ہے۔ ہاروت صفت = ہاروت کی طرح۔ (۷۹) لعلِ شیریں = مراد ہونٹ۔ عناب = سرخ اور میٹھا پھل جو اطبا نسخوں میں دیتے ہیں۔

(۸۰) خوگر = عادی۔ نہ شرم کے وقت وہ مسکراتی تھی اور نہ بے پروائی سے نگاہ ڈالتی تھی یعنی شرم و تغافل کا مکمل نمونہ تھی۔ (۸۱) معنیٔ معدوم = وہ

معنی جن کا وجود نہ ہو، عدم یا نیستی کے معنی ۔ عقدۂ موہوم = وہ گرہ جو وہم پر مبنی ہو، خیالی گرہ ۔ شاعرانہ تصوّر کے مطابق معشوق کے کمر اور دہن نہیں ہوتا ۔ اس کی کمر کی جنبش سے کمرِ معدوم اور لبوں کی حرکت سے دہنِ موہوم کا پتہ چلتا تھا ۔ (۸۳) حمرت = سرخی ۔ (۸۴) لبِ پاں خوردہ = پان کھائے ہوئے ہونٹ، سرخ ہونٹ ۔ اس کے سرخ ہونٹوں کی شوخی کے لیے حضرت عیسیٰ پر بھی خون کا الزام لگا دینا ایک معمولی بات تھی ۔ (۸۵) نازک اندام = نازک بدن ۔ سوا = زیادہ ۔ ثُمَّ قَسَت = یہ عربی فقرہ قرآن مجید کے سورۂ بقر کی ایک آیت سے ماخوذ ہے، آیت کی ابتدا ثُمَّ قَسَت قلوبکُم سے ہوئی ہے جس کا ترجمہ ہے " پھر سخت ہو گئے دل تمھارے ۔" اس میں بنی اسرائیل کی انتہائی سنگدلی کا ذکر کیا گیا ہے ۔ (۸۶) سیلی = بالوں کی لکیر ۔ جعدِ پسِ پشت = پیٹھ پر پڑی ہوئی چوٹی ۔ الف = حرف الف، الف کی طرح سید ھا خط جو فقرا ناک سے لے کر سر کے بالوں تک کھینچ لیتے ہیں ۔ (۸۸) تبختُر = غرور ۔ بل بے = واہ واہ، شاباش ۔ (۸۹) طنّاز = شوخ، ناز کرنے والا، اٹھلا کر چلنے والا ۔ سحر = جادو ۔ چشمک = آنکھ جھپکانا ۔ ایما = اشارہ ۔ کرشمہ = ناز ۔

(۹۱) بالیں = سرہانا ۔ لا تَنَم قُم = مت سو اٹھ کھڑا ہو ۔ (۹۲) شور بختی = مراد بد قسمتی ۔ نمک افشاں = نمک چھڑکنے والا، شور بختی کی رعایت سے استعمال کیا ہے کیونکہ شور کے لفظی معنی کھاری کے ہیں اور نمک سے شراب سرکہ بن جاتی ہے ۔ (۹۳) شیشۂ ساعت = ریت گھڑی، دیکھیے سودا کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۱۰۵ کا حاشیہ ۔ (۹۵) شعلۂ جوالہ = چکر اتا یا ناچتا ہوا شعلہ ۔ کمندِ وحدت = ریشمی رسّی جسے درویش و صوفی مراقبے کے وقت زانو پہ لپیٹ لیتے ہیں ۔ (۹۶) حرکت سے برکت ہے = کچھ کرنے سے بہتری ہوتی ہے ۔

(۹۷) خنک = سرد، افسردہ ۔ (۹۸) بانو = خاتون، بیگم ۔ (۹۹) ادہمِ لیل = رات کا مشکی گھوڑا مراد رات ۔ سرِ عرصہ = میدان کے اوپر، میدان میں ۔ برگشتہ عناں = لگام پھرا ہوا یعنی میدان سے بھاگ رہا ہے ۔ اشہبِ یوم سپید =

دن کا تیز رفتار سفید گھوڑا، مراد دن۔ سوئے ساحت = میدان کی طرف۔

(۱۰۰) نوری = سفید طوطی۔ فَلَق = صبح کی سفیدی۔ بال کُشا = بازو کھولنے والا، مصروفِ پرواز۔ غراب = کوّا۔ صبح کی سفیدی کو سفید طوطی سے اور رات کی تاریکی کو کوّے سے استعارہ کیا ہے۔ (۱۰۱) چرخِ مینائی = مینا یا شیشے کی طرح کا آسمان، سبز آسمان۔ (۱۰۲) عطر فشاں = خوشبو بکھیرنے والی۔ نُزہت = پاکیزگی۔ (۱۰۳) بَہ بَہ = واہ واہ، کلمۂ تعریف۔ (۱۰۵) مشقی = کاغذ یا تختی جس پر بچے لکھنے کی مشق کرتے ہیں۔ سیہ نامہ = اعمال نامہ۔ (۱۰۶) زہد فروش = پرہیز گاری کو بیچنے والا۔ آگ پھانکنا = بدگوئی کرنا، نقصان دہ بات کرنا۔ بادۂ نو یعنی نئی شراب کی رعایت سے آگ پھانکنا کہا ہے کیونکہ شراب کو آگ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ (۱۰۷) قُل ہوا = فاتحہ ہوا، مراد خاتمہ ہوا۔ قُلیا تمام ہوئی = فاتحہ ہوگیا، مراد قصّہ ختم ہوا۔ (۱۰۸) طرب ساز = خوشی سے موافقت کرنے والا، خوشی پیدا کرنے والا۔ کھرج = موسیقی کا پہلا سُر، بلکا سُر۔ دِھیوَت = موسیقی کا چھٹا سُر، اونچا سُر۔ (۱۰۹) نغمہ بر لب = گاتا ہوا۔ مطرب پسر = گوّیے کا بیٹا، مراد معشوق۔ مغبچہ = آتش پرست کا بیٹا، مراد ساقی یا معشوق۔ مہ طلعت = چاند سا چہرہ رکھنے والا۔

(۱۱۰) رام کلی، للت = صبح کی راگنیوں کے نام۔ (۱۱۱) مے گوں = شراب کے رنگ کا، سرخ۔ (۱۱۲) خلوت = تنہائی، مراد خلوت خانہ۔ (۱۱۳) خُروس = مرغ۔ کہتے ہیں کہ عرش پر ایک مرغ ہے جس کے بانگ دینے سے زمین کے مرغ بھی بانگ دیتے ہیں۔ آوازۂ کوسِ رحلت = کوچ کے نقارے کی آواز۔ (۱۱۴) مرغانِ اولی اجنحہ = بڑے پروں یا بازوؤں والے مرغ، مراد فرشتے۔ نغمہ طراز = نغمہ گانے والا۔ (۱۱۶) ناقوس = سنکھ۔ (۱۱۷) صبوحی = شراب جو صبح کو پی جائے۔ سُبو = شراب رکھنے کا برتن۔ (۱۱۸) گھڑیال = گھنٹہ۔

(۱۲۰) طوبیٰ لکَ = تیرے لیے خوشی ہو۔ شاہدِ طوبیٰ قامت = جنّت کے درخت طوبیٰ کی طرح قد رکھنے والا معشوق۔ (۱۲۲) تہنیت = مبارک باد۔ صباحِ دولت = دولت کی صبح یعنی دولت۔ (۱۲۳) کسریٰ انصاف = جس کا انصاف مشہور انصاف

پسند بادشاہ کسریٰ کی طرح ہو۔ کسریٰ ایران کے ساسانی خاندان کا آخری بادشاہ تھا جس کو نوشیروانِ عادل بھی کہتے ہیں۔ خسرو، جم اور دارا بھی ایران کے مشہور بادشاہوں کے نام ہیں۔ داور = انصاف پسند حاکم یا بادشاہ۔ دوسرا مصرع = وہ بادشاہ جو جمشید کی مانند خدام رکھتا ہے اور دارا کے دبدبے کا مالک ہے۔ (۱۲۴) قامع = توڑنے والا۔ ماحی = محو کرنے والا، مٹانے والا۔ (۱۲۵) کرے سلب = مٹادے۔ سترِ عورت = جسم کا وہ حصہ جس کا چھپانا ضروری ہے۔ اگر مجذوب حالتِ جذب میں برہنہ ہو جائے تو ممدوح حکم شرعی سے اس کا سارا جذبۂ شوق ختم کردے۔ (۱۲۶) وصّاف = بہت تعریف کرنے والا۔ صفاتِ نیکو = اچھی صفتیں۔ (۱۲۸) مصحفِ رخ = چہرے کا قرآن، چہرہ جو قرآن کی طرح ہے۔ سایۂ رب العزّت = اس خدا کا سایہ جو عزت والا ہے۔ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی = تمام کی اوپر تمہارے نعمت، یہ عربی فقرہ قرآن مجید کے سورۂ مائدہ کی ایک آیت سے ماخوذ ہے، آیت اور اس کا ترجمہ یہ ہے:
اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔
آج کے دن ہم نے تمھارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور اسلام کو دین کی حیثیت سے ہم نے تمہارے لیے پسند کر لیا۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ جو ممدوح کا چہرہ دیکھ لے اس کو ساری نعمتیں مل جائیں۔ (۱۲۹) دیوانِ عدالت = کچہری۔ محلِ عبرت = عبرت کا موقع، محل کے معنی عمارت کے بھی ہیں جس کی مناسبت دیوانِ عدالت سے ہے۔

(۱۳۰) امنیّت = امن، عافیت۔ (۱۳۱) بار = رسائی، پہنچ۔ غیرِ نشاط = سوا خوشی کے۔ (۱۳۲) برجیس = مشتری، ستارۂ علم۔ ہم زانو = ساتھ بیٹھنے والا۔ حجلہ = دلھن کا چھپر کھٹ۔ ناہید = زہرہ، رقاصِ فلک۔ (۱۳۳) نوبردہ = نیا غلام = قدیم الخدمت = پرانا خدمت کرنے والا۔ (۱۳۴) کیسہ = تھیلی۔ صَرف = خرچ۔ طاقہ = تھان۔ اطلس = ایک ریشمی کپڑا۔ خلعت = وہ پوشاک جو انعام واکرام کے طور پر دی جائے۔ (۱۳۶) سدرہ = جنّت کا ایک درخت۔ ریاض = باغ۔ (۱۳۷) اِفضال = فضل کرنا۔ برہانِ کرم = کرم کی دلیل۔ اِکرام = کرم کرنا۔

(۱۳۸) حضور و غیبت = مراد حاضر و غیر حاضر۔ (۱۳۹) صافی = صاف۔ پردہ در = پردہ چاک کرنے والا، راز فاش کرنے والا۔ موشگافی = بال کی کھال نکالنا، مراد باریک بینی۔ کوہ شگاف وقت = مراد باریکی یا مشکل کو چیرنے والی یا حل کرنے والی۔

(۱۴۰) حلم = بردباری۔ (۱۴۱) فرہنگ = عقل، بزرگی۔ (۱۴۳) دعوتِ صدق = سچائی کی ترغیب۔ بیعت = مرید ہونا، کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس کو اپنا پیشوا بنانا۔ (۱۴۴) عترت = اولاد۔ (۱۴۵) چمنِ قدس = پاکی کا چمن، عالم بالا، جنّت۔ ذاتِ قدسی = پاک ذات۔ قبائے عفّت = پاک دامنی کی پوشاک۔ تیری ذاتِ پاک پر جو پرہیزگاری کی قبا ہے اس کی خوشبو عالمِ بالا میں فرشتوں کی روح کی قوّت ہو۔ (۱۴۶) ولی نعمت = سرپرست۔ نطق = گویائی، مراد گفتگو۔ حنظل = اندرائن، ایک کڑوا پھل۔ (۱۴۸) عقربِ جرّارہ = بچھو کی ایک قسم، یہ بچھو زمین پر دم گھسیٹتا ہوا چلتا ہے اور جس کو ڈنک مارتا ہے اس کے ہر بُنِ مو سے خون جاری ہو جاتا ہے۔ بچھو کے چلنے میں ایک طرح کی شان ٹپکتی ہے خلش گر = کھٹکنے والا۔ تیری شان و شوکت کا رشک تیرے حاسد کے دل میں جرّارہ بچھو کی شان کی طرح کھٹکتا رہے۔ (۱۴۹) روشِ شیشہ = شیشے کی طرح۔ اَلبُرز = ایران کے ایک بلند پہاڑ کا نام۔

(۱۵۰) کشف وار = کچھوے کی طرح۔ (۱۵۱) کشتیٔ نوح = حضرت نوح کے زمانے میں عذابِ الٰہی کے طور پر جو طوفان آیا تھا اس میں صرف حضرت نوح کی کشتی اور اس پر سوار ہونے والے ہی محفوظ رہ سکے تھے۔ اعدا = عَدو بمعنی دشمن کی جمع۔ گرداب صفت = بھنور کی طرح۔ (۱۵۲) برش = کاٹ۔ ہیولیٰ = کسی چیز کی ہیئتِ اصلی۔ مفارق = جدا۔ (۱۵۳) حرز = پناہ، حفاظت، تعویذ۔ تعویذ = قبر کا نشان۔ (۱۵۴) آسیا وار = چکّی کی طرح۔ توسن = چنچل اور چلبلا گھوڑا۔ کاوا = گھوڑے کا دائرے میں ٹہلنا۔ پھرت = پھرنا۔ (۱۵۵) جبل پیکر = پہاڑ کی طرح جسم رکھنے والا۔ گردوں رفعت = آسمان کی طرح بلند۔ (۱۵۶) خرطوم = سونڈ۔ طرّہ = چوٹی۔ دندانِ صفا = صاف یا سفید

دانت - ساعد = کلائی - سلمیٰ = عرب کی ایک مشہور حسین عورت کا نام -
(۱۵۷) تپ لرزہ = بخار جو سردی اور کپکپی کے ساتھ آتا ہے - سرعت = تیزی -
(۱۵۸) شربتِ خضر = مراد آبِ حیات - سمیّت = زہریلا پن - (۱۵۹) موقوف =
بند - عدل کے لفظ کو نقطہ نہ دینے کو رشوت کا بند ہونا متصوّر کیا ہے، گویا نقطہ
دینا رشوت ہوتی -

(۱۶۰) سرِ داغ دلِ شمع = شمع کے دل کے داغ کے اوپر یعنی داغ سے مشابہ
شمع کی بتّی کے اوپر - (۱۶۱) گنجشک = گوریا، چڑیا - (۱۶۲) کشتہ = بھسم کیا ہوا،
پھونکا ہوا - مہوّس = کیمیاگر - دیت = خوں بہا، وہ رقم جو قاتل کی جاں بخشی کے عوض
میں مقتول کے وارثین کو دی جائے - (۱۶۳) صفا ذہن = صاف ذہن رکھنے والا -
سراپا صفوت = سر سے پاؤں تک پاکیزگی - (۱۶۴) فرد = حساب کا کاغذ، ورق -
حوائج = حاجت کی جمع، ضروریات - (۱۶۵) خلائق = خلیقہ (بمعنی مخلوق) کی جمع -
عارف = صاحبِ معرفت، خدا کو پہچاننے والا - (۱۶۶) نافہ = ہرن کی ناف کی پوٹلی
جس میں مشک ہوتا ہے - تبّت کا مشک مشہور ہے - (۱۶۷) منتہی = انتہا یا
اختتام کو پہنچنے والا -

قصیدہ ۳

(۱) زہے = واہ واہ، کلمۂ تعریف و تعجب - تحریرِ نغمہ = مراد راگ کی آواز -
صریر = وہ آواز جو قلم سے لکھتے وقت نکلتی ہے - (۲) نفس = سانس - خوش تر
از بم و زیر = نغمے کے اتار چڑھاؤ سے زیادہ اچھی - (۳) بم = چڑھاؤ - زیر = اُتار -
کلید = کنجی - خاطرِ دل گیر = مغموم دل - (۴) وا = کشادہ، کھلا ہوا - (۵) انبساط =
خوشی - تصویر کے بلبل کی چونچ کا غنچہ کھل جائے یعنی بلبلِ تصویر بھی چہچہانے
لگے - بلبلِ تصویر کی منقار (چونچ) کو غنچے سے استعارہ کیا ہے - (۶) قفس
میں بیضے کے = انڈے کو پنجرہ قرار دیا ہے - نغمہ سنجی = چہچہانا - صفیر = پرندے
کی آواز - نالہ کا استعمال قفس کی رعایت سے کیا ہے - مرغِ چمن نالہ و فریاد
سے صفیر بن جائے یعنی چہچہانے لگے - نغمہ سنجی کا شوق اتنا بڑھا ہوا ہے کہ

تعجب نہیں کہ پرندہ پیدائش سے قبل انڈے ہی میں چہچہانے لگے۔ (۷) ہمسر سنبل = سنبل کی برابری کرنے والا۔ سنبل = ایک بیلدار گھاس، بال چھڑ۔ موجِ نقشِ حصیر = چٹائی کے نشان کی لہر یعنی وہ نشان جو چٹائی بچھانے سے زمین پر پڑ جاتے ہیں۔ (۸) شرارہ = چنگاری، پتھر کے اندر چنگاریاں ہوتی ہیں۔ تخم فشاں = بیج بکھیرنے والا۔ برنگِ شعیر = جَو کے پودے کی طرح۔ (۹) سبحۂ تزویر = مکر و فریب کی تسبیح۔

(۱۱) خوابِ مخمل = مخمل کا رُواں، مراد بہت نرم۔ حریر = ایک نرم ریشمی کپڑا۔ (۱۲) طراوت = تری، نمی۔ دُودِ گلخن = بھٹی کا دھواں۔ مثلِ ابرِ مطیر = برستے ہوئے بادل کی طرح۔ (۱۳) سنگِ یدہ = پارسیوں کے اعتقاد میں ایک پتھر جس کو آسمان کی طرف بلند کر کے دعا کرنے سے بارش ہونے لگتی ہے۔ (۱۵) گہرِ شب چراغ = رات میں چراغ کی طرح چمکنے والا موتی۔ (۱۶) شکرخندہ = شیریں مسکراہٹ، کنایۃً طلوعِ صبح۔ بہم آمیختہ = ایک دوسرے میں ملا ہوا۔ (۱۷) سوادِ مشکِ ختن = ختن کے مشک کی سیاہی۔ ختن = وسطی ایشیا کا ایک خطّہ جہاں کا مشک مشہور ہے۔ آہو گیر ہونا = عیب نکالنا۔ (۱۸) گلِ شبّو = ایک پھول جو رات کو کھلتا اور خوشبو دیتا ہے۔ گل گیر = شمع کا گل یا جلی ہوئی بتّی کاٹنے کی قینچی۔ (۱۹) چراغ کی بتی سے چنگاریوں کے بکھرنے کو چراغ کا ہنسنا کہتے ہیں۔ تغیر = بدلنا۔

(۲۰) صبوحی کش = صبح کی شراب پینے والا۔ بایں درازئ ریش = داڑھی کی اس لمبائی کے ساتھ، اشارہ ہے کرنوں کی طرف۔ ساغر گیر = ساغر پکڑنے والا، مراد جس کے ہاتھ میں جام ہو۔ (۲۱) تاک = انگور کی بیل۔ چنار = ایک بڑا درخت جس کے پتّے انسان کے پنجے سے مشابہ ہوتے ہیں۔ بیدانجیر = ارنڈ کا درخت۔ تاک اور بیدانجیر کے پتّے بھی پنجے سے مشابہ ہوتے ہیں۔ (۲۲) سبزاں = سبز کی جمع، سانولی رنگت والے، مراد معشوق۔ (۲۳) کیونکہ = کیونکر۔ قدیر = قدرت والا۔ (۲۴) سمیع = سننے والا۔ بصیر = دیکھنے والا۔ سمیع و بصیر خدا کی

صفات بھی ہیں اور ان کا تعلق علی الترتیب گل اور نرگس سے ہے کیونکہ گلاب کا پھول کان سے اور نرگس کا پھول آنکھ سے مشابہت رکھتا ہے۔ مظہر = صورتِ اظہار یا جائے اظہار۔ لطیف دخبیر = پاکیزہ اور خبر دینے والا جو خدا کی صفات بھی ہیں۔ لطیف کی مناسبت نکہتِ گل سے اور خبیر کی نسیم سے ہے۔ نکہتِ گل لطیف ہوتی ہے اور نسیم دور تک پھیلتی ہے۔ (۲۵) عطر آگیں = عطر سے بھرا ہوا، معطر۔ قرص = ٹکیا۔ عنبر = ایک خوشبودار مادہ۔ عبیر = ایک خوشبودار مرکب سفوف۔ (۲۶) حمل = پہلا برج آسمانی جو مینڈھے کی شکل کا ہے۔ حوت = بارھواں برجِ آسمانی جو مچھلی کی شکل کا ہے۔ حمل سے حوت تلک = سارے آسمان پر۔ (۲۷) جہاتِ ستہ = چھ سمتیں، شش جہت۔ مشرق، مغرب، شمال، جنوب، تحت دفوق۔ مراد تمام کائنات۔ وسعت خواہ = وسعت چاہنے والا۔ جمّ غفیر = بڑی بھیڑ۔ (۲۸) مہ صیام = رمضان کا چاند۔ ماہِ رمضان میں عیش و عشرت ممنوع ہے اور رمضان کا چاند دیکھ کر تلوار کا دیکھنا مبارک سمجھا جاتا ہے۔ (۲۹) شمسِ بازغہ = شمس البازغہ، علم حکمت میں ملّا محمود جونپوری کی ایک عربی کتاب۔ بدرِ منیر = میر حسن کی مثنوی سحر البیان یا بے نظیر و بدر منیر۔

(۳۰) صغریٰ = منطق میں شکل کا پہلا قضیہ۔ کبریٰ = منطقی شکل کا دوسرا قضیہ مثلاً "سقراط ایک انسان ہے، تمام انسان فانی ہیں، پس سقراط فانی ہے" میں پہلا جملہ صغریٰ، دوسرا کبریٰ اور تیسرا نتیجہ ہے۔ پیالہ چھوٹا اور سبو بڑا ہوتا ہے، جس کی مناسبت صغریٰ اور کبریٰ کے لفظی معنی سے بھی ہے۔ صغیر و کبیر = چھوٹے بڑے۔ (۳۱) لائے مے = شراب کی تلچھٹ۔ دیوارِ قہقہہ = ایک روایتی دیوار جس پر چڑھنے سے ہنسی آتی تھی اور آدمی ہنستے ہنستے مرجاتا تھا۔ بعض اسے سکندر ذوالقرنین کی بنوائی ہوئی دیوار "سدّ سکندری" اور بعض دیوارِ چین قرار دیتے ہیں۔ (۳۳) نبضِ صحیح = تندرست آدمی کی نبض۔ موجِ چشمۂ تصویر = چشمۂ آب کی تصویر کی لہر یعنی وہ لہر جو پانی کے چشمے کی تصویر میں بنی ہو۔ (۳۴) یُمن = برکت، مبارکی، سعادت۔ علاج پذیر = علاج قبول

کرنے والا، اچھا ہونے والا۔ (۳۵) چوبِ گل = پھول کی چھڑی۔ بیدِ مجنوں = بید کے درخت کی ایک قسم جس کی شاخیں نازک اور پتّے باریک ہوتے ہیں اور دیکھنے میں دیوانوں کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ (۳۷) میلِ کحلِ بصارت = بینائی کے سرمے کی سلائی۔ کِلک = قلم۔ خطِ غبار = خط کی ایک قسم جس میں حروف غبار کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ بصیر = بینا، دیکھنے والا۔ (۳۸) فُواق = ہچکی۔ زُحیر = پیچش۔ (۳۹) تپِ لرزہ = بخار جو کپکپی کے ساتھ آتا ہے۔ رطوبت = نمی۔ تبخیر = حرارت۔

(۴۰) تلخیٔ دارو = دوا کی کڑواہٹ۔ (۴۲) مومیائی = ہڈی جوڑنے کی دوا۔ (۴۳) موئے کاسۂ چینی = چینی کے پیالے کا بال، باریک خط جو چینی کے پیالے کے چٹک جانے سے پڑ جاتا ہے۔ موئے خمیر = خمیری آٹے کا بال۔ خمیری آٹا بہت نرم ہوتا ہے اس لیے اس میں بال پڑ جائے تو آسانی سے نکل جاتا ہے۔ (۴۴) مفسدان = مفسد بمعنی فسادی کی جمع۔ ناخنِ شمشیر = تلوار کی دھار۔ (۴۵) نقش = ایک قسم کا تعویذ۔ صاحبِ تکسیر = مراد اثر کا مالک۔ تکسیر۔ تعویذ نویسوں کی اصطلاح میں کسی اسم کے عدد کو تعویذ کے خانوں میں اس طرح لکھنا کہ جس طرف سے گنا جائے شمار برابر آئے۔ اس قاعدے سے لکھا ہوا تعویذ یقینی تاثیر کا مالک خیال کیا جاتا ہے۔ (۴۶) اسم = نام، خدا یا بزرگانِ دین کا نام جو وِرد یا وظیفے کے طور پر کسی مقصد کے حصول کے لیے استعمال کیا جائے۔ عزیمت = عمل یا افسوں جس سے کوئی مقصد حاصل ہو، مراد حصولِ مقصد۔ اسمِ اعظم = قرآن کریم میں پوشیدہ ایک کلمہ یا خدا کے ناموں میں سے سب سے بڑا نام جو بہ اختلافِ اقوال اللہ، صمد، الرحمٰن وغیرہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نام کی برکت سے ہر دُعا قبول ہو جاتی ہے۔ نسخۂ اکسیر = کیمیا کا نسخہ، نسخہ جس کی تاثیر یقینی ہو۔ (۴۸) اعجازِ عیسوی تاثیر = وہ معجزہ جس میں حضرت عیسیٰ کے معجزے کی تاثیر ہو۔ (۴۹) کراستوں سے پیر ہو نہ کہ عمر سے۔

(۵۱) شہانِ سلف = گذشتہ بادشاہ۔ مسخر = تسخیر کیا ہوا۔ (۵۲)

گنجِ خطیر = بڑا خزانہ ۔ (۵۴) روزِ بہ = بہتر دن، اشارہ ہے صحتیابی کی طرف ۔ (۵۵) سرِ ہر صدی = ہر صدی کی ابتدا میں ۔ (۵۸) ہلالِ بست و نہم = انتیسویں تاریخ کا چاند جو بہت باریک ہوتا ہے ۔

(۶۰) رائے منیر = رائے روشن ۔ عقولِ عشرہ = حکما کی اصطلاح میں دس فرشتے جنھوں نے حکم خدا سے کائنات کو پیدا کیا ۔ خیال ہے کہ خدا نے سب سے پہلے عقلِ اوّل (جبرئیل) کو پیدا کیا ۔ اس فرشتے نے دوسرا فرشتہ اور پہلا آسمان خلق کیا، اسی طرح دس فرشتے اور نو آسمان وجود میں آئے اور آخری فرشتے نے یہ دنیا تخلیق کی ۔ عُشرِ عَشیر = دسویں کا دسواں حصّہ یعنی سواں حصّہ، بہت ہی کم ۔ (۶۱) تابع = اطاعت کرنے والا، پابند ۔ امر = حکم ۔ تُشَاوِرُ فِی الْاَمْرِ = مشورہ کرو کام میں ۔ یہ عربی فقرہ اس پر منحصر ہے کہ خدا نے قرآن شریف میں کام میں مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے ۔ سورۂ آل عمران کی ایک آیت میں وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ آیا ہے جس کا ترجمہ ہے اور مشورہ کرو ان سے کام میں ۔ عقلِ کل = بڑا دانا، نہایت عقل مند، کنایتہً جبرئیل ۔ مشیر = مشورہ دینے والا، صلاح کار ۔ اگر تو کام میں مشورہ کرو کے حکم کا پابند نہ ہو تو جبرئیل کو اپنا صلاح کار یا وزیر ہرگز نہ بنا لے ۔ (۶۲) قلیل و کثیر = کم اور زیادہ، مراد سب کے سب ۔ (۶۳) سہو = بھول ۔ تقصیر = قصور ۔ (۶۴) ضمیر = مراد دل ۔ دوسرے ضمیر کے معنی قائم مقامِ اسم کے ہیں ۔ صفائی کی ضمیر کا مرجع تیرا ضمیر ہے یعنی تو پاک ضمیر ہے ۔ (۶۵) سَیّئہ = برائی ۔ حسنات = حسنہ کی جمع، نیکیاں ۔ اصحابِ کہف = صاحبانِ غار، اصحاب الرقیم، وہ سات دیندار آدمی جو خدا کے دعویدار ایک بادشاہ دقیانوس کے خوف سے ایک غار میں مع ایک کتّے کے جس کا نام قطمیر ہے چھپ کر سو گئے اور قیامت تک سوتے رہیں گے ۔ ممدوح کی نیکیوں کو اصحابِ کہف اور برائی کو قطمیر سے استعارہ کیا گیا ہے ۔ (۶۶) سلب کرنا = مٹانا ۔ حادث = نئی پیدا کی ہوئی چیز، ہستی، مخلوق جس کے لیے تغیّر لازمی ہے ۔ اعتدال پذیر = اعتدال یا توازن قبول کرنے والا ۔ (۶۸) آتشگیر = دست

پناہ، چمٹا جس سے آگ پکڑتے ہیں۔ (۶۹) نسق = انتظام۔

(۷۱) تکفیر = کفر کا فتویٰ دینا۔ (۷۲) سیہ مست = بدمست۔ احتساب = نگرانی، ممنوع باتوں سے روکنا۔ تعزیر = سزا۔ (۷۳) رسن = رسّی۔ مُدام = ہمیشہ۔ از پئے تشہیر = مراد رسوائی کے لیے۔ (۷۴) آتش دم = آگ کی سی دھار رکھنے والی۔ نارِ سعیر = دوزخ کی آگ۔ سعیر = بھڑکی ہوئی آگ، دوزخ کا ایک طبقہ۔ (۷۵) خدنگ = تیر، (در اصل وہ درخت جس کی لکڑی سے تیر بناتے ہیں)۔ حسود = بڑا حاسد، دشمن۔ تُفنگ = بندوق۔ نخچیر = شکار۔ (۷۶) نہیب = خوف، دہشت۔ شکلِ فلسِ ماہی = مچھلی کی کھال کے حلقوں کی طرح۔ حلقۂ جوہر = وہ سبز حلقے جو اچھی تلوار کی دھار پر دکھائی دیتے ہیں۔ (۷۸) خامۂ طغرا نگار = خطِ طغرا لکھنے والا قلم۔ خطِ طغرا = ایک قسم کا پیچیدہ خط۔ روشِ خطِّ منحنی = ٹیڑھی لکیر کی طرح۔ (۷۹) اشکالِ ہندسی = علمِ ہندسہ کی شکلیں۔ اقلیدس = علمِ ہندسہ اور ریاضی کا ایک مشہور عالم جو اسی نام کی ایک مشہور کتاب کا مصنّف ہے۔

(۸۰) ابنِ مقلہ = ایک مشہور عربی خطّاط کا نام۔ (۸۲) عطارد = ایک ستارہ جس کو دبیرِ فلک یا منشیٔ فلک کہتے ہیں۔ ناک میں تیر دے = مراد ذلیل کرے۔ (۸۳) سمند = گھوڑا۔ زرقا = عرب کی ایک تیز نگاہ عورت جو ایک دن کے سفر کے فاصلے تک دیکھ سکتی تھی۔ (۸۴) عرصہ گاہِ تَمیر = سیر کا میدان، چلنے (یا دوڑنے) کا میدان۔ (۸۵) حکایتِ شیریں و کوہکن = شیریں و فرہاد کا قصّہ جس کے مطابق فرہاد نے اپنی محبوبہ شیریں کو حاصل کرنے کے لیے تیشے سے پہاڑ کاٹا تھا اور دودھ کی نہر نکالی تھی۔ (۸۶) کجک = آنکس، لوہے کا نوکدار آلہ جس سے ہاتھی کو ہانکتے ہیں۔ جوئے شیر = دودھ کی نہر۔ (۸۷) خطِ شعاع = ایک قسم کا خط، کرنوں سے استعارہ ہے۔ (۸۸) والا گہر = اعلیٰ نسل یا خاندان والا۔ سراج = چراغ۔ (۸۹) خدیوِ مہر کلہ = سورج جیسی ٹوپی والا بادشاہ۔ سپہر سریر = آسمان جیسا بلند تخت والا۔

(۹۰) جہاں مسخر = دنیا کو تسخیر کرنے والا ۔ عالم مطیع = دنیا کو مطیع بنانے والا ۔ خلق مطاع = دنیا کا اطاعت کیا ہوا ۔ فلک مؤید = آسمان جس کی تائید کرے ۔ اختر معین = ستارہ جس کی مدد کرے، خوش قسمت ۔ بخت نصیر = قسمت جس کی مددگار ہو ۔ (۹۱) بوٹی = پودا ۔ اکسیر = کیمیا، معمولی دھاتوں کو سونا چاندی بنانے کی ایک روایتی صنعت ۔ (۹۲) نیّر = ستارہ ۔ غدیر = تالاب ۔ فلس = حلقے جو مچھلی کی کھال پر ہوتے ہیں ۔ نگینِ دستِ سلیماں = خاتمِ سلیمانی، حضرت سلیمان کی انگوٹھی جس کی برکت سے وہ دنیا پر حکومت کرتے تھے ۔ بدستِ ماہی گیر = مچھلی پکڑنے والے کے ہاتھ میں ۔ (۹۶) رحمِ خدا دعائے فقیر = فقیر کی دعا خدا کا رحم ہے ۔ (۹۷) تدویر = گردش ۔ (۹۸) مسیح = حضرت عیسیٰ جو زندہ چوتھے آسمان پر ہیں، دیکھیے انشا کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۴۶ کا حاشیہ ۔ (۹۹) قیّوم = بڑا قائم ہونے والا، خدا ۔

قصیدہ ۔ ۴

اکبر شاہ ثانی، شاہ عالم کے بیٹے اور دہلی کے بادشاہ تھے ۔ ۱۷۶۰ء میں پیدا ہوئے ۔ ۱۸۰۶ء میں باپ کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوئے اور ۱۸۳۷ء میں وفات پائی ۔

(۱) گرسنہ = بھوکا ۔ نمِ تیغ = مراد تلوار کی دھار ۔ لبِ ناں = روٹی کا کنارہ (تلوار کی دھار سے مشابہ ہوتا ہے) ۔ (۲) طرفِ داماں = دامن کا کنارہ ۔ (۳) خنک دل = سرد دل، افسردہ دل ۔ نفسِ سرد = ٹھنڈی سانس، آہِ سرد ۔ یخ بستہ = برف کی طرح جما ہوا ۔ رخشاں = چمکتا ہوا ۔ (۴) شعلۂ جوّالہ = ناچتا یا چکراتا ہوا شعلہ ۔ (۵) جگر تفتہ = جگر جلا ہوا ۔ دمِ فصد = رگ سے خون لیتے وقت ۔ دیوانے کی رگ سے خون نکالا جاتا ہے جس کو فصد کھولنا کہتے ہیں ۔ بُنِ مو = بال کی جڑ ۔ (۶) چشمِ سوزن = سوئی کا ناکا ۔ (۷) افتادہ = گرا ہوا ۔ دست گیر = ہاتھ پکڑنے والا، مدد کرنے والا ۔ مورچگاں = مورچہ کی جمع، چھوٹی چیونٹیاں ۔ (۸) موقلم = بالوں کا قلم یا برش جس سے تصویر میں رنگ بھرتے ہیں ۔ بہتاں =

تلوار یا نیزے کی نوک ۔ پیکاں = تیر کی نوک ۔

(۱۰) بچشمِ بینش = دیدۂ بینا کے لیے ۔ سُوہاں = ریتی ۔ (۱۲) کشت = کھیتی ۔ آغشتۂ زہراب سناں = نیزے یا نیزے کے پھل کے زہریلے پانی میں لتھڑا ہوا ۔ (۱۳) تلوار کا کھیت میدانِ جنگ کو بھی کہتے ہیں ۔ (۱۴) تلف کردہ = ضائع کی ہوئی، مراد گزری ہوئی ۔ (۱۵) ماہِ نخشب = حکیم ابنِ عطا یا ابنِ مقنع کا بنایا ہوا (مصنوعی) چاند جو ترکستان کے شہر نخشب کے ایک کنویں سے نکلتا تھا اور اسی میں غروب ہو جاتا تھا ۔ (۱۶) سرگشتہ = مراد حیران ۔ حلقۂ دورِ فلاخن = گوپھن کے چکر کا حلقہ یعنی وہ حلقہ جو گوپھن گھمانے میں پڑتا ہے ۔ گوپھن اس رسّی کو کہتے ہیں جس میں اینٹ یا مٹی وغیرہ کا ٹکڑا رکھ کر پھینکتے ہیں ۔ حلقۂ فلاخن کی مناسبت ساغر سے ہے اور دہقان کی ساقی سے ۔ (۱۷) گلِ بازی = وہ پھول جس کو گلبازی یعنی پھولوں کے ایک کھیل میں ایک دوسرے کی طرف اچھالتے ہیں ۔ (۱۸) طلا = سونا، پیلے رنگ کی طرف اشارہ ہے ۔ ترش روئی = منہ کا کھٹّاپن، مراد بدمزاجی ۔ (۱۹) گردش زدۂ دہر = زمانے کی گردش کا مارا ہوا ۔ سنگِ تعویذ = قبر کا پتھر ۔ فَساں = پتھر کا چاک جس پر چاقو وغیرہ تیز کرتے ہیں ۔

(۲۰) روش = مانند ۔ (۲۱) سوزاں = جلتا ہوا، سرخی کی رعایت سے ۔ (۲۲) پرّاں = اڑتا ہوا ۔ (۲۵) دمِ عیسیٰ = حضرت عیسیٰ کی پھونک (قُم باذنِ اللہ) جس سے مردے زندہ ہو جاتے تھے ۔ کارِ نفوسِ ثعباں = اژدہے کی سانس کا کام ۔ (۲۶) مزرع = کھیتی ۔ گیتی = دنیا ۔ دانۂ روئیدہ = اُگا ہوا دانہ ۔ (۲۷) جاں سوز = جان کو جلانے والی ۔ نَےِ قُلیاں = حقّے کی نلکی ۔ (۲۹) قُلزم = سمندر، دریا ۔

(۳۰) مہوش = چاند کے مانند حسین ۔ افشاں کرنا = افشاں چھڑکنا ۔ (۳۳) نظّارگیاں = نظّارگی کی جمع، نظّارہ کرنے والے، تماشائی ۔ نرگس داں = نرگس کا گلدان ۔ (۳۴) سرِ اورنگ = تخت کے اوپر ۔ (۳۵) فرخندہ لقب = مبارک

لقب والا - (۳۷) مدحِ حاضر = وہ مدح جو ممدوح کو حاضر مان کر کی جائے اور
جس میں اس کے لیے ضمائرِ مخاطب استعمال کیے جائیں - خاقانیٔ ہند = ہندوستان
کا خاقانی - خاقانی شروانی فارسی کا ممتاز قصیدہ نگار ہے - مشہور ہے کہ اکبر شاہ نے
ذوق کو خاقانیٔ ہند کا خطاب دیا تھا - خاقانِ زماں = زمانے کا بادشاہ - (۳۸)
میزان (ترازو) کی طرف آجائے یعنی مقابلہ کرے - (۳۹) تارِ رگِ جاں = شہ رگ
کا تار، مراد شہ رگ -

(۴۰) لجّۂ بحرِ عُمّاں = بحرِ عمّان کا بھنور - بحرِ عُمّان = مشرق وسطیٰ کا دریائے
اعظم جس کے کنارے شہر عمّان واقع ہے - (۴۱) اربابِ ہِمَم = ہمت والے لوگ -
اَلاِنسانُ عَبیدُ الاحسان = انسان احسان کا بندہ ہے - (۴۲) مرجان = مونگا،
ایک سرخ سمندری لکڑی جس کو پنجے سے نسبت دی جاتی ہے - دریا خود تیرے آگے
سوال کے لیے ہونٹ کھولتا ہے وہ بھلا کس منہ سے کہہ سکتا ہے کہ وہ بھی پنجۂ
مرجاں رکھتا ہے - (۴۳) سرخ روئی = منہ کا سرخ ہونا، مراد کامیابی - جگر خواری =
جگر کھانا - شیر کے بال بہت سخت ہوتے ہیں اور ان کے کھانے سے کلیجہ کٹ جاتا ہے -
(۴۴) پلنگ = چیتا - نہنگ = گھڑیال - بُرِش = کاٹ - (۴۵) مچھلی کی کھال کو
زرہ قرار دیا ہے - زرہ بھی مچھلی کی کھال کی طرح حلقہ دار ہوتی ہے - جوشن =
ایک طرح کی زرہ کا ایک قسم کا جنگی لباس جس میں کڑیوں یا حلقوں کے ساتھ لوہے کی
پٹریاں بھی ہوتی ہیں بخلاف زرہ کے جس میں صرف کڑیاں یا حلقے ہوتے ہیں -
نیستاں = نرکل کا جنگل جس میں شیر رہتا ہے - ژیاں = غصیلا، غضبناک - شیر
کی کھال کے سیاہ داغ جوشن کے حلقوں سے مشابہت رکھتے ہیں - (۴۶) تیری
ہندوستانی تلوار کا ایک ایک جوہر ایران کے شہر اصفہان کی تلوار کے صفحے
کو زیر نگیں رکھتا ہے یعنی کاٹ کی بہتری کی وجہ سے تیری تیغ ہندی شمشیرِ اصفہانی
کو بھی اپنی ماتحتی میں رکھتی ہے - قدیم زمانے میں ہندوستان اور اصفہان کی
بنی ہوئی تلواریں مشہور تھیں - (۴۷) بہ پشتِ ماہی = اس مچھلی کی پیٹھ پر جو زمین
کی تہ میں ہے اور جس پر وہ گائے کھڑی ہے جو زمین کو اپنے سینگ پر اٹھائے

ہوئے ہے۔ (۴۸) زاغ = کوا۔ زغن = چیل۔ (۴۹) تیر ناوک = ایک قسم کا چھوٹا تیر۔ طائر قبلہ نما = مراد قبلہ نما کی سوئی۔ قبلہ نما = مثل قطب نما ایک آلہ جس کی سوئی قبلے کی سمت بتاتی ہے۔ طیران = اُڑنا۔

(۵۰) نار سعیر = دوزخ کے ایک طبقے کی آگ، مراد دوزخ کی آگ۔ انگشت بزیر دنداں = دانت کے نیچے انگلی دبانا حیرانی کی علامت ہے۔ (۵۱) کلبۂ پُر دود = دھوئیں سے بھرا ہوا چھوٹا سا گھر یا کوٹھری۔ خفقان = اختلاج قلب۔ (۵۲) فرمانبرِ دولت = سلطنت کا فرمانبردار۔ (۵۳) گلِ نافرماں = ایک پھول۔ چونکہ اس کے نام میں نافرماں ہے اور ممدوح کے اقبال سے انکار یا نافرمانی کرنے والے دنیا سے ناپید ہوگئے ہیں اس لیے باغ میں گلِ نافرماں بھی پیدا نہیں ہوتا۔ (۵۴) چاند کے اثر سے سمندر میں مدوجزر آتا ہے۔ حضرت نوح کے زمانے میں قہرِ الٰہی کے طور پر جو طوفان آیا تھا وہ کوفے کی ایک بڑھیا (زالِ کوفہ) کے تنور سے نکلا تھا۔ (۵۵) آبِ آئینہ کی مناسبت پانی سے ہے اور رخِ برق وشاں کی آگ سے۔ اس شعر کا مضمون اپنی جگہ مکمل ہے لیکن اس سے پہلے کے شعر کا اندازِ بیان ادھورا ہے۔ چنانچہ دونوں شعروں کو ملا کر مطلب نکالنا پڑتا ہے۔ قہر کے سمندر پر تیرے کرم کے چاند کے اثر انداز ہونے کی وجہ سے جو طوفانِ نوح کے تنور نے نور کے پردے میں جوش مارا ہے یعنی اس سے پانی کے طوفان کے بجائے نور کا طوفان ابلا ہے تو تیرے انصاف نے آگ اور پانی کو یکجا کر دکھایا ہے اور آئینے میں کہ پانی کی طرح ہے بجلی جیسے معشوقوں کے چہرے کا عکس دکھائی دے رہا ہے۔ (۵۶) دلِ افگار = زخمی دل۔ سودۂ الماس = پسا ہوا ہیرا جو حقیقتاً زخم کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ سنگِ جراحت = ایک نرم سفید پتھر جس کا سفوف زخم کے لیے مفید ہے۔ (۵۷) تریاک = تریاق، زہر مہرہ، زہر کی دوا۔ خطِ سبزِ خوباں = معشوقوں کا سبز خط۔ کتاں = ایک نازک ریشمی کپڑا جو چاند کی روشنی میں پھٹ جاتا ہے۔ (۵۹) سرزنش = نوکِ خار چبھانا، تکلیف پہنچانا۔

(۶۰) بے علف = بغیر چارہ۔ ناقہ = اونٹنی۔ قیس = مجنوں۔ ضیافت = دعوت۔ سرِ خارِ مژگاں = پلک کے کانٹے کی نوک، اونٹ کانٹے کھاتا ہے۔ (۶۲) مور =

چیونٹی۔ صد پیلِ دماں = سو مست ہاتھی۔ (۶۴) جرمِ کیواں = ستارۂ زحل کا جسم یعنی ستارۂ زحل جو ساتویں آسمان پر ہے اور سب سے بلند ستارہ ہے۔ (۶۶) ناصیہ سائی = پیشانی گھسنا، سجدہ کرنا۔ موکشاں = بال کھینچتے ہوئے، کرنوں کی طرف اشارہ ہے۔ (۶۷) مہرگاں = خزاں کے ایک مہینے کا نام جس میں آفتاب برجِ میزان میں رہتا ہے، یہاں ہمتِ عالی کو مہرگاں قرار دیا ہے۔ نیساں = بہار کا مہینہ، اِس مہینے کی بارش جس کی بوند کے سیپی میں گرنے سے موتی بنتا ہے۔

(۶۸) طرفۃ العین = آنکھ کی جھپک، پل، لمحہ۔ کاہ ربا = کہربا، ایک زرد مہرہ جو گھاس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ یرقاں = ایک بیماری جس میں مریض پیلا پڑ جاتا ہے۔

(۶۹) عیاذاً باللہ = پناہ ہے اللہ کی، خدا بچائے۔

(۷۰) نخل = درخت، آتشبازی کا درخت بناتے ہیں۔ (۷۴) تپاں = تڑپنے والی۔ (۷۵) گوئے و چوگاں = گیند اور چوگان کھیلنے کا بلا۔ (۷۶) بادیہ پیما = جنگل کو طے کرنے والا، صحرانورد۔ تازیانہ = کوڑا۔ بکار = درکار۔ (۷۸) قاف سے تا قاف = دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک، قاف ایک فرضی پہاڑ کا نام ہے جو ساری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے۔ عناں = لگام۔ (۷۹) بر سرِ دوشِ ہوا = ہوا کے کاندھے پر۔ شمیم ریحاں = گلِ ریحاں کی خوشبو۔

(۸۰) کفل = سُرین، جسم کا پچھلا حصہ۔ (۸۲) عیاں را چہ بیاں = ظاہر بات کا کیا بیان کرنا۔ (۸۴) بہ میاں = بیچ میں۔ (۸۵) مشتک = پیشانی۔ نگارِ خرطوم = سونڈ کے نقش و نگار۔ (۸۷) کشورِ زنگ = ملکِ حبش، افریقہ (سیاہ رنگ کی رعایت سے)۔ فرنگی بچگاں = انگریز بچے (سفید رنگ کی رعایت سے)۔

(۹۱) طرب افزا = خوشی کو بڑھانے والا۔ (۹۳) برنگِ شبِ دیجور = کالی رات کی طرح۔ ماتمیاں = ماتم کرنے والے۔

قصیدہ ۵

(۱) مہِ شوال = عید کا چاند، شوال عید کے مہینے کا نام ہے۔ قدح کش = شرابی۔ (۲) کشتی = ایک قسم کا پیالۂ شراب۔ (۵) ممیّز = تمیز کیا ہوا، فرق کیا

ہوا۔ کرۂ ناری و مائی = آگ اور پانی کا کرہ۔ (۷) قلزمِ عماں = بحرِ عماں، بشرقِ وسطیٰ کا بڑا دریا۔ چشم نمائی = آنکھ دکھانا، دھمکانا۔ (۸) جوز = اخروٹ جس کی تاثیر گرم ہوتی ہے، بخلاف کافور کے جس کی تاثیر سرد ہوتی ہے۔

(۱۰) ہوائی = ایک جگہ پہ نہ ٹھہرنے والا، اڑتا اڑتا۔ (۱۱) پہلا مصرع: خوشی اور عیش سے دنیا کیسی ہوا کے مصرف میں آئی ہوئی ہے یا ہوا میں مصروف ہے۔ صَرفِ ہوائی = عربی صرف کے بیان میں ایک فارسی کتاب کا نام۔ (۱۲) روشِ دانۂ انگور = انگور کے دانے کی طرح۔ تسبیحِ ریائی = ریا کاری کی تسبیح۔ (۱۳) کاہ ربائی = منسوب بہ کاہ ربا یا کہربا، کاہ ربا ایک زرد مہرہ ہوتا ہے جو گھاس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، مراد اپنی طرف کھینچنے والی۔ (۱۴) لخلخہ سائی = لخلخہ (ایک خوشبودار مرکب) رگڑنا یا سنگھانا۔ (۱۵) سوزنی = توشک جس پہ سوئی کا کام بنا ہو۔ (۱۶) تنگ قبائی = چست پوشاک پہننا، پوشاک کی چستی۔ (۱۷) نرگسِ شہلا = سیاہی مائل نرگس۔ سوسن = ایک نیلا پھول، جس کی پنکھڑیاں زبان سے مشابہ ہوتی ہیں۔ دھڑی = مسّی کی تہ۔ (۱۸) وسمہ = نیل وغیرہ کی پتی جس کو پیس کر داڑھی رنگتے ہیں، ایک قسم کا خضاب۔ (۱۹) ترکانِ خطائی = شہرِ خطا کے معشوق۔

(۲۰) ہتھیلی پہ سرسوں جمانا = نہایت پھرتی سے کوئی کام کرنا، ناممکن کام کر دکھانا۔ (۲۱) احمر = سرخ۔ (۲۲) اعجاز = معجزہ۔ نوا سنجی = نغمہ سنجی، گانا۔ مطرب = گانے والا۔ نوکِ زباں ہونا = خوب یاد ہونا، زبان پر ہونا۔ نوائی = امیر علی شیر نوائی جو بادشاہِ خراساں سلطان حسین مرزا کا وزیر اور اپنے زمانے کا مشہور شاعر، ادیب اور عالم تھا۔ (۲۶) ساغرِ جمشید = جامِ جم، پیالہ جو ایران کے مشہور بادشاہ جمشید کے پاس تھا اور جس سے ساری دنیا کا حال معلوم ہو جاتا تھا۔ (۲۷) گرد سی = گول۔ (۲۹) احسنت = کلمۂ آفریں، واہ واہ، لفظی معنی بہت اچھا کیا تو نے۔ بہائی = بہاء الدین مشہور بہ شیخ بہائی صفوی دور کا مشہور عالم و شاعر۔ سنائی = سلجوقی دور کے مشہور صوفی شاعر حکیم سنائی جن کی

مثنوی حدیقہ بہت مشہور ہے۔

(۳۰) مصحف = مراد قرآن شریف ۔ رحل = دو تختہ جس پہ قرآن شریف رکھ کر پڑھتے ہیں۔ (۳۱) از بہر گدائی = بھیک مانگنے کے لیے ۔ (۳۳) ناخنِ شمشیر = تلوار کی دھار ۔ عقدہ کشائی = گرہ کھلنا، مشکل حل ہونا ۔ (۳۴) ناصیہ سائی = پیشانی گھِسنا، سجدہ کرنا ۔ (۳۵) یدِ بیضا = روشن یا سفید ہاتھ، حضرت موسیٰ کی جلتی ہوئی ہتھیلی جو بغل میں چھپا کر نکالنے سے آفتاب کی طرح چمکتی تھی ۔ کفِ آئینہ = آئینے کا وہ رُخ جس میں چہرہ دکھائی دیتا ہے ۔ اعجاز نمائی = معجزہ دکھانا ۔ (۳۶) نقدِ سعادت = نیک بختی کی دولت ۔ مشتری = ایک ستارہ، قاضیِ فلک، گاہک، خریدار ۔ (۳۷) مرغِ ہوا = پرندہ ۔ سیمرغ = ایک بڑا پرندہ جو کوہِ قاف میں رہتا ہے، بعض کے نزدیک عنقا جس کا وجود نہیں ہے ۔ سر بہ ہوا ہونا = ہوا میں چلنا ۔ تیرِ ہوائی = وہ تیر جو بغیر نشانے کے ہوا میں چلایا جائے ۔ (۳۸) کوہِ صفا = مکّے کا ایک پہاڑ جس پہ حاجی دوڑتے ہیں۔

(۴۰) شفائی = فارسی شاعر شرف الدین حسن شفائی (حکیم شفائی) جن کی مثنوی نمکدانِ حقیقت مشہور ہے ۔ (۴۱) مانع = روکنے والا ۔ (۴۲) جوہر = وہ حلقے جو اچھی تلوار کی دھار پہ دکھائی دیتے ہیں ۔

مومن خاں مومن دہلوی

راجہ اجیت سنگھ، راجہ کرم سنگھ رئیسِ پٹیالہ کے بھائی تھے ۔

(۱) تیرہ اختری = سیہ بختی، بدنصیبی ۔ کثرتِ دود = دھوئیں کی زیادتی ۔ شمعِ خاوری = مشرق کی شمع، سورج ۔ (۲) ستارۂ سحر = زہرہ جو صبح ہوتے طلوع ہوتا ہے ۔ نجوم کے مطابق یہ ستارہ سعدِ اوسط ہے ۔ لون = رنگ ۔ زُحل = کیواں، سیاہ ستارہ جو نحسِ اکبر ہے ۔ سرمہ سا = سرمے کی مانند سیاہ ۔ دَشنہ = خنجر ۔ ترکِ چرخ = ستارۂ مریخ جو نحسِ اصغر ہے ۔ مشتری = ستارہ جو سعدِ اکبر ہے ۔ (۳) خطِ بیاضِ صبح = صبح کی سفیدی کی لکیر، مراد سپیدۂ سحری ۔

شعلہ دم = جس کی سانس سے شعلے نکلیں ۔ اژدر = اژدہا ۔ آئینۂ سکندری = آئینے کی ایجاد سکندر بادشاہِ مقدونیہ سے منسوب ہے ، اسی کے حکم سے رستام لوہار نے لوہے کو جلا دے کر آئینہ بنایا تھا ۔ (۴) خانہ خراب = گھر کو تباہ کرنے والا ۔ جاں گداز = جان کو پگھلانے والا ۔ خفیہ = پوشیدہ ۔ شمال = مراد بادِ شمال ، شمالی ہوا ۔ سموم = گرم زہریلی ہوا ۔ صرصری = صرصر یا آندھی کی کیفیت ۔ (۵) سامعہ سوز = سننے کی قوت کو جلانے والا ۔ گریہ فروز = مراد رلانے والا ۔ زخم ریز = زخم ڈالنے والا ۔ نوکِ عندلیب = مراد بلبل کی منقار ۔ قہقہۂ گلِ طری = تر و تازہ پھول کی ہنسی ، مراد شگفتگی ۔ (۶) ذکر = مراد ذکرِ الٰہی ، یادِ الٰہی ۔ بید خواں = وید پڑھنے والا ۔ بید = وید ، ہندوؤں کی مقدس کتابیں رگ وید ، سام وید ، یجروید اور اتھروید ۔ نواگری = گانا ۔ (۷) غلغلہ = شور ۔ حی علی الفلاح = بھلائی کی طرف آؤ ، عربی فقرہ جو اذان کا جزو ہے ۔ بدظنی = بدگمانی ۔ عذرِ لنگ = کمزور یا غلط عذر ۔ (۸) فزوں = زیادہ ۔ زریہ گوں = زردی مائل رنگ کا ۔ زریر = ایک زردی مائل گھاس ۔ معصفری = کسم کے رنگ کا ، سرخ ۔ (۹) رشک افزا = رشک کو بڑھانے والا ۔ ساکنانِ قرب = پڑوسی ، ہمسائے ۔ بلند منظری = مراد بلند ہونا ۔

(۱۰) زور گداز = قوت کو زائل کرنے والا ۔ بیم = خوف ۔ سختیٔ روز = دن کی تکلیف ۔ محشری = قیامت کی ۔ (۱۱) بسکہ = چونکہ ۔ محدبی = منسوب بہ محدب ، حدب کرہ کی بالائی سطح کو کہتے ہیں ، ابھرا ہوا ہونا ۔ مقعری = منسوب بہ مقعر بمعنی قعر دار ، کرہ کی اندرونی سطح کی طرح ، گڑھا ہونا ، پچکا ہوا ہونا ۔ (۱۲) عذار = رخسار ۔ شکری = شیریں ۔ (۱۳) محرک = حرکت دینے والا ۔ مہیج = بھڑکانے والا ۔ قاہ قاہ = قہقہہ ۔ مطرب طرفہ زیوری = عمدہ زیور پہننے والی مغنیہ ، مینا گویا مطرب ہے اور قلقلِ مینا اس کے زیوروں کی جھنکار ۔ (۱۴) سرخوشی = سرور ۔ جرم = جسم ، جثہ ۔ جرمِ دماغ = مراد دماغ ۔ (۱۵) رطلِ گراں = بڑا پیالہ ۔ دمِ صبوح = صبح یا صبوحی کے وقت ۔ مۓ شبینہ = رات کی بچی ہوئی شراب ۔ امتیازِ طبع = پروفیسر ضیا احمد بدایونی نے شرح قصائدِ مومن میں "امتیاز" کو سہوِ کاتب

قرار دے کر" اہتزاز "چھایا" ہے۔ اہتزاز کے معنی ہیں خوشی سے ہلنا یا جھومنا۔ امتیاز کے لغوی معنی فرق کرنا یا تمیز کرنا ہیں۔ مومن نے انفرادی یا امتیازی خصوصیت کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ یعنی ہلکے خمار کی "تکلیف طبیعت کو ایک امتیازی خصوصیت عطا کر رہی ہو۔ ہلکے خمار کی تکلیف بھی ایک لطف رکھتی ہے۔

(۱۶) مشام = مشم کی جمع، سونگھنے کی جگہ، مراد دماغ۔ حورِ عیں = خوبصورت بڑی آنکھوں والی حور۔ نہ فلکِ نو آفریں = نئے بنے ہوئے نو آسمان۔ اَدخنہ = دُخان بمعنی دھواں کی جمع۔ بخور = دھونی۔ عنبر دہان = خوشبوؤں کے نام۔ مجمری = انگیٹھی کا۔ انگیٹھی میں جو عنبر دہان سلگائے جائیں وہ اپنے دھوئیں سے نئے نو آسمان بن جائیں اور ان کی خوشبو حورِ عین کے دماغ کے لیے عطر کا کام دینے لگے۔ (۱۷) شرابِ ناب = خالص شراب۔ گزک = وہ چیز جو شراب پینے کے ساتھ ذائقے کے لیے کھائی جائے۔ (۱۸) قصرِ زبرجد = زبرجد کا محل، زبرجد زمرد کی قسم کا ایک قیمتی پتھر ہوتا ہے۔ لعلی = نقاشی کا ایک سرخ رنگ، مراد سرخ۔

(۲۰) طولِ امل = امید کا طول یا سلسلہ۔ (۲۱) صاحب افسری = تاجداری، بادشاہت۔ (۲۲) پدری = باپ کی، اس لحاظ سے کہ آسمانوں کو آبائے عُلوی کہتے ہیں۔ مہرِ مادری = ماں کی محبت۔ زمین کا شمار اُمّہاتِ سفلی میں ہے۔ (۲۳) صنوبر = سرو کی طرح کا ایک درخت۔ عشقِ عیاں کی رعایت سے زبان کو نالہ کرنے والی قمری اور حسنِ ہنر کے نہاں رہنے کی رعایت سے دل کو صنوبر قرار دیا ہے، قمری صنوبر کی عاشق ہوتی ہے اور دل کو صنوبر سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ عشق کی تباہ کاری کو تو میری زبان نے قمریٔ نالہ کش کی طرح سب پر آشکار کر دیا لیکن میرے حسنِ ہنر کی قدر نہ ہوئی اس لیے وہ دل ہی میں نہاں رہا اور اس نے میرے دل کو صنوبر کا مصداق بنا دیا۔ (۲۴) برون شدن = باہر ہونا یعنی باہر نکلنا۔ قید سے مراد قیدِ دنیا ہے۔ بندِ گراں = سخت قید۔ بے دری = دروازہ نہ ہونا۔ (۲۵) جائے بجائے = جگہ جگہ۔ چنبری = مدوّر، گول۔ (۲۶) حذر = پرہیز

یا گریز جس میں ڈر شامل ہو ۔ ناکسی = بے طاقتی ۔ میری بے طاقتی میری دل جمعی کے لیے آفت ہے نہ کہ معشوق کی ستم کرنے کی ہوس، کیونکہ وہ دراصل میری بے طاقتی کی وجہ سے میری خواہشِ وصل سے گریز کرتا ہے ۔ پروفیسر ضیا احمد بدایونی نے "پُرحذر" کو "پُرحذر" قرار دیا ہے اور وصل سے وصلِ رقیب مراد لے کر یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ محبوب کو رقیب سے ملنے کی تمنّا ہے، اب نہ اسے قرار کا یارا ہے اور نہ ظلم کی خواہش ۔ (۲۷) مَباد = کہیں ایسا نہ ہو ۔ (۲۸) جزوِ ضعیف = کمزور حصّہ ۔ طالعِ دوں = قسمت کا خراب ستارا ۔ (۲۹) علمِ نجوم کے مطابق زہرہ وماہ کا مزاج سرد مانا جاتا ہے ۔ بروجِ آذری = بروجِ آتشیں، آسمان کے وہ برج جن کی تاثیر گرم مانی جاتی ہے، حمل، قوس اور اسد ۔

(۳۱) گونہ گونہ = طرح طرح کے ۔ فوج فوج = مراد کثیر، بہت زیادہ ۔ خصم = دشمن ۔ نیش = ڈنک ۔ گراں سری = پریشانی ۔ (۳۳) درک = ادراک، سمجھ ۔ منعمی، تونگری = دولت مندی ۔ (۳۴) امرائے عصر = مراد اِس زمانے کے امرا ۔ بہیمی = حیوانیت ۔ خری = گدھا پن ۔ (۳۵) بزعمِ آسماں = آسمان کی ضد یا گھمنڈ سے ۔ کمالِ داوری = مراد خدا کی قدرت ۔ (۳۶) کام روا = ضرورتوں کو پورا کرنے والا ۔ بے نظام کارِ جہاں کی ابتری = مراد ہر طرف حسنِ انتظام ہے (۳۷) فیل نشیں = ہاتھی پر بیٹھنے والا ۔ ممدوح نے مومن کو ہتھنی عطا کی تھی ۔ لاف و گزاف = شیخی، گھمنڈ ۔ (۳۹) گہر فشاں = موتی بکھیرنے والا ۔ ہُما = ایک روایتی بلند اقبال پرندہ جس کا سایہ پڑنے سے خیال ہے کہ آدمی بادشاہ ہو جاتا ہے ۔ کبوتر کا مرتبہ پانے کی حسرت ہما کے لیے جال بن جائے یعنی ہما کی یہ خواہش ہو کہ وہ کبوتر بن جائے تاکہ ممدوح کی نامہ بری کی عزّت حاصل کر سکے ۔ پرانے زمانے میں نامہ بر کبوتر ہوتے تھے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ خط لے جاتے تھے ۔

(۴۰) بارِ عطا = بخشش کا بوجھ یعنی کثرت ۔ کلبۂ خاکروب = جھاڑو دینے والے کا چھوٹا سا گھر ۔ (۴۱) حاتم و معن = عرب کے دو شخص جن کی سخاوت مشہور ہے ۔ صفِ نعال = وہ جگہ جہاں اہلِ محفل جوتیاں اتارتے ہیں ۔ کام بخشی =

حاجت روائی ـ فیض گستری = فائدہ پہنچانا ـ (۴۲) گہر نثار = موتی لٹانے والا ـ جائزہ = انعام، صلہ ـ آفریں = مراد زیادہ ـ یعنی جس طرح وقتِ گفتار ہونٹ موتی بکھیرتے ہیں اسی طرح وقتِ سخاوت ہاتھ گہر نثار کرتے ہیں، چنانچہ گفتگو اور سخاوت دونوں سے جو صلہ لوگوں کو ملتا ہے وہ برابر رہتا ہے ـ (۴۳) یک شبہ = ایک رات کا ـ نیمہ = آدھا ـ نیمروز = قدیم زمانے میں مشرقِ وسطیٰ کے ایک ملک کا نام، ولایتِ سیستان ـ بخششِ ہفتہ = ایک ہفتے کی سخاوت ـ ہفت کشوری = ہفت کشور کا، دیکھیے انشا کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۹۴ کا حاشیہ ـ ایک ہفتہ کی بخشش ہفت اقلیم کے محصول اور نفع کے برابر ہے ـ (۴۴) معتقد = اعتقاد کیا ہوا، مرجعِ عقیدت ـ شیخِ وقت = اپنے زمانے کا درویش، بڑا درویش قیصری = بادشاہت ـ (۴۵) درِّ یتیم = بڑا اور آبدار موتی جو پوری سیپی میں ایک ہوتا ہے اور بہت قیمتی ہوتا ہے ـ تری = مراد آنسو ـ (۴۶) مقرّری = مال گذاری ـ ملک اور مال گذاری کی کمی کو بھی بخشش و عطا پر محمول کیا ہے ـ (۴۷) لولیاں = لولی یعنی رقّاصہ کی جمع ـ تیرہ نگاہ = جس کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہو یا کوئی چیز اچھی نہ معلوم ہو، حاسد ـ لولیِٔ چرخِ چنبری = مدوّر آسمان کی رقّاصہ، مراد ستارۂ زہرہ ـ دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۸، کا حاشیہ ـ گرمِ دعائے بازگشت = دنیا میں واپسی کی دعا میں مصروف ـ دونوں شعروں کا مفہوم یہ ہے کہ ممدوح کی سخاوت کی وجہ سے اس کی محفل کی طوائفوں کی زیب و زینت دیکھ کر زہرہ کو کوئی چیز اچھی نہیں معلوم ہوتی ـ چنانچہ وہ خدا سے دعا کر رہی ہے کہ انسان کی شکل میں پھر زمین پر واپس آجائے تاکہ ممدوح کی محفل میں زیورات حاصل کر سکے اور زیورات کے اس رشک کا علاج کر سکے جو اس کی لولیانِ بزم کو دیکھ کر ہوا ہے ـ (۴۹) ادیم = چمڑا، مراد دسترخوان ـ مائدہ = دسترخوان ـ ذباب = مکھی ـ طنین = بھنبھناہٹ ـ طنطنہ = رعب و دبدبہ ـ

(۵۰) طراوت = تازگی ـ عطاس = چھینک ـ مشک بیز = مشک چھاننے والی، مراد خوشبودار ـ شمیمِ عنبری = عنبر کی خوشبو ـ ممدوح کا لطف مشک کی

خوشبو رکھنے والی ہوا ہے جس سے دماغ میں جوش تازگی پیدا ہوتا ہے اور
خُلق عنبر کی خوشبو ہے جس سے عزّو جاہ کو چھینک آتی ہے۔ خوشبودار ہوا سے
دماغ کو تازگی ملتی ہے، اسی طرح تیز خوشبو سے چھینک آتی ہے اور دماغ کو فرحت
حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ممدوح کا لطف دماغ کو تازگی بخشتا ہے
اور اس کا خُلق اتنا عظیم اور روح افزا ہے کہ عزّو جاہ کے لیے بھی باعثِ فرحت ہے۔
(۵۱) پتھر کو بوسہ دینا ہر مذہب میں جائز ہے کیونکہ کعبے میں حجرِ اسود کو اہلِ اسلام بھی
چومتے ہیں، ہاں سجدہ کرنے میں مختلف مذاہب میں اختلاف ہے۔ ممدوح کے آستانے
کا پتھر ایک ایسا صنم ہے کہ آزر کے تراشے ہوئے بتوں کو بھی اس پر رشک
آتا ہے، مذہبی اختلاف کی بنا پر چاہے اس کو سجدہ کرنا مناسب نہ ہو لیکن وہ
بوسہ دینے کے لائق ہے۔ آزر حضرت ابراہیمؑ کے چچا اور بت تراش تھے۔ (۵۳) مُل =
شراب۔ احمری = سرخی۔ (۵۴) امتزاج = ملانا، مجازاً ترکیب یا ساخت۔ گریۂ
مستی = وہ آنسو جو نشے یا انتہائی خوشی میں آنکھ میں آجاتے ہیں۔ روح گلاب =
آنکھوں کی سرخی کی مناسبت سے۔ عبہری = منسوب بہ عبہر بمعنی نرگسِ زرد۔
یعنی گریۂ مستی میں تیری آنکھیں سرخ گلاب اور نرگسِ زرد کا مجموعہ معلوم ہوتی ہیں۔
(۵۵) بعدِ یاس = کنایتہً خزاں کے بعد۔ خزاں کے بعد غنچہ دوبارہ شگفتہ ہو کر سراپا
بہار کیوں بن گیا۔ (۵۶) تیری ذات میں انصاف اور حسن کی یکجائی نے بربادی
کے اسباب کو برباد کر دیا ہے۔ شراب اور پری جو انسان کی تباہی کے موجب ہوتے
ہیں اب اس طرح بے ضرر ہو گئے ہیں کہ شراب تو تیری شرابِ لب کے نشے میں چور
ہے اور پری تیرے خوبصورت چہرے پر فریفتہ ہے۔ (۵۷) اطلس = ایک سادہ ریشمی
کپڑا، چرخ کے ساتھ اضافتِ تشبیہی ہے یعنی آسمان جو مثل اطلس کے ہے۔ پروفیسر ضیا احمد
بدایونی نے اطلسِ چرخ کو فلکِ اطلس کا مترادف قیاس کر کے معنی عرش اعلےٰ
لکھے ہیں یعنی نواں آسمان جو ستاروں سے خالی اور سادہ ہے۔ لیکن اس معنی میں
چرخِ اطلس کہنے کی ضرورت تھی۔ خجلت = شرمندگی۔ آب پیکری = منسوب بہ آب
پیکر، آب پیکر ایک ستارہ ہے۔ یہاں ممدوح کے جسم یا سراپا کی خوبصورتی مراد ہے

اور خجلتِ آب پیکری کے معنی اس شرمندگی کے ہیں جو ستاروں کو ممدوح کی آب پیکری
سے ہوتی ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ ممدوح کی آب پیکری کے رشک سے اطلسِ چرخ گرد
آلود ہے اور اس کے شرمندہ ہونے کی وجہ سے ستاروں کے بھی دل جل رہے ہیں۔
پروفیسر ضیا احمد بدایونی نے کلیاتِ مومن کے برخلاف کتابت کی غلطی قرار دے کر
اس شعر کو دو شعروں کے بعد رکھا ہے اور گھوڑے کی تعریف میں شمار کیا ہے (۵۸)
یکہ تاز = تنہا دوڑنے والا، مراد بے مثل۔ عرصۂ رزم گاہ = میدانِ جنگ۔ جامہ
دریدہ = جس کے کپڑے پھٹے ہوئے ہوں، مراد عاجز۔ قطرہ زنی = تیز رفتاری۔
صفدری = صف کو پھاڑنا، بہادری۔ (۵۹) توسنِ بادپا = تیز رفتار گھوڑا۔ وغا =
لڑائی۔ صرصرِ عاد = وہ آندھی جو عذابِ الٰہی کے طور پہ آئی تھی اور جس سے قومِ عاد
تباہ ہو گئی تھی۔ صرصری = منسوب بہ صرصر، مراد آندھی کی سی تیز رفتاری۔

(۶۰) ریاض = باغ، سبزہ زار۔ عرصہ = فاصلہ، مراد وسعت۔ بے شناوری =
بغیر تیرے ہوئے۔ (۶۱) نبرد = لڑائی۔ خصمِ جباں = بزدل دشمن۔ توسنِ برتریں فلک =
سب سے اونچے آسمان کا گھوڑا، بہت بلند گھوڑا۔ جانبری = جان بچنا۔ (۶۲) تگ و
دو = دوڑ دھوپ، مراد تیز رفتاری۔ طائری = پرندے کا اڑنا۔ تگاوری = گھوڑے
کی تیز رفتاری۔ (۶۳) سُبک عنانیاں = لگام کا ہلکا ہونا، مراد سبک رفتاری۔
گراں رکابیاں = لفظی معنی رکاب کا بھاری ہونا، لڑائی میں ثابت قدم رہنا اور
دشمن کے حملے سے پیچھے نہ ہٹنا، رکابوں پر دباؤ ڈالنے کی صورت میں گھوڑے
کا تیزی سے دوڑنا۔ غزالِ چیں = چین کا ہرن، سبک عنانیاں کی رعایت سے۔
بربر = افریقہ کا ایک ملک جہاں کا پلنگ یا چیتا مشہور ہے۔ پلنگِ بربری کی مناسبت
گراں رکابیاں سے ہے۔ (۶۴) مدیح سنج = مدح خواں۔ پیک = قاصد۔ (۶۵)
نیک محضری = مراد نیک خصلتی۔ (۶۶) کعبتَین = چوسر کے پانسوں کی جوڑی۔
نیلِ مرام = حصولِ مراد۔ شش جہت = شمال، جنوب، مشرق، مغرب، اوپر
اور نیچے ملا کر چھ سمتیں، مراد دنیا۔ قیدِ ششدری = قید جس سے نکلنا محال ہو،
چوسر یا شطرنج میں جب مہرہ ہر طرف سے پھنس جاتا ہے تو اس کو ششدر کہتے ہیں۔

ممدوح کا دشمن چوسر کے پانسوں کی طرح تباہ حال ہے اور دنیا میں اس کے حصولِ مقصد کی شال ایسی ہے جیسے مہرہ قیدِ ششدر میں ہو یعنی دشمن کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ (۶۷) بے جگری = خوف و دہشت، بزدلی۔ (۶۸) خود = مِغفَر، لوہے کی ٹوپی جو سر کی حفاظت کے لیے لڑائی میں پہنی جاتی تھی۔ ضرب = وار۔ حربہ = ہتھیار، مراد ہتھیار کا وار۔ بہ مغفری = آسمان کے برابر کا خود ہونا جس کا ذکر پہلے مصرع میں کیا ہے۔ یعنی خود کے بوجھ ہی سے دشمن کا سر ٹوٹ جائے گا۔ (۶۹) رام ہونا = مطیع ہونا۔ نہنگی = منسوب بہ نہنگ، گھڑیال کی خونخواری۔ غضنفری = منسوب بہ غضنفر، شیر کی بہادری۔

(۷۰) افعیٔ رمح = نیزے کا سانپ یعنی نیزہ۔ مارِ سیاہ = کالا سانپ۔ دلبری = دل لینا۔ (۷۱) پرِ خدنگ = پر جو تیر میں لگے ہوتے ہیں۔ سری = نوک۔ (۷۲) تیر = موسمِ گرما کے فارسی مہینے کا نام۔ سحابِ آذری = رومی مہینے آذر کا بادل، مراد بارش۔ (۷۳) ہفت پدر = سات باپ، مراد سات آسمان جو آبائے عُلوی کہلاتے ہیں۔ (۷۴) غایت = انتہا۔ (۷۵) فرقِ سروراں = بادشاہوں کا سر۔ (۷۶) خَدَم = خادم کی جمع۔ سنجر = سلجوقیوں کا ایک بادشاہ جس کو ترکوں نے شکست دے کر قید کر دیا تھا۔ مدح میں اس شعر کا مضمون عجیب ہے۔ (۷۷) شرف = عزّت، اصطلاحِ نجوم میں ستارے کا اپنے اصلی برج میں آنا۔ بیت = گھر، مراد برج۔ ماہ کے ساتھ زہرہ اور زہرہ کے ساتھ مشتری کا ایک برج میں جمع ہونا سعد ہے لیکن تیرے در پہ حاضری کے آگے اب ان کا یہ شرف بھی باعثِ شرم ہے۔ (۷۸) پاک گوہری = عالی نسبی۔ ممدوح کی لاولدی کی طرف اشارہ ہے۔

(۸۰) دبیر = منشی۔ دم = سانس، مراد نطق۔ سحرِ حلال = جائز جادو، مراد شاعری، اسلام کی رو سے جادو ناجائز ہے لیکن چونکہ شاعری بھی جادو کا اثر رکھتی ہے اس لیے اس کو سحرِ حلال کہتے ہیں۔ سامری = حضرت موسیٰ کے زمانے کا ایک جادوگر جس نے سونے چاندی کا گوسالہ بنا کر بنی اسرائیل کو گمراہ کیا تھا۔ طورِ کلیم = کوہِ طور جس پر حضرت موسیٰ کو خدائے تعالیٰ نے جلوہ دکھایا تھا۔ (۸۲) لاف زنی = تعلّی،

اپنی بڑائی ہانکنا۔ پسِ مدیح = مدح کے بعد۔ رسمِ قدیم = چونکہ دوسرے قصیدہ نگاروں خصوصاً انوری نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ لیکن میں اس نئے غم سے بچ نہیں سکتا یعنی مدح کے بعد اپنی تعریف کرنے پر مجبور ہوں۔ (۸۴) متنبی و جریر = عرب کے دو مشہور شاعر۔ (۸۵) حیرتیِ عقوبتِ تازہ = نئے عذاب دیکھ کر حیران ہونے والا۔ موکلانِ قہر = عذاب کے فرشتے۔ بسکہ = چونکہ۔ تیرہ = تاریک۔ روانِ انوری = انوری کی روح۔ اوحدالدین محمد انوری فارسی کا مشہور قصیدہ نگار ہے جس نے ۵۸۵ھ کے لگ بھگ وفات پائی۔ میرے حسد کی وجہ سے انوری کی روح تاریک ہے اور ہر لمحہ ایک عذابِ تازہ میں مبتلا ہے جس کو دیکھ کر قہر نازل کرنے والے فرشتے بھی حیران ہیں۔ (۸۶) گل زمیں = اچھی زمین کا قطعہ، یہاں شعر کی زمین (وزن، قافیہ اور ردیف) مراد ہے اور اس قصیدے کی زمین کی طرف اشارہ ہے۔ مزرعِ غیر = دوسرے کی کھیتی۔ چونکہ اس زمین میں دوسرے فارسی شعرا کے بھی قصیدے ہیں۔ سرِ کدیوری = کاشت کا خیال۔ (۸۷) نانِ گدا = فقیر کی روٹی، اس قصیدے کی زمین کی طرف اشارہ ہے۔

شاہِ جہاں = اپنی طرف اشارہ کیا ہے۔ باہمہ برتری = اس بڑائی کے ساتھ جو مجھ میں ہے یا جس کا مجھے دعویٰ ہے۔ دروغ = جھوٹ یعنی جھوٹ ہے۔ آرزوئے فروتری = اپنے آپ کو گرانے کی خواہش جس پر دوسرے شعرا کی زمین میں شعر کہنا دلالت کرتا ہے۔ (۸۸) بوسہ زن ہونا = چومنا۔ تازی = عربی۔ دری = فارسی کی ایک شاخ، مراد فارسی۔ (۸۹) چنار، سرو، بید = درختوں کے نام جن میں پھل نہیں ہوتے۔ باد فروش = خوشامد کرنے والا، تعریف کرنے والا، بھاٹ۔ نوبری = نئے نئے پھل لانا۔

(۹۰) تاب کاہ = طاقت کو گھٹانے والا۔ ناب = خالص۔ صبر = ایلوا ایک تلخ گوند۔ سقوطرہ = ایک جزیرہ جہاں کا ایلوا مشہور ہے۔ (۹۱) طلاقتِ لساں = تر زبانی۔ چارۂ صدرہ آزما = سو طرح آزمایا ہوا علاج۔ ازپئے گنگی و کری = گونگے پن اور بہرے پن کے لیے۔ (۹۲) معاند = عناد رکھنے والا دشمن۔ حسود = بڑا حاسد، بڑا

بدخواہ - ہرزہ ستائے رفتگان = گزرے ہوئے لوگوں کی بیہودہ تعریف کرنے والا۔ باجیٔ خویش = خود اپنی ہجو کرنے والا - بلب کف آوری = منہ میں جھاگ بھر لانا - (۹۳) سگانِ جیفہ خوار = مردار کھانے والے کتے - استخواں پرست = ہڈیوں کی پرستش کرنے والا، شعرائے گذشتہ کی تعریف کے اعتبار سے - سریر = تخت - خطیب = خطبہ پڑھنے والا - حضیض = پستی - منبر = جس پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے ہیں - (۹۵) بکرِ فکر = تخیل کی دوشیزہ - زہرہ معجری = ستارۂ زہرہ کی طرح معجر یا اوڑھنی استعمال کرنا - (۹۶) رونما = منہ دکھائی کی نذر یا رقم - بیع = خرید - پایہ فزائے مشتری = خریدار کا رتبہ بڑھانے والا - (۹۷) مقال = بات، گفتگو، کلام - (۹۹) بیتِ ہفتمیں = ساتواں برج یعنی میزان جس میں لوئی فلک یا ستارۂ زہرہ کا ہونا باعث سعادت ہوتا ہے - نہم = نواں برج یعنی قوس جس میں سورج کا ہونا سعد (مبارک) ہے - فرح = خوشی - عروسِ خاوری = مراد سورج - (۱۰۱) غارتیاں = غارتی (یعنی غارت کرنے والا) کی جمع، مراد معشوق - لب شکرانِ عسکری = عسکر کے معشوق - عسکر = ایک مقام جو بصرہ اور فارس کے درمیان واقع ہے اور جہاں کے لوگ خوبصورت ہوتے ہیں - (۱۰۳) تلخیٔ بادہ شکری = شراب کی تلخی شیریں ہو جائے - (۱۰۴) تیری محفل میں شعلہ ہو تو معشوقوں کے عارضِ روشن کا اور دھواں ہو تو زلفِ عنبری کا - (۱۰۵) سوئے ہزار = بلبل کی طرف - گوش جاں = سننے میں از حد مشغول، سننے کا از حد مشتاق یا منتظر، گوش برآواز - زرفشاں = زیرہ بکھیرنے والا (پھول کی رعایت سے)، چمک دکھانے والا - گلِ تری = تر و تازہ پھول -

مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی

قصیدہ ۱

(۱) خودبیں = اپنے آپ کو دیکھنے والا - دنیا معشوقِ حقیقی کی یکتائی کے جلوے کے سوا کچھ نہیں ہے، ہر چیز میں اس کا جلوہ نمودار ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو خود اپنا جلوہ دیکھنا منظور ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی چیز وجود میں نہ آتی۔ (۲) تماشا = نظارہ، مشاہدہ - نظارے سے یا تو شوق پیدا ہونا چاہیے یا عبرت

حاصل ہونا چاہیے، اسی طرح تمنّا کا مقصد یا تو حصولِ دنیا ہو یا حصولِ دین، لیکن نظّارے کی بے دلی اور تمنّا کی بے کسی کا یہ حال ہے کہ دونوں کا کوئی مقصد نہیں رہا۔ (۳) ہرزہ = بیہودہ، لغو۔ وجود و عدم یا زندگی اور موت کے بارے میں گفتگو اور دیوانگی و ہوش مندی میں امتیاز کرنا سب فضول ہے کیونکہ معشوقِ حقیقی کے سوا کوئی چیز موجود نہیں ہے یا تمام چیزیں فانی ہیں۔ (۴) ہمہ = تمام تر۔ خمیازۂ عرضِ صورت = اظہارِ صورت (بخلاف معنی) کا نتیجہ۔ پیمانہ = ناپنے کا آلہ، مراد معیار۔ ذوقِ تحسیں = تعریف سننے کا شوق۔ معنی شناسی اور حق گوئی دنیا سے اُٹھ گئی ہے، جو لوگ بظاہر معنی کے جویا ہیں وہ بھی در اصل اظہارِ صورت کے دلدادہ یا صورت پرست ہیں۔ اسی طرح سچ بھی لوگ اس لیے نہیں بولتے کہ سچ بولنا چاہیے بلکہ اس لیے کہ لوگ تعریف کریں کہ کتنا سچّا آدمی ہے۔

(۵) لافِ دانش = عقلمندی کا دعویٰ۔ معلوم = مراد معدوم، نہ ہونا۔ دُرد = تلچھٹ۔ چہ = کیا۔ دانش کی مناسبت دنیا سے اور عبادت کی دین سے ہے۔

(۶) باد بہ دستِ تسلیم = رضاجوئی کی مٹھی میں ہوا ہے یعنی کچھ نہیں ہے۔ خاک بہ فرقِ تمکیں = تمکین کے سر پر خاک ہے یعنی خواری ہے۔ تمکین = قدر، عزّت، رتبۂ دنیاوی، غرور۔ جس طرح مضمونِ وفا بے معنی ہے یعنی دنیا میں وفا سے کچھ حاصل نہیں اسی طرح تسلیم و رضا سے کچھ نہیں ملتا اور دنیاوی قدر و منزلت بھی اسی طرح ذلیل و خوار ہے جس طرح پاؤں کا نشان خاک میں اٹا ہوتا ہے۔ مراد یہ کہ چاہے کوئی تسلیم و رضا کا مسلک اختیار کرے چاہے اس کے برعکس دنیاوی عزّت و وقار پر گھمنڈ کرے جب دین و دنیا سب بے حقیقت ہیں تو کسی چیز سے کوئی فائدہ نہیں۔ (۷) زنگار = زنگ، کدورت۔ عشق جس کو لوگ بڑی اہمیت دیتے ہیں محض اختلالِ حواس ہے اور خواہشِ وصل علامت ہے اس بات کی کہ چمنِ یقین کا آئینہ زنگ آلود ہے یعنی عشق کامل نہیں ہے، کیونکہ اگر عشق کامل ہوتا تو وصلِ ظاہری کی خواہش نہ ہوتی۔

(۸) کوہکن = فرہاد، خسرو پرویز بادشاہِ ایران کی بیوی شیریں کا ناکام عاشق جس نے شیریں کو حاصل کرنے کے لیے کوہِ بے ستون کاٹ کر دودھ کی نہر نکالی تھی،

لیکن آخر میں شیریں کی موت کی جھوٹی خبر سن کر اپنے تیشے سے خودکشی کر لی تھی۔ گرسنہ = بھوکا۔ رقیب = مراد خسرو پرویز۔ فرہاد جس کی کوہ کنی کی بڑی دھوم ہے ایک بھوکا مزدور تھا جس نے اپنے رقیب خسرو پرویز کے لیے عشرت گاہ تراشنے کی حماقت کی اور کوہ بے ستون جسے اس نے کاٹا تھا اس کی محبوبہ شیریں کی تغافل شعاری کا نمونہ تھا کیونکہ شیریں اگر تغافل نہ کرتی تو اسے یہ مصیبت نہ اٹھانا پڑتی۔ (۹) آتش خیز = جس سے آگ نکل رہی ہو۔ یعنی اہلِ وفا کی شعلہ بار آہوں کی آج تک کس نے پروا کی ہے اور غمگین دلوں کے نالوں میں کب تاثیر پیدا ہوئی ہے۔

(۱۰) سامع = سننے والا۔ زمزمہ = نغمہ۔ سرو برگ = مراد خیال، پروا۔ ستائش = تعریف۔ نفریں = ملامت۔ (۱۱) ہرزہ سرا = بیہودہ گو، یاوہ گو۔ عیاذاً باللہ = پناہ ہے اللہ کی، خدا کی پناہ۔ یک قلم = بالکل۔ (۱۲) نقش = مراد تعویذ۔ لاحول = کلمۂ نفرت و بیزاری، لاحول ولا قوۃ الا باللہ (نہیں ہے کوئی مدد اور طاقت سوائے اللہ کے) کا مخفف۔ خامۂ ہذیاں تحریر = مہمل باتیں لکھنے والا قلم۔ دسواس قرین = شک و شبہہ سے قریب۔ (۱۳) ختمِ رُسل = رسولوں کے سلسلے کا اختتام، خاتم النبیین، مراد پیغمبرِ اسلام۔ یقیں = ایمان۔ (۱۴) سرمایۂ ایجاد = دنیا کی پیدائش کا سرمایہ۔ کفِ خاک = ایک مٹھی خاک۔ گردہ = مصوّر کا خاکہ، سفوف جو مصور استعمال کرتے ہیں۔ گردۂ تصویرِ زمیں = زمین کی تصویر کا خاکہ۔ وہ سرمایۂ ایجادِ عالم جس جگہ چلے وہاں کی ہر مٹھی بھر خاک سے کرۂ زمین بن سکتا ہے۔ (۱۵) ناموس = عزت۔ امین = امانت دار۔ (۱۶) نسبتِ نام = نام کا تعلّق۔ اشارہ ہے حضرت علیؓ کے ایک نام ابو تراب کی طرف۔ ابو تراب کے لفظی معنی ہیں مٹّی کا باپ یا مالک۔ روایت ہے کہ ایک موقع پر حضرت علی کو زمین پہ لیٹا ہوا گرد و غبار میں آلودہ دیکھ کر رسولِ خدا نے ان کو ابو تراب کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ ابداً = ہمیشہ۔ خم شدہ = جھکا ہوا۔ ممدوح کے نام سے تعلّق کی وجہ سے زمین کا یہ رتبہ ہے کہ آسمان کی پیٹھ زمین کے ناز کے آگے ہمیشہ جھکی رہے۔ (۱۷) فیضِ خُلق = نیک خوئی کا فائدہ یا کرم۔ نفسِ بادِ صبا = ہوا کی سانس، مراد ہوا۔ عطر آگیں = عطر سے

بھرا ہوا، خوشبودار۔ (۱۸) بُرِش = کاٹ۔ سررشتۂ ایجاد = مراد دنیا کی پیدائش کا سلسلہ۔ (۱۹) رنگ ٹوٹنا اور رونق ٹوٹنا بالترتیب رنگ شکستن اور رونق شکستن کا ترجمہ ہیں، مراد رنگ اور رونق کا زائل ہونا۔ بت خانۂ چین = قدیم زمانے میں چین کا مشہور بت خانہ۔

(۲۰) جاں پناہا = اے جان کو پناہ دینے والے۔ دل و جاں فیض رسانا = اے دل و جان کو فیض پہنچانے والے۔ وصی = وصیت کیا ہوا، نائب۔ (۲۱) اطہر = نہایت پاک۔ اشارہ ہے فتحِ مکّہ کے بعد اِس واقعے کی طرف کہ حضرت علیؓ نے پیغمبرِ اسلام کے شانۂ مبارک پر چڑھ کر خانۂ کعبہ میں آویزاں قبیلۂ بنی خزاعہ کے بت "ہُبل" کو بلندی سے گرایا تھا۔ ناصیہ = پیشانی۔ ناصیۂ عرش نگیں یعنی تیرا اسمِ گرامی عرش پر اس طرح کندہ ہے جس طرح انگوٹھی کے نگ پر نام کندہ ہوتا ہے۔ (۲۲) بغیر از واجب = سوائے ذاتِ واجب یعنی خدائے تعالیٰ کے۔ شعلۂ شمع = شمع کی آئین بندی یا آرائش اس کا شعلہ ہی کر سکتا ہے۔ (۲۳) جوہرِ آئینۂ سنگ = سنگِ آستانۂ ممدوح کے آئینے کا جوہر یا وہ قوّت جس سے آئینے میں عکس دکھائی دیتا ہے۔ رقمِ بندگی = مراد حضرت جبرئیل کی جبیں سائی کے نشان۔ ممدوح کے سنگِ آستاں کو آئینہ اور اس پر حضرت جبرئیل کی جبیں سائی کے نشانوں کو جوہر قرار دیا ہے۔ (۲۴) اسبابِ نثار آمادہ = وہ چیزیں جو نثار ہونے کے لیے آمادہ ہیں۔ (۲۵) کام = تالو۔ تسلیم = اطاعت۔ لوح و قلم = وہ تختی اور قلم جو عرش پر ہیں۔ (۲۷) معاصی = گناہگاری۔ (۲۸) گستاخ طلب = مانگنے میں بے ادب یا بیباک، مراد بیباک۔ از بسکہ = چونکہ۔ (۲۹) اجابت = قبولیت۔ (۳۰) شبّیر = حضرت امام حسین کا ایک نام۔ (۳۱) دُلدُل = حضرت علی کے ایک گھوڑے کا نام۔ اس سے قدم اور مجھ سے جبیں = اس کا قدم ہو اور میری جبیں۔ (۳۲) الفت نسب = الفت سے نسبت رکھنے والا۔ توحید فضا = جس کی فضا توحید ہو یعنی جو توحید سے معمور ہو۔ جلوہ پرست = خدا یا ممدوح کے جلوے کی پرستار۔ نفسِ صدق گزیں = صداقت سے معمور سانس، مراد حق گوئی۔

(۳۳) صرفِ اعدا = دشمنوں کے مصرف میں۔

قصیدہ ۲

(۱) مہِ نو کی خمیدگی کو جھک کر سلام کرنے سے تعبیر کیا ہے۔ (۲) ہر مہینے کے آخر میں چاند دو دن نہیں نظر آتا اور دوبارہ تیسرے دن دکھائی دیتا ہے۔ اندام = جسم۔ (۳) اس شعر کے دوسرے مصرع سے اگلے شعر تک چاند کا جواب ہے۔ (۵) حبّذا = مرحبا کی طرح کلمۂ تحسین، واہ وا۔ (۹) نمّام = چغل خور۔

(۱۰) انام = مخلوقات۔ (۱۱) حلقہ بگوش = فرمانبردار، غلام۔ (۱۲) بطرزِ استفہام = سوالیہ انداز میں، کیا غالبؔ اس کا غلام نہیں ہے، یعنی غالبؔ بھی اس کا غلام ہے۔ (۱۳) قربِ ہر روزہ بر سبیلِ دوام = روزانہ حضوری ہمیشہ کے لیے۔ (۱۴) روشناسی = جان پہچان، باریابی۔ صِیام = صَوم بمعنی روزہ کی جمع۔ (۱۹) فرِّ فروغ = روشنی کی شان۔

(۲۰) منازلِ فلکی = آسمان کی منزلیں۔ تیزیِ گام = تیز رفتاری۔ یعنی چودہ دن گردش کرنے کے بعد جب ماہِ کامل بن جائے۔ (۲۱) پرتو = روشنی۔ فروغ پذیر = روشن۔ مشکو = محل سرا۔ منظر = نظّارے کی جگہ۔ بام = بالاخانہ۔ (۲۴) یعنی تو نے مجھ کو قتل کر کے بلا وجہ اپنے سر الزام لیا۔ (۲۶) لذّتِ دشنام = وہ لطف جو گالی کھانے یا بُرا بھلا سننے میں حاصل ہو۔ (۲۷) ناقوس = سنکھ۔ اِحرام = حج کا لباس۔ (۲۸) قدح = شراب کا بڑا پیالہ۔ نقد = مراد نقد رقم۔ وام = قرض۔ (۲۹) اِبرام = اصرار، ضد۔

(۳۱) پیکِ تیز خرام = تیز رفتار قاصد۔ (۳۲) ناصیہ سا = جبیں سائی کرنے والا۔ بہرام = مریخ ستارہ۔ (۳۴) مظہرِ ذوالجلالِ و الاکرام = خدائے تعالیٰ کا مظہر جو جلال اور اکرام والا ہے۔ (۳۵) حدیقہ = چمن۔ (۳۷) قیصر = بادشاہِ روم کا لقب۔ جم = جمشید، قدیم ایران کا ایک مشہور بادشاہ۔ سام = مشہور ایرانی پہلوان اور رستم کا دادا۔ (۳۸) زندگی افزا = زندگی کو بڑھانے والا۔

فرخی فرجام = مبارک انجام۔ (۳۹) چشم بد دور = خدا نظر بد سے بچائے۔ نوحشَ اللہ = لفظی معنی اللہ اس کو وحشت نہ دے۔ کلمۂ تعجب و تعظیم، ماشاء اللہ۔

(۴۰) جرعہ خوار = گھونٹ پینے والا۔ مرشدِ جام = مراد جمشید بادشاہ جس کا جام مشہور ہے۔ (۴۱) ایرج = فریدوں بادشاہ کے بیٹے کا نام۔ تور = فریدوں بادشاہ کے بڑے بیٹے کا نام جس سے توران منسوب ہے۔ خسرو = سیاوش بن کیکاؤس کا بیٹا، پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں بھی جو شیریں کا عاشق تھا۔ بہرام = عراق کے ایک بادشاہ کا نام جس کو بہرام گور بھی کہتے ہیں۔ چاروں نام زمانۂ قدیم کے مشہور بادشاہوں کے ہیں۔ (۴۲) گیو = مشہور ایرانی پہلوان جو گودرز پہلوان کا بیٹا تھا۔ بیژن = ایک مشہور ایرانی پہلوان جو گیو کا بیٹا، رستم کا بھانجا اور افراسیاب کی بیٹی منیزہ کا عاشق تھا۔ رہام = گودرز پہلوان کا بیٹا اور مشہور ایرانی پہلوان۔ (۴۳) موشگافی = بال میں شگاف کرنا۔ ناوک = تیر۔ صمصام = تلوار۔ (۴۴) تیرا تیر دشمن کے تیر کو نشانہ بناتا ہے اور تیری تلوار دشمن کی تلوار میں نیام کی طرح گھس جاتی ہے۔ (۴۵) رعد = فرشتہ جس کی آواز بادل کی گرج ہے۔ اس شعر کے پہلے مصرع کا تعلق اگلے شعر کے پہلے مصرع اور دوسرے مصرع کا تعلق اگلے شعر کے دو مصرع سے ہے۔ (۴۶) گراں جسد = بھاری جسم والا۔ رخش = رستم کے گھوڑے کا نام، مراد گھوڑا۔ سبک عناں = مراد تیز رفتار۔ (۴۷) صورت گری = تصویر کشی۔ دستگاہِ تمام = قدرتِ کاملہ، مہارتِ تامہ۔ (۴۸) مضروب = ضرب لگایا ہوا، جس پر وار کیا جائے۔ ادغام = دو حرفوں کو ایک کر دینا، باہم پیوست ہونا۔ (۴۹) رقم پذیر ہوئے = لکھے گئے۔ لیالی = لیل بمعنی رات کی جمع۔ ایام = یوم بمعنی دن کی جمع۔

(۵۰) بہ کلکِ قضا = بحکمِ خدا یا مرضئ الٰہی کے قلم سے۔ مجملاً = مختصراً۔ (۵۱) شاہد = معشوق۔ دشمن کام = وہ شخص جو دشمنوں کی مراد کے موافق تباہ حال ہو۔ (۵۲) تیز گرد = تیزی سے گردش کرنے والا۔ نیلی فام = نیلے رنگ کا۔ (۵۳)

حکم ناطق = قطعی حکم۔ خال = تل۔ (۵۴) رم = بھاگنا، مراد چلنا۔ (۵۵) رخشاں = چمکدار۔ خسرو = بادشاہ۔ شحنہ = کوتوال۔ (۵۶) توقیع = فرمان۔ ارقام = لکھنا۔ (۵۷) طرازِ دوام = نقشِ ہمیشگی۔ (۵۸) روائی = رواج، چلن۔ رسائی = پہنچ۔ تیری سلطنت ازل سے جاری ہے، اس کے انجام کی ابد تک رسائی ہو یعنی ابد تک جاری رہے۔

کرامت علی شہیدی

(۱) رقم = لکھنا، لکھائی۔ مد = عنوان، پیشانی، مد کی شکل کا مخفف بسم اللہ۔ (۲) حجت = دلیل۔ (۳) دبستان = مکتب۔ عقلِ کل = مراد جبریل۔ لوحِ زبرجد = زبرجد کی تختی، مراد آسمان۔ زبرجد = زمرد کی قسم کا ایک قیمتی پتھر۔ (۴) چمن پیرائے کُن = کُن کا چمن آراستہ کرنے والا، کائنات کو پیدا کرنے والا، مراد وہ فرشتہ جس کو خدا نے کائنات کی تخلیق کے لیے سب سے پہلے پیدا کیا۔ عقلِ اول، جبریل۔ دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۶۰ کا حاشیہ۔ فراش = فرش بچھانے والا۔ آفرینش = دنیا کی پیدائش۔ بوٹا = پھول، گل کاری۔ عجم = غیر عربی ممالک، ایران و توران۔ نوشیرواں = کسریٰ، ایران کا ایک مشہور قدیم بادشاہ۔ روایت ہے کہ پیغمبر اسلام صلعم کی ولادت کے وقت قصرِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے تھے۔ (۷) گہوارہ جنباں = پالنا ہلانے والا۔ روح الامین = مراد جبریل۔ روایت ہے کہ حضرت جبریل حکمِ الٰہی سے حضرت حسن اور حضرت حسین کو اپنے پروں سے جھولا جھلایا کرتے تھے۔ پیغمبر اسلام نے حضرت حسن اور حضرت حسین کو اپنا فرزند قرار دیا تھا۔ (۸) طوبیٰ = جنت کے ایک درخت کا نام۔ سہی قد = موزوں قد رکھنے والا۔ پیغمبر اسلام کے جسمِ مبارک کا سایہ نہیں تھا۔ (۹) تلزم = سمندر۔ جزر = اتار، بھاٹا۔ مد = چڑھاؤ، جوار۔

(۱۰) تسنیم و کوثر = جنت کی نہروں کے نام۔ دُرِ یتیم = بڑا اور آبدار موتی

جو پوری بیسی میں ایک ہوتا ہے۔ بحرِ سرمد = ہمیشگی کا سمندر۔ (۱۱) قفلِ ابجد
کا = قفلِ ابجد، ایک قسم کا تالا جس میں حلقوں پر حروف بنے ہوتے ہیں، حلقوں کو
گھمانے سے جب ایک مقرّرہ لفظ بن جاتا ہے تو تالا کھل جاتا ہے ورنہ بند رہتا ہے۔
(۱۲) محسود = حسد کیا ہوا۔ روحِ مجرّد = مطلق روح، کنایتہً حضرت عیسیٰ یا حضرت
جبرئیل۔ یہاں ممدوح کی روحِ مبارک۔ شیرازہ = کتاب کی جزبندی یا سلائی، مراد
ترتیب۔ ارکان = مراد چار عناصر آگ، پانی، ہوا اور مٹی جن کے باہمی ربط پر
زندگی منحصر سمجھی جاتی ہے۔ افزوں = زیادہ۔ محرّر = لکھا ہوا، غیر مجلّد۔
مجلّد = جلد بندھا ہوا۔ (۱۴) افعی = سانپ۔ قصرِ اخضر = سبز محل۔ خدا
کے حکم کے خلاف ابلیس نے جب آدم کو سجدہ نہیں کیا اور وہ جنّت سے نکال
دیا گیا تو اس نے سانپ کی صورت میں جنّت میں داخل ہو کر حضرت آدم کو
بہکایا تھا۔ کہتے ہیں زمرّد کے عکس سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے۔ (۱۵) برزخ
کبریٰ = مراد بڑی بزرگ درمیانی ہستی۔ برزخ موت سے قیامت تک کے
زمانے اور ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو۔ مشدّد =
تشدید دیا ہوا۔ (۱۶) ذاتِ مطلق = خدا۔ احد = ایک، مراد خدا۔ (۱۷)
ذوالقرنین = سکندر بادشاہ کا لقب۔ قرن کے معنی گیسو، زمانہ، پہاڑ
وغیرہ کے ہیں۔ ذوالقرنین کے معنی ہیں دو قرن والا۔ سکندر کا یہ لقب
اس لیے پڑا کہ وہ دو گیسو رکھتا تھا، دنیا کی دو سمتوں تک پہنچا تھا یا نور
و ظلمت دونوں میں داخل ہوا تھا۔ سدّ = دیوار، روک، لوہے اور
تانبے کی وہ روایتی دیوار جو سکندر ذوالقرنین نے حدِّ مشرق میں یاجوج اور
ماجوج کی اولاد کے فتنوں سے بچنے کے لیے دو پہاڑوں کے بیچ میں تعمیر
کرائی تھی۔ (۱۸) پابوس = پاؤں چومنا۔ کیواں = ستارۂ زحل جو ساتویں
آسمان پر ہے۔ فرق = سر۔ فرقد = قطب شمالی کے گرد گھومنے والے دو
ستاروں میں سے ایک ستارے کا نام۔

(۲۲) سنگِ اسود = کالا پتھر، کعبے کا وہ سیاہ پتھر جس کو بوسہ دینا

مسلمان گناہوں کے دور ہونے کا باعث سمجھتے ہیں۔ (۲۳) قادر انداز = حکمی تیر چلانے والا۔ قضا و قدر کے عموماً ایک ہی معنی لیے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں دونوں میں یہ فرق پیشِ نظر ہے کہ قضا تو وہ حکمِ الٰہی ہے جو مجموعی اور مختصر طور پر ازل کے دن تمام کائنات کی نسبت ہو چکا ہے اور قدر وہ حکمِ الٰہی ہے جو بہ تدریج اس حکمِ ازلی کے مطابق ہر فرد کی نسبت الگ الگ اور تفصیل کے ساتھ ہوتا رہتا ہے۔ (۲۴) محل = موقع۔ مُؤکّد = تاکید کیا ہوا۔ اشارہ ہے قرآنِ کریم میں اس ارشادِ الٰہی کی طرف کہ منکرینِ رسالت ہرگز اپنے انکار سے باز نہ آئیں گے۔ (۲۵) زندیق = بے دین، ملحد۔ مرتَد = اسلام سے پھرا ہوا۔ (۲۶) صفاہاں = اصفہان، ایران کا شہر جہاں کی تلوار مشہور ہے۔ تیغِ مہنّد = تیغِ ہندی، ہندوستان کی بنی ہوئی تلوار جس کا عرب و عجم میں بڑا اعتبار تھا۔ یہاں شاعر نے اپنی شاعری کو تیغِ مہنّد کہا ہے۔ (۲۷) مجدّد = نیا کیا ہوا، نیا۔ تقویمِ کہن = پرانی جنتری۔

(۳۰) مخلّد = ہمیشہ کا، دائمی۔ (۳۱) طُعمہ = لقمہ، خوراک۔ دام = وہ چوپائے جو گھاس کھاتے ہیں۔ دَد = درندہ، پھاڑنے والا چوپایہ، شیر چیتا وغیرہ۔

شیخ امان علی سحؔر لکھنوی

(۱) جانِ عالم = واجد علی شاہ آخری تاجدار اودھ (۱۸۴۷ء تا ۱۸۵۶ء) کا لقب۔ ۱۸۵۶ء میں انگریزوں نے ان کو معزول کرکے اودھ کو اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ اسی زمانے کے حالات کی طرف اشارہ ہے۔ (۴) بوتراب = مراد حضرت علیؓ، دیکھیے غالبؔ کے قصیدہ نمبر ۱ کے شعر نمبر ۱۶ کا حاشیہ۔ (۶) ابوالفضل = دربارِ اکبری کا مشہور وزیر اور مصنّف ابوالفضل علامی، باپ کا نام شیخ مبارک تھا۔ ۱۵۵۱ء میں پیدا ہوا۔ شہزادہ سلیم (جہانگیر) کی سازش سے ۱۶۰۲ء میں قتل کیا گیا۔ تصانیف میں اکبر نامہ خصوصاً اس کی آخری جلد آئینِ اکبری بہت مشہور ہے۔ فیضی = شیخ ابوالفیض

فیضی، ابوالفضل کا بڑا بھائی، دربارِ اکبری کا ملک الشعرا اور فارسی کا بلند پایہ مصنف و شاعر۔ ۱۵۴۷ء میں پیدا ہوا اور ۱۵۹۵ء میں وفات پائی۔ تصنیفوں میں مثنوی نل دمن اور انشائے فیضی زیادہ مشہور ہیں۔ عرفی = دیکھیے سودا کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۳۲ کا حاشیہ۔ اکبرِ اول = شہنشاہ اکبر ۱۵۴۲ء میں امرکوٹ میں پیدا ہوا۔ زمانۂ حکومت ۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء تک ہے۔ نورتن = اکبر کے باکمال نو درباری جن میں ابوالفضل، فیضی، خانخاناں، کوکلتاش، حکیم ہمام، حکیم ابوالفتح، بیربل، راجہ ٹوڈرمل اور راجہ مان سنگھ شامل ہیں۔ (۸) چوتھی پٹھانوں کی ایک رسم۔ تیجا = مرنے سے تیسرے دن کا فاتحہ۔ (۹) وردیاں = وردی کی جمع، شاہی دروازے پر صبح و شام طنبور اور نقارہ وغیرہ بجنا۔ گجر = چار، آٹھ اور بارہ بجے گھنٹوں کا بجنا۔

(۱۰) صاحب جوہر = ہنر باکمال کا مالک، جوہر کی مناسبت دوسرے مصرع سے ہے کیونکہ جوہر ان قدرتی نقوش یا حلقوں کو بھی کہتے ہیں جو اچھی تلوار کی دھار پر دکھائی دیتے ہیں۔ اصفہانیاں = اصفہانی کی جمع، مراد تلواریں۔ (۱۶) پُشتہ = چھوٹی دیوار یا مٹی کا ڈھلواں ڈھیر جس کو استحکام کے لیے بڑی دیوار کی جڑ میں لگاتے ہیں۔ (۱۸) برق انداز = توڑے دار بندوق رکھنے والا سپاہی۔
(۲۰) قیصر باغ = واجد علی شاہ کا بنوایا ہوا لکھنؤ کا ایک مشہور باغ جس میں زیادہ تر انھیں کی تعمیر کرائی ہوئی عمارتیں تھیں، اسی میں کوٹھی خاص مقام میں واجد علی شاہ رہتے تھے اور سال میں ایک بار عظیم الشان میلہ ہوتا تھا جس میں عوام الناس کو گیروے لباس میں شریک ہونے کی اجازت ہوتی تھی۔ غیرتِ طوبا = جنت کے میوہ دار درخت طوبیٰ کے لیے شرم یا رشک کا باعث۔ (۲۵) کھیت کرنا = نکلنا، طلوع ہونا۔ (۲۶) موتیا = ایک پھول کا نام۔ (۲۷) بنفشہ = ایک مشہور گھاس، خطِ رخسار کو بنفشہ سے استعارہ کیا ہے۔ خال = تل۔ (۲۹) سوئیاں = سوئی کی جمع، انکر، انکھوا۔ نمو کا یہ عالم تھا کہ بندوق کے چھرّوں سے انکھوے پھوٹ نکلے تھے۔

(۳۰) سہی قد = سرو قد، سہی کے معنی ہیں سیدھا یا سرو کا سیدھا درخت۔
(۳۲) عقیق = ایک سرخ قیمتی پتھر۔ شجری = نگینہ جس میں پیڑ سے دکھائی دیتے ہیں۔ (۳۸) محل = بادشاہ کی بیوی۔ بیگمات = شاہی خاندان کے دیگر افراد کی بیویاں۔ بیاہتا بیوی یعنی خاص محل کے علاوہ جو دوسری عورتیں واجد علی شاہ کی زوجیت میں داخل ہوتیں وہ بھی پہلے بیگمات کہلاتی تھیں اور پھر عموماً صاحب اولاد ہونے کے بعد محل کا رتبہ پاتی تھیں۔ رہس = راس لیلا، کرشن لیلا، کرشن جی اور ان کی گوپیوں کا ایک قسم کا ناچ جس کی ترتیب سے واجد علی شاہ کو خاص دلچسپی تھی۔ رہس میں حصہ لینے والی عورتیں پریاں کہلاتی تھیں۔ (۳۹) برخیز = اُٹھ۔ بگیر = پکڑ، لے۔

(۴۴) تختہ = کاغذ کا تاؤ۔ (۴۵) میزاں = ایک برجِ آسمانی جو ترازو کی شکل کا ہے۔ ادھر چونکہ شراب کو آفتاب سے استعارہ کرتے ہیں اس لیے آفتاب کے برجِ میزان میں جانے اور شراب کے تل کر بکنے کی مناسبت ظاہر ہے۔ (۴۶) بطِ مے = شراب کی صراحی جو بطخ کی شکل کی بنائی جاتی ہے۔ سحاب = بادل۔ بادل کو خیمے سے استعارہ کیا ہے۔ سلاطین و امراجب شکار کھیلنے کے لیے جاتے تھے تو شکارگاہ میں قیام کے لیے خیمہ اور دیگر ساز و سامان آگے آگے لے جایا جاتا تھا۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ آسمان پہ بادل گھر رہے ہیں دریا پہ چل کر شراب پیو۔ (۴۷) قبا = ایک لباس، چغا، چادر۔ حضرت خضر سبز پوش ہیں۔ (۴۸) جھاڑ = سلسلہ، تواتر۔ (۴۹) کٹورا بجنا = بہت رونق ہونا۔

(۵۶) راجہ اندر = پریوں کا بادشاہ۔ (۵۷) بے سلیماں = اشارہ ہے لکھنؤ میں واجد علی شاہ کے نہ ہونے کی طرف۔ (۵۸) روئے ہمایوں = مبارک چہرہ۔
(۶۹) منوّر الدولہ = منوّر الدولہ احمد علی خاں، اودھ کے بادشاہ محمد علی شاہ کے عہد میں پہلے جرنیلی کے عہدے پہ مامور ہوئے پھر وزارت کا منصب ملا۔ کچھ عرصے کے بعد استعفا دے کر زیارتِ عتباتِ عالیات کو چلے گئے تھے۔ واپسی کے بعد محمد علی شاہ کے جانشین امجد علی شاہ نے کانپور سے بلوا کر

سحر

دوبارہ عہدۂ وزارت دیا لیکن کچھ دنوں کے بعد معزول کر دیا۔ واجد علی شاہ کی معزولی کے وقت انتظامِ ملکی میں اصلاح کے خواہاں تھے۔ معزولی کے بعد واجد علی شاہ کلکتے گئے تو منوّرالدّولہ بھی ساتھ تھے۔ فورٹ ولیم میں واجد علی شاہ کی نظر بندی کے بعد لکھنؤ واپس آ گئے تھے۔ (۷۳) مرّیخ = منگل یا بہرام ستارہ، ترکِ فلک، جلّادِ فلک۔ (۷۵) مَلک خصال = فرشتے کی خصلتیں رکھنے والا۔ فلک بارگاہ = مراد بلند مرتبہ۔ کیواں فر = مراد بلند شکوہ۔ قمر رکاب = چاند جیسی رکابوں والا۔ انجم سپاہ = ستاروں کی فوج والا، فوج کثیر رکھنے والا۔ نامِ خدا = کلمۂ دعا و تعریف، چشمِ بد دور۔ (۷۷) مخیری = کارِ خیر کرنا، سخاوت۔ (۷۹) نہیب = خوف، دہشت، مراد رعب۔

(۸۲) گٹّا = سجدوں کا نشان جو پیشانی پر پڑ جاتا ہے۔ (۸۳) مژہ تا ابرو = ابرو کو کعبہ اور پلکوں کو نمازی قرار دیا ہے۔ (۸۴) سُمرن = مالا، تسبیح۔ (۸۵) پابوس = پاؤں چومنے والا۔ (۸۶) جعفر و یحییٰ = جعفر برمکی اور اس کا باپ یحییٰ برمکی جو خاندانِ عباسیہ کے پانچویں خلیفہ ہارون الرّشید کے وزیر تھے یحییٰ کے دادا کا نام برمک تھا۔ اسی نسبت سے یہ لوگ برمکی اور بصورتِ جمع برامکہ یا البرامکہ کہلاتے ہیں۔ (۸۷) حاتم طائیؔ = چھٹی صدی ہجری کے آخر میں عرب کے قبیلۂ طے کا مشہور سخی۔

(۹۰) شاہِ اودھ = مراد محمد علی شاہ جن کے عہد میں منوّرالدّولہ نے وزارت سے استعفا دیا تھا۔ (۹۶) حضرت = مراد واجد علی شاہ جو معزولی کے بعد انگریزوں کی حراست میں بظاہر داد خواہی کے لیے انگلستان جانے کے ارادے سے کلکتے گئے تھے اور وہاں فورٹ ولیم میں نظر بند کر دیے گئے تھے۔ بعد میں ان کی مستقل سکونت کلکتے کے ایک محلّے مٹیا برج میں رہی۔ شعر میں واجد علی شاہ کے ساتھ منوّرالدّولہ کے کلکتے جانے کا ذکر ہے۔ (۹۹) شیرِ خدا = مراد حضرت علیؓ۔

(۱۰۰) رفل = رائفل۔ شہابِ ثاقب = ٹوٹا ہوا چمکدار ستارہ۔ ہاتھی کو

سحر

شب تاریک اور گویوں کو شہاب ثاقب کہا ہے، واقعہ اشعار سے ظاہر ہے۔
(۱۰۳) گل = چراغ کا گل۔ (۱۰۵) ہوادار = امرا کی ایک قسم کی کھلی ہوئی سواری۔
دمِ گل گشت = باغ کی سیر کے وقت، یعنی جب وقت ممدوح کا ہوادار باغ کی
سیر کر رہا تھا۔ (۱۰۷) ٹراقہ = بندوق کا گھوڑا، گھوڑے دار بندوق۔ توڑے
دار کا طوطا = مراد بندوق کا فتیلہ۔ توڑے دار ایک قسم کی بندوق ہوتی
تھی جو فتیلے سے چھڑائی جاتی تھی۔ طوطا اس کے اس آلے کو کہتے تھے جس میں بارود
تک پہنچنے والی بتی یا فتیلہ رکھتے تھے۔ (۱۰۹) آہوئے کعبہ = آہوئے
حرم، مکے کے گرد و نواح میں رہنے والا ہرن جس کا شکار کرنا حرام ہے۔
(۱۱۰) مُن برسنا = بہت آمدنی ہونا، دولت کی افراط ہونا۔ جُل =
جھول، ہاتھی کے اوپر ڈالنے کا کپڑا۔ زرّیں = سونے کا کام کیا ہوا، سنہری۔
ہودج سیمی = چاندی کی عماری۔ (۱۱۵) سلمہ = چاندی سونے کے تاروں
کا کام۔ (۱۱۶) حوضہ = ہودج۔ (۱۱۸) بے ستوں = پہاڑ جس کو فرہاد نے شیریں
کو حاصل کرنے کے لیے کاٹا تھا اور دودھ کی نہر نکالی تھی۔

(۱۲۰) جلو = ہمراہی، سواری کے آگے چلنا۔ کتل خاصا = کتل خاصۂ کوتل گھوڑا،
گھوڑا جو امیروں کی سواری کے ہمراہ صرف سجاوٹ یا دکھاوٹ کے لیے رہے۔
(۱۲۱) رم = بھاگنا۔ (۱۲۲) بے نظیر کی طرح = اشارہ ہے کل کے اس گھوڑے
کی طرف جو مثنوی سحرالبیان کے ہیرو بے نظیر کو پری نے سیر کرنے کے لیے دیا تھا۔
عمل طے ارض = زمین طے کرنے کا منتر یا جادو وغیرہ۔ (۱۲۵) اصیل = خالص نسل
والا۔ شائستہ = لائق۔ (۱۲۶) ساز = موافقت، ربط۔ قمچی = ہاتھ کا جھٹکا
یا اشارہ، پتلی سی چھڑی۔ (۱۲۷) عناں = لگام۔ کُمیت = گھوڑا۔ سمند = گھوڑا۔
منہ زور = بدلگام۔ (۱۳۰) رعد = فرشتہ جو ابر کو ہانکتا ہے۔ (۱۳۱) نیزہ دارِ فلک =
مرّیخ، ترکِ فلک۔ ابلقِ ایام = مراد دن رات، ابلق سیاہ و سفید
رنگ کے گھوڑے کو کہتے ہیں۔ (۱۳۲) سوارِ دُلدُل = مراد حضرت علی،
دلدل حضرت علی کے گھوڑے کا نام تھا۔

منظفرؔ علی اسیرؔ لکھنوی

(۱) صفتِ سلکِ گہر = موتی کی لڑی کی طرح ۔ (۱۸) پنبئی = روئی کا۔ رخت = لباس ۔

(۲۰) تنومند = موٹا ، بھاری بھرکم ۔ (۲۱) تنخنز = اتمنیا، اکڑنا ۔ (۲۲) مستسقی = استسقا یا جلندر کے مرض کا بیمار جس کا پیٹ بڑھ جائے یا جسم پھول جائے ۔ (۲۸) مسطر = وہ کاغذ جس پر سطروں کے مطابق ڈورے کھنچے ہوتے تھے اور جس کو کتابت میں استعمال کرتے تھے ۔

(۳۰) مہِ چار دہم = چودھویں کا چاند، ماہِ کامل ۔ (۳۲) گندہ = موٹا، دبیز ۔ نحافت = دبلاپن، کمزوری ۔ (۳۳) اشارہ ہے اس روایت کی طرف کہ خدا کے حکم سے ایک چیونٹی نے حضرت سلیمان کے لشکرِ کثیر کی دعوت کی تھی، اگرچہ سارے لشکر نے جی بھر کے کھایا تھا لیکن پھر بھی کھانا بچ رہا تھا ۔ (۳۴) بینی = ناک ۔ (۳۷) داور = انصاف والا ، حاکم ، مراد حضرت سجاد زین العابدین، حضرت امام حسینؑ کے صاحبزادے اور چوتھے امام ۔ (۳۸) داورِ عرش مکیں = عرش پہ رہنے والا حاکم ۔ شفیعِ محشر = قیامت کے دن خدا سے گناہوں کی معافی کی سفارش کرنے والا ۔ (۳۹) کاشفِ رازِ خفی = پوشیدہ راز کو کھولنے والا ۔ محرمِ اسرارِ جلی = ظاہری بھیدوں کا جاننے والا ۔ نقل کا اصل علی = حضرت علی کی ہوبہو نقل ۔ ترجمۂ پیغمبر = پیغمبرِ اسلام کا ترجمان یا ہم شکل و ہم خصائل ۔

(۴۰) زیب دہِ کون و مکاں = دنیا کو سجاوٹ بخشنے والا ۔ نُزہت = پاکیزگی ۔ ریاض = روضہ (یعنی باغ) کی جمع ، باغ ۔ حیدر = حضرت علی کا ایک نام ۔ (۴۲) قضا و قدر = دیکھیے شہیدی کے قصیدے کے شعر نمبر ۲۳ کا حاشیہ ۔ (۴۳) عمدۂ صُنعِ ازل = مراد مخلوقات میں برگزیدہ ۔ ناسخ = مٹانے والا ۔ ادیان = دین کی جمع ۔ ملل = ملّت کی جمع ۔ خبر = حدیث ۔ (۴۴) قصرِ نُہ دَر = نو دروازوں کا محل، مراد عالمِ بالا، نو آسمانوں کی رعایت سے ۔ (۴۵) جامِ جہاں بیں = جامِ جہاں نما ،

پیالہ جو کیانی خاندان کے بادشاہ کیخسرو کے پاس تھا اور جس سے ساری دُنیا کا حال معلوم ہوتا تھا۔ ایران کے بادشاہ جمشید کا پیالہ بھی اسی خصوصیت کے لیے مشہور ہے۔ شعرا عموماً جامِ جہاں بیں سے جامِ جمشید ہی مراد لیتے ہیں۔ بود و نابود = ہونا اور نہ ہونا، ہستی و عدم۔ (۴۷) مصقل = صیقل کرنے کا آلہ، چمکانے کا آلہ۔

(۵۰) شانہ کش = کنگھا کرنے والا، آراستہ کرنے والا۔ دودِ مجمر = انگیٹھی کا دھواں۔ (۵۳) ہفت افلاک = سات آسمان۔ (۵۴) عفو = معافی۔ (۵۵) کف = جھاگ، پھین۔ عنبر = ایک خوشبودار نباتی مادہ۔ (۵۶) مروحہ = پنکھا۔

(۶۶) گیرا = پکڑنے والا۔ (۶۹) وا = کھلا ہوا۔

(۷۰) شاہِ شہیداں = حضرت امام حسین۔ (۷۱) گلِ فاطمہ = مراد حضرت امام حسین۔ نیلوفر = ایک پھول جس کی دو قسمیں کنول اور کوکا بیلی کہلاتی ہیں۔ (۷۲) کربلا میں حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد اہلِ حرم اور بیمار فرزند حضرت سجّاد زین العابدین کو زندانِ شام میں قید کر دیا گیا تھا، ایک سال کے بعد ان حضرات کو رہائی ملی تھی۔ پردۂ ظلمت = مراد ظلمات، وہ تاریکی جہاں چشمۂ حیواں یا آبِ حیات کا سوتہ ہے۔ حضرت خضر کا اس دشوار گزار مقام پہ پہنچ کر آبِ حیات پینا اور حیاتِ جاوداں پانا مشہور ہے۔ (۷۳) گنج = خزانہ۔ (۷۴) برجِ آبی = بروجِ آسمانی کی ایک قسم۔ برجِ سرطان، برجِ عقرب اور برجِ حوت۔ دیگر قسمیں برجِ آتشی (حمل، قوس اور اسد) برجِ بادی (جوزا، میزان اور دلو) اور برجِ خاکی (ثور، سنبلہ اور جدی) ہیں۔ (۷۶) اس رعایت سے کہ ممدوح معرکۂ کربلا کے وقت بیمار تھے اور بیمارِ کربلا اور عابدِ بیمار کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ (۷۷) سرمہ کھانے سے آواز بیٹھ جاتی ہے۔ (۷۸) علی = حضرت زین العابدین کا اصلی نام۔

(۸۲) شومئ بخت = قسمت کی نحوست، بدقسمتی۔ خجالت = شرمندگی۔ (۸۳) تعزیہ = سزا۔

سیداسمٰعیل حسین منیرؔ شکوہ آبادی

قصیدہ ۱

منیرؔ نے یہ قصیدہ جزیرۂ انڈیمان میں قید کے دوران لکھا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد ایک طوائف کے قتل کی سازش کے الزام میں ان کو کالے پانی کی سزا ہوگئی تھی۔ ان کی ایک تحریر کے مطابق اصل قاتل مصطفیٰ بیگ نے ان کو پھنسا دیا تھا (آب بقا از خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی ص ۹۵) دربارِ حسین مولفہ سید افضل حسین ثابت لکھنوی کے مطابق منیرؔ کی گرفتاری اور سزا کا اصل سبب یہ تھا کہ وہ نواب باندہ اور اکثر رئیسانِ فرخ آباد کے استاد تھے جن میں سے بعض کے بارے میں انگریزوں کو بغاوت کا شبہ تھا۔ منیرؔ کے دشمنوں نے ان کے خلاف بھی اسی قسم کی شکایت کی۔ اس قصیدے کی تشبیب میں منیرؔ نے بھی اپنی سزا یابی کو ۱۸۵۷ء کے حالات سے منسوب کیا ہے۔

(۱) کاذب = جھوٹا۔ (۲) بختِ کج = ٹیڑھی قسمت، بدبختی۔ زندانی = قیدی۔ الف آزاد کا = الف کی طرح سیدھا خط جو فقرا ناک سے لے کر سر کے بالوں تک کھینچ لیتے ہیں۔ پیشانی = مراد عنوان۔ (۳) وِداع = رخصت۔ (۴) سبکباری = بوجھ کا ہلکا ہونا۔ خشت = اینٹ۔ (۵) خلعت = پوشاک۔ (۶) مگر = شاید۔ تختہ مشق = تختی جس پر بچے لکھنے کی مشق کرتے ہیں۔ لوح = تختی۔ (۷) مضرّت = ضرر، نقصان۔ تشنہ کامان = تشنہ کام کی جمع، پیاسے۔ پانی کی خارجی رطوبت جلانے کے لیے لوہے کو لال کر کے پانی میں ڈالتے ہیں تاکہ اس کی تاثیر مریض کے لیے مضر نہ ہو، اس کو پانی بجھانا کہتے ہیں۔ تلوار کا پانی بھی بجھایا جاتا ہے۔ (۸) زنّارِ سلیمانی = سلیمانی کا جنیو، وہ سفید لکیر جو سلیمانی کے سیاہ پتھر میں ہوتی ہے اور جنیو کہلاتی ہے۔ جنیو ہندوؤں میں پہنا جاتا ہے اور مسلمان سلیمانی کی تسبیح گلے میں ڈالا کرتے ہیں جس کے دانوں میں جنیو ہوتا ہے۔

(۱۱) حصیر = چٹائی۔ باد رہوا = بے بنیاد، بے ثبات۔ (۱۳) آبِ صبح دم = صبح کا پانی۔ ضروریات کے لیے کام میں لانے کی وجہ سے گندہ ہو جاتا ہے۔ (۱۴) استخواں = ہڈی۔ (۱۵) افسر = تاج۔ مرغِ عیسیٰ = چمگادڑ جس کی تخلیق بطورِ معجزہ حضرت عیسیٰ سے منسوب ہے۔ مرغِ سلیمانی = ہُدہُد، پرندہ جس کو حضرت سلیمان کے دربار میں قاصد کا خاص مقام حاصل تھا۔ اس کے سر پر تاج ہوتا ہے۔ (۱۶) قمر در عقرب = چاند کا برجِ عقرب میں ہونا جو منحوس ہے۔ (۱۷) جاگیرِ ویرانی = بنجر یا افتادہ زمین جو ادنیٰ درجے کے لوگوں کو بطورِ انعام یا معافی اس لیے دی جاتی تھی کہ وہ اسے آباد کریں یا قابلِ کاشت بنائیں۔

(۲۱) ماخوذ = پکڑا ہوا، گرفتار۔ فرماں بر = حکم ماننے والا۔ (۲۲) انسی و جانی = انسان اور جنات۔ (۲۳) ثالث = پنچ، جھگڑا چکانے والا۔ (۲۴) استغاثہ = داد خواہی، اپیل۔ قاصی و دانی = اعلیٰ اور ادنیٰ، خاص و عام۔ حاذق = ہوشیار، ماہر۔ (۲۸) چشم ما روشن = پورا فارسی فقرہ ہے چشمِ ما روشن دلِ ما شاد یعنی ہماری آنکھ روشن ہمارا دل شاد۔ یہ فقرہ عموماً کسی بات پر اپنی رضامندی ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ (۲۹) نیش زن = ڈنک مارنے والا۔ خانۂ زنبور = بھِڑ کا چھتا۔ (۳۰) مشتری علم کا ستارہ ہے۔ محبوس = قیدی۔

(۳۱) بانات = ایک اونی کپڑا۔ (۳۵) الیمانی = الیمان شہر کا رہنے والا جہاں کی تلوار مشہور ہے۔ (۳۸) گیو، رستم اور نریمان مشہور ایرانی پہلوانوں کے نام ہیں جن کا ذکر شاہنامۂ فردوسی میں آیا ہے۔ گیو، گودرز کا بیٹا اور نریمان رستم کا پردادا تھا۔ (۴۱) چترِ ہما = مراد ہما کا سایہ۔ ظلِ سبحانی = خدا کا سایہ، مراد بادشاہ۔ (۴۲) چترِ منزل = چھتر منزل، نصیر الدین حیدر بادشاہِ اودھ کی بنوائی ہوئی لکھنؤ میں ایک مشہور عمارت۔ اس کے اوپر طلائی چتر بنے ہوئے تھے۔ صرفِ بال افشانی = سرگرمِ پرواز۔ (۴۵) بئس البدل = بُرا بدل۔ (۴۸) قیصر باغ = دیکھیے سحرؔ لکھنوی کے قصیدے کے شعر نمبر ۲۰ کا حاشیہ۔

(۵۰) اجارہ = ٹھیکہ۔ (۵۱) خانخانانی = خانخاناں یعنی امیر الامرا کا منصب۔

(۵۲) کیانی = منسوب بہ کیان، کیانی بادشاہوں کی اولاد۔ رختِ آہن گر = لوہار کا لباس۔ ساسانی = بہمن کے بیٹے ساسان کی اولاد، مراد ساسانی بادشاہوں کی اولاد۔ (۵۳) نوحِ طوفانی = پیغمبر حضرت نوح جن کے زمانے میں عذابِ الٰہی کے طور پر طوفانِ عظیم آیا تھا۔ نوحِ سامانی = سامانی خاندان کا بادشاہ جس کی خراساں اور بخارا پر حکومت تھی۔ (۵۶) اولی الابصار = نگاہ والے، صاحبانِ نظر۔ (۵۷) سعدِ ذابح = علمِ نجوم کے مطابق آسمان پہ بارہ برجوں کے اٹھائیس حصّے ہیں جن کو منازلِ قمر کہتے ہیں۔ سعدِ ذابح بائیسویں منزلِ قمر کا نام ہے۔ یہ دو ستاروں پر مشتمل ہے جو ایک ہاتھ کے فاصلے پر واقع ہیں۔ ان میں سے ایک کی طرف ایک چھوٹا ستارہ ہے جس کو گویا وہ ذبح کرنا چاہتا ہے۔ ذابح کے معنی ہیں ذبح کرنے والا اور اسی رعایت سے یہاں سعدِ ذابح کا ذکر کیا ہے۔ معلّق = لٹکی ہوئی۔ (۵۸) مبرم = نہ ٹلنے والی، اٹل، محکم۔ (۵۹) لعلِ پیکانی = لعل کی ایک قسم، تیر کی بھال کی طرح نوکدار لعل۔

(۶۰) سرخی = کٹی ہوئی اینٹیں۔ افشانی = افشاں کیا ہوا، مراد رنگین۔ (۶۱) گہوارہ جنبانی = پالنا جھلانا۔ (۶۳) بارانی = لبادہ جو بارش سے بچنے کے لیے اوڑھتے ہیں، برساتی۔ (۶۴) غرابُ البین = لفظی معنی جدائی کا کوا، ایک قسم کا جنگلی کوا جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے۔ عرب اس کوّے کو منحوس سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اس کو دیکھنے سے مقصد حاصل نہیں ہوتا اور اگر دو دوستوں کے سامنے آ کر بیٹھ جاتا ہے تو آپس میں جدائی ہو جاتی ہے۔ (۶۶) فقری رنگ = پیلا یا گیروا رنگ کیونکہ فقرا ان رنگوں کے کپڑے پہنتے ہیں۔ ملتانی مٹی = ایک قسم کی پیلی مٹی۔ (۶۷) غیر ثعبانی = بغیر اژدہے پن کے۔ حضرت موسیٰؑ کو خدا نے یہ معجزہ عطا کیا تھا کہ جب وہ اپنا عصا زمین پر ڈال دیتے تھے تو وہ اژدہا بن جاتا تھا اور جادوگروں کے سانپوں کو نگل جاتا تھا۔ (۶۸) ظلمانی = تاریک۔ (۷۱) غول = دیو اور جن کی ایک قسم جو جنگل میں رہتی ہے اور طرح طرح کی شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ (۷۲) سوادِ شامِ غربت = غریب الوطنی

کی شام کی سیاہی۔ کحلِ سلیمانی = سرمۂ سلیمانی، وہ سرمہ جس کو آنکھوں میں لگانے سے دنیا کی پوشیدہ چیزیں مثلاً دیو، جن، پریاں اور دفینے دکھائی دینے لگتے ہیں۔
(۷۳) محبس = قید خانہ۔ علمِ کیمیا = معمولی دھاتوں کو سونا چاندی بنانے کا ایک روایتی علم۔ قارون = حضرت موسیٰ کا چچا زاد بھائی جو بہت بڑے خزانے کا مالک تھا لیکن اپنے بخل کی وجہ سے حضرت موسیٰ کی بددعا سے اپنے خزانے کے ساتھ زمین میں دھنس گیا۔ ایک روایت کے مطابق علمِ کیمیا کا ایک تہائی حصہ اس نے حضرت موسیٰ سے حاصل کیا تھا اور باقی دو حصے بھی کسی طرح سیکھ لیے تھے۔ (۷۴) شاہدانِ زُور = جھوٹے گواہ۔ برارت = بری ہونا، چھٹکارا۔ گرگِ یوسف = مراد وہ فرضی بھیڑیا جس پر حضرت یوسف کے بھائیوں نے ان کے ہلاک کرنے کا الزام رکھا تھا۔ پیرِ کنعانی = کنعان کا بوڑھا، مراد حضرت یعقوب۔ (۷۵) ہامانی = منسوب بہ ہامان وزیرِ فرعون۔ (۷۶) تحت و فوق = پستی و بلندی۔ (۷۷) دار = سولی۔ گراں جانی = سخت جانی۔

(۸۱) لحم = گوشت۔ (۸۲) ثورِ فلک = برجِ ثور جو بیل کی شکل کا ہے۔
(۸۳) آردِ گندم = گیہوں کا آٹا۔ (۸۵) سوا = زیادہ۔
(۹۰) ثقالت = بھاری پن، گرانی۔ (۹۱) دریابار = دریا برسانے والا۔ مزرع = کھیتی۔ (۹۳) اس شعر کا پہلا مصرع اور اگلے شعر کا پہلا مصرع خواجہ حافظ کا مشہور شعر ہے جس کا ترجمہ ہے اندھیری رات، طوفان کا خوف، ایسا ہولناک بھنور، کیا جانیں ہمارا حال ساحلوں پر اطمینان سے رہنے والے۔ (۹۵) نخلِ فلک فرسا = آسمان کو گھِسنے والا درخت، مراد بہت بلند درخت۔ (۹۶) قومِ ہود کے عذاب سے ہوا کا وہ طوفان یا آندھی مراد ہے جس کو صرصرِ عاد کہتے ہیں۔ دیکھیے سودا کے قصیدہ نمبر ۵ کے شعر نمبر ۳۵ کا حاشیہ۔ توأم = جڑواں، مراد ملا ہوا۔ (۹۷) مار = سانپ۔ کژدم = بچھو۔ (۹۸) اکلِ میتت و خنزیر = مردہ اور سور کھانا۔ ازبس = بہت۔ برہما = برما کا باشندہ۔ نصرانی = عیسائی۔
(۹۹) خوکِ مخنوق = گلا گھونٹا ہوا سور۔ نعیقِ زاغ = کوے کی آواز۔ ٹوڑی اور

ملتانی راگنیوں کے نام ہیں۔ (۱۰۰) خرچنگ = کیکڑا۔ ضفادع = ضِفدِع (یعنی مینڈک) کی جمع۔ محالِ ممتنع = مراد انتہائی ناممکن۔ مردم = آدمی۔ (۱۰۲) فصلِ زمستانی = جاڑے کا موسم۔ (۱۰۳) مشکی = سیاہ گھوڑا۔ نقرہ = سفید گھوڑا۔ (۱۰۴) بھیرویں = صبح کی ایک راگنی کا نام۔ شام کلیان = شام کا راگ۔ کدارا = دیپک راگ کی ایک راگنی۔ (۱۰۵) بیاضِ تخمِ مرغاں = پرندوں کے انڈے کی سفیدی۔ مداد = روشنائی۔ مجرہ = دوات۔ خبث الحدید = لوہے کا میل۔ مروارید عمّانی = بحرِ عمّان کا موتی، بحرِ عمّان مشرقِ وسطیٰ کا دریائے اعظم جس کے کنارے شہرِ عمّان واقع ہے۔

(۱۱۴) روح الامین = حضرت جبرئیل۔ (۱۱۵) خزاعہ = عرب کا ایک قبیلہ جو صلحِ حُدَیبیَہ کے بعد پیغمبرِ اسلام کا حلیف ہوگیا تھا۔ بنو بکر نے قریش کی مدد سے اس قبیلے پر حملہ کیا تھا۔ خزاعہ نے کعبے میں پناہ لی لیکن بنو بکر نے وہاں بھی ان کا خون بہایا۔ خزاعہ نے رسولِ خدا سے فریاد کی، آخر کار مدینے (یثرب) سے اسلامی لشکر روانہ ہوا اور فتحِ مکہ (۸ھ) عمل میں آئی۔ رحمۃً للعالمین = عالموں کے لیے رحمت، مراد پیغمبرِ اسلام۔ (۱۱۷) نورِ یزدانی = خدا کا نور، مراد پیغمبرِ اسلام۔ (۱۱۸) خازنِ جنّت = جنّت کا خزانچی، مراد رضواں۔ (۱۱۹) پیک = قاصد۔

(۱۲۰) راکبِ دوشِ پیمبر = پیغمبرِ اسلام کے دوشِ مبارک پر سوار ہونے والا، مراد حضرت امام حسین۔ جنابِ خامسِ آلِ عَبا = آلِ عبا میں پانچواں بزرگ، مراد امام حسین۔ روایت ہے کہ جب آیتِ تطہیر نازل ہوئی تو پیغمبرِ اسلامؐ نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کو اپنی عبا میں لے کر فرمایا کہ اے خدا یہ میرے اہلِ بیت ہیں ان کو پاک کر اور ان پر اپنی رحمت نازل کر، آلِ عبا سے عموماً یہی چاروں حضرات مراد ہوتے ہیں، یہاں رسولِ خدا کو شامل کرکے پانچ بزرگ مراد لیتے ہیں۔ (۱۲۳) بندۂ جانی = گنہگار بندہ۔ (۱۲۴) مُہرِ سلیمانی = خاتمِ سلیمانی جس کی برکت سے حضرت سلیمان ساری دنیا پر حکومت کرتے تھے۔ سورۂ صاد = قرآن کریم کا سورہ صٓ، صاد کی مناسبت چشمِ قربانی سے ہے کیونکہ آنکھ کو صاد سے تشبیہ دیتے ہیں۔ (۱۲۶) دیوا نے پاس سنگِ سلیماں

رکھتے ہیں، اگر شیطان یا دیو کفر سے تعلق رکھتے تو سنگِ سلیماں کی لکیر اس کے لیے پھانسی کی رسی بن جائے۔ (۱۲۷) مگر = ضرور۔ خشتِ پشیانی = پشیانی کی اینٹ مراد پشیانی۔ (۱۲۸) جوئندۂ اخبارِ غیبی = غیب کی باتوں کا ڈھونڈھنے والا۔

(۱۳۰) روحانی = مراد عالمِ ارواح کا رہنے والا، فرشتہ۔ (۱۳۱) بھرے پانی = شرمندہ ہو۔ (۱۳۳) طفلِ طبعی = فطری بچہ، سلطنت کے فطری مظاہر کی طرف اشارہ ہے، یعنی اگر اس کا فقر، سلطنت کے طفلِ طبعی دکھائے۔ (۱۳۴) سبحہ گردانی = تسبیح پڑھنا۔ (۱۳۶) گوسفند = بھیڑ، بکری۔ شبان = چرواہا۔ شبانِ وادیٔ ایمن حضرت موسیٰ کو بھی کہتے ہیں۔ (۱۳۷) پیغمبرِ اسلامؐ کے جسمِ مبارک کا سایہ نہیں تھا۔ (۱۳۸) اس مرتبہ = اس درجہ۔ اقلیمِ روحانی = عالمِ ارواح، عالمِ بالا۔

(۱۴۰) واللّیل = قسم ہے رات کی، قرآنِ مجید کے ایک سورہ کا نام جو واللّیل سے شروع ہوتا ہے۔ (۱۴۲) طوبیٰ = جنّت کا ایک درخت۔ (۱۴۳) لباسِ کعبہ = کعبے کا غلاف جو سیاہ رنگ کا ہے۔ (۱۴۵) مہمانی کے معنی ہیں کھانا کھلانا، فقیروں کو عموماً کھانا کھلایا جاتا ہے۔ چونکہ زرنخشی کے لیے نام لکھے جائیں گے اس لیے مہمانی زرنخشی میں بدل جائے گی اور اس اعتبار سے لفظ مہمانی کے میم کا دہن سونے کا نوالہ کھائے گا۔ (۱۴۷) مصحفِ اکبر = مراد قرآن۔ تابوتِ سکینہ = وہ مقدس صندوق جس میں توریت کا اصل نسخہ، عصائے موسوی کے ٹکڑے اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے کپڑے وغیرہ محفوظ تھے اور جس کو حضرت موسیٰ نے اپنے بعد فلاح و برکت کے لیے بنی اسرائیل کو سونپا تھا۔ بنی اسرائیل پر جب کوئی مصیبت آتی تھی تو وہ اس صندوق کو نکالتے تھے۔ عبرانی = اہلِ کنعان کی قدیم زبان، توریت کی زبان، یہاں توریت ہی کی طرف اشارہ ہے۔ عبرانی یہودی کو بھی کہتے ہیں۔ (۱۴۸) مُوحّد = خدا کو ایک جاننے والا۔ امہات = ام کی جمع، مائیں۔ آبا = اب کی جمع، باپ۔ عقیدہ ہے کہ رسولِ خداؐ کے آباء و اجداد خدا کو ایک ماننے والے تھے۔

(۱۵۰) تخمِ عذابِ ایزدی = خدا کے عذاب کے بیج۔ (۱۵۱) خازن = جمع کرنے والا،

خزانچی - خازنِ جنّت = داروغۂ جنّت، رضواں - کارِ رضوانی = رضواں کا کام، جنّت کی دربانی کا کام - (۱۵۲) شانہ کش = کنگھا کرنے والا - (۱۵۳) سیاست = تنبیہ کرنا، سزا دینا - اربابِ ضلالت = گمراہ لوگ - (۱۵۴) میانِ عفت و زانی = پارسائی اور زنا کرنے والے کے درمیان - (۱۵۵) جنیو کا ہاتھ = تلوار کا آڑا وار جو حریف کے سینے پر لگایا جاتا ہے - زنّارِ سلیمانی یعنی سلیمانی پتھر کے جنیو یا لکیر سے مناسبت ظاہر ہے - (۱۵۷) آشفتہ = پریشان = سنبل کی پیچدار وضع پر پریشانی کا قیاس ہے - (۱۵۸) اشارہ ہے معجزۂ شق القمر کی طرف جس کے مطابق پیغمبرِ اسلامؐ نے انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائے تھے - (۱۵۹) اشارہ ہے جنگِ اُحُد (۳ھ) میں پیغمبرِ اسلامؐ کے دہنِ مبارک کے زخمی ہونے کی طرف -

(۱۶۲) اَجناس = جنس کی جمع، چیزیں - (۱۶۵) آل = مراد رسولِ خدا کی اولاد - سنان و شمر = سنان ابنِ انس اور شمر ذی الجوشن، یزیدی فوج کے دو سردار جنھوں نے کربلا میں حضرت امام حسین کو زخمی اور شہید کیا تھا - (۱۶۶) مناقب = منقبت کی جمع، اوصافِ حمیدہ - آلِ یٰسین = مراد آلِ محمدؐ قرآنِ مجید کے سورۂ صافّات کی ایک آیت ہے. سلامٌ علیٰ آلِ یاسین. (سلام ہو آلِ یاسین پر) - اصطفائے آلِ عمرانی = آلِ عمران کا انتخاب یا برگزیدگی - حضرت علی کے والد حضرت ابو طالب کا ایک نام عمران تھا. اس لیے آلِ عمران سے حضرت ابو طالب کی اولاد مراد لی جاتی ہے - قرآنِ مجید کی سورۂ آلِ عمران میں آدم، نوح اور آلِ ابراہیم کے ساتھ آلِ عمران کی برگزیدگی (اصطفیٰ) کا ذکر آیا ہے - (۱۶۸) مہِ مہنا = مہنا کا چاند، مراد فارسی کا مشہور قصیدہ نگار انوری جو خراسان کے موضع مہنہ میں پیدا ہوا تھا - مہرِ شروانی = شروان کا سورج، مراد فارسی کا مشہور قصیدہ نگار خاقانی شروانی -

(۱۷۱) اسمِ اعظم = خدا کا سب سے بڑا نام جو بعض کے نزدیک اللہ ہے - وہ نام جس کی برکت سے جو دعا مانگی جائے قبول ہو - (۱۷۳) سورۂ آلِ عمران کی ایک آیت میں اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُم کے متعلق روایت ہے کہ خدا نے حضرت علی کو نفسِ رسول فرمایا ہے - (۱۷۴) اشارہ ہے رجعتِ خورشید کی روایت کی طرف، دیکھیے سودا کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۱۶ کا حاشیہ - (۱۷۵) بضعۂ حضرت = مراد

حضرت فاطمہ، حضرت فاطمہؓ کے متعلق حدیث ہے کہ الفاطمۃُ بضعۃٌ منّی یعنی فاطمہؓ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے۔ خاتونِ جنّت = حضرت فاطمہ کا لقب۔(۱۷۶) سبطِ اکبر = بڑا نواسا، مراد حضرت امام حسن۔ مجتبیٰ = حضرت امام حسن کا لقب، لغوی معنی برگزیدہ، پسندیدہ۔ (۱۷۷) سیّدِ مظلوم = مراد حضرت امام حسین۔ (۱۷۹) شدائد = شدیدہ کی جمع، سختیاں۔

(۱۸۰) شہیدانِ رہِ خالق = شہدائے کربلا۔ (۱۸۱) آدمِ آلِ عبا = مراد حضرت امام حسین کے صاحبزادے اور امام چہارم حضرت سجّاد زین العابدین، چونکہ اہلِ بیت کے مردوں میں صرف حضرت سجّاد بچ رہے تھے اور پھر انھیں سے نسل چلی۔ کربلا میں حضرت حسین اور ان کے رفقا کی شہادت کے بعد جب اہلِ حرم کو قید کر کے شام کی طرف لے جایا گیا تو اونٹوں کی مہار حضرت سجّاد کے ہاتھ میں تھی۔ (۱۸۶) موسیٰ کاظم = ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم، چھٹے امام حضرت جعفر صادق کے صاحبزادے، بغداد میں ہارون رشید کی قید میں زہر دیا گیا۔ (۱۸۷) ثامن = آٹھواں۔ اشارہ ہے امام ضامن علی رضا کی طرف جو آٹھویں امام ہیں۔ ضامن لقب ہے کیونکہ زائرینِ کربلا کی طرف سے ضمانت دیتے تھے یا مسافروں کو منزلِ مراد تک پہنچانے کے ضامن ہیں۔ (۱۸۸) تاسع = نواں، نویں امام حضرت محمد تقی۔ (۱۸۹) علیٔ چارمیں = چوتھا علی، مراد حضرت علی نقی جو دسویں امام ہیں، اس مناسبت سے کہ آپ سے پہلے جن تین اماموں کا نام علی تھا وہ حضرت علی، حضرت زین العابدین اور حضرت علی رضا تھے۔

(۱۹۰) سمیٔ سبطِ اکبر = حضرت امام حسن کا ہم نام، مراد گیارھویں امام حضرت حسن عسکری۔ (۱۹۱) مہدیٔ ہادی = حضرت امام عسکری کے صاحبزادے اور بارھویں امام حضرت مہدی جو نو سال کی عمر سے دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور قیامت کے قریب نمودار ہوں گے اور راہِ نیک کی ہدایت کریں گے۔ (۱۹۴) عیال = عیّل کی جمع، بیوی بچے وغیرہ۔

قصیدہ ۲

منیر نے یہ قصیدہ جزیرۂ انڈیمان میں قید کے دوران مولوی فضل حق خیرآبادی سے ایک بحث کے بعد لکھا تھا جس کی تفصیل اسی قصیدے میں شعر نمبر ۱۲۲ سے بیان کی گئی ہے۔ اس قصیدے کی تشبیب غروبِ آفتاب، رات کی کیفیات اور علمِ نجوم کے مطابق ستاروں کی حرکات و سکنات وغیرہ سے متعلق ہے۔

(۱) اشکِ زلیخا = مراد ستارے۔ یوسفِ گل پیرہن = سرخ لباس پہننے والا یوسف، مراد آفتاب۔ زلیخا، چاہ اور یوسف کی مناسبت ظاہر ہے۔ (۲) آبلۂ روز = مراد آفتاب۔ تازہ حنا بندھ گئی = شفق پھولنے کی طرف اشارہ ہے، آبلے پہ ٹھنڈک اور علاج کے لیے مہندی لگائی جاتی ہے۔ زالِ زری = سنہرے بالوں والی بڑھیا۔ کمیت = گہرا سرخ گھوڑا۔ کمیتِ کہن = مراد شفق آلود آسمان۔ نئے چاند کو زالِ زری کی ابرو اور کمیتِ کہن کی نعل قرار دیا ہے۔ (۳) چاہِ سیہ = کالا یا تاریک کنواں، مراد رات کی تاریکی۔ یوسفِ رنگیں قبا = مراد آفتاب۔ دیوِ سیہ = مراد رات۔ شاہد پہ دیں پہن = عقدِ ثریا کا معشوق، مراد عقدِ ثریا، سات ستاروں کا جھمکا۔ (۴) شہِ نیم روز = دوپہر کا بادشاہ، مراد سورج۔ بسکہ = چونکہ۔ کم بہا = کم قیمت۔ زنگی = حبشی جو سیاہ فام ہوتا ہے۔ (۵) خیمۂ زرباف = مراد آسمان۔ لیلیٔ مشکیں لباس = سیاہ پوشاک والی معشوقہ، مراد رات۔ فانوس سبز = مراد آسمان۔ شمعِ مرصّع لگن = جڑاؤ لگن میں جلتی ہوئی شمع، مراد چاند۔ (۶) کفُّ الخَضیب = قطبِ شمالی کی طرف آسمان پہ ایک سرخ ستارے کا نام۔ مشکِ غزالِ خُتَن = خُتَن کے ہرن کا مشک، ختن وسطی ایشیا یا حدودِ چین کے ایک خطّے کا نام تھا جہاں کا مشک مشہور تھا۔ مشک چونکہ سیاہ ہوتا ہے اس لیے تاریکی کو مشکِ غزالِ ختن سے استعارہ کیا ہے اور اس کو ستاروں کی آنکھوں کا سرمہ قرار دیا ہے۔ (۷) گنبدِ فیروزہ = مراد آسمان۔ تابوت = مردے کا صندوق، جنازہ۔ دخترکانِ یتیم = مراد بناتُ النّعش، سات ستارے جن میں چار کو نعش اور تین کو بنات کہتے ہیں۔ بنات بنت یعنی بیٹی کی جمع ہے۔ (۸) پلنگ = چیتا جس کی کھال پہ داغ ہوتے ہیں اور جو چاند کا عاشق مانا جاتا ہے۔

داغِ پلنگ کو پہلے لالہ اور پھر شفقِ آسمان قرار دیا ہے۔ رقیب = مراد چیتیا۔ کبک = چکور، ایک پرندہ جس کا عشق چاند سے مشہور ہے۔ پلنگ بھی چاند کا عاشق ہے اور چکور بھی، چنانچہ پلنگ کا داغ جب شفق کی صورت میں بلندی پر پہنچ گیا تو رقیب کا یہ اوج دیکھ کر چکور کو صدمہ ہوا اور وہ اپنا سینہ پیٹنے لگا۔ خسروِ اقلیم چیں = مراد مشتری جس کو سنسکرت میں گرو اور ہندی میں برہسپت کہتے ہیں۔ علم نجوم کے مطابق جس طرح ساتوں ستاروں سے ہفتے کا ایک ایک دن منسوب ہے اسی طرح ہر ستارے کا ایک مخصوص علاقہ یا ملک بھی ہے۔ مشتری اقلیم چین کا مالک ہے، ہندوستان زحل اور خراسان شمس کے محکوم ہیں وغیرہ وغیرہ۔ قصرِ ششم = چھٹا محل، مراد چھٹا آسمان جس پر مشتری ستارہ ہے۔ ہندوئے بالانشیں = مراد ستارۂ زحل، کیوان یا سنیچر جو ساتویں آسمان پر ہے اور ہندوئے فلک کہلاتا ہے۔ صرفِ بت و برہمن = مراد بت و برہمن میں مصروف۔ لفظی مناسبتیں ظاہر ہیں۔

(۱۰) ترکِ کماندار = مریخ ستارہ جس کو جلادِ فلک اور ترکِ چرخ کہتے ہیں۔ تیر کیا زیبِ قوس = کمان میں تیر لگایا۔ سماک = دو ستارے جو نیزے کے مانند ہیں۔ الٹے نیزے سے مشابہ کو سماک اعزل اور سیدھے نیزے سے مشابہ کو سماکِ رامح کہتے ہیں۔ نیزۂ خاراشکن = سخت پتھر کو توڑنے والا بھالا۔ (۱۱) دَیرِ زمرد نگار = مراد آسمان۔ منظرِ اختر شمار = مراد ستاروں کا منظر۔ وثن = مورت، بت۔ (۱۲) صوفیٔ ازرق لباس = نیلی پوشاک والا صوفی، مراد آسمان۔ لولیٔ الماس پوش = ہیرے پہننے والا معشوق، مراد ستارۂ زہرہ جو پہلے شہر بابل کی طوائف تھی۔ دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۸ کا حاشیہ۔ (۱۲) نظامی = عہدِ سلجوقی میں آذر بائیجان کے مشہور فارسی شاعر نظامی گنجوی جو ۵۲۵ھ میں بہ مقام گنجہ پیدا ہوئے۔ ان کی مشہور کتاب خمسہ یا پنج گنج پانچ مثنویوں یعنی مخزن الاسرار، خسرو شیریں، لیلیٰ و مجنوں، ہفت پیکر اور سکندر نامہ کا مجموعہ ہے اور تقریباً ۲۸ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ خمسۂ حیرت زدہ = مراد خمسۂ متحیّرہ یعنی پانچ ستارے عطارد، زہرہ، مریخ، مشتری اور زحل۔ ان کو متحیّرہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ کبھی کبھی اپنی معمولی

چال چھوڑ کر الٹے یا پیچھے چلنے لگتے ہیں۔ خمسۂ متحیرہ اس وقت نظم نظامی کی طرح منضبط اور مربوط تھے۔ ہلالی = فارسی شاعر ہلالی استرآبادی جس کی مثنوی شاہ و درویش یا شاہ و گدا بہت مشہور ہے۔ ۹۲۵ھ مطابق ۲۹-۱۵۲۸ء میں قتل کیا گیا۔ اختر برج سخن = مراد اشعار۔ (۱۴) تیر شہاب = ٹوٹے ہوئے ستارے کا تیر۔ ارجن = مہابھارت کی داستان کے مطابق پانڈو کے پانچ بیٹوں میں سے ایک کا نام جو تیر اندازی میں کمال رکھتا تھا۔ کرن کے کافے کے مرکز کو ارجن کے تیر سے تشبیہ دی ہے۔ (۱۵) خوشہ = مراد برج سنبلہ جو خوشے سے مشابہ ہے۔ نخل طور = شجر طور جس پہ موسیٰ علیہ السلام کو روشنی دکھائی دی تھی، مراد درخت۔ چنار = ایک بڑا درخت۔ (۱۶) شیر سرخ = مراد آفتاب۔ فیل = رات۔ آفتاب کے شیر اور رات کے ہاتھی کی لڑائی میں رات کے ہاتھی کے دانتوں کے تیر آفتاب کے شیر کے جگر میں پیوست ہو گئے یعنی رات نے آفتاب کو ختم کر دیا۔ سرحد دشت بیاض = سفیدی کے جنگل کی سرحد، مراد سفیدی۔ دشت بیاض ایران کے ایک شہر کا نام بھی ہے۔ کجلی بن = جنگل جس میں ہاتھی رہتے ہیں، مراد سیاہی۔ سفیدی کی سرحد سیاہی تک پہنچ گئی یعنی رات ہو گئی۔ (۱۷) آئینۂ خاوری = مراد سورج۔ حلقۂ سیمیں = مراد چاند۔ (۱۸) بام سبز = مراد آسمان۔ طائر سیماب گوں = پارے کے رنگ کا پرندہ، مراد چاند۔ زاغ سیہ = کالا کوا، مراد رات۔ مرغ ملمع بدن = مراد آفتاب۔ ملمع = وہ چیز جس پر چاندی یا سونا چڑھا ہوا ہو۔ (۱۹) خضر زمرد لباس = مراد آسمان۔ صاحب دست کلیم = ید بیضا رکھنے والا، دست کلیم سے چاند کو استعارہ کیا ہے۔ حضرت موسیٰ کو خدا نے یہ معجزہ عطا کیا تھا کہ جب وہ اپنا ہاتھ بغل میں چھپا کر نکالتے تھے تو ان کی جلی ہوئی ہتھیلی آفتاب کی طرح چمکنے لگتی تھی۔ فرعون نے حضرت موسیٰ کے سامنے بچپن میں کھجوریں اور انگارے رکھوائے تھے۔ حضرت موسیٰ نے انگارے اٹھا کر منہ میں رکھ لیے تھے جس سے ان کی ہتھیلی جل گئی تھی اور زبان میں لکنت آ گئی تھی۔ مصلائے سبز = سبز جانماز، مراد آسمان۔ لوئی بابل وطن = مراد زہرہ۔

(۲۰) ترکِ سناں دار = مرّیخ یا ترکِ چرخ جس کا خانۂ اصلی برجِ عقرب ہے۔ خانہ نشینی = گھر میں بیٹھنا، ستارے کا اپنے اصلی برج میں قیام کرنا۔ نشترِ کژدم = عقرب یا بچھو کا ڈنک، مراد برجِ عقرب جو بچھو کی شکل کا ہے۔ یعنی مریخ برجِ عقرب میں داخل ہو گیا۔ (۲۱) مبارک نہاد = نیک بنیاد، نیک اصل۔ خواجہ = آقا، مالک۔ صاحب قدسی نفس = فرشتہ صفت آقا۔ داورِ دیر کہن = دنیا کا حاکم۔ چاروں ترکیبیں مشتری کے لیے آئی ہیں۔ گرمِ افادت ہوا = فائدہ پہنچانے لگا۔ قسطاس = میزان، ترازو، میزان عربی کی مشہور درسی کتاب کا نام بھی ہے۔ نسخۂ قسطاس کا درس دینے لگا یعنی مشتری برجِ میزان میں آگیا۔ (۲۳) دوسرے محل کا اشارہ دوسرے آسمان کی طرف ہے کیونکہ عطارد دوسرے آسمان پہ ہے۔ صاحبِ دفتر = مراد عطارد جس کو منشیٔ فلک اور دبیرِ فلک کہتے ہیں۔ حرف زن = بات کرنے والا۔ ہندوئے بیدار بخت = خوش قسمت زحل، چونکہ زحل اپنے خانۂ اصلی جدی میں تھا۔ دلوِ آب = پانی کا ڈول، دلو ایک برج کا نام ہے جو جدی کے ساتھ زحل کا خانۂ اصلی ہے۔ ساتھ لیے دلوِ آب اس لیے کہ برجِ دلو جدی کے قریب ہی تھا۔ ابر صفت = بادل کی طرح۔ قطرہ زن = دوڑ کر چلنے والا، بہت سعی و کوشش کرنے والا۔ لفظی معنی کی مناسبت بھی ہے۔

(۲۵) شکمِ شیر = شیر کا پیٹ، اشارہ ہے برجِ اسد کی طرف جو شیر کی شکل کا ہے۔ مرتع = چراگاہ۔ آہوئے روز = مراد آفتاب۔ یعنی آفتاب برجِ اسد میں تھا۔ کرگسِ افتادہ = تھکا ہوا گدھ، مراد نسرِ واقع، وہ ستارہ جس کی شکل بیٹھے ہوئے گدھ کی طرح ہے۔ دوسرا نسر یعنی نسرِ طائر اڑتے ہوئے گدھ سے مشابہ ہے۔ نسرِ واقع اور نسرِ طائر کو کرگسانِ فلک کہتے ہیں۔ ترکِ فلک = مراد مرّیخ ستارہ۔ یعنی مرّیخ کی نظر نسرِ واقع پہ پڑ رہی تھی۔ (۲۶) آبلۂ پنج پا = مراد برجِ سرطان، پنج پا سرطان یا کیکڑے کو کہتے ہیں جس سے برجِ سرطان مشابہ ہے۔ شاخ سرِ گاؤ پہ = بیل کے سینگ کے اوپر، مراد برجِ ثور کے اوپر، برجِ ثور بیل کی شکل کا ہے۔ گلِ نسترن = سیوتی کا پھول۔ برجِ سرطان کو

گلِ نسترن قرار دیا ہے۔ (۲۷) اس گلِ تازہ پہ = برجِ سرطان پر جس کو اِس سے پہلے گلِ نسترن کہا ہے۔ گلِ سوسن = اودے رنگ کا ایک پھول، یہاں برجِ جدی مراد ہے جو اودے رنگ کا ہے۔ نقشِ سوادِ زمن = زمانے کی سیاہی کا نقش، مراد ستارۂ زحل جو سیاہ رنگ کا ہے۔ دونوں شعروں کا مفہوم یہ ہے کہ برجِ ثور کے اوپر برجِ سرطان اور اس کے اوپر برجِ جدی اور برجِ جدی میں ستارۂ زحل کی نشست تھی۔ (۲۸) حوت و برّہ = مچھلی اور مینڈھا، مراد برجِ حوت اور برجِ حمل کیونکہ برجِ حوت مچھلی اور برجِ حمل مینڈھے کی شکل کا ہے۔ (۲۹) باغ = مراد آسمان۔ منطقۂ گوہریں = موتیوں کا کمر بند یا پٹکا، اشارہ ہے کہکشاں کی طرف۔ موجۂ آبِ گہر = موتی کی چمک کی لہر۔ اشارہ ہے کہکشاں یا ستاروں کی چمک کی طرف۔

(۳۰) منبع = نکاس کی جگہ، سوتہ۔ شیرِ صباح = مراد سپیدۂ سحری، سفیدی۔ نہرِ لبن = دودھ کی نہر، مراد کہکشاں کی چمک جس کو پہلے مصرع میں جوئے شیر کہا ہے۔ (۳۱) چشمِ شبانِ برّہ = برجِ حمل کے چرواہے کی آنکھ، مراد برجِ حمل جس کا رنگ سرخ ہے۔ صفتِ طاسِ خوں = خون کے طشت کی طرح۔ گلِ نارون = انار کی ایک قسم کا نہایت سرخ پھول۔ برجِ حمل کو سرخی کے اعتبار سے گلِ نارون کہا ہے اور ستاروں کو گلِ نسترن۔ (۳۲) برجِ حمل میں آفتاب کے آنے سے بہار کا آغاز ہوتا ہے۔ (۳۳) کرگسِ پرّاں یعنی لفظی معنی اڑتا ہوا گدھ، مراد ستارہ نسرِ طائر جو اڑتے ہوئے گدھ کی طرح ہے۔ بال کشائے ہوا = ہوا میں اڑنے والا۔ خفّاش = چمگادڑ = چمگادڑ اڑنے لگے اور چیل کوّے چھپ گئے۔ (۳۴) بالِ مرصّع = جڑاؤ پر، سنہرے پر۔ زاغِ سیہ = مراد رات۔ طائرِ پر سوختہ = پر جلا ہوا پرندہ، اشارہ ہے سورج کی طرف۔ (۳۵) یوسفِ زرّیں قبا = مراد سورج۔ طالبِ دلو و رسن = ڈول اور رسّی کا ڈھونڈھنے والا۔ (۳۷) عاج = ہاتھی دانت۔ کفِ ناہید = ستارۂ زہرہ کی ہتھیلی۔ (۳۸) لوحِ زمرّد = زمرّد کی تختی، مراد آسمان۔ صرفِ نقاطِ گہر ہوئی =

منیر

موتی کے نقطوں سے بھر گئی یعنی سارے آسمان پر ستارے بکھرے تھے۔
تختۂ سوسن = سوسن کے پھولوں کی کیاری، مراد آسمان، سوسن گہرے نیلے یا اودے رنگ کا پھول ہوتا ہے۔ (۳۹) یعنی نیند آنے لگی۔ دزدِ خیالات و خواب = خیالات و خواب کے چور، مراد وہ چیزیں جن سے خیالات اور نیند میں خلل ہو۔

(۴۲) عامل = عمل یا سحر کرنے والا۔ فسوں = جادو، منتر۔ پری زاد = پری کی اولاد، دیو اور پری۔ پری زادِ خواب شیشے میں آئے = خوابوں کے حسین مناظر دکھائی دینے لگے۔ دفعتن = دفعتہً، فوراً، قافیے کے لحاظ سے دفعتن لکھا ہے۔
(۴۳) سرمہ = کنایہ ہے تاریکی سے۔ (۴۴) شحنگاں = شحنہ (یعنی کوتوال یا پاسبان) کی جمع۔ بانگِ جرس = گھنٹے کی آواز۔ (۴۵) چنگ، رباب = باجوں کے نام۔ ہم نفس، ہمدم، ساتھی۔ (۴۶) پری = استعارہ ہے شراب سے۔ (۴۷) رکوع = نماز میں گھٹنوں پر جھکنا۔ سجود = سجدہ کرنا۔ صومعہ = عبادت خانہ۔ اہلِ ذکر = عبادت کرنے والے۔ خشتِ دَن = شراب کے مٹکے کی اینٹ۔ دَن = لمبا مٹکا۔ (۴۸) کاؤس = کیکاؤس، قدیم ایران کا ایک عظیم الشان بادشاہ۔ کَے = عظیم الشان بادشاہ، کیانی خاندان کے بادشاہوں کا لقب، کیکاؤس بھی اسی خاندان سے تھا۔ نَے = بانسری۔

(۵۰) آتشِ تر = مراد شراب۔ بغداد = کنایتہً شراب کا پیالہ۔ خطِ بغداد = جامِ جمشید کی سات لکیروں میں سے دوسری لکیر، مراد شراب کے پیالے کا بھرا ہونا۔ بطِ مے = شراب کی صراحی جو بطخ کی شکل کی بناتے ہیں۔ خونِ بطِ مے = مراد شراب۔ دجلہ = ایک ندی جو بغداد کے پاس بہتی ہے۔ دجلہ کی لفظی مناسبت بغداد سے ہے کیونکہ بغداد عراق کے شہر کا نام بھی ہے۔ (۵۱) مہِ نو = مراد ہونٹ۔ مہِ کامل = مراد پیالہ۔ آبلۂ سبز = مراد مینا۔ آبِ عقیقِ یمن = مراد شراب۔ عقیق ایک سرخ پتھر ہے، یمن کا عقیق مشہور ہے۔ (۵۴) حاجب = دربان۔ دَوّاب = پہرہ دینے والے سوار۔ محیط = گھیرنے والا۔ (۵۵) بالش = تکیہ۔ (۵۶) اہلِ عزا = ماتم کرنے والے۔ (۵۷) ہم کنار = ہم آغوش۔ قوی البدن = مراد تندرست۔

(۵۹) تریاک = اصطلاحاً افیون۔ تر دماغ = سرخوش، نیم مست یعنی نشہ بھی ہو اور ہوش بھی۔

(۶۰) سر بگریبانِ فکر = سوچ میں ڈوبا ہوا۔ (۶۱) کام = تالو۔ روزۂ مریم = مراد خاموشی، روزۂ مریم یا صومِ مریم خاموشی کے روزے کو کہتے ہیں جس میں تمام دن روزہ رکھنے والا بولتا نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ کی ولادت کے بعد خدا کے حکم سے حضرت مریم نے خاموشی کا روزہ رکھ لیا تھا اور حضرت عیسیٰ نے خود اپنی زبان سے اپنی ولادت کے اسباب سے بنی اسرائیل کو آگاہ کر کے ان کے شبہات کا ازالہ کیا تھا۔ اسی بنا پر عیسائیوں میں خاموشی کا روزہ رکھا جاتا ہے۔ زادۂ طبعِ رواں = مراد مضمونِ شاعرانہ یا شعر۔ حرف زن = بولنے والا۔ (۶۴) خوردۂ کافور = کافور کا ریزہ، استعارہ ہے ستاروں کے لیے۔ ریزۂ الماس = ہیرے کا ٹکڑا۔ (۶۵) پنجۂ بیچارہ = مراد چاند۔ آتشِ خشمِ سپہر = آسمان کے غصے کی آگ۔ (۶۶) متفحص = تلاشی، جستجو کرنے والا۔ ناصیۂ چرخ = آسمان کی پیشانی۔ (۶۷) خادمِ پیر = ستارۂ زحل۔ صرفِ سخن ہو = مراد کلام کرے، شاعری کرے۔ (۶۸) اُشبہ = بہت مشابہ یا ملتا جلتا، مشابہ۔ عُلوی = آسمانی۔

(۷۰) تخت نشینانِ خاک = زمین کے بادشاہ۔ فرطِ بلاہت = نادانی کی زیادتی۔ (۷۱) مبغوض تر = جس پر بہت عتاب ہو۔ (۷۲) آئینۂ نور سے اشارہ حضرت امام حسن کی طرف ہے جن کو پینے کے پانی میں پسا ہوا ہیرا دے کر شہید کیا گیا تھا۔ (۷۳) شیرِ خدا = حضرت علی کا لقب۔ پاش پاش = ٹکڑے ٹکڑے۔ نیش زن = ڈنک مارنے والا، تکلیف پہنچانے والا۔ (۷۴) شربتِ الماس = پانی جو خنجر کی دھار پر چڑھایا جاتا ہے، الماس فولادِ جوہردار اور تیغ و خنجر کو بھی کہتے ہیں (عام معنی ہیرے کے ہیں)۔ امام حسین کی شہادت کی طرف اشارہ ہے، ۱۰ محرم ۶۱ھ کو یزیدی فوج کے ایک سردار شمر نے اپنے خنجر سے آپ کا گلا کاٹا تھا۔ سودۂ الماس = پسا ہوا ہیرا۔ ۵۰ھ میں امام حسن کی شہادت کی طرف اشارہ ہے۔ (۷۵) عرقِ انفعال = شرمندگی کا پسینہ۔ (۷۶) خامۂ فکرت =

فکر کا قلم، مراد فکر یا تخیل۔ شکرّ شکن = مراد شیریں زباں۔ (۷۷) آخرِ ابجد کا حرف = حرفِ آخرِ ابجد، مراد ہزار معنی بلبل۔ ابجد کا آخری حرف غین ہے جس کا عدد ایک ہزار ہے۔ (۷۸) گنجِ حکیم = مراد خدا کا خزانہ۔ سرّ و علن = مراد پوشیدہ اور آشکار۔ (۷۹) عقلِ نخستیں = عقلِ اول، مراد جبرئیل۔ دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۶۰ کا حاشیہ۔ نورِ پسیں = پچھلا نور، مراد رسولِ خدا جو خاتم المرسلین ہیں۔ طفلِ چہل روزہ = چالیس دن کا بچہ، مراد حضرت آدم کیونکہ چالیس دن میں ان کی مٹی کا خمیر تیار ہوا تھا۔

(۸۰) مصرِ زلیخا پناہ = زلیخا کو پناہ دینے والا شہر، مراد جائے سکوں کنایتہً سینہ یا دل۔ بیت الحزن = اس حجرے کا نام جس میں حضرت یعقوب اپنے بیٹے حضرت یوسف کی جدائی میں رویا کرتے تھے، مراد رنج کی جگہ۔ (۸۱) ارضِ بقیع = مراد جنت البقیع، قبرستان واقع مدینہ جس میں امام حسن کا مزار شریف ہے۔ یوسفِ زیبق نقاب = آفتاب زیرِ ابر، مراد آفتاب۔ زیبق کے معنی پارے کے ہیں۔ یوسف اور پیرہن میں مناسبت ہے کیونکہ پیرہنِ یوسف مشہور ہے۔ یوسف کو کنویں میں پھینک دینے کے ایک عرصے کے بعد ان کے سوتیلے بھائی غلّہ لینے کے لیے جب مصر پہنچے تو حضرت یوسف وہاں کے وزیرِ اعظم تھے۔ انھوں نے ان بھائیوں کو دل ہی دل میں پہچان لیا تھا اور غلّہ وغیرہ دینے کے ساتھ اپنا ایک پیرہن بھی دیا تھا۔ اس پیرہن کی خوشبو حضرت یعقوب کو دور سے آنے لگی تھی اور جب یہ حضرت یوسف کی ہدایت کے مطابق حضرت یعقوب کی آنکھوں پہ ڈالا گیا تھا تو ان کی آنکھوں کی روشنی جو حضرت یوسف کے غم میں روتے روتے زائل ہوگئی تھی واپس آگئی تھی۔ (۸۲) مانعِ لہوالحدیث = مراد گانے کو روکنے یا منع کرنے والا۔ لہوالحدیث کے معنی ہیں عشق کے قصے گانے اور سرود وغیرہ کی حکایتیں۔ زخمہ = مضراب، نقارے کی چوب۔ رگِ تار = ستار وغیرہ کا تار۔ (۸۳) پنجۂ کبکِ دری = مراد ساز بجانے کی کمانی (جس سے سارنگی وغیرہ بجاتے ہیں)؟۔ (۸۴)

کفِ لسان = زبان رکنا۔ برجِ ثریّا = مراد عقدِ ثریا۔ دُرِّ عدن = مراد ستارے۔
(۸۵) کرسی و لوح و قلم = عرش، تختی اور قلم۔ عقیدہ ہے کہ عرش پر ایک تختی ہے جس پر قلمِ قدرت نے تمام آئندہ حالات و واقعات درج کر دیے ہیں۔ یعنی امام حسن کی ابتدائی تعلیم عرش پر ہوئی اور وہاں کی تختی اور قلم انھوں نے استعمال کیا۔ دوسرے مصرع کا مفہوم یہ ہے کہ ابتدائی تحریر بھی عرش یا تعلیماتِ الٰہی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ آلِ معصفر = سرخ رنگ کی لکڑی کے درخت کسنبھ کی جڑ جس سے سرخ رنگ نکلتا ہے۔ کشتہ = مقتول، مارا ہوا۔ (۸۷) معجزِ زرخاں = حضرت ابراہیم کا آگ کو سرد کر دینے کا معجزہ۔ معجز = معجزہ۔ زرخاں = فارسی میں حضرت ابراہیم کا نام۔ اہرمن = آتش پرستوں کے اعتقاد میں خدائے ظلمت یا روحِ شر۔ (۸۸) سُنبلۂ زر = مراد انگیٹھی۔ زنبورِ سرخ = چنگاری۔ زمزمِ آتش فشاں = مراد آفتاب۔ (۸۹) زورقِ زرّیں = سنہری کشتی، مراد سورج۔ نوح = مراد ناخدا، ملاح۔ زورقِ سیمیں = روپہلی کشتی، مراد چاند۔ خضر = مراد رہنما۔
(۹۰) عنبرِ لرزاں = مراد ممدوح کے گیسو۔ مشکِ جناں کی خُتَن = مرادِ جنّت کے مشک کا سرچشمہ۔ (۹۱) مردمِ آبی = پانی کے جانور وغیرہ، مردم بمعنی مخلوق۔ (۹۲) سبز پری = نیا اُگا ہوا پودا، بیج سے پھوٹا ہوا انکھوا۔ حلّۂ آدم = سبز پوشاک۔ قالبِ خشتِ کہن = مراد قبر۔ جب پودے سرسبز و شاداب نہ ہوں گے تو زمین مردہ نظر آئے گی۔ (۹۴) مَرزغن = مَرزغان، قبرستان۔ بچۂ خورشید = لعل و یاقوت وغیرہ جو آفتاب کی گرمی سے بنتے ہیں۔ (۹۵) مجمرۂ نقرہ پوش = مراد چاند، مجمرہ کے لفظی معنی انگیٹھی اور نقرہ کے چاندی کے ہیں۔ (۹۶) لعابِ گوزن = بارہ سنگھے کا لعابِ دہن جس سے شیر کا بخار اتر جاتا ہے۔ (۹۷) ہندوئے طفل = طفلِ ہندو، کنایتہً آنکھ کی پتلی۔ مریدِ وثن = بت کا پیرو، بت پرست۔ (۹۸) شکر ریز = وہ چیز جو برات کی رات دولھا دلھن پر سے نچھاور کرتے ہیں، شادی کی ایک رسم۔ (۹۹) پایۂ حوض = حوض کی سیڑھی، بنیاد یا ستون، مراد میخانے کا حوض۔

(۱۰۰) ہمزۂ مسمار = سیدھی میخ ۔ مسمار کے معنی بھی کیل کے ہیں، دوسرے معنی منہدم یا گرایا ہوا کے ہیں ۔ ہمزہ کی شکل مدِ نظر ہے ۔ قاف و دال = طمطراق، شان ۔ املا کی رعایت سے قد ۔ زبان کے لیے اس کا طمطراق ہمزہ کی طرح مسمار ہو جائے یا زبان کا قد ہمزہ کی طرح ٹیڑھا ہو جائے یعنی ٹھیک سے بات نہ کی جا سکے ۔ (۱۰۱) رسولِ خدا کی باتیں آپ کے دل میں رہتی تھیں، گویا آپ کا دل حدیثوں کا وطن تھا ۔

(۱۰۲) شاہِ مربع نشیں = پالتی مار کر یا چار زانو بیٹھنے والا بادشاہ، مراد کعبہ جو چوگوشہ ہے یا سورج جو چوتھے آسمان پر ہے ۔ آفاق = دنیا ۔ سرِ انجمن = بھری محفل میں ۔ (۱۰۳) خسروِ ہشتم بہشت = آٹھویں بہشت کا بادشاہ، فردوس کا بادشاہ ۔ بلبلِ گلزارِ حق = خدا کے باغ یا جنّت کا بلبل ۔ شحنۂ پنجم حصار = پانچویں قلعے کا کوتوال، مریخ جو پانچویں آسمان پر ہے ۔

(۱۰۴) خسروِ زرّیں عطا = مراد سورج ۔ رنجِ جَشَن = دوپہر کی تپش کی تکلیف ۔ جَشَن کے معنی ہیں تپ کی گرمی ۔ (۱۰۵) مجمعِ ضدّین = دو ضدوں کا جمع ہونا ۔ (۱۰۶) جبہۂ درویش = فقیر کی پیشانی، مراد افق یا آسمان ۔ دندانِ حوت = مراد ستارے ۔ قبلۂ جمشید = کنایتہً آتش، آفتاب یا جامِ جہاں نما، یہاں آفتاب مراد ہے ۔ (۱۰۷) زادۂ شش روزہ = چھ دن کا بچّہ، نومولود بچّہ، تمام عالم بھی مراد لیتے ہیں کیونکہ خدا کے حکم سے عرش سے تحت الثریٰ تک ساری دنیا چھ دن میں پیدا ہوئی تھی ۔ (۱۰۹) تر زباں = خوش کلام، رطب اللّسان ۔ خاتمِ گویا = لفظی معنی بولتی ہوئی انگوٹھی، مراد منہ ۔

(۱۱۰) سوارانِ آب = مراد پانی کے بلبلے ۔ کُمَیت = گہرے سرخ رنگ کا گھوڑا ۔ کُرَنگ = بھورے رنگ کا گھوڑا ۔ بادیۂ غول = ایسا جنگل جس کی ویرانی کا یہ عالم ہو کہ وہاں غول (اگیا بیتال) ہوں، کنایتہً دنیا ۔ (۱۱۲) عمرِ خضر = حیاتِ جاوداں ۔ حضرت خضر کا سایہ جہاں پڑتا ہے وہ جگہ سرسبز ہو جاتی ہے ۔ بادِ مسیحا = بادِ عیسیٰ، دمِ عیسیٰ، حضرت عیسیٰ کا قم باذن اللہ کہنا، جس سے مردے زندہ ہو جاتے تھے ۔

(۱۱۳) صومعہ = عبادت خانہ ۔ (۱۱۴) دختِ رَز = انگور کی بیٹی، شرابِ انگوری،

شراب۔ دخت، دختر کا مخفف ہے اور رز کے معنی ہیں انگور کی بیل یا انگور۔ شیشۂ زنار بند = مراد ڈھکی ہوئی صراحی۔ چونکہ آپ حلال اور حرام چیزوں کے یکجا ہونے سے مانع ہیں اس لیے شراب اور کباب کا ساتھ نہ ہو اور شیشۂ زنار بند برہمن کے پیٹ کی طرح ہو جائے۔ (۱۱۶) رسالت مآب = مراد پیغمبرِ اسلام۔ (۱۱۷) بستہ = بندھا ہوا۔ (۱۱۸) گرسنہ چشمانِ دہر = دنیا کے حریص یا لالچی لوگ۔ گرگ بند = بھیڑیوں کا گھیرا، مراد قیدِ زبوں جس سے جانبر ہونا محال ہو۔ گرگ بند کے لغوی معنی ہیں وہ شخص جو بھیڑیوں میں پھنس جائے۔ لیکن یہاں گرگ بندی کا مفہوم ہے جس کے لغوی معنی ہیں آدمی کا سات بھیڑیوں کے درمیان پھنس جانا۔ یوسفِ زریں رسن = مراد آفتاب، خود اپنی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۱۲۰) ترش رو = مراد بدمزاج۔ تلخ کام = مراد ناکام، نامراد۔ سرکۂ دہ سالہ = دس سال کا سرکہ، مراد بہت پرانا سرکہ جس کی تاثیر ختم ہو چکی ہو۔ صفرا شکن = صفرا یا پت کو توڑنے والا۔ سرکے یا لیموں وغیرہ کا استعمال صفرا میں مفید ہوتا ہے۔ (۱۲۳) مطہّر = پاک۔ (۱۲۶) فاخری = ایک فارسی شاعر۔ مادحِ سلجوقیاں = ایران کے سلجوقی خاندان کے بادشاہوں کی مدح کرنے والا۔ (۱۲۷) سرانِ سخن = ممتاز شعرا۔

(۱۳۰) ناقدِ تازی زباں = عربی زبان کا نقاد۔ نبض شناسِ سخن = مراد سخن شناس۔ (۱۳۱) فضلِ حق = مولوی فضلِ حق خیر آبادی اپنے زمانے کے ایک زبردست عالم، ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء میں پیدا ہوئے، غدر کے سلسلے میں انگریزوں نے انڈیمان میں قید کر دیا اور قید ہی میں ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں وفات پائی۔ مشتہر = اشتہار دیا ہوا مراد مشہور۔ موتمن = امانت دار، مراد قابلِ اعتماد، ثقہ۔ (۱۳۲) غرقۂ بحرِ محن = غموں کے سمندر میں ڈوبا ہوا، اشارہ ہے قید کی طرف۔ (۱۳۴) مصطلحات = مصطلح کی جمع، اصطلاحیں۔ عجم = ایران۔ فرس = ایرانی، اہلِ ایران۔ (۱۳۵) متحمل = برداشت کرنے والا۔ بے ریب وظن = بے شک و بے گمان۔ بوجہِ حسن = اچھی طرح سے۔

(۱۳۷) قطرہ زن = دوڑ کر چلنے والا، بہت کوشش کرنے والا۔ (۱۳۸) طوطیٔ شکّر شکن = خوش نوا طوطی، مراد شیریں کلام شاعر۔

(۱۴۰) غریب = نادر، عجیب۔ (۱۴۱) متعارف = پہچانا ہوا، مشہور۔ (۱۴۲) بے سواد = جاہل، نالائق۔ (۱۴۳) قہر و خشم = غصہ۔ (۱۴۳) بس کہ = چونکہ۔ (۱۴۴) عفو کریں = معاف کریں۔ (۱۴۶) از بس = بہت۔ (۱۵۰) "جزوِ دل وجاں ہوئی شرحِ حدیثِ حسن" سے ۱۲۷۹ نکلتے ہیں جو اس قصیدے کی تصنیف کا ہجری سال ہے۔

امیر احمد امیرؔ مینائی

قصیدہ ۱

نوّاب کلب علی خاں ۱۸۶۵ء سے ۱۸۸۷ء تک ریاست رام پور کے نوّاب تھے۔

(۱) ہنگامِ نظر = دیکھنے کا وقت یا موقع۔ (۲) صرف = مراد مصروف۔ (۳) بدھیاں = پھولوں کا ہار۔ زیب فزائے بر و دوش = سینے اور شانے کی سجاوٹ کو بڑھانے والا۔ (۷) بسکہ = چونکہ۔ (۹) ششدر = حیران، شطرنج میں مہرے کا ہر طرف سے پھنس جانا۔

(۱۰) خانہ بر دوش = خانہ بدوش۔ (۱۳) یُمن = مبارک ہونا۔ ماہِ صفر = صفر کے مہینے کا چاند۔ صفر ہجری سال کا دوسرا مہینہ ہے جس کا چاند دیکھ کر آئینہ دیکھنا مبارک خیال کیا جاتا ہے۔ (۱۴) صافیٔ قلب = دل کی صفائی۔ (۱۶) لگی نہ رکھنا = ذرا بھی لحاظ نہ رکھنا، صاف صاف کہہ دینا۔ (۱۸) آئینے کی ایجاد سکندرِ اعظم سے منسوب ہے، اسی کی بتائی ہوئی ترکیب کے مطابق رسّام لوہار نے لوہے کو اس طرح جلا دی تھی کہ اس میں ہر چیز کا عکس دکھائی دینے لگا تھا۔ (۱۹) نبی = مراد پیغمبرِ اسلام۔

(۲۰) ہر دل ہوں عزیز = ہر دل کو پیارا ہوں۔ اصحاب = مراد پیغمبرِ اسلام کے

صحابی یا دوست، صحابہ۔ (۲۲) اہلِ تنجیم = نجومی۔ (۲۳) طوطی بولنا = شہرت حاصل ہونا، عروج ہونا۔ سرخاب = ایک آبی پرندہ جس کا پر بہت خوبصورت اور قیمتی ہوتا ہے اور ٹوپی میں لگایا جاتا ہے۔ سرخاب کا پر = نہایت قیمتی اور نایاب چیز۔ آئینے کے سامنے رکھ کر طوطی کو بولنا سکھاتے ہیں۔ غازہ = پوڈر۔ (۲۵) زحل آسا = زحل کی طرح، زحل یا کیواں ایک سیاہ اور منحوس ستارہ ہے۔ (۲۶) پارۂ چوب = لکڑی کا ٹکڑا۔ جگر چاک = اشارہ ہے کنگھے کے دندانوں کی طرف۔ (۲۷) بال بیکا ہونا = نقصان یا تکلیف پہنچنا۔ (۲۸) پیش جائے نہ تری ایک = تیری ایک نہ چلے۔ (۲۹) شل = اپاہج، سُن، تھکا ہوا۔

(۳۰) ضحاک = ایران کا ایک ظالم بادشاہ جو شدّاد کا بھانجہ تھا۔ اس کے شانوں پر شیطان کے بوسہ دینے سے دو سانپ پیدا ہو گئے تھے۔ انسان کا بھیجا ان سانپوں کی خوراک تھی۔ ان کی غذا کے لیے روز دو آدمی ہلاک کیے جاتے تھے۔ آخر کار رعایا میں بےچینی پھیل گئی اور فریدوں کے ہاتھوں قید ہو کر ضحاک ہلاک ہوا۔ (۳۴) سمن اندام = گورا جسم رکھنے والا، مراد معشوق۔ (۳۷) کھپ گیا = شرمندہ ہوا، جھینپ گیا۔ موئے تن = جسم کے بال، کنایۃً کنگھے کے دندانے۔ راست ہوئے = کھڑے ہو گئے۔ (۳۹) صفتِ عقدہ کشائی = گرہ کھولنے کی خوبی، اشارہ ہے بالوں کے سلجھانے کی طرف۔

(۴۲) مرجاں = مونگا، ایک سرخ سمندری پیداوار جس کو ہنجے سے نسبت دی جاتی ہے۔ (۴۴) شانۂ زنبورِ عسل = شہد کی مکھی کا چھتا۔ عذوبت = مٹھاس۔ (۴۶) شانۂ عاج = ہاتھی دانت کا کنگھا۔ شانۂ شمشاد = شمشاد کی لکڑی کا کنگھا۔ شمشاد کی لکڑی بہت مضبوط ہوتی ہے۔ ایران میں اکثر اس کی کنگھیاں بنائی جاتی ہیں۔ شانے میں فال دیکھنا = اشارہ ہے فالِ شانہ یا شانہ بینی کی طرف۔ فال دیکھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ پلاؤ میں شانے کی ہڈیاں ڈالتے ہیں، دسترخوان پر اگر یہ ہڈی نکل آتی ہے تو اس کو دیکھ کر کسی معاملۂ خاص کے بارے میں نتیجہ نکالتے ہیں۔ شانہ کے لفظ میں چونکہ ایہام ہے اس لیے یہ مضمون باندھا ہے۔

(۴۷) صاحب ریش = داڑھی والا۔ شانہ کشی = کنگھا کرنا۔ (۴۸) جل شانہ = اس کی شان بڑی ہے، اللہ کے نام کے ساتھ یہ فقرہ استعمال کرتے ہیں۔
(۵۰) دریدہ دہن = منہ پھٹ۔ بدگوہر = بدذات۔ (۵۱) کوردلی = دل کا اندھاپن، کج طبعی۔ تیرہ دروں = جس کا باطن تاریک ہو، بدباطن۔ (۵۲) غیبت = پیٹھ پیچھا۔ (۵۳) سراب = ریگستان میں پانی کی مانند چمکتی ہوئی ریت۔
(۵۵) ابین ہے من الامس = گزرے ہوئے دن سے زیادہ بیّن ہے، مراد صاف ظاہر ہے۔ عربی کی مثل ہے اَظْہَرُ مِنَ الشَّمْسِ وَ اَبْیَنُ مِنَ الْاَمْسِ یعنی آفتاب سے زیادہ ظاہر اور گزرے ہوئے دن سے زیادہ ہویدا۔ شب کور = جس کو رات میں نظر نہ آئے۔
(۵۹) پُرچیں = پُرشکن۔ سپر = ڈھال، مراد محافظ۔
(۶۱) شبّو = ایک پھول جس کی خوشبو رات کو پھیلتی ہے۔ (۶۴) اَولیٰ = بہتر۔ عدالت گستر = مراد انصاف کرنے والا۔ (۶۵) زیب دہ = زیب دینے والا، آراستہ کرنے والا۔ (۶۶) تاج شرف = بزرگی کا تاج۔ (۶۷) معلّیٰ = بلند۔ (۶۸) عُود = اگر کی لکڑی۔ (۶۹) ارّہ = آرا۔ ایک درخت اور اس کی لکڑی کا نام بھی ہے۔ برگِ تبر = تبر کے درخت کی پتّی۔ تبر کے معنی کلہاڑی کے بھی ہیں۔
(۷۱) کرسی = مکان کی سطح۔ (۷۲) پرِ کاہ = گھاس کا تنکا۔ (۷۴) سرو قد ہے = مراد سیدھا کھڑا ہوا ہے۔ وغا = لڑائی۔ (۷۶) مشتق = نکلا ہوا، وہ لفظ جو دوسرے لفظ سے بنایا گیا ہو۔ مصدر = نکلنے کی جگہ، لفظ کی اصل۔ (۷۷) طغرا = ایک قسم کا پیچیدہ حرفوں کا خط جس میں بادشاہوں کا نام یا لقب فرمان پر لکھا جاتا تھا۔ بے منشور ظفر = فتح کے فرمان کے لیے۔ (۷۸) رُبعِ مسکون = زمین کا چوتھائی آباد حصّہ۔ اخضر = سبز۔ (۷۹) افسر = تاج۔ مور کے سر کی کلغی کا بالائی تاج نما حصّہ اونچائی پر ہوتا ہے جس سے تاج کے سر سے جدا ہونے کی مثال دی ہے۔
(۸۰) آزر = حضرت ابراہیم کے چچا جن کی بت تراشی مشہور ہے۔ (۸۴) جرمِ خورشید = سورج کا جسم، مراد سورج۔ جہاں تاب = دنیا کو روشن کرنے والا۔
(۸۸) سماعت = سننے کی قوت۔ نرگسِ شہلا = سیاہی مائل نرگس۔ یارائے نظر =

دیکھنے کی قوت۔ (۸۹) مصحفِ رب = خدا کی کتاب، قرآن، مراد ممدوح کا چہرہ۔
(۹۰) احمر = سرخ۔ (۹۲) شست = تیر کی گرفت۔ نسرین = کرگس یا گدھ کی صورت کے دو ستارے جن کو نسرِ طائر اور نسرِ واقع کہتے ہیں۔ نسرِ طائر اڑتے ہوئے گدھ کی شکل کا ہے اور منطقۃ البروج کے شمال میں واقع ہے۔ نسرِ واقع بیٹھے ہوئے گدھ کی طرح ہے اور قطب جنوبی کی طرف ہے۔ مریخ = بہرام ستارہ، ترکِ فلک، جلادِ فلک۔
(۹۴) عرض = جو صفت خود قائم نہ ہو۔ جوہر = ہر چیز کی اصل جو خود قائم ہو۔ (۹۵) یاجوج = یاجوج اور ماجوج دو بھائی تھے جو یافث بن نوح علیہ السّلام کی اولاد میں سے تھے۔ یہ اور ان کی قوم جو یاجوج ماجوج کہلاتی ہے بڑی مفسد تھی۔ سکندر بادشاہ نے ان کے فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے حدِ مشرق میں طلوعِ آفتاب کے مقام پر دو پہاڑوں کے درمیان لوہے اور تانبے کی دیوار "سدِّ سکندری" تعمیر کرائی تھی۔ یہاں جہالت کو یاجوج قرار دیا ہے۔ (۹۶) ایما = اشارہ، مراد مرضی، حکم۔ تیر کے پر = پر جو تیر کے پچھلے حصّے میں لگے ہوتے ہیں۔ (۹۷) پنبہ = روئی۔ معاتب = عتاب کیا ہوا۔ (۹۸) اَجرام = جِرم بمعنی جسم کی جمع، مراد اجرامِ فلکی، سورج، چاند، ستارے وغیرہ۔
(۱۰۱) اشارہ ہے پیغمبرِ اسلام صلعم کے معجزۂ شقّ القمر کی طرف جس کے مطابق آنحضرتؐ نے اپنی نبوّت کے ثبوت میں انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیے تھے۔ (۱۰۲) شیرِ فلک = آفتاب، برجِ اسد۔ چو رنگ = شمشیر بازی کی ایک چوٹ جس سے جسم کے چار ٹکڑے ہو جائیں، مراد ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ (۱۰۴) ساتوں کشور = ہفت اقلیم، سات ولایتیں۔ قدیم حکما نے آبادی کے سات حصّے چین، ترکستان، ہندوستان، توران، ایران، روم اور شام مقرّر کیے تھے۔ مراد کل کائنات۔ (۱۰۵) باختر = خیالی طور پر باختر کا محلِ وقوع قاف وغیرہ کے اطراف میں ہے، مراد مغرب۔ خاور = چین یا مشرقِ بعید، مراد مشرق۔ طریق = راستہ۔ یعنی مشرق سے مغرب تک دو قدم کا راستہ ہے۔ (۱۰۶) دمِ سیر = چلتے یا دوڑتے

وقت ۔ (۱۰۹) گردشِ دیدۂ راکب = سوار کی آنکھ کا پھرنا ۔ عِنان = لگام ۔ تازیانہ = کوڑا ۔ تارِ نظر = نظر کا تار، مراد نگاہ ۔

(۱۱۰) تقصیر = کمی کرنا، کوتاہی کرنا ۔ (۱۱۱) قاصر = کوتاہی کرنے والا ۔ نگوں = اوندھا، جھکا ہوا ۔ (۱۱۲) وا کیے = کھول دیے ۔ ابوابِ اثر = اثر کے دروازے، ابواب باب کی جمع ہے ۔ فروزندہ = چمکنے والا ۔

قصیدہ ۲

اس غیر مطبوعہ قصیدے کا متن قصیدۂ امیر مخطوطہ ۱۲۰۶ مملوکۂ رضا لائبریری رام پور کے مطابق ہے ۔ نواب سید حامد علی خاں ۱۸۸۹ء سے ۱۹۳۰ء تک رام پور کے نواب تھے ۔

(۱) سلطانِ شرق = مشرق کا بادشاہ، مراد سورج ۔ سورج کے برجِ حمل میں آنے سے موسم بہار کا آغاز ہوتا ہے ۔ زرنگار = لفظی معنی سونے سے لکھا ہوا مراد سنہری ۔ (۲) خطِ شعاع = ایک قسم کا خط، کنایہ ہے سورج کی کرنوں سے ۔ قوائے نامیہ = نمو یا بڑھوار کی قوتیں، قوا جمع ہے قوّت کی ۔ (۳) ہرکارہ = خبر رساں ۔ (۴) دیار = ملک، علاقہ ۔ میمنہ = فوج کا دایاں حصّہ ۔ میسرہ = فوج کا بایاں حصّہ ۔ سموم = گرم ہوا ۔ (۸) نوبتی = نوبت بجانے والے ۔ (۹) بوم = اُلّو ۔

(۱۰) صرصر = تیز ہوا، جھکڑ ۔ رسن = رسّی، طناب ۔ ستون = کھمبا ۔ (۱۱) خسروِ خاور = مشرق کا بادشاہ، مراد سورج ۔ (۱۲) تگرگ = اولے، ژالہ ۔ سحاب = بادل ۔ رعد = بادل کی گرج ۔ (۱۳) شاخسار = ڈالیوں یا درختوں کا جھرمٹ، باغ ۔ (۱۵) یکّہ تاز = تنہا دوڑنے والا، اکیلا دوڑنے والا، مراد سوار ۔ تیغ گزارانِ جوئبار = جوئبار کے تلوار چلانے والے، جوئبار اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بہت سی نہریں ہوں ۔ تیغ گزاران سے نہریں مراد ہیں ۔ (۱۶) خود = لوہے کی ٹوپی جو لڑائی میں سر اور گردن کی حفاظت کے لیے پہنی جاتی تھی ۔ (۱۸) بید = بیت، ایک درخت جس کی شاخیں لمبی اور سیدھی

ہوتی ہیں۔ سوسن = نیلے رنگ کے پھول کا درخت جس کی شاخیں بلند ہوتی ہیں۔ میر آتش = توپ خانہ کا داروغہ۔ چنار = ایک بہت بڑا درخت جس کے پتے سرخ اور انسان کے پنجے سے مشابہ ہوتے ہیں۔ اکثر اس میں خود بخود آگ لگ جاتی ہے۔ اسی مناسبت سے اسے میر آتش کہا ہے۔ (۱۹) خیری = ایک پھول جس کو گلِ خیرو بھی کہتے ہیں، خیرات بیگ اور خیری میں لفظی مناسبت ہے۔ جعفری = گیندے کے پھول کی ایک قسم۔ بُداغ = شہنی، تلوار، آقا باداغ نام کے طور پہ آیا ہے۔ لیکن اس میں لفظ داغ کی مناسبت لالہ سے ہے۔ خشن خاں میں خشن کے معنی سخت اور کھردرے کے ہیں جس کی مناسبت کوکنار سے ہے کیونکہ کوکنار یا پوست کا ڈوڈا کھردرا ہوتا ہے۔

(۲۰) نسترن = سیوتی کا پھول جو سفید ہوتا ہے۔ زنبق = چنپا کا پھول۔ نار = انار۔ (۲۱) سلاح = ہتھیار۔ (۲۲) صد برگ = گیندے کا پھول۔ سُنبل = ایک خوشبودار گھاس، سُنبل الطیب، بال چھڑ۔ (۲۳) پیچک = پیچدار نال کا تنبچہ۔ (۲۴) چار آئینہ = ایک قسم کی زرہ جس میں چار لوہے کے تختے بانات اور مخمل میں منڈھ کر سینے اور پشت کی حفاظت کے لیے لڑائی میں پہنتے تھے۔ سہ برگی = سہ برگہ، ایک پھول۔ (۲۵) کمک = مدد۔ (۲۶) جُرّہ = ایک شکاری پرندہ جس کی مادہ باز ہے۔ کُلنگ = ایک پرندہ جو سارس سے مشابہ ہے۔ خروس = مرغ۔ کبک = چکور۔ تدرَو = تذرو، ایک خوبصورت اور خوش رفتار جنگلی مرغ جو استر آباد اور ماژندران کے جنگل میں اکثر پایا جاتا ہے۔ ہزار = بلبل۔ (۲۷) کُنجشک = چڑیا، گوریا۔ (۲۸) عقاب = ایک شکاری پرندہ۔ (۲۹) شاہِ شرق = مراد سورج۔

(۳۰) لکہ = ٹکڑا، ابر کا ٹکڑا۔ (۳۱) پرے = پرا کی جمع، صفیں۔

(۳۳) نابکار = بے کار، ناکارہ۔ (۳۴) گرد باد = بگولہ۔ (۳۶) تردستی = چستی و چالاکی، تیزدستی۔ کف = جھاگ۔ (۳۷) اَحدی = ایک گھوڑا رکھنے والا سپاہی جو مہم کے وقت طلب کیے جانے پہ حاضر ہوتا تھا۔ بادپا = ہوا کی

طرح تیز رفتار گھوڑا، مراد گھوڑا۔ ترک تاز = دھاوا، جھپٹ۔(۳۸) رعد = مراد بادل یا بادل کی گرج۔

(۴۰) گرمِ جست وخیز = اچھل کود میں مصروف۔ (۴۱) تیرہ روزگار = مراد بد قسمت، منحوس۔ (۴۲) گلگوں = مراد گھوڑا۔ (۴۳) غربال = چھلنی۔ ناکس = نالائق۔ تُکّل چلا = ٹھیک نشانے پہ گولی لگانے والا، قادر انداز۔ (۴۴) جھاڑ = بلور یا شیشے کے فانوسوں کا مجموعہ۔ اَوراق = ورق کی جمع، پتّے۔ (۴۵) کمکی = مدد کرنے والی۔ (۴۶) مار = سانپ۔ (۴۷) ہم نبرد = لڑائی میں مقابلہ کرنے والا۔

(۵۰) شادیانہ = خوشی کا باجا۔ (۵۲) ریحان = نازبو کا پھول۔ (۵۳) رخت = لباس۔ (۵۴) ٹھاٹھر = بانس کی ٹھٹھری۔ سروِ چراغاں = سرو کی شکل کا ڈھانچہ جس میں بہت سے چراغ روشن کرتے ہیں۔ (۵۸) مہتابی = ایک آتش بازی۔ (۵۹) گوہرِ غلطاں = لڑھکتا ہوا موتی۔

(۶۰) شقائق = لالہ۔ چار باغ = ایک خاص قسم کا رومال جس کے چاروں طرف گل بوٹے ہوتے ہیں۔ (۶۱) دِرَمنہ = ایک چھوٹا سا پھول۔ اشرفی = ایک پھول۔ دِرم = چاندی کا ایک سکّہ۔ (۶۳) لوا = علم، جھنڈا۔ (۶۵) اے وہ کہ تیری پیشانی سے شانِ حیدری آشکار ہے اور تیرا نام لڑائی میں ذوالفقار کا کام کرتا ہے۔ یہ مطلع ذوالفقار خاں کی تعریف میں ناصر علی سرہندی کا ہے۔ مشہور ہے کہ ذوالفقار خاں نے صرف مطلع سن کر ناصر علی کو روک دیا تھا اور کہا تھا کہ مجھ میں مزید اشعار کا صلہ دینے کی قدرت نہیں ہے۔ ذوالفقار خاں امرائے عالمگیری میں سے تھا۔

(۶۷) دو پلکا = ایک قسم کا جڑاؤ نگینہ۔ (۶۸) جوشن۔ دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۴ کے شعر نمبر ۴۸ کا حاشیہ۔ ایک دعا کا نام بھی ہے۔ اعتبار کرتے ہیں = مانتے ہیں یا سمجھتے ہیں۔ ظلِّ کردگار = خدا کا سایہ۔ (۶۹) منہ پہ چڑھنا = سامنا کرنا، مقابل ہونا۔ مُعاند = عناد رکھنے والا، دشمن۔ مرحب سرشت = مرحب کی خصلت رکھنے والا، مرحب ایک پہلوان کا نام ہے جس کو فتحِ خیبر میں حضرت علی نے قتل کیا تھا۔

(۷۰) بسانِ مہر = سورج کی طرح۔ (۷۴) ندیم = مصاحب، دوست۔
(۷۶) گل گشت = باغ کی سیر، چہل قدمی۔ سیم = چاندی۔ زرِ گل = گلاب کا زیرہ، پھول کا زیرہ۔ (۷۷) درِ شاہوار = بادشاہوں کے لائق موتی۔ (۷۹) وار = نثار کر۔

(۸۱) ہالہ وار = ہالے کی طرح۔ (۸۵) فرق = سر۔ (۸۶) ظلمتِ عذار = رخسار کی سیاہی، ستارۂ زحل سیاہ اور منحوس ہے۔

(۹۰) درک = جاننا، سمجھنا۔ مدرکہ = سمجھنے کی قوت۔ (۹۴) خارِ خسک = گوکھرو، ایک قسم کا کانٹا۔ بید اور صنوبر بے پھل درختوں کے نام ہیں۔ (۹۶) سپہر = آسمان۔ (۹۸) ماہئ زمیں = وہ مچھلی جو زمین کی تہ میں ہے۔ نسرین = دیکھیے امیر مینائی کے قصیدہ نمبر ۱ کے شعر نمبر ۹۳ کا حاشیہ۔ (۹۹) بحار = بحر بمعنی سمندر کی جمع۔

(۱۰۴) صعب = سخت، تکلیف دہ۔ (۱۰۵) علائق = علاقہ کی جمع۔ لگاؤ، ذریعۂ معاش۔

نوّاب مرزا خاں داغ دہلوی

نظام الملک آصف جاہ سادس نوّاب میر محبوب علی خاں ۱۸۶۹ء سے ۱۹۱۱ء تک دکن کے نظام تھے۔

(۱) بادیہ پیما = جنگل میں پھرنے والا۔ غزالاں = غزال بمعنی ہرن کی جمع۔ گردِ دامن = دامن پر بیٹھی ہوئی گردِ سفر۔ (۳) قاقم = ایک جانور جس کی کھال بہت سفید اور نرم ہوتی ہے اور جس کا پوستین بہت قیمتی ہوتا ہے، مراد بیش قیمت کھال یا پوستین۔ سنجاب = ایک جانور جس کا چمڑا اور پوستین بہت قیمتی ہوتا ہے، مراد کھال یا پوستین۔ کمخواب = زرّیں تاروں سے بنا ہوا ایک قیمتی کپڑا۔ (۵) شاخِ آہو = ہرن کا سینگ۔ سبزۂ نوخط = سبزۂ آغاز، معشوق کا خطِ رخسار۔ (۶) فروغِ انجم = ستاروں کی روشنی۔ (۷) شامِ غریباں = مسافرت کی شام۔ (۸) عبیر = ایک خوشبودار مرکب جو مشک، صندل، گلاب

اور زعفران ملا کر بناتے ہیں اور کپڑوں پر چھڑکتے ہیں۔ مٹی ہے = مراد نہایت بے قدر یا حقیر ہے۔

(۱۲) غولِ بیاباں = ایک خیالی جناتی مخلوق جو بیابانوں میں رہتی ہے اور جس شکل میں چاہتی ہے ظاہر ہو جاتی ہے۔ نسریں تن = گورا جسم رکھنے والا۔ نسریں = ایک خوشبودار سفید پھول، نسترن، سیوتی۔ (۱۳) مرتاض = ریاضت کرنے والا۔ (۱۵) سبز قدم = منحوس، نامبارک۔ سبز اختر = سبز بخت، خوش نصیب۔ عکس افگن = سایہ ڈالنے والا۔ دمن = دامنِ کوہ۔ (۱۶) رشک دہِ جوئے شیر = دودھ کی نہر کے لیے باعثِ رشک۔ نہرِ لبن = دودھ کی نہر۔ (۱۸) پانی بھریں = غلامی کریں، شرمائیں۔ (۱۹) ثریا تمثال = پروین کی صورت کا، پروین کی طرح۔ پروین و پرن = سات ستاروں کا نام، ثریا، جھمکا۔

(۲۰) اشہب = گھوڑا۔ (۲۱) قوتِ باصرہ و شامہ = دیکھنے اور سونگھنے کی طاقت۔ (۲۲) چاہِ ذقن = ٹھوڑی کا کنواں، مراد ٹھوڑی کا گڑھا۔ (۲۳) برگ برگ = پتا پتا۔ (۲۵) بشکن = توڑ دے، توڑ ڈال۔

(۳۱) فلسِ ماہی = حلقے جو مچھلی کی کھال پر ہوتے ہیں۔ (۳۲) طوبیٰ = ایک بہشتی درخت کا نام۔ نسترن = نسترن، سیوتی، ایک سفید خوشبودار پھول۔ (۳۳) نخلِ چنار = چنار کا درخت، ایک بڑا درخت جس کے پتے انسان کے پنجے سے مشابہ اور سرخ ہوتے ہیں۔ (۳۴) بلدہ = شہر، بستی۔ (۳۵) ارم = شداد کی اس دنیا میں بنائی ہوئی بہشت۔ تزئین = آرائش، سجاوٹ۔ رد کش یعنی مقابل، شرمندہ کرنے والا۔ (۳۶) سقف = چھت۔ (۳۸) مامن = جائے امن۔ ایمن = بے خوف، نڈر۔ (۳۹) شحنہ = کوتوال۔

(۴۰) دست دراز = زیادتی کرنے والا، ظالم۔ بیہودہ سرا = بیہودہ گو۔ (۴۱) ما = ہم۔ من = میں۔ واحد متکلم میں بولنا فخر و ادعا کی علامت ہے۔ (۴۲) باون باون نوبتیں بجنا = بڑی دھوم دھام ہونا۔ (۴۴) کودن = کند ذہن۔ (۴۵) ایک مشہور فارسی رباعی کا پہلا مصرع ہے "حب الوطن از ملک

سلیماں خوشتر" یعنی وطن کی محبت حضرت سلیمان کی سلطنت سے بہتر ہے۔
(۴۹) تیر فگن = تیر چلانے والا۔ شیر فگن = شیر کو مارنے والا۔ مُلک = بادشاہ۔
(۵۰) داد گر = انصاف کرنے والا۔ داد دہ = انصاف دینے والا، بخشش کرنے والا۔ داد رس = انصاف کو پہنچنے والا، منصف۔ داد رساں = انصاف پہنچانے والا، مراد منصف۔ نگیں = انگوٹھی کا نگ جس پہ بادشاہ کا نام کندہ ہوتا تھا اور جو بطور مہر شاہی فرمان پہ لگایا جاتا تھا، مراد حکومت۔ (۵۱) نہاد = اصل، طینت۔ سِیَر = سیرت کی جمع۔ (۵۲) قدر گسُتر = قدر کرنے والا۔ قدر فزا = قدر بڑھانے والا۔ فطن = ہوشیاری۔ (۵۳) عُلا = قدر و منزلت میں بلندی۔ (۵۴) قاطع = کاٹنے والا۔ قامع = توڑنے والا۔ ماحی = محو کرنے والا، مٹانے والا۔ حَزَن = رنج، غم۔ (۵۵) مصدر = نکلنے کی جگہ، معدن = کان۔ دیہیم = تاج۔ سریر = تخت۔ ظلِ قدیرِ ذوالمنن = مراد خدا کا سایہ، ذوالمنن کے لفظی معنی ہیں احسان والا۔ (۵۸) محالات = محال کی جمع، ناممکن باتیں۔ مہما امکن = جہاں تک ممکن ہو۔ (۵۹) جھَڑن = زور شور کی بارش۔

(۶۰) دھن برسنا = بہت آمدنی ہونا، دولت کی افراط ہونا۔ عام طور پر مذکر ہے لیکن داغ نے مؤنث باندھا ہے۔ (۶۱) ہنگامِ نثار = مراد بخشش کے وقت۔
(۶۴) زخم کا دامن پھیلانا = زخم کا گہرا ہونا یا بڑھنا۔ تر دامن = گنہگار۔ (۶۶) حکمت آموز = حکمت سکھانے والا۔ مستحسن = نیک شمار کیا ہوا، مراد نیک، اچھا۔ (۶۷) ریشۂ بیخ زقوم = تھوہڑ کی جڑ کا ریشہ جو سفید رنگ کا ہوتا ہے۔
(۶۸) زہرہ آب ہونا = پتا پانی ہونا، مراد بہت گھبرا جانا، ڈر جانا۔ روئیں تن = لفظی معنی پیتل یا کانسے کا جسم رکھنے والا، ایران کے کیانی بادشاہ گشتاسپ کے بیٹے اور مشہور پہلوان اسفندیار کا لقب جس کے جسم پر کوئی حربہ اثر نہیں کرتا تھا۔

(۷۰) گلِ صد برگ = گیندے کا پھول۔ ہزار = بلبل۔ (۷۳) عصمتی = پاک دامن، پرہیزگار۔ (۷۴) البرز شکن = کوہِ البرز کو توڑنے والی۔ البرز ایران کے

ایک پہاڑ کا نام ہے۔ (۷۵) مغفر = خود، لوہے کی ٹوپی جو لڑائی میں سر کی حفاظت کے لیے پہنی جاتی تھی۔ بکتر = زرہ بکتر۔ چار آئینہ = ایک قسم کی زرہ جس میں چار لوہے کے تختے بانات اور مخمل میں منڈھ کر سینے اور پشت کی حفاظت کے لیے پہنتے تھے۔ خفتان = ایک قسم کی زرہ یا چلتہ۔ جوشن = ایک قسم کی زرہ۔ دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۴ کے شعر نمبر ۴۵ کا حاشیہ۔ (۷۷) اسپ پری وش = پری کی طرح خوبصورت گھوڑا۔ (۷۹) یال = گھوڑے کی گردن کے لمبے بال۔ کنوتی = گھوڑے کے کان۔

(۸۰) سبک رَو = تیز رفتار۔ (۸۲) الکن = ہکلا۔ (۸۳) تارِ برقی = تار جن کے ذریعہ سے خبر بھیجی جاتی ہے۔ آمیزش = ملاوٹ۔ توسَن = گھوڑا۔ (۸۴) فلک آسا = آسمان کی طرح۔ خزَف = ٹھیکرا۔ سُبک = ہلکا، حقیر۔ (۸۵) چوڑے = بڑی چوڑیاں جو ہاتھی کے دانتوں کے سِروں پر سجاوٹ کے لیے چڑھا دیتے ہیں۔ (۸۶) عماری = ہودج۔ (۸۷) برج اسد = آسمان کے بارہ برجوں میں سے ایک برج جو شیر کی شکل کا ہے۔ فیلِ شکاری = شکار کرنے والا ہاتھی۔ (۸۸) طمطراق = ٹھاٹھ، شان۔ زرق و برق = مراد چمک دمک۔ لیس = تیار، مستعد۔ (۸۹) بیژن = ایک مشہور ایرانی پہلوان جو گیو کا بیٹا اور رستم کا بھانجہ تھا۔

(۹۳) آویزۂ گوش = کان کا بُندہ۔ بہ اندازِ حسن = خوبصورتی کے ساتھ، اچھی طرح سے۔ (۹۵) دارِ کہن = پرانا گھر، مراد دنیا۔ (۱۰۰) پرتوِ مہر = سورج کا عکس۔ یمن کے لعل مشہور ہیں۔ لعل اور دوسرے جواہرات سورج کے اثر سے بنتے ہیں۔

سیّد ضامن علی جلال لکھنوی

امامِ زماں، صاحب الامر = بارہ اماموں میں سے آخری امام حضرت محمد مہدی کے القاب۔

(۳) فوق = اوپر۔ (۵) مشایخ = شیخ کی جمع۔ (۶) راہب = عیسائی درویش،

تارکِ دنیا عیسائی - اعتکاف گزیں = گوشہ نشیں - (۷) زنگ = چھوٹا گھنٹہ -
(۸) ذوق جستجو = مزا چکھنے والا - تلخ کامی = مراد ناکامی، نامرادی - نازکش = ناز اٹھانے والا -

(۱۱) خُنیاگر = گویّا، مطرب - جَمانی = ساقی - (۱۲) گلبُن = گلاب کا درخت -
(۱۵) خود بیں = اپنے آپ کو دیکھنے والا - (۱۶) مہ تمکیں = چاند کا رتبہ رکھنے والی -
(۲۰) خجِل = شرمندہ - (۲۱) طالع = قسمت (۲۲) سواد = سیاہی - شبِ قدر = مسلمانوں کے نزدیک ایک نہایت متبرک رات جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر سمجھی جاتی ہے - اس میں اختلاف ہے کہ شبِ قدر کون سی رات ہے - عموماً رمضان کی تیئسویں یا ستائیسویں کو مانتے ہیں -

(۲۴) حلقہ بگوش = مراد غلام - غلام کے کان میں سونے چاندی کی بالی پہنانے کا دستور تھا - (۲۷) بینی = ناک -

(۳۰) چاہِ ذقن = مراد ٹھوڑی کا گڑھا - (۳۱) ناب = خالص، صاف - (۳۲) کچیں = سرپستان - اَنیاں = انی کی جمع، نوکیں - کھُب کے = سما کے - (۳۴) قلیں = کٹے ہوئے ٹکڑے - (۳۵) مرجاں = مونگا، ایک سرخ سمندری لکڑی جس کو پنجے سے نسبت دی جاتی ہے - (۳۷) زیب = زینت، سجاوٹ - ساق = پنڈلی - بِنا = بنیاد، عمارت - (۳۸) پشتِ پا = پاؤں کے پنجے کے اوپر کا حصّہ -

(۴۰) سر بالیں = سرہانے - (۴۳) جلیس = ہم نشیں - خرّمی = خوشی -
(۴۴) ببیں = دیکھ - بکشا = کھول - (۴۵) بوقلمونی = رنگا رنگی - (۴۶) عالم پائیں = نیچے کی دنیا، مراد یہ دنیا - (۴۷) کُن فیکون = لفظی معنی ہو جا، پس ہو گئی، مراد عالم موجودات - عقیدہ ہے کہ جب خدا نے دنیا کو پیدا کرنا چاہا تو کُن فرمایا اور تمام چیزیں وجود میں آ گئیں - نیرنگ = جادو - سپہر = آسمان - (۴۸) قُدسی = فرشتہ - علیّین = بہشت کے بلند مکان یا اونچی کھڑکیاں، آٹھ بہشتوں میں سے ایک بہشت - (۴۹) میکائیل = روزی پہنچانے والا فرشتہ -

(۵۰) جناں = جنّت - غِلمان = غلام کی جمع، جنّت کے پیش خدمت لڑکے -

نوید رساں = خوش خبری پہنچانے والا۔ حورِ عین = بڑی آنکھوں والی حور۔
(۵۱) برجیس = ستارہ مشتری۔ (۵۲) وُرُود = وارد ہونا، نزول۔ چودھویں
معصوم = مراد امام مہدی۔ پیغمبر اسلامؐ، آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا
اور بارہ اماموں کو ملا کر چودہ معصومین یا چہاردہ معصومین کہلاتے ہیں۔ شعبان =
آٹھواں اسلامی قمری مہینہ۔ (۵۴) خدیوِ دوسرا = دونوں جہان کا بادشاہ۔ ملائکہ =
ملک کی جمع، فرشتے۔ (۵۵) مُطاعِ روحِ قُدُس = جبرئیل کا اطاعت کیا ہوا،
جبرئیل کا مخدوم۔ مقتدا = جس کی پیروی کی جائے۔ فروغِ ملتِ بیضا = ملتِ
اسلامی کی روشنی۔ سراجِ راہِ یقین = ایمان کے راستے کا چراغ۔ (۵۶) اولوالامر =
صاحبِ حکم، بادشاہ۔ حجتِ قائم = مراد خدا کی دلیل یا ثبوت۔ رکنِ رکیں =
مضبوط ستون۔ (۵۷) شہِ انامِ رسالت پناہ = مراد پیغمبر اسلام۔ (۵۸) شرعِ
مبیں = روشن راہ، مراد شریعتِ اسلامی۔ (۵۹) قسیم = بانٹنے والا۔ شفیعِ یومِ
الدّین = قیامت کے دن شفاعت یا گناہوں کی معافی کے لیے سفارش کرنے والا۔
(۶۰) محمد = امام محمد مہدی۔ (۶۱) نوال و بذل = سخاوت۔ (۶۲) آیۂ رحمت =
مراد رحمت کی نشانی، دلیلِ رحمت۔ مُمِدّ و مُعِیں = مددگار۔ (۶۳) کوکبِ دُرّی = بڑا
روشن ستارہ۔ (۶۶) کرسی = مراد آٹھواں آسمان۔ ساتویں آسمان کے اوپر آٹھویں
کرسی اور نواں عرش ہے۔ (۶۸) زبس کہ = چونکہ۔ خلفِ مَظہرُ العجائب = حضرت
علی کی اولاد۔ مظہر العجائب حضرت علی کا لقب ہے۔ مظہر العجائب کے معنی ہیں
تعجب خیز چیزوں کے ظاہر ہونے کی جگہ، ایسی ذات جو حیرت انگیز باتوں کے اظہار
کا مرکز ہو۔ (۶۹) سرکہ جبیں = ترش رو، بد مزاج۔

(۷۰) بکھیڑا = بکھیڑا، جنجال، ایک راگ کا نام بھی ہے۔ (۷۳) نے =
بانسری۔ گلوگیر = گلے کو پکڑنے والا، مراد آواز کو بند کرنے والا۔ صوتِ حزیں =
غمگین آواز۔ (۷۴) رعبِ داد = انصاف کا خوف۔ (۷۵) شاکی = شکایت کرنے
والا۔ (۷۶) خوبوں = خوب کی جمع، معشوق۔ فتّاں = فتنہ انگیز۔ (۷۸) دست بہ
قبضہ ہوں = تلوار کے قبضے پہ ہاتھ رکھّیں۔ برسرکیں = مراد عداوت پہ آمادہ۔

(۷۹) بہرام = ستارۂ مریخ، ترک فلک، جلادِ فلک۔ خشم آگیں = غصے سے بھرا ہوا۔

(۸۰) رزم گہ = میدانِ جنگ۔ چیں بہ جبیں = پیشانی پر شکن، مراد ناراض۔

(۸۱) مہدیٔ دیں = دین کی ہدایت کرنے والا۔ حضرت مہدی جو نو سال کی عمر سے دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہیں، قیامت کے قریب نمودار ہوں گے اور راہِ نیک کی ہدایت کریں گے۔ (۸۴) طلعتِ زیبا = اچھا جلوہ، خوبصورت چہرہ۔

محمد محسنؔ کاکوروی

مدیحِ خیر المرسلین = پیغمبرِ اسلامؐ کی تعریف۔ یہ عنوان تاریخی ہے یعنی ابجد کے حساب سے اس سے قصیدے کا سالِ تصنیف ۱۲۹۳ھ نکلتا ہے۔

(۲) سرو قدانِ گوکل = گوکل کی محبوبائیں۔ گوکل = متھرا کے پاس وہ مقدس گاؤں جہاں کرشن جی کا بچپن گزرا تھا۔ (۳) مہابن = بندرابن کا ایک جنگل جو کرشن جی سے نسبت کی وجہ سے مقدس مانا جاتا ہے۔ تیرتھ = زیارت، کسی مقدس مقام کا دیکھنا۔ (۴) کالے کوسوں = بہت دور تک۔ (۵) لات و ہبل = دو سیاہ بتوں کے نام جن کی عرب زمانۂ جاہلیت میں پرستش کرتے تھے۔ (۶) دھرکا = انتہا درجے کا۔ ترسا بچہ = آتش پرست کا بیٹا، آتش پرست۔ چوٹی کا = اعلیٰ درجے کا۔ بجلی ایسی انتہا درجے کی آتش پرست ہے کہ پانی میں آگ لیے ہوئے ہے اور بادل ایسا اعلیٰ درجے کا برہمن ہے کہ آگ میں پانی لیے ہوئے ہے۔ (۷) تلاطم کو پنجاب اور ظلمت کو بنگال سے استعارہ کیا ہے۔ تلاطم میں پانچ حرف ہیں، بنگالہ کی مناسبت ظلمت سے ہے کیونکہ فضا قدرے تاریک رہتی ہے اور زلفِ بنگال بھی مشہور ہے۔ پنجاب میں انگریزوں کا ناظم اعلیٰ اور بنگال میں گورنر جنرل رہتا تھا۔ (۸) منگل منگل = منگل سے تیسرے منگل تک۔ (۹) گوپی = لفظی معنی گوالن، خوبصورت عورت، کرشن جی سے محبت کرنے والی گوالوں کی لڑکیوں کا لقب۔

(۱۰) سَلُونُوں = رکشا بندھن، ساون کا ایک تہوار جس میں برہمن راکھیاں باندھنے کے لیے نکلتے ہیں۔ (۱۱) ہنڈولے کا میلا = برسات کا میلا جس میں چکّر کھانے والے بڑے جھولے نصب کیے جاتے ہیں۔ ہنڈولا کے معنی جھولے کے ہیں۔ محافہ = پینس، ڈولی۔ بہل = ایک قسم کا بیلوں کا یکہ۔ (۱۲) سینچر = مراد نحوست۔ بڑھوا منگل = میلے کا نام جو بنارس میں سال میں ایک بار برسات کے موسم میں منگل کو ہوتا ہے۔ (۱۳) بیڑے بھادوں کے = ایک قسم کی منت جس میں بانس کی تیلیوں اور پھوس سے ناؤ کی صورت بناتے ہیں اور اس میں چراغ روشن کر کے بھادوں کے مہینے میں جمعرات یا جمعے کو دریا میں ڈالتے ہیں۔ (۱۴) بحرِ اخضر = سبز سمندر، مراد آسمان۔ (۱۵) طوبیٰ = جنّت کا ایک میوہ دار درخت۔ ہندوئے فلک = ستارۂ زحل یا کیوان جو ساتویں آسمان پر ہے۔ کھیم کُسل = ہندی میں مزاج پرسی کے وقت بولتے ہیں، خیر و عافیت، خیریت، مزاج شریف۔ (۱۶) شبِ دیجور = کالی رات۔ (۱۸) جوگیا = جوگی کا۔ بھبوت = راکھ جو سادھو منہ اور جسم پر ملتے ہیں۔ بیراگی = جوگی، سادھو۔ (۱۹) تاثیرِ زحل = ستارۂ زحل کا اثر، اس رعایت سے کہ زحل کا رنگ سیاہ ہے۔

(۲۱) سَبَل = آنکھ میں پانی آجانا، آنکھ کا جالا، موتیا بند کی بیماری۔ (۲۳) رَعد = فرشتہ جو ابر کو ہانکتا ہے۔ (۲۵) ترطیب = نمی، تری۔ زرِ محلول = حل کیا ہوا سونا۔ اخگر = چنگاری۔ مَنقل = انگیٹھی۔ ہوا کی رطوبت کا یہ اثر ہے کہ انگیٹھی میں آگ یوں معلوم ہوتی ہے جیسے کھرل میں سونا حل کیا ہوا ہے۔ (۲۶) تموّج = موجوں کا اٹھنا۔ (۲۸) نرگسِ شہلا = سیاہ یا سیاہی مائل نرگس۔ احول = بھینگا، جس کو ایک کے دو نظر آئیں۔ (۲۹) اَمَل = امّید۔

(۳۰) شبیہ = شکل، تصویر۔ نخلِ داؤدیِ مومی = موم کا بنا ہوا گلِ داؤدی کا پودا۔ عَسَل = شہد۔ (۳۱) بادلہ = سونے چاندی کے تاروں کا کپڑا۔ (۳۲) گلبُن = گلاب کا درخت۔ مُصحف = کتاب۔ حواشی = حاشیہ کی جمع۔ جَدوَل = صفحے کے گرد کی لکیریں۔ (۳۳) تضمین = مصرعوں یا شعروں پر مصرعے یا شعر لگانا۔

(۳۴) تختِ طاؤسیٔ گلشن = باغ جو تخت طاؤس کی طرح ہے۔ تختِ طاؤسی = شاہجہاں کا مشہور مرصع تخت جس کے پایوں پہ پر پھیلائے ہوئے مور بنے ہوئے تھے۔ چتر = ایک قسم کی چھتری جس سے سواری میں بادشاہوں کے سر پہ سایہ کیا جاتا تھا۔ فرق = سر۔ سینبھل = ایک بڑا کانٹے دار درخت جس سے ایک قسم کی نرم روئی نکلتی ہے۔ (۳۵) کونسل = کانفرنس، میٹنگ، صلاح و مشورہ۔ (۳۶) نسیم = یعنی اے نسیم۔ گلگوں = سرخ۔ کوتل = گھوڑا، خصوصاً وہ گھوڑا جو امیروں کی سواری کے ہمراہ سجاوٹ یا دکھاوٹ کے واسطے رہے۔

(۴۰) پیرِ مغاں = میخانے کا مالک، شراب بیچنے والا۔ شاخیں نکلنا = مراد عیب نکلنا، قابلِ اعتراض ہونا۔ حرمت = عزت، حرام ہونا، ایہام سے قطع نظر کر کے عزت و تعظیم۔ دخترِ رز = بنت العنب، انگور کی بیٹی، مراد شراب۔ (۴۱) سبزۂ خط = خطِ رخسار۔ ہوا ہونے لگی = غائب ہونے لگی۔ لال = ایک چھوٹا لال پرندہ۔ تیریل = ایک ہرا پرندہ۔ (۴۲) شاماں = ایک سیاہی مائل چڑیا۔ (۴۳) خندہ ہائے گلِ قالین = قالین کے پھولوں کی ہنسی۔ نشور = قیامت۔ خوابِ مخمل = مخمل کا رواں، مخمل کی نرمی اور نفاست جس کو خواب سے استعارہ کرتے ہیں، آرام کی نیند۔ نیند نہ آنے کی طرف اشارہ ہے۔ (۴۵) شمشاد = ایک نہایت سیدھا اور خوبصورت درخت۔ ملار = ملہار، ایک راگ۔ (۴۷) برج = متھرا کا علاقہ۔ کرشن جی کا رنگ بادل کے رنگ سے مشابہ تھا، اس لیے کالے اور سانولے رنگ کو ان سے منسوب کرتے ہیں۔ (۴۸) سر = اوپر۔ (۴۹) شاہد = معشوق۔

(۵۰) گنگا جمنی = وہ چیز جس میں سنہرا اور روپہلا دونوں کام ہوں۔ (۵۱) سبزہ = گھوڑا (سفید مائل بہ سیاہ)۔ سبزہ چمکانا = گھوڑے کو تیز دوڑانا۔ (۵۴) زرِ گل = پھول کا زیرہ۔ بجرا = دریا میں سیر کرنے کی کشتی۔ دریا زرِ گل کے عکس سے چشمۂ مہر ہو رہا ہے تو بادل بجلی کے پرتو سے سونے کا بجرا۔ (۵۸) صدقا = صدقہ، کسی پہ اتاری ہوئی یا خیرات کی ہوئی چیز۔ (۵۹) جوششِ گریہ = رونے کا وفور۔

(۶۱) راجہ اِندر = پریوں کا بادشاہ اور بارش کا دیوتا۔ پانی کو پری خانۂ مے کا راجہ اِندر اور بادل کو نغمۂ نَے (بانسری کا نغمہ) کا کرشن کنھیا قرار دیا ہے۔ کرشن جی کا بانسری بجانا مشہور ہے۔ (۶۲) چشمک = آنکھ کی جھپک۔ چشمکِ برق سے بجلی کا چمکنا مراد ہے۔ (۶۴) مختل = خلل پایا ہوا۔ (۶۵) موسمِ بہار میں آفتاب کی تحویل برجِ حمل میں ہوتی ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ بادل ایسا چھایا ہوا ہے کہ سورج اور برجِ حمل دونوں غائب ہو گئے ہیں۔ (۶۶) گلابی = ایک قسم کا چھوٹا اور گول مینا، شیشے کی رنگین پیالی جس میں شراب رکھتے ہیں۔ (۶۸) کشتی = ایک قسم کا پیالۂ شراب۔ (۶۹) لجالو = چھوئی موئی، لاجونتی۔

(۷۱) سودے کا خلل = جنون کی بیماری، دیوانگی۔ (۷۲) فکر = مراد فکرِ شعر۔ پھول کے دوسرے معنی شراب کے ہیں۔ فکرِ شعر کی رات میں شمع کا پھول کیا ہے گل رنگ ہے کہ نشے میں قلم ہاتھ سے چھوٹا جاتا ہے۔ (۷۳) صریرِ نَے کلک = قلم کی نلکی کی آواز۔ سیاہی اور سودے کے خلل میں یہ مناسب ہے کہ سودا چار خلطوں میں سے ایک خِلط ہے جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ا کے شعر نمبر ۴ کا حاشیہ۔ (۷۴) انشا و خبر = مراد الفاظ و معانی، طرزِ ادا اور نفسِ مضمون، ابتدا اور انتہا۔ (۷۵) بے ٹکل = مراد بے معنی۔ (۷۶) استل = ہندو فقرا کے رہنے کی جگہ۔ (۷۸) قلزم و نیل = مراد سمندر اور دریا۔ (۷۹) دو چنداں = دونا، دگنا۔ صیقل = جِلا، چمک۔

(۸۰) ثریّا = پروین، ستاروں کا جھمکا۔ (۸۳) نور کے میدان سے جنت یا عالمِ بالا مراد ہے۔ (۸۴) باراں = بارش۔ ورود = نازل ہونا، نزول۔ پئے تسبیح = تسبیح پڑھنے کے لیے۔ عَزَّوَجَلَّ = غالب ہوا اور بزرگ ہوا، غالب اور بزرگ جو خدا کی صفات ہیں۔ (۸۵) فردوسِ بریں = جنت کا آٹھواں طبقہ۔ نہرِ لبن = دودھ کی نہر۔ (۸۶) اِسرافیل = قیامت کے دن صُور پھونکنے والا فرشتہ۔ ساقیٔ کوثر = حضرت علی۔ (۸۷) کنزِ مخفی = چھپا ہوا خزانہ، ذاتِ الٰہی کے ایسے مظاہر جن کو صرف عارفِ کامل سمجھ سکتا ہے۔ (۸۸) کہیں چشمِ قبول

ایک طالبِ دیدار عاشق بنی ہوئی تھی اور کہیں نازِ معشوق کے پردے میں حسنِ عمل اپنی جھلک دکھا رہا تھا یعنی طالبِ دیدار جلوۂ معشوق سے کامیاب تھے اور حسنِ عمل رکھنے والے نازِ معشوقانہ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ (۸۹) گلِ بے رنگیٔ مطلق = مراد حسنِ باری تعالیٰ، جمالِ خداوندی۔ ریاحین = ریحان کی جمع، مراد خوشبوئیں۔

(۹۰) تنزیہ = پاکیزگی، مراد ذاتِ واجب الوجود۔ تشبیہ = مثال، مراد عالمِ امکاں یا صفاتِ حق کا ظہور۔ اشارہ ہے پیغمبرِ اسلام صلعم کی طرف۔ عرفا = عارف کی جمع، خدا کو پہچاننے والے۔ (۹۲) مماثل = ہم شکل۔ (۹۳) کنول = ایک پھول۔ (۹۴) ضو = روشنی۔ شمعِ ایجاد = مراد شمعِ ایجادِ عالم۔ کنول = شیشے کا ایک ظرف جس میں شمع روشن کرتے ہیں۔ (۹۵) مرجع = جائے رجوع، جس کی طرف رجوع کیا جائے۔ روحِ امیں = امانت دار روح، حضرت جبرئیل جو پیغمبرِ اسلام کے پاس وحی لے کر آتے تھے۔ متیں = محکم، استوار۔ ناسخ = مٹانے والا۔ ادیان = دین کی جمع، مذاہب۔ (۹۶) ہفت اقلیم = ہفت کشور، دنیا کے سات حصے جو حکمانے مقرر کیے تھے، دنیا کا کل آباد حصہ۔ ولایت = ولی ہونا، تقربِ الٰہی۔ ہفت اقلیم ولایت = تقربِ الٰہی کی پوری دنیا۔ چار اطرافِ ہدایت = راہِ حق دکھلانے کی کل کائنات۔ مُرسَل = بھیجا ہوا۔ (۹۸) اَحَد = ایک، نام اللہ تعالیٰ۔

(۱۰۰) شبِ اسریٰ = سفر کی رات، مراد شبِ معراج، اسریٰ کے لغوی معنی ہیں رات کو لے جانا۔ رفرف = مرکب کا نام جس پر پیغمبرِ اسلام شبِ معراج سوار ہوئے تھے۔ ہیکل = گلے میں پہننے کا ایک زیور۔ (۱۰۱) ناصیہ = پیشانی۔ (۱۰۲) افضلیت = افضل ہونا، سب سے بڑا ہونا۔ آثار = نشانیاں۔ اَولویت = اولیٰ ہونا، سب سے اچھا ہونا۔ (۱۰۳) متاصل = جڑ سے اکھڑا ہوا، تباہ۔ (۱۰۴) مبحث = جائے بحث و وقتِ بحث، مراد بحث۔ مصرف = جائے صرف، مراد صرف، خرچ۔ مرادف = ہم معنی۔ اقل = بہت قلیل۔ ممدوح کے رتبے کے آگے اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ بھی ادنیٰ ہے اور سخاوت اتنی ہے کہ زیادہ سے زیادہ سخاوت

بھی بہت کم معلوم ہوتی ہے۔ (۱۰۵) واللّیل = قسم ہے رات کی، قرآنِ کریم
کی ایک سورہ۔ صادِ مازاغ بصر = حرف "ص" جو "مازاغ بصر" میں ہے۔ اشارہ
ہے قرآنِ مجید کے سورۂ نجم کی آیت مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کی طرف یعنی آنحضرت
صلعم نے مقامِ قربِ الٰہی میں نہ پھیری اپنی آنکھ طرف دوسری چیزوں کے اور
نہ بے فرمانی کی حکمِ خدا سے۔ اکحل = سرمگیں آنکھ والا۔ شانے کو واللّیل کی تشدید
سے اور سرمۂ چشم کو صادِ مازاغ بصر سے تشبیہ دی ہے۔ کنگھے کے دندانے واللّیل
کی تشدید سے مشابہ ہوتے ہیں اور آنکھ میں سرمہ لگانے سے صاد کی صورت پیدا ہوتی
ہے۔ (۱۰۷) تشبیہ = مشابہت، تمثیل، وجودِ ممکن، مراد شباہت، صورت۔ تنزیہ =
ہستیٔ منزّہ، وجودِ واجب، مراد ذاتِ الٰہی۔ بے رنگیٔ مطلق = وجودِ حقِ تعالیٰ
جو بے رنگ، قطعی یا بے تعلّق ہے۔ رنگ محل = سجا ہوا مکان۔ خدا کی ہستیٔ مطلق
و منزّہ تیری صورت کے لیے آئینہ خانہ ہے اور اس کی قطعی بے رنگی کی شان تیرے
لیے رنگ محل ہے یعنی تیری ہستی، ہستیٔ الٰہی سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ (۱۰۸)
مجاز = مراد وجودِ مجازی۔ بے نیازی = مراد خدا کی ذاتِ بے نیاز۔ نیاز = کنایۃً
ممدوح کی ذات جس کو پہلے مصرع میں مجاز کہا ہے۔ آپ کے وجودِ مجازی پر وجودِ
حقیقی متحیّر ہے اور اس کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتا ہے۔

(۱۱۰) خلاف = ناموافقت، اختلاف۔ (۱۱۲) بحر = وزنِ شعر۔ (۱۱۳) یثرب =
مدینۂ منورہ کا پرانا نام۔ بطحا = مکۂ معظمہ۔ برج = متھرا، گوکل اور بندرابن کا
علاقہ۔ (۱۱۵) سبزۂ چرخ = آسمان کا گھوڑا۔ اندھیاری = چمڑے کے ٹکڑے جو
گھوڑے کی آنکھوں پہ لگاتے ہیں۔ (۱۱۶) بحرِ امکاں = مراد دنیا۔ دُرِ یتیم =
بڑا اور آبدار موتی جو پوری سیپی میں ایک ہوتا ہے۔ اس دنیا میں پیغمبرِ اسلامؐ
دُرِ یتیم ہیں اور خدا کی رحمتِ خاص وہ بادل ہے جس سے یہ دُرِ یتیم پیدا ہوا ہے۔
(۱۱۹) حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پہ ہیں۔

(۱۲۲) ہم قدمِ برق = بجلی کے ساتھ چلنے والا، مراد بجلی کی طرح تیز رفتار۔
براق = وہ بہشتی چوپایہ جس پہ شبِ معراج پیغمبرِ اسلامؐ سوار ہوئے تھے۔ مرغزار =

سبزہ زار، چراگاہ۔ (۱۲۴) تیغِ دو دم = دو دھاری تلوار۔ (۱۲۹) ایمان مفصل = اللہ، کتابوں، انبیا اور حشر و نشر وغیرہ پر عقیدہ۔ مجمل = مختصر کیا ہوا، مراد خلاصہ۔
(۱۳۴) سرِ بلامیم = مراد احمد بلا میم کا راز یعنی احد کی حقیقت۔ صدر = سینہ۔ صلِّ علیٰ = درود شریف۔ (۱۳۵) عزرائیل = موت کا فرشتہ۔ (۱۳۶) شفاعت = سفارش، مراد بخشش۔ (۱۳۸) نکیرین = منکر نکیر، دو فرشتے جو قبر میں مردے سے سوال و جواب کرتے ہیں۔
(۱۴۰) حذف ہوں = علٰحدہ ہوں، چھوڑ دیے جائیں۔ ثقیل = بھاری، مراد بڑا، کبیرہ۔ خفیف = ہلکا، مراد چھوٹا، صغیرہ۔ میزان = ترازو، جوڑ۔ صحیح = تندرست، مراد اچھا۔ معتل = بیمار، مراد خراب۔ افعالِ صحیح و معتل میں یہ رعایت بھی ہے کہ قواعد کی رو سے فعلِ صحیح اور فعلِ معتل ہوتے ہیں۔ (۱۴۱) شامت = لفظی معنی بد فالی، بدشگونی، کم بختی۔

محمد اسمٰعیل میرٹھی

یہ قصیدہ اس اعتبار سے بڑا معنی خیز ہے کہ ۱۸۸۵ء یا اس سے کچھ پہلے یعنی مقدمۂ دیوانِ حالی کی اشاعت (۱۸۹۳ء) سے قبل کا لکھا ہوا ہے۔
(۱) اولی الابصار = آنکھ والے، صاحبانِ نظر۔ (۲) قضارا = اتفاقاً۔ (۳) گزری = بازار جو شام کو کسی راستے کے کنارے لگتا ہے۔ (۴) پھری = سوت اور بانس کی بنی ہوئی ڈھال جو پٹا کھیلنے والے حفاظت کے لیے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ گتکا = پٹا کھیلنے کی لکڑی، گدکا۔ پھکیتی = پٹے بازی، پٹے کا فن۔ (۷) بنیٹی = وہ لکڑی جس کو اس طرح گھماتے ہیں کہ ایک چکر سا بندھ جاتا ہے۔ گوہار = پٹے بازی میں ایک شخص کا کئی آدمیوں سے مقابلہ کرنا۔ (۸) خدائی خوار = مراد تباہ حال، آوارہ۔

(۱۰) پیکار = لڑائی۔ (۱۳) بکیت = بانک کا فن جاننے والا۔ راوت = بہادر، سورما۔ بانک = فنونِ سپہ گری میں سے ایک ورزش جس کو خمدار چھریوں سے بیٹھ کر

یا لیٹ کر کھیلتے ہیں، یہاں بانک کی خمدار چھری کے معنی ہیں۔

(۲۰) موضوعہ = بنایا ہوا۔ (۲۱) پس خوردہ = جھوٹن، سامنے کا بچا ہوا کھانا۔ جُگالی = حیوانات کا کھائے ہوئے چارے کو منہ میں لاکر چبانا۔ (۲۵) ناخدا = ملّاح۔ لُجّۂ زخّار = وسیع منجدھار، مواج دریا، سمندر۔ (۲۹) بور کے لڈو = ایک قسم کے لڈو جو سستے ہوتے ہیں اور دیکھنے میں اچھے معلوم ہوتے ہیں لیکن کھانے میں خراب ہوتے ہیں۔ وہ چیز جس کو کھانا اور نہ کھانا دونوں حسرت و پشیمانی کا باعث ہو۔

(۳۰) غَرّا = شان والا۔ (۳۲) ہذیان = بیماری میں بیہوشی کی بڑ۔ (۳۶) ٹون ہال = میونسپلٹی کا دفتر اور عام جلسہ گاہ۔ (۳۷) زنخ = ٹھوڑی۔ (۳۹) لنڈوری = دم نچی چڑیا۔ ٹُنٹھ = درخت کا ٹہنا جس کے پتے اور ڈالیاں گر گئی ہوں۔

(۴۲) بیتِ صنم = بت کدہ۔ خانۂ خمّار = شراب خانہ۔ (۴۳) سعدی، حافظ، سنائی اور عطار فارسی کے مشہور شعرا ہیں۔ (۴۴) ہفتاد = ستّر۔ (۴۹) طبعِ دنی = کمینہ طبعیت۔ عنکبوت = مکڑی۔

(۵۰) محیطِ کون و مکاں = مراد ساری دنیا کی وسعت۔ (۵۱) گاوِ زمیں = وہ روایتی گائے جو زمین کی تہ میں ایک مچھلی پر کھڑی ہے اور جس کے سینگ پر دنیا قائم ہے۔ گنبدِ دوّار = گردش کرنے والا گنبد، مراد آسمان۔ (۵۲) بدوں = سوا، بغیر۔ بہنگی = وہ بانس جس کے دونوں طرف رسّی باندھ کر بوجھ اٹھاتے ہیں۔ (۵۵) اونٹ کٹیلی = وہ جگہ جہاں اونٹ کٹیلا پیدا ہو۔ اونٹ کٹیلا ایک خاردار گھاس یا چھوٹا درخت ہوتا ہے جس کو اونٹ بڑے شوق سے کھاتا ہے۔ (۵۷) چَرکٹا = ہاتھی کا چارہ لانے والا، فیل بانوں کا نوکر، مراد حقیر آدمی۔ باج گزار = خراج دینے والے مطیع۔ (۵۸) فی المثل = مثال کے طور پر، بالفرض۔ کوردہ = چھوٹا اور کم آباد گاؤں۔ نمبردار = زمیندار۔ (۵۹) جشنِ جمشیدی = جشنِ جم، جشنِ نوروز جس کی ابتدا ایران کے قدیم بادشاہ جمشید سے منسوب ہے۔ دیکھیے سودا کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۴ کا حاشیہ۔

(۶۰) بھاؤلہ = بھاوڑا۔ (۶۱) کلجگ = وہ زمانہ جس میں پاپ کی کثرت ہو،

بڑا برا زمانہ ۔ اَوتار = بھگوان یا اس کے کسی روپ کا دنیا میں انسان کی شکل میں آنا ۔ (۶۹) صورت حرام = بہ ظاہر اچھا لیکن بہ باطن خراب ۔ سلاح بہ در کس نیست درمیانِ حصار = ہتھیار دروازے پر اور قلعے میں کوئی نہیں ۔ معنوی کھوکھلے پن کی طرف اشارہ ہے ۔

(۷۶) تحلیل = حل کرنا، سائنسی تجزیہ مراد ہے ۔ (۷۷) چرخِ چارمیں = چوتھا آسمان، قدیم خیالات کے مطابق آفتاب چوتھے آسمان پر ہے ۔ (۷۸) ہیئت = اجرامِ فلکی کا علم ۔ (۷۹) مسئلۂ خرق و اِلتیام = آسمان کے پھٹنے اور مل جانے کا مسئلہ ۔ جو لوگ پیغمبر اسلام صلعم کی جسمانی معراج کے قائل نہیں ہیں ان کا خیال ہے کہ آسمان پھٹ کر پھر نہیں مل سکتا یا آسمان میں راستہ نہیں ہو سکتا ۔

(۸۰) خلاصہ = شیخ بہائی کی مشہور فارسی کتاب خلاصۃ الحساب ۔ روزِ شمار = قیامت کا دن ۔ (۸۱) فلاطوں = افلاطون، یونان کا مشہور حکیم جو ارسطو کا استاد تھا ۔ بطلیموس = یونان کا حکیم جس کی کتاب مجسطی مشہور ہے ۔ (۸۲) شرحِ چغمنی = علمِ ہیئت میں صلاح الدّین موسیٰ کی عربی کتاب شرح الملخّص معروف بہ شرح الجغمنی ۔ صلاح الدّین موسیٰ قاضی الرّومی اور قاضی زادہ کے ناموں سے مشہور ہے ۔ اصل کتاب الملخّص فی الھیئۃ محمود بن محمد بن عمر الجغمینی کی تصنیف ہے ۔ ہیبذی = علم حکمت میں قاضی سید حسین بن معین الدّین کی عربی کتاب جو اثیر الدّین بن عمر الابہری کی کتاب ہدایۃ الحکمت کی شرح ہے ۔ زروئے کشف = کشف کی رو سے ۔ کشف کے لفظی معنی ہیں پردہ اٹھا دینا یا افشا کرنا ۔ اصطلاحاً ادراکِ حقائق کی ایک وجدانی یا قلبی کیفیت ۔ اخلاق و تصوف میں پانچویں صدی ہجری کے وسط کی ایک مشہور فارسی کتاب کا نام بھی کشف المحجوب ہے جو ابوالحسن غزنوی کی لکھی ہوئی ہے ۔ (۸۳) شمسِ بازغہ = دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۲۹ کا حاشیہ ۔

(۹۱) جمّازہ = تیز رفتار اونٹ، مراد اونٹ ۔ مُہار = اونٹ کی نکیل ۔
(۹۸) کیونکہ = کیونکر ۔ (۱۰۲) ساخت = میدان، مراد سطح ۔ (۱۰۴) جزر و مد =

جُوار بھاٹا ۔ زلزلۃُ الارض = زمین کا ہلنا، زلزلہ ۔ جبالُ النار = آتش فشاں پہاڑ ۔
(۱۰۵) فلزّات = فِلز کی جمع، معدنی دھاتیں ۔ رموز = رمز کی جمع ۔ استفسار = دریافت، پوچھ گچھ ۔
(۱۱۰) صنائع = صنعت بمعنی کاریگری کی جمع ۔ (۱۱۲) دال، فے اور عین = دفع، دخان، ددر ۔ (۱۱۳) نفور = نفرت کرنے والا، بھاگنے والا ۔ (۱۱۶) توڑے دار = بندوق جو فتیلے سے چلائی جاتی ہے ۔ (۱۱۷) زنگار = زنگ ۔ (۱۱۸) گیتی = دنیا ۔ حصار = قلعے کی فصیل، قلعہ ۔ (۱۱۹) دقیانوس = روم کے ایک قدیم ظالم بادشاہ کا نام جس کے خوف سے اصحابِ کہف غار میں چھپ گئے تھے ۔ روحِ دقیانوس = مراد بہت پرانے خیالات رکھنے والا ۔ دُخمہ = وہ تہ خانہ جس میں غیر مسلم ایرانی مُردوں کو رکھتے تھے، گورخانہ ۔ فارس = ایران ۔ استخواں بردار = ہڈّیاں اٹھانے والا، مراد قدامت پرست ۔
(۱۲۱) انشائے دل کشا = سید نثار علی بخاری بریلوی کی لکھی ہوئی فارسی انشا کی مشہور کتاب ۔ (۱۲۴) ریاضت = محنت ۔ زار و نزار = دُبلا، کمزور ۔ (۱۲۵) نزلۂ حار = نزلہ جو گرمی کے سبب سے ہو ۔ (۱۳۰) مُزمِن = دیرینہ، پُرانا ۔ (۱۳۱) سدیدی = علمِ طب میں سدید الدین انگازرونی کی عربی کتاب المُغنی الطب جو سدیدی کے نام سے معروف ہے ۔ قانون = علمِ طب میں شیخ بوعلی سینا کی ایک مشہور کتاب کا نام ۔ تحفہ = تحفۃُ المومنین، میر محمد مومن کی لکھی ہوئی طب کی کتاب جو ادویہ کے بیان میں ہے ۔ مخزن = مخزن الادویہ، طب کی ایک فارسی کتاب مولفہ حکیم سید محمد حسین العلوی شیرازی ۔ مہرِ استمرار = ہمیشگی کی مہر ۔ (۱۳۲) مجرّبات = مجرّب کی جمع، تجربہ کی ہوئی دوائیں، مؤثر دوائیں ۔ (۱۳۳) فصد = رگ سے خون نکالنا ۔ مُنضِج = زخم غلط اور مادّے وغیرہ کو پکانے والی دوائیں ۔ مُسہِل = جلاب ۔ سنا، گُلِ سرخ اور شربتِ دینار دواؤں کے نام ہیں ۔ (۱۳۴) معالجہ = علاج ۔ مُداوا = چارہ سازی، دوا کرنا ۔ تشخیص = مراد مرض کی جانچ یا پہچان ۔ تیمار = مریض کی نگہداشت ۔ (۱۳۶) بُحران = مریض میں حالتِ بیماری اور تندرستی کی

کش مکش، بخار میں مزاج میں سخت تغیّر کا واقع ہونا۔ اِشتداد = شدّت۔(۱۳۸) فنِ جراحت = جرّاحی۔ (۱۳۹) کیمیا = اکسیر، مراد نہایت زود اثر دوا۔ حلّ و قد = بست و کشاد، کھولنا اور باندھنا، مراد ترکیب دینا، بنانا۔ مُفردات = مفرد کی جمع، کسی ایک چیز سے بنائی ہوئی دوائیں بخلافِ مرکبات جو کئی دوائیں ملا کر بنائے جاتے ہیں۔ پہلے مصرع میں کیمیا کا استعمال مرکبات کے لیے کیا ہے۔

(۱۴۰) فنِ قابلہ = دائی کا فن۔ (۱۴۱) منجّم = علم نجوم کا جاننے والا۔ جفّار = علمِ جفر کا جاننے والا۔ (۱۴۳) پُٹکی = مصیبت۔ (۱۴۵) زبس کہ = چونکہ۔ (۱۴۷) اَپھرتے ہیں = گھمنڈ کرتے ہیں، اتراتے ہیں۔ (۱۴۸) تبار = خاندان۔ (۱۴۹) عین و یسار = داہنے بائیں۔ عقیدہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ہر انسان کے کاندھوں پہ دو فرشتے مقرّر کر دیے ہیں جو اس کے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔

(۱۵۱) ابرار = بار بمعنی نیکوکار کی جمع، نیک لوگ۔ (۱۵۲) اِزار = پاجامہ۔ (۱۵۴) قرأت = پڑھنا، حرف کو اس کے صحیح مخرج سے نکالنا۔ جہر = بآواز بلند پڑھنا۔ (۱۵۶) گراپ = گراب، وہ توپ کا گولہ جس میں بہت سی گولیاں اور چھرّے وغیرہ ہوتے ہیں۔ استحقار = ذلیل کرنا، حقارت کرنا۔

(۱۶۰) قشقہ = ٹیکا جو ماتھے پہ لگاتے ہیں۔ (۱۶۳) نقد علیہ السّلام = روپیہ۔ (۱۶۶) علّتِ غائی = وہ فائدہ جس کے لیے کوئی چیز بنائی گئی ہو، اصل مقصد۔ (۱۶۷) لاسہ = درخت کے دودھ وغیرہ سے بنایا ہوا ایک چیپ دار مادّہ جس سے پرندے پھنساتے ہیں۔ ہتھکنڈا = داؤں، چالاکی۔ (۱۶۸) زوّار = زائر کی جمع، زیارت کرنے والا۔ (۱۶۹) پیش دستی = پہلے ہاتھ بڑھانا، پہل کرنا۔ مشائخ = شیخ کی جمع۔

(۱۷۰) شاہ مدار = ایک درویش کا نام جن کو عوام بہت مانتے ہیں۔ (۱۷۲) کبار = بزرگ۔ (۱۷۴) جزیہ = اسلامی حکومت میں حقوقِ شہریت کے بدلے میں غیر مسلم پر سالانہ محصول۔ فتوحِ غیب = بالائی یافت، غیبی آمدنی جو اتفاقاً ہو جائے۔ ادرار = روزینہ، روز کی آمدنی۔

(۱۷۸) ابوالوقت = لفظی معنی وقت کا باپ، اپنے وقت کا بڑا بزرگ۔ قطب زماں = زمانے کا قطب، بڑا ولی۔ شیخ شیوخ = شیخوں کا شیخ، بڑا بزرگ۔ زُبدہ = خلاصہ۔ اَحرار = حُر کی جمع، آزاد یا برگزیدہ لوگ۔ زبدۂ احرار = مراد درویشوں میں انتخاب۔ (۱۷۹) گانٹھ کا پورا = رُوپے پیسے والا، دولت مند۔ نقدِ وقت = سکّۂ وقت، چلتا ہوا سکّہ۔ شُغل = تصوّرِ خدا وغیرہ۔ اَذکار = ذکر کی جمع، مراد ذکرِ الٰہی، عبادت۔ (۱۸۰) جعفرِ طیّار = حضرت علی کے بڑے بھائی۔ جنگ موتہ (۸ھ) میں حضرت زید کے بعد اسلامی فوج کی علمبرداری میں آپ کے دونوں بازو کٹ گئے تھے اور آپ شہید ہو گئے تھے۔ حضرت جبرئیل نے رسولِ خدا کو بشارت دی کہ خدا نے آپ کو جواہر کے پر عطا کیے جن سے آپ جنّت میں اڑتے ہیں۔ اسی لیے جعفرِ طیّار کہلاتے ہیں۔ طیّار کے معنی ہیں بڑا اڑنے والا۔

(۱۸۱) عالمِ رویا = خواب کی کیفیت۔ مقامِ سِدرہ = سات آسمانوں سے اوپر ایک حد جس کے آگے کوئی نہیں جا سکتا۔ سِدرۃُ المنتہٰی یعنی وہ مقام جو آخری حد ہے اور جہاں بیری کا ایک درخت ہے۔ سِدرہ کے لفظی معنی ہیں بیری کا درخت۔ (۱۸۲) لُوکا = آگ کا شعلہ۔ لوکا لگانا = آگ لگانا۔ فی النّار = لفظی معنی آگ میں، مراد جہنّم میں۔ (۱۸۳) جنیدِ زماں = اپنے زمانے کا بڑا ولی۔ جنید = حضرت شیخ جنید بغدادی جو ایک بڑے ولی گزرے ہیں۔ بنگ نوش = بھنگ پینے والا۔ قلندر وار = قلندر کی طرح۔ قلندر = بے پروا درویش جو شرع کا پابند نہ ہو۔ سلطان غیاث الدّین تغلق کے زمانے میں شیخ بو علی قلندر ایک بزرگِ کامل گزرے ہیں۔ (۱۸۴) گوشہ گزیں = گوشہ نشیں، دنیا سے کنارہ کرنے والا۔ بوتیمار = بگلا۔ (۱۸۵) رقصِ جمل = اونٹ کا ناچ یا اچھلنا کودنا۔ حُضّار = حاضر (موجود) کی جمع، حاضرین۔ (۱۸۸) لہو لعب = کھیل کود۔ سانگ = سوانگ، نقل، بہروپ۔

(۱۹۰) پریس مین = مطبع کا مستری۔ (۱۹۳) دریدہ کوٹ = پھٹے گلے کا کوٹ۔

رہوار = گھوڑا۔ (۱۹۶) خدا ترسی = خدا سے ڈرنا۔ (۱۹۷) لبرل = آزاد خیال، غیر متشدد۔ رڈیکل = انتہا پسند۔ (۱۹۸) آنر = عزت۔ بار = باریابی، رسائی۔ (۱۹۹) مکالے = انگریزی کا مشہور مورخ اور انشا پرداز ٹامس بیبنگٹن مکالے (۱۸۰۰ء تا ۱۸۵۹ء)۔

(۲۰۰) دو سار ہونا = تیر کا کسی چیز کے آر پار ہونا۔ (۲۰۱) گلنار = سرخ، انار کی قسم کا ایک درخت جس میں گلاب کے برابر سرخ پھول ہوتے ہیں۔ (۲۰۲) پنڈا = جسم۔ (۲۰۳) شکر گفتار = شیریں کلام۔ (۲۰۵) رخشاں = چمکدار۔ زرتار = سونے چاندی کے تاروں کا، چمکیلا۔ (۲۰۶) ڈانڈ = ناؤ کھینے کا بانس۔ (۲۰۹) دار الجلال = بزرگی کا گھر، شان و شوکت کا گھر۔

(۲۱۲) مڑک = ٹیڑھ، کجی، اکڑ۔ اٹک = رکاوٹ، جھجک۔ (۲۱۴) خیل = گروہ۔ (۲۱۵) دودمان = خاندان۔ امارت = امیری۔ چشم و چراغ = مراد اولاد۔ (۲۱۸) ذریت = اولاد۔

(۲۲۰) قمار = جوا۔ (۲۲۵) روم = اٹلی۔ بلغار = بلغاریہ یورپ کا ایک ملک۔ (۲۲۶) ادبار = بدبختی، بداقبالی۔ (۲۲۹) یراق = (لڑائی کا) سامان۔ (۲۳۰) مہمیز = ایڑ۔ سمندِ جہد = کوشش کا گھوڑا، مراد کوشش۔ (۲۳۸) درایت = دانائی۔ مگر چہ کار کند شیرِ شرزہ در بنِ غار = لیکن غار کی جڑ میں غضبناک شیر کیا کرے یعنی تنگ نظری کی وجہ سے تم کچھ نہیں کر پاتے۔ بدونِ شکار = بغیر شکار کے۔

(۲۴۱) زاویہ = کونا۔ محور = فرضی خط جس پر زمین گردش کرتی ہے۔ مدار = گردش کرنے کی جگہ۔ (۲۴۲) امتداد = درازی، لمبائی۔ (۲۴۴) اقمار = قمر کی جمع۔ (۲۴۶) روزی کرے = روز ملے یا میسّر ہو۔ (۲۴۷) رہِ مستقیم = سیدھا راستہ، راہِ راست۔

خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی

حالی نے یہ قصیدہ نظام الملک آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی خاں، نظام دکن (از ۱۸۶۹ء تا ۱۹۱۱ء) کی چالیسویں سالگرہ کے جشن کے موقع پر ۱۳۲۲ھ میں لکھا تھا۔

(۲) ارغوانی = سرخ۔ ارغواں سرخ رنگ کا ایک پھول ہوتا ہے۔

(۳) دَے = فارسی کا دسواں شمسی مہینہ جو موسم سرما کا مہینہ ہے۔ خورداد = فارسی کا تیسرا شمسی مہینہ جو بہار کا مہینہ ہے۔ (۷) عبیر = ایک خوشبو دار سفوف جو مشک، صندل، گلاب اور زعفران ملا کر بنایا جاتا ہے۔ عنبر فشانی = خوشبو بکھیرنا، عنبر ایک خوشبودار مادہ ہے۔ (۹) کینچلی بدلنا = لباس بدلنا، کینچلی اس سفید جھلی کو کہتے ہیں جو سانپ کے اوپر ہوتی ہے۔ زال فانی = فنا ہونے والی بڑھیا، مراد دنیا۔

(۱۰) چل سالہ = چہل سالہ، چالیس سالہ۔ ملجا = پناہ کی جگہ۔ اَقاصی = اقصیٰ (یعنی بلندتر، اعلیٰ) کی جمع۔ اَدانی = ادنیٰ کی جمع۔ اَقاصی و اَدانی = خاص عام، اعلیٰ و ادنیٰ ہر قسم کے لوگ۔ (۱۳) نظام الملک = والیانِ حیدر آباد کا خطاب، مراد ممدوح۔ (۱۴) جہاں بانی = بادشاہت۔ گلہ بانی = گلّے کی نگہبانی کرنا۔ (۱۶) نانِ شبینہ = رات کی روٹی، باسی روٹی۔ (۱۷) قُلبہ رانی = ہل کی جتائی، مراد کاشتکاری۔ (۱۹) مُزاحم = مزاحمت کرنے یا رکاوٹ ڈالنے والا۔

(۲۰) روزینہ خوار = یومیہ یا روزانہ تنخواہ پانے والا۔ (۲۱) خوان = دسترخوان۔

(۲۳) بلدہ = شہر، مراد حیدر آباد۔ دارالشِفا = شفاخانہ۔ عہدِ فرّخ = مبارک زمانہ۔ (۲۴) دریغ = مراد پہلوتہی۔ (۲۵) جوکھوں = خطرہ، نقصان۔ (۲۶) صالح = اچھا۔ جُثّہ = جُثہ، جسم، جسم کی ساخت، کاٹھی۔ (۲۸) سوادِ شہر = اطرافِ شہر، نواحِ شہر۔

(۳۰) ابوابِ خیر = مراد فلاحِ عامّہ کی مدیں یا صیغے۔ (۳۳) دارُ الیتامیٰ = یتیم خانہ۔ (۳۴) وہ کالج = مراد علی گڑھ کالج جو سرسید نے قائم کیا تھا اور بعد کو ترقی کر کے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بنا۔ منبع = سرچشمہ۔ (۳۵) توڑا = قحط، کمی۔ تڑاقا = قحط، نایابی۔ (۳۶) دارالعلم = مراد یونیورسٹی۔ بذل = سخاوت، بخشش۔

(۳۸) رفاہ = رفہ کی جمع، آرام، چین، مراد فلاح، بھلائی۔ جاں ستانی = جان لینا۔ (۳۹) نیستانی = نیستاں کا۔ نیستاں کے معنی ہیں نرکل کا جنگل جس میں شیر رہتا ہے۔

(۴۱) قادر اندازی = ایسی نشانہ بازی جس میں نشانہ خطا نہ کرے، حکمی تیر چلانے کا فن۔ (۴۴) مرجع = لفظی معنی واپسی کی جگہ جس کی طرف رجوع کیا جائے، مراد امید گاہ۔ آمال = امل کی جمع، امیدیں۔ اَمانی اُمنیت کی جمع، آرزوئیں۔ (۴۵)، مفتوح = فتح کیا ہوا، کھلا ہوا۔ فتوح = فتح کی جمع، مراد فائدے، کامیابیاں۔ (۴۷)، سادِس = چھٹا، میر محبوب علی خاں دکن کے آصف جاہی خاندان کے چھٹے فرمانروا تھے۔ آصفِ ثانی = دوسرا آصف۔ آصف حضرت سلیمان کے وزیر کا نام تھا۔ دیہیم = تاج۔

سیّد علی حیدر نظمِ طباطبائی

یہ قصیدہ فتحِ خیبر کے بیان میں ہے۔ خیبر مدینۂ منوّرہ سے شمال مغرب میں آٹھ منزل اور بعض روایتوں کے مطابق دو سو میل کے فاصلے پر مخالفینِ اسلام کا ایک بڑا مرکز تھا جسے پیغمبرِ اسلامؐ نے ۷ھ میں فتح کیا تھا۔ خیبر کی فتح دراصل قلعۂ قموص کی فتح تھی جو حضرت علی کی شجاعت و بہادری سے عمل میں آئی تھی۔

(۱) شورشِ محشر = قیامت کا ہنگامہ، گرمیٔ ہنگامۂ معانی یا کلام کی ہنگامہ خیزی مراد ہے۔ (۲)، خطیب = خطبہ پڑھنے والا۔ (۳) عقاب = ایک بلند پرواز شکاری پرند۔ یعنی یہ نہ جانتا تھا کہ مضمون کی بلندی اور کلام کی برجستگی سے شہرت حاصل کی جا سکتی ہے۔ (۴)، پسِ کہسار = پہاڑ کے پیچھے۔ وقارِ علم کو کہسار سے، زورِ طبیعت کو آندھی سے اور زورِ کلام کو لشکر سے استعارہ کیا ہے۔ (۵)، خلیلِ بت شکن = حضرت ابراہیم خلیل اللہ جو اپنے چچا اور مشہور بت تراش آزر کے بنائے ہوئے بتوں کو توڑ دیتے تھے۔ علم، شاعری اور تخیل آرائی سے اسی طرح مانع تھا جس طرح حضرت ابراہیمؑ آزر کو بت تراشی سے روکتے تھے۔

(۶) سدِ اسکندر = لوہے اور تانبے کی وہ روایتی دیوار جو سکندر ذوالقرنین نے حدِ مشرق میں یاجوج اور ماجوج کی اولاد کے فتنوں سے بچنے کے لیے دو پہاڑوں کے بیچ میں تعمیر کرائی تھی۔ یہاں اشارہ ہے وقارِ علم کی طرف۔ (۸) عُود = اگر کی لکڑی۔ سوزندہ = جلانے والا۔ عود سے مضامینِ شاعرانہ اور آتش سے زورِ طبع مراد ہے۔ (۹) ہم دوش = ساتھ۔ مۓ سرجوش = شراب جو پہلے جوش میں نکال لیں، صاف اور عمدہ شراب۔

(۱۰) ضبطِ نفس = سانس کو روک لینا، مراد خاموشی۔ کنجِ عُزلت = گوشۂ تنہائی۔ نفحہ = خوشبو۔ عنبر = ایک خوشبودار نباتی مادّہ۔ ضبطِ نفس کو غنچے سے اور نفس کو جس سے شاعری مراد ہے نفحۂ عنبر سے استعارہ کیا۔ ضبطِ نفس کا موجب عزلت پسندی تھی اور شاعری نہ کرنے کا سبب ضبطِ نفس۔ (۱۱) حفظِ سخن = ضبطِ سخن، خاموشی۔ لنگر = آہنی بوجھ جس سے جہاز یا کشتی کو ٹھہراتے ہیں۔

(۱۲) ہرزہ گردی = فضول مارے مارے پھرنا۔ (۱۳) جامِ جم = جمشید بادشاہ کا پیالہ جس سے دنیا کا حال معلوم ہو جاتا تھا؛ جامِ جہاں نما۔ مرآۃِ اسکندر = سکندر بادشاہ کا آئینہ۔ سکندر کی ہدایت کے مطابق رشام لوہار نے لوہے کو جلا دے کر آئینہ بنایا تھا۔ بعد کو سکندر نے حملہ آوروں کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے کے لیے آئینے کو دوربین کے طور پر اسکندریہ کے مینار پر لگوا دیا تھا جس سے کافی دور کی کیفیت معلوم ہو جاتی تھی۔ جامِ جم کے ساتھ مرآۃِ اسکندر کا استعمال اسی کے پیشِ نظر کیا گیا ہے۔ (۱۵) کشمر = کشمیر۔ تُستر = تشتر، ایران کے ایک قصبے کا نام۔ (۱۷) گلزارِ ابراہیم = وہ آگ جس میں خدائی کے دعویدار بادشاہ نمرود نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو ڈلوایا تھا اور جو خدا کے حکم سے گلزار بن گئی تھی۔ کاشکے = کاش، کلمۂ تمنّا، خدا ایسا کرے، کیا اچھا ہو۔ (۱۹) قلم کی طرح اژدر (اژدہا) بھی دو زبان ہوتا ہے۔

(۲۱) فرشِ پا انداز = دہلیز کا فرش، پائدان۔ چرخِ اطلس = فلکِ اطلس،

عرش یعنی نواں آسمان جو ستاروں سے خالی ہے۔ اطلس کے لفظی معنی درہم بے سکّہ کے ہیں۔ عرش کا یہ نام اس لیے پڑا کہ وہ بھی درہم بے سکّہ کی طرح سادہ ہے۔ کارگاہِ صُنع = آفرینش کا کارخانہ، کارگاہِ صنع سے باہر آیا یعنی پیدا ہوا۔

(۲۲) مَواطِن = مَوطِن (یعنی میدانِ جنگ) کی جمع۔ غزوَہ = وہ جہاد جس میں پیغمبرِ اسلامؐ بہ نفسِ نفیس شریک تھے۔ (۲۳) مبعوث = اٹھایا گیا، بھیجا یا ظاہر کیا ہوا۔ مبعوث ہوئے، مراد جب پیغمبر اسلامؐ کو خدا نے نبوت عطا فرمائی۔ بطحا = مکّۂ معظمہ۔ (۲۴) اذنِ جنگ = لڑائی کی اجازت۔ (۲۵) یثرب = مدینہ۔ (۲۶) جنگِ بدر ۲ھ میں اور جنگِ اُحُد ۳ھ میں ہوئی تھی۔ (۲۸) فدک = خیبر کے پاس عرب کی ایک بستی کا نام۔ والیٔ خیبر = خیبر کا حاکم، اسیر بن زرام جس کو اسی زمانے میں سلام بن ابی الحقیق کے بعد اہلِ خیبر نے اپنا سردار بنایا تھا۔ (۲۹) شاہِ خیبر گیر = قلعۂ خیبر کو فتح کرنے والا بادشاہ، مراد حضرت علیؓ۔

(۳۱) نکو محضر = مراد نیک خصلت۔ (۳۷) حوالی = اطراف، آس پاس۔ (۳۸) سپیدہ = سفیدی، مراد روشنی۔ غولِ بیابانی = اگیا بیتال، جنگلوں میں رات کے وقت درختوں کے پتوں سے جو آگ جھڑتی ہوئی دکھائی دیتی ہے، مراد بھوت۔ یہاں وہ ایلچی جس کا ذکر کیا جارہا ہے۔

(۴۳) سِناں = نیزہ۔ (۴۴) شاہِ اژدر دَر = اژدہے کو پھاڑنے والا بادشاہ، مراد حضرت علیؓ۔ (۴۷) استیصال = جڑ سے اکھاڑنا، بیخ کنی، مراد مٹانا۔ حاصل = محصول، مال گزاری۔ (۴۹) ناصر و یاور = مددگار۔

(۵۱) بنی غطفان = عرب کا ایک بااثر قبیلہ جو خیبر کے قریب ہی آباد تھا۔ (۵۲) محضر = شہادتی تحریر، اقرار نامہ۔ (۵۳) قموص، سلالم، وطیح، صعب اور ناعم = اہلِ خیبر کے پانچ قلعوں کے نام۔ (۵۴) تجہیز = سامان کرنا، تیاری۔ (۵۶) دیدبان = قلعے یا عمارت کی دیوار کے وہ سوراخ جن میں سے نشانہ لگاتے تھے، وہ شخص جو کسی بلند مقام پر بیٹھ کر دشمن کی فوج کی نقل و حرکت کی اہلِ قلعہ کو خبر دیتا تھا۔ عسکر = فوج، لشکر۔ (۵۷) گرمِ مصاف = لڑائی میں مصروف۔

(۶۴) برگزیدہ = پسندیدہ، چھانٹا ہوا۔ تارک = سر کی مانگ۔ افسر، تاج، اشارہ ہے فوج کی علمبرداری کی طرف۔ (۶۵) بشارت = خوش خبری۔ پائے نام = نامزد، ماتحت۔ (۶۷) خاصۂ داور = مراد خدا کا خاص بندہ۔ (۶۸) سران = سر (بمعنی سردار) کی جمع۔

(۷۰) ضیاگستر = روشنی بچھانے والا، مراد روشنی پھیلانے والا۔ (۷۲) تکبیرۃ الاحرام = نماز میں نیت کے بعد پہلی بار ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہنا۔ سلطانِ دوعالم = دو جہان کا بادشاہ، مراد پیغمبر اسلامؐ۔ اذنِ حریمِ خالقِ اکبر = مراد خدا کی اجازت، حکمِ خداوندی۔ (۷۳) قرارت = پڑھنا، خصوصاً قرآن مجید کا ایک خاص انداز سے۔ (۷۴) قیام = نماز میں کھڑا ہونا۔ راست بازی = صحیح راستے پہ چلنا، سچائی۔ رکوع = نماز میں جھکنا۔ تواضع = انکساری، عاجزی۔ (۷۶) دودر = دو دروازے، دو ہاتھوں کی رعایت سے۔

(۸۰) ہما = ایک بلند اقبال پرندہ، استعارہ ہے علم سے۔ دوسرا ہے ہاتھ آنکھوں پہ = آشوبِ چشم کی وجہ سے۔ (۸۲) آبِ دہن = لعابِ دہن۔ روایت ہے کہ اس وقت حضرت علی کو آشوبِ چشم کی شکایت تھی۔ پیغمبرِ اسلامؐ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن لگا دیا اور دعا فرمائی جس سے وہ اچھے ہو گئے۔ (۸۳) اہلِ ضلالت = گمراہ لوگ۔ (۸۵) بیرق = علم کا پھریرا، دوسرے معنی چھوٹے نیزے کے ہیں جس کی مناسبت دوسرے مصرع کے مضمون سے ہے۔ رایت = علم۔ (۸۶) اکتسابِ نور = روشنی حاصل کرنا۔ گنبدِ اخضر = سبز گنبد، مراد آسمان۔ (۸۸) عیدِ قرباں = عید الاضحیٰ، بقرعید۔ کروبی = فرشتۂ مقربہ۔

(۹۰) بہرامِ فلک = مریخ ستارہ جس کو ترکِ فلک اور جلادِ فلک بھی کہتے ہیں۔ (۹۳) حصنِ قموص = قموص کا قلعہ۔ پردل = بہادر۔ خیرہ کش = بے باک، ظالم، بے گناہوں کو مارنے والا۔ سفاک = خونی، خوں ریز۔ (۹۴) جھلم = کڑیوں یا زنجیروں کی نقاب جو لڑائی میں چہرے پر ڈالتے تھے۔

چار آئینہ = سینے اور پیٹھ کی حفاظت کے لیے ایک قسم کی زرہ جس میں بانات اور مخمل میں لوہے کے چار تختے مڑھے ہوتے تھے۔ جوشن = ایک قسم کی زرہ۔ دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۴ کے شعر نمبر ۴۵ کا حاشیہ۔ (۹۵) تبختر = اترانا، اکڑنا۔ تیرہ رو = سیاہ چہرہ۔ خیرہ چشم و خیرہ سر = مراد شریر و سرکش۔ (۹۶) مَظلَمہ = ستم۔ (۹۷) قساوت = بے رحمی۔ مِجمر = انگیٹھی۔ (۹۹) بمعہ دوش = سینہ اور شانہ، مراد جسم۔ تن و توش = جسم اور سینہ، مراد جسم۔

(۱۰۰) چیں بر جبیں = ماتھے پر شکن ہونا، مراد غصے میں ہونا۔ کف در دہاں = منہ میں جھاگ ہونا، بہت غصے میں ہونا۔ (۱۰۱) مرحب = قلعۂ قموص کے محافظ اور پہلوان کا نام۔ (۱۰۲) جگرداری = بہادری۔ شمشیرِ دو پیکر = دو دھاری تلوار۔ (۱۰۵) کاہن = فال گو، جادوگر، جانوروں کی آواز سے غیب کی باتوں کا بتانے والا۔ (۱۰۸) پیرزن = بڑھیا۔ (۱۰۹) بے مر = بے شمار، بے حد۔

(۱۱۰) ہم چشم = برابر والا۔ (۱۱۶) خودِ سنگیں = پتھر کا خود جس کا ذکر شعر نمبر ۹۸ میں آچکا ہے۔ (۱۱۸) بُرِش = کاٹ۔ اُستخواں = ہڈی۔

(۱۲۰) لاف و گزاف = شیخی، گھمنڈ۔ (۱۲۱) تُتُق = پردہ۔ (۱۲۲) شقی = بدبخت، سنگدل۔ (۱۲۵) اخگر = چنگاری۔ (۱۲۶) حمرا = سرخ۔ احمر = بہت سرخ۔ (۱۲۷) آبِ آہن = فولاد کی چمک۔ تو بر تو = تہ بہ تہ، ایک کے اوپر ایک۔ نیلوفر = ایک پھول جو پانی میں ہوتا ہے، کنول اور کوکا بیلی اسی کی قسمیں ہیں۔ (۱۲۸) چکا چاک = تلوار اور گرز وغیرہ کی ضرب کی آواز۔

(۱۳۰) کوچہائے زخم = زخم کے شگاف یا منہ۔ ناوک = ایک قسم کا چھوٹا تیر۔ (۱۳۲) اشارہ ہے اس واقعے کی طرف کہ خیبر کی لڑائی میں جب حضرت علی کے ہاتھ سے اتفاقاً ڈھال گر پڑی تھی تو دشمنوں سے لڑتے لڑتے آپ نے قلعے کا نہایت وزنی پھاٹک اکھاڑ کر ہاتھ میں لے لیا تھا اور اس سے ڈھال کا کام لیا تھا۔ (۱۳۶) اَلا = آگاہ، جان، ایک کلمۂ خطاب۔ از خود رفتہ = کھویا ہوا، جو اپنے آپ میں نہ ہو۔ (۱۳۸) اطہر = نہایت پاک۔

(۱۴۲) باذل = سخی، بہت بخشنے والا۔ (۱۴۳) فارس = سوار۔ (۱۴۴) کرم گستر = کرم کرنے والا۔ (۱۴۵-۱۴۸) بیت عینون، بیرحا، ددمہ، جری، نید، فرع، بحرین، وادی نخل اور وادی القری عرب کے مقامات کے نام ہیں۔ (۱۴۹) فتح مکہ ۸ھ میں ہوئی تھی۔ کعب = کعب بن زہیر کی عربی شاعر جن کے مشہور نعتیہ قصیدے "بانت سعاد" پر پیغمبر اسلامؐ نے خوش ہو کر چادر عطا فرمائی تھی۔

(۱۵۰) لوائے حمد = خدا کی تعریف کا جھنڈا، خدا کی عظمت و بزرگی کا وہ جھنڈا جو قیامت کے دن حضرت علی کے ہاتھ میں ہوگا اور جس کے نیچے تمام مومنین جمع ہوں گے۔ (۱۵۱) حاشیہ بوس = فرش کا کنارہ چومنے والا، مراد کنارے پر بیٹھنے والا۔ استبرق = دبیز ریشمی کپڑا۔ غاشیہ دار = گھوڑے کا زین پوش اٹھانے والا، مراد خدمت گار۔

سید علی نقی صفی لکھنوی

(۱) شیرازہ = لفظی معنی کتاب کی جزو بندی یا سلائی، مراد سلسلہ، ربطِ باہمی پیدا کرنے والی چیز۔ علل = علت بمعنی سبب کی جمع، اسباب۔ عقدۂ لاینحل = حل نہ ہونے والی گتھی۔ (۲) ناقابلِ ادراکِ عقول = عقل کی سمجھ میں نہ آنے والا۔ (۳) تناسخ = آواگون، مرنے کے بعد روح کے دوسرے قالب میں منتقل ہونے کا عقیدہ۔ (۴) مادہ = ہر چیز کی اصل، ہیولا (بخلاف صورت)۔ صورت = ہر چیز کی ظاہری شکل۔ محل = جس پر حال قائم ہو، واقع ہونے کی جگہ۔ مادہ حال ہے اور صورت محل۔ (۶) ساحتِ افلاک = آسمانوں کا میدان، مراد آسمانوں کی وسعت۔ بصل = پیاز۔ (۷) سمک = مچھلی، وہ مچھلی جس کے متعلق خیال ہے کہ زمین کی تہ میں پانی میں ہے اور جس کے اوپر ایک گائے زمین کو اپنے سینگ پر اٹھائے ہوئے ہے۔ سماکِ اعزل = ایک ستارہ جو الٹے نیزے سے مشابہ ہے۔ ز سمک تا بہ سماکِ اعزل = مراد زمین کی تہ سے آسمان کی بلندی تک۔ (۸) عالم اسباب = مراد دنیا۔ (۹) ما قل و دل = تھوڑی سی بات مگر اس کا مطلب

بہت ہو۔

(۱۰) کُن = لفظی معنی ہوجا۔ مراد ہے اس عقیدے سے کہ کائنات کی تخلیق سے پہلے خدا نے "کن" فرمایا اور تمام چیزیں وجود میں آگئیں۔ پورا فقرہ کن فیکون یا کن فکان (ہو جا پس ہو گئی) ہے جس کا ماخذ قرآن شریف کے سورۂ آل عمران کی ایک آیت ہے۔ کونین = دونوں جہاں، دنیا اور آخرت۔

(۱۱) دارِ عمل = عمل کا گھر، مراد دنیا۔ (۱۲) کامِ نہنگ = گھڑیال کا تالو۔ فکِ اعلیٰ = اوپر کا جبڑا۔ فکِ اسفل = نیچے کا جبڑا۔ (۱۳) خشک و تر = مراد دنیا کی ہر چیز۔ لقمۂ تر = مراد عمدہ کھانا۔ (۱۴) نشہ = مراد زندگی کا نشہ۔ رنگ محل = خوبصورت مکان، سجی ہوئی عمارت، مراد دنیا۔ (۱۵) گلشنِ نیرنگ = طلسمی باغ، مراد دنیا۔

(۱۷) شوریدہ سری = سرکشی۔ (۱۸) ہمہ تن = مراد سر سے پاؤں تک، پوری طرح۔ انا البحر = لفظی معنی، میں سمندر ہوں۔ پندار = غرور، گھمنڈ۔ انا الطور = لفظی معنی، میں طور ہوں۔ حل = مراد ڈوبا ہوا۔ انا البحر اور انا الطور کا اشارہ ہمہ اوست کے صوفیانہ عقیدے کی طرف ہے جس کے مطابق ہر چیز خدا ہے کیونکہ سوا خدا کے کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ (۱۹) نوش = امرت، شہد۔ نیش = ڈنک، مراد موجبِ آزار چیز۔ خانۂ زنبورِ عسل = شہد کی مکھی کا چھتہ۔

(۲۰) دست و بغل = مراد ساتھ ساتھ۔ (۲۲) ہستیٔ موہوم = دنیاوی زندگی جو محض وہم ہے۔ بین العدمین = دو عدم یا نیستی کے درمیان کی چیز، عدمین یا دو عدم سے مراد دنیاوی زندگی سے پہلے اور بعد کی کیفیت ہے۔ اٹکل = قیاس۔ (۲۵) سَراب = ریگستان کی چمکتی ہوئی ریت جو دور سے پانی معلوم ہوتی ہے، مراد دھوکا۔ (۲۷) پانی کے ڈل = چھوٹی چھوٹی جھیلیں یا تالاب۔

(۲۹) فائدۂ جذبِ سموم = زہریلی ہوا کو جذب کر لینے کا فائدہ، اس اعتبار سے کہ درخت خراب ہَوا اپنے اندر لے لیتے ہیں اور اچھی ہوا باہر نکالتے ہیں۔

(۳۱) صنعتِ صنّاعِ ازل = مراد خدا کی کاریگری۔ (۳۲) سر بہ گریباں = مراد متحیر، حیران۔ منطقی = علمِ منطق کا جاننے والا۔ صامت = خاموش۔

بہ حواسِ مختل = خلل پائے ہوئے حواس کے ساتھ ۔ (۳۳) ابرِ گزراں = گزرتا ہوا بادل ۔ (۳۶) پانچ حواس یا حواسِ خمسہ جو سامعہ، باصرہ، شامہ، لامسہ اور ذائقہ ہیں ۔ کسل = سستی، کاہلی ۔ (۳۷) اقل = بہت تھوڑا ۔ (۳۹) طلعت = جلوہ، چہرہ ۔

(۴۰) متقاضی = تقاضا کرنے والا ۔ (۴۱) چشمِ احول = مراد دوئی پرست آنکھ ۔ صیقل = جلا، پالش ۔ (۴۲) مردمک = آنکھ کی پتلی ۔ (۴۳) بزمِ شہود = مراد دنیا ۔ وحل = دلدل، کیچڑ ۔ (۴۴) نیم رخ = آدھے چہرے کی تصویر ۔ مستقبل = پورے چہرے کی تصویر جس میں دونوں رخسار سامنے ہوں ۔ (۴۶) شجرِ طور = کوہِ طور کا وہ درخت جس پر خدا نے حضرت موسیٰ کو اپنا جلوہ دکھایا تھا اور جو تجلیٔ الٰہی سے جل کر خاک ہو گیا تھا ۔ (۴۷) رہروِ وادیٔ ایمن = مراد حضرت موسیٰ ۔ (۴۸) شبِ اسریٰ = سفر کی رات، مراد شبِ معراج ۔ اسریٰ کے معنی رات کو لے جانے کے ہیں ۔

(۵۰) لات و ہبل = بتوں کے نام جن کی عرب زمانۂ جاہلیت میں پرستش کرتے تھے ۔ (۵۲) خازنِ جنّت = جنّت کا خزانچی، مراد رضوان ۔ (۵۴) لخلخہ = چند خوشبودار چیزوں کا مرکّب جو بیماروں کو سنگھاتے ہیں ۔ (۵۵) زمزم = کعبے کا ایک مخصوص کنواں جس کے پانی کو مسلمان متبرک سمجھتے ہیں ۔ (۵۶) فاطمہ بنت اسد = حضرت علی کی والدہ کا نام ۔ (۵۸) تسنیم = جنّت کی ایک نہر کا نام ۔ (۵۹) اذن طلب = اجازت چاہنے والا ۔ عقلِ اوّل = مراد حضرت جبریل، دیکھیے ولی کے قصیدے کے شعر نمبر ۲ کا حاشیہ ۔

(۶۰) نُصَیری = ایک فرقہ منسوب بہ نُصَیر جو حضرت علی کو خدا مانتا تھا ۔ کہتے ہیں کہ نُصَیر نام کا ایک شخص حضرت علی کو خدا کہتا تھا ۔ حضرت علی اس کو قتل کر کے اس کے حق میں دعا فرماتے تھے اور وہ زندہ ہو جاتا تھا لیکن وہ خدا کہنے سے باز نہ آیا ۔ نُصَیری کا خدا = مراد حضرت علی ۔ (۶۲) خیبر = مدینے کے شمال مغرب میں ایک مقام جسے پیغمبرِ اسلامؐ کے حکم سے حضرت علی نے

فتح کیا تھا۔ (۶۳) جایا = بیٹیا۔ (۶۴) شجری نگینہ = نگینہ جس میں پیڑ دکھائی دیتے ہیں۔ ہشت پہل = آٹھ پہلو رکھنے والا۔ ہشت پہل کی مناسبت جنت کے آٹھ طبقات سے ہے جن کو ہشت بہشت کہتے ہیں، ان کے نام خلد، دارالسلام، دارالقرار، جنتِ عدن، جنتُ الماویٰ، جنتُ النعیم، علّیین اور فردوس ہیں۔ (۶۵) شرفِ اندوزِ حضوری = باریابی کی عزت حاصل کرنے والا۔ (۶۶) دوسرے مصرع کی تلمیح کے لیے دیکھیے غالب کے قصیدہ نمبر ۱ کے شعر نمبر ۲۱ کا حاشیہ۔ (۶۷) کاسرِ اصنامِ حرم = کعبے کے بتوں کو توڑنے والا۔ ابد = ہمیشگی، وہ زمانہ جس کی انتہا نہ ہو۔ عقیدہ ہے کہ یہ دائمی زمانہ موجودہ دنیا کے خاتمے کے بعد آئے گا۔ اسرارِ ازل = اس دنیا کی پیدائش کے وقت کے راز۔ ازل کے لفظی معنی ہیں جس کا شروع نہ ہو، مراد اس دنیا کی پیدائش سے پہلے کا دائمی زمانہ جس کی ابتدا نہ تھی۔ (۶۹) مُبین = ظاہر ہونے والا، مراد روشن۔ کاتبِ وحیِ مُنزَل = کلامِ الٰہی کا لکھنے والا، مراد حضرت علی۔ مُنزَل = نازل کیا ہوا، اترا ہو۔

(۷۱) یداللّٰہی = یداللہ ہونا، یداللہ حضرت علی کا لقب ہے، لفظی معنی خدا کا ہاتھ۔ مرحب = ایک پہلوان کا نام جس کو حضرت علی نے جنگِ خیبر میں قتل کیا تھا۔ یل = پہلوان۔ (۷۲) خورش = خوراک۔ نانِ جوین = جَو کی روٹی۔ جوشِ ارادی = ارادے کا جوش، مراد قوتِ ارادہ، قوتِ روحانی۔ (۷۳) ضربت = وار۔ اس روایت کی طرف اشارہ ہے کہ ایک لڑائی میں حضرت علی کی تلوار سے اتفاقاً حضرت جبرئیل کے پر کٹ گئے تھے۔ عفریت = جن یا بھوت۔ ہیکل = گلے میں پہننے کا ایک زیور، یہاں زخموں کے نشان مراد ہیں۔ اشارہ ہے اس روایت کی طرف کہ ایک کنویں میں جس کا نام بیرالعلَم تھا کافر جنات آباد تھے۔ حضرت علی نے اس کنویں میں کود کر جنوں سے جہاد کیا تھا جس کے بعد جنوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ (۷۴) صیحہ = سخت آواز، نعرہ، گھوڑے کا ہنہنانا۔ رہوارہ گھوڑا۔

صورِ محشر = قرنا یا سنکھ جو اسرافیل فرشتہ قیامت کے دن پھونکے گا۔ تلوار کا فقرہ = مراد تلوار کی کاٹ۔ (۷۵) تاثیرِ زحل = ستارۂ زحل کی تاثیر جو منحوس ہے۔ (۷۸) عطرِ مجموعہ = ایک قسم کا عطر جو کئی عطروں کا مرکب ہوتا ہے۔ (۷۹) مہد = پالنا۔ مسقط الراس = پیدائش کی جگہ۔ حضرت علی کعبے میں پیدا ہوئے تھے۔ مقتل = قتل کی جگہ۔ اشارہ ہے حضرت علی کے مسجدِ کوفہ میں شہید کیے جانے کی طرف۔

(۸۰) جنسِ دغل = کھوٹی چیز۔ (۸۱) پردۂ عشاق = ایرانی موسیقی میں ایک راگ۔ (۸۲) بوترابی = حضرت علی سے عقیدت رکھنے والا۔ بوتراب کے لیے دیکھیے غالب کے قصیدہ نمبر ا کے شعر نمبر ۱۶ کا حاشیہ۔ نجف = عراق کا ایک شہر جہاں حضرت علی کا مرقدِ مبارک ہے۔ (۸۴) تولّا = محبت۔ مُواسا = غم خواری کرنا۔ (۸۸) شعلہ ور = شعلہ رکھنے والا، مراد لَو دینے والا۔ منقل = انگیٹھی۔

(۹۲) اَرنی گویوں = ارنی گو کی جمع، ارنی کہنے والے، مراد جلوۂ خداوندی کے طالب۔ اَرنی کے لفظی معنی ہیں دکھا مجھے۔ حضرت موسیٰ نے کوہِ طور پر خدا سے جلوہ دکھانے کی التجا کرتے ہوئے رَبِّ اَرِنی اَنظُر اِلَیکَ (اے خدا تو مجھے اپنا جلوہ دکھا) کہا تھا۔ (۹۳) پھول = شراب۔ (۹۷) سرجوشِ وِلا = مراد محبت کی شراب۔ سرجوش = وہ شراب اور گلاب وغیرہ جو پہلے جوش میں دیگ سے نکال لیں۔ مے نہ گنجد بہ صراحی و صراحی بہ بغل = شراب صراحی میں نہ سمائے اور صراحی بغل میں۔ میر ابوالفتح کی مدح میں عرفی کے مشہور لامیہ قصیدے کے ایک شعر کا دوسرا مصرع۔ پہلا مصرع ہے "وقت آنست کنوں کز اثرِ عیش و نشاط" یعنی وقت وہ ہے اب کہ عیش و نشاط کے اثر سے۔ (۹۸) زہدِ ریائی = جھوٹا تقویٰ، دکھاوے کی پرہیزگاری۔ (۹۹) دڑیڑوں = دڑیڑا کی جمع، پانی کا تیز بہاؤ۔

(۱۰۰) روحِ امیں = امانت دار فرشتہ، مراد جبرئیل جو خدائی رازوں کے

امین ہیں۔ (۱۰۲) جرعہ کشاں = جرعہ کش کی جمع، گھونٹ پینے والے۔ (۱۰۳) بانگی = نمونہ، چاشنی۔ (۱۰۵) رزقِ مَوعود = وعدہ کیا ہوا رزق، رزق جس کے دینے کا خدا نے وعدہ فرمایا ہے۔

مرزا محمد ہادی عزیزؔ لکھنوی

دُرَّۃُ البَیضا = لفظی معنی سفید یا روشن بڑا موتی۔ اس قصیدے کا عنوان۔

(۱) برشگال = برشگال، برسات۔ جادو جگانا = جادو کو عمل میں لانا، جادو کرنا۔ چلتا ہوا جادو = کارگر جادو۔ (۲) معاذ اللہ = خدا کی پناہ۔ (۷) سرور ہوا = مراد آوارہ۔ (۸) سازو برگ = سامان۔ بادہ پیمائی = شراب پینا۔

(۱۰) جدولِ گلشن = مراد نہر۔ بہرِ شست وشو = دھونے کے لیے۔ (۱۱) مَعفو = معاف کیا ہوا۔ شیراز = ایران کا ایک شہر۔ تیہو = تیہوج، نوا، ایک پرندہ۔ (۱۴) جہندہ = کودنے والا، اچھلنے والا۔ (۱۵) رخت = جامہ، لباس۔ اَتّو = وہ آلہ یا دھات کا ٹکڑا جس سے کپڑے پر آرائش کے لیے شکنیں یا نقوش ڈالتے ہیں۔ نقش ونگار۔ اتو کیا کرتی ہے یعنی نقش ونگار بناتی ہے، منقش کیا کرتی ہے۔ (۱۷) مشاطگی = مشاطہ کا کام، آراستہ کرنا، سنوارنا۔ (۱۸) ادب سنجانِ میخانہ = میخانے کے آداب کو سمجھنے والا، آدابِ میخانہ سے واقف۔ بادہ آشام = شراب پینے والا۔ کنارِ جو = نہر کے کنارے۔ (۱۹) دردی کش = شراب کی تلچھٹ پینے والا، شراب پینے والا۔

(۲۰) ساتگیں = شراب کا پیالہ۔ (۲۱) نگار = معشوق۔ رم خوردہ = بھاگا ہوا۔ (۲۳) مینو = جنت۔ (۲۴) زہرِ ہلاہل = زہرِ قاتل، مہلک زہر۔ کہتے ہیں کہ ہلاہل حدودِ چین میں ایک پہاڑ کا نام ہے جس کے ایک درخت کی جڑ زہرِ قاتل ہوتی ہے۔ افعی = سانپ۔ عقربِ جرارہ = بچھو جو زمین پر دُم گھسیٹتا ہوا چلتا ہے اور جس کو ڈنک مارتا ہے اس کے ہر بُنِ مو سے خون

جاری ہو جاتا ہے ۔ (۲۵) خال = تل ۔ مشک دانہ = کالا دانہ ۔ بینی = ناک ۔
گلِ شبو = ایک پھول جس کی خوشبو رات کو پھیلتی ہے ۔ (۲۶) بنفشہ زار = بنفشہ
کا کھیت یا باغ ۔ مخطّط = خط کھنچا ہوا، خطِ رخسار کی طرف اشارہ ہے ۔ خرما = چھوارا ۔
زنخداں = ٹھوڑی ۔ شفتالو = ایک چھوٹا پھل ۔ (۲۷) افسوں ساز = جادوگر ۔
(۲۸) مرجان = مونگا، ایک سرخ سمندری لکڑی جس کو پنجے سے نسبت دی جاتی
ہے ۔ (۲۹) ساعد = کلائی ۔ غبغب = ٹھوڑی کے نیچے کا لٹکتا ہوا گوشت ۔
بہی = ایک پھل جو سیب سے مشابہ ہوتا ہے ۔ دلجو = دل ڈھونڈھنے والا،
مراد معشوق ۔

(۳۰) نار = انار ۔ ژالہ = اولا ۔ (۳۱) صفرِ عدم = نیستی کا صفر، دہن
کے نہ ہونے کی طرف اشارہ ہے ۔ مو = بال ۔ (۳۲) جوہرِ فرد = جوہر لایتجزیٰ،
وہ جوہر جو تقسیم نہ ہو سکے ۔ (۳۳) مُدغم = پیوست کیا ہوا، ملایا ہوا ۔ دارو =
شراب ۔ مسیحا = حضرت عیسیٰ کا لقب، مراد بیمار کو اچھا کرنے والا ۔ دارو = دوا ۔
(۳۶) مشبّہ = مشابہ کیا ہوا، جس کو تشبیہ دی جائے ۔ مشبّہ بہ = جس سے مشابہ
کیا جائے یا تشبیہ دی جائے ۔ وجہِ شبہ = تشبیہ دینے کا سبب ۔ (۳۷) جادہ =
راستہ ۔ اِغراق و غُلُو = مراد شدید مبالغہ ۔ اصطلاحاً اغراق مبالغہ کا دوسرا درجہ
ہے اور غلو تیسرا ۔ اغراق اس مبالغے کو کہتے ہیں جو عادتاً محال ہو لیکن عقلاً ممکن
ہو اور غلو اس مبالغے کو کہتے ہیں جو عقل و عادت دونوں کے لحاظ سے محال
ہو ۔ صنع = صنعت ۔ (۳۸) خَوارق = خارق کی جمع، کرامتیں یا خلافِ عادت
باتیں ۔ خو بو = عادت، خصلت ۔

(۴۲) شہودی = خدا کو ہر جگہ موجود جاننے والا، مراد صوفی ۔ ضربِ نعرۂ
یاہو = یاہو کے نعرے کی آواز جو صوفی فقرا لگاتے ہیں، اللہ ہو اور ہوَ بھی کہتے
ہیں ۔ یہ تینوں نعرے "ہو اللہ" کا مخفّف ہیں جس کے معنی ہیں "وہ اللہ" ۔
(۴۴) خار خار = تردّد، فکر، اندیشہ ۔ جگر گستر = مراد جگر کو چھلنی کرنے والا ۔
(۴۵) دردِ سر میں صندل کی لکڑی گھس کر پیشانی پہ لگاتے ہیں ۔ یہاں حرفت کا

صندل لگانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کاہو = ایک دوا۔ (۴۶) قُم = قم باذن اللہ، اٹھ کھڑا ہو اللہ کے حکم سے، حضرت عیسیٰ کا معجزہ تھا کہ وہ قم باذنِ اللہ کہہ کر مردے کو زندہ کر دیتے تھے۔ (۴۷) نجد = عرب کا ایک خطہ، اس پہاڑ کا شرقی حصہ جو یمن سے عراق تک ہے۔ (۴۹) جھائیاں = سیاہ نشان جو چہرے پر پڑ جاتے ہیں۔ یہاں شیشے یا آئینے کے دھبّوں کے لیے استعمال کیا ہے۔ شیشے سے مراد دل ہے۔ انفاس = نفس (یعنی سانس)، کی جمع۔

(۵۰) ولایت = ولی ہونا، قربِ الہٰی۔ مُشکو = محل۔ (۵۱) قوس = کمان۔ عفیفہ = پارسا اور پرہیزگار عورت۔ (۵۲) ذکیہ = عقلمند خاتون۔ طاہرہ = پاک خاتون۔ ام الفضائل = لفظی معنی فضیلتوں کی ماں، مراد فضیلتوں کا سرچشمہ۔ سرِشتہ = دھاگے کا سرا، مجازاً مدّعا، مقصود، وجہِ آغاز۔ (۵۳) یک شبہ = ایک رات کا۔ فیضان = لفظی معنی پانی کا چھلکنا، مراد بڑی بخشش یا فائدۂ کثیر۔ ذُوالفقار = حضرت علی کی تلوار کا لقب جس کے پھل کا اگلا حصہ دو شاخہ تھا۔ پرتو = عکس۔ (۵۴) رختِ آفرنیش = دنیا کی پیدائش کا جامہ، مراد آفرنیش۔ (۵۵) یداللہ = خدا کا ہاتھ، مراد حضرت علی۔ شبّر = حضرت امام حسن کا ایک نام۔ شبّیر = حضرت امام حسین کا ایک نام۔ قوتِ بازو = مراد بیٹا۔ (۵۶) جذبِ امامت = امامت کی کشش، روایت ہے کہ ایک مرتبہ پیغمبرِ اسلامؐ کو ایک عرب نے ہرن کا بچہ پیش کیا تھا۔ آنحضرت نے اس بچّے کو حضرت حسن کو دے دیا تو حضرت حسین نے ویسے ہی بچّے کے لیے ضد کی۔ آنحضرتؐ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ چنانچہ حکمِ الہٰی سے ہرنی خود دوسرا بچہ لے کر حاضر ہوئی جسے آپؐ نے حضرت حسین کو عطا کیا۔ (۵۷) بضعۃ مِنّی = الفاطمۃُ بضعۃٌ مِنّی (حدیث) فاطمہؓ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے۔ (۵۹) اِنسیہ = عورت، اِنسی (آدمی) کا مؤنث۔ اَحادیث = حدیث کی جمع، پیغمبرِ اسلام کے اقوال۔ سِیَر = سیرت کی جمع، مراد سیرت کی کتابیں۔

(۶۰) روایت شعر سے ظاہر ہے۔ (۶۱) فرزندانِ ہاشم = بنی ہاشم۔ قریش

اور ہاشم عرب کے قبیلوں کے نام ۔ بنتِ خویلد = خویلد کی بیٹی ، مراد حضرت خدیجہ ، رسولِ اکرمؐ کی زوجۂ مطہرہ ، حضرت فاطمہؓ کی والدہ ۔ (۶۲) شقاوت = بدبختی ۔کینہ جو = مراد عداوت رکھنے والا ۔ (۶۵) سارہ = حضرت ابراہیم کی زوجہ کا نام ۔ مریمؑ = حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کا نام ۔خواہرِ موسیٰ = حضرت موسیٰ کی بہن، کلثوم یا مریم نام تھا ۔ (۶۶) کتمِ عدم = نیستی کا پردہ ۔ بزمِ صورت = مراد دنیا ۔ (۶۷) فرازِ عرش و کرسی = آٹھویں اور نویں آسمان کی بلندی، آسمانوں کی انتہائی بلندی ۔ کرسی آٹھواں آسمان اور عرش جہاں خدا کا تخت ہے نواں آسمان ہے ۔ آوازۂ صلّوا = درود بھیجو کا نعرہ یا شور ۔

(۷۰) زخمی کر دیا پہلو = روایت ہے کہ پیغمبرِ اسلامؐ کی وفات کے بعد ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے حضرت علی کے گھر پر چڑھائی کردی تھی اور دروازہ گرادیا تھا جس سے حضرت فاطمہؓ کے پہلو میں چوٹ آگئی تھی ۔ (۷۱) رضیّہ = مرضی کا مؤنث، پسندیدہ ۔ رضیٔ الٰہی پر خوش رہنے والی ۔ تقویٰ = پرہیزگاری ۔ زانوئے تہ کرنا = کسی کے پاس نہایت ادب سے بیٹھنا، تعلیم حاصل کرنا ۔ (۷۲) چوبِ آسیا = چکّی کی لکڑی جس کو پکڑ کر چکّی چلاتے ہیں ۔ (۷۳) موکب = سواروں کا لشکر، سواروں کا گروہ جو امیروں کی سواری کے آگے چلے ۔ اِجلال = بزرگی، شان و شوکت ۔ موکبِ اجلال = شان و شوکت کا لشکر یا سواری ، مراد وہ شان و شوکت جو ممدوحہ کے ہمرکاب ہوگی ۔ غضّو = غضّوا ، تم آنکھیں بند کرلو ۔ (۷۷) اُحُد = مدینے کے پاس ایک پہاڑ کا نام جس کے قریب ۳ھ میں مسلمانوں اور مخالفینِ اسلام میں سخت جنگ ہوئی تھی ۔ ستر اسلامی مجاہد مع حضرت حمزہ اس لڑائی میں شہید ہوئے تھے ۔ اس روایت کی طرف اشارہ ہے کہ جنگِ احد کے بعد سے ہر دوسرے تیسرے روز حضرت فاطمہؓ شہدائے احد کے مقبرے پر تشریف لے جاتی تھیں ، وہاں نماز پڑھتی تھیں، شہدا کے لیے دعا فرماتی تھیں اور روتی تھیں ۔ (۷۸) کُفو = ہم سر، ہم نسب ۔ امیر المومنین = مومنو کا سردار ، مراد حضرت علی ۔ اُمّ الائمّہ = اماموں کی ماں ۔ (۸۰) دَلو = ڈول ۔ روایت ہے کہ جب حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد

ان کی خادمہ کا دل مدینے سے اچاٹ ہو گیا اور وہ مکّے کی طرف روانہ ہوئیں تو ایک مقام پر پیاس کی اتنی شدّت ہوئی کہ زندگی خطرے میں پڑ گئی۔ انھوں نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے معبود میں تیرے نبیؐ کی بیٹی کی خادمہ ہوں۔ اُس وقت جنّت سے پانی کا ایک ڈول اُترا اور انھوں نے اپنی پیاس بجھائی۔ (۸۳) سریر = تخت۔ (۸۴) چیرہ دست = سرکش۔ (۸۷) مرجوٗ = اُمیّد کیا ہوا، مراد جس کی اُمید کی جائے۔

سیّد کاظم حسین محشر لکھنوی

(۶) جولاں گہ = جولاں گاہ، گھوڑے کو کاوا دینے یا دوڑانے کا میدان۔ جولاں گہِ انوارِ الٰہی = مراد خدا کے جلووں کے ظاہر ہونے کی جگہ، خدا کی جلوہ گاہ۔ موسیٰ عمراں = حضرت موسیٰ جن کے باپ کا نام عمران تھا۔ کوہِ طور پر جلوۂ الٰہی کی تاب نہ لا سکے تھے۔ خفقاں = اختلاجِ قلب، جنون، دیوانگی۔

(۱۰) نزدِ درِ زنداں = قید خانے کے دروازے کے قریب۔ زلیخا کے عشق کے الزام میں عزیزِ مصر نے حضرت یوسف کو قید خانے میں ڈلوا دیا تھا۔ (۱۱) چاندنی سونپے = چاندنی سونپنے کی رسم کی طرف اشارہ ہے۔ زخم کے لیے چاندنی مضر ہوتی ہے۔ جب کسی کے زخم ہوتا ہے یا عورت کے بچہ ہوتا ہے اور اسے کسی ایسی جگہ سے اٹھانا نہیں چاہتے جہاں چاندنی آتی ہے تو ٹوٹکے کے طور پر ایک آدمی کو گواہ کر کے اُسے چاندنی کے سپرد کر دیتے ہیں تاکہ چاندنی کا بُرا اثر نہ پڑے۔

(۱۴) سواد = سیاہی، تاریکی۔ (۱۵) تراوش = ٹپکنا۔ (۱۹) سوزن = سوئی۔ سوئی کا حضرت عیسیٰ سے تعلق یہ ہے کہ جب دشمنوں سے بچانے کے لیے خدا نے ان کو آسمان پر اٹھایا تو ایک سوئی بھی ان کے دامن سے الجھی ہوئی چلی گئی تھی۔ چونکہ یہ دنیاوی چیز تھی اس لیے حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان سے آگے نہ جا سکے۔

(۲۲) شامِ غریباں = مسافروں یا بے وطنوں کی شام۔ (۲۴) عنواں = طرح،

طریقہ، ڈھنگ۔ (۲۵) کرمکِ شب تاب = جگنو۔ (۲۶) مہِ کنعاں = حضرت یوسف جو نہایت حسین و جمیل تھے اور کنعاں کے رہنے والے تھے۔ عزیزِ مصر یعنی مصر کے وزیرِ اعظم کی بیوی زلیخا حضرت یوسف پر عاشق ہو گئی تھی لیکن آپ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔ ایک دن اس کی زبردستی سے آپ کا پیچھے کا دامن پھٹ گیا تھا۔ پہلے مصرع میں دامن سے یہی پھٹا ہوا دامنِ یوسف مراد ہے جس سے حضرت یوسف پر بظاہر الزام آتا تھا۔ (تلمیح کی مزید تفصیل کے مطابق ایک شش ماہے بچے کی گواہی پر حضرت یوسف اس لیے بے گناہ قرار پائے تھے کہ ان کا آگے کے بجائے پیچھے کا دامن پھٹا تھا)۔ خلوت کدہ = مراد سات مکانوں کے اندر کا وہ کمرہ جہاں زلیخا حضرت یوسف کو لے گئی تھی اور جہاں سے وہ زلیخا کی زبردستی سے بھاگ کر باہر نکل آئے تھے۔ (۲۷) شجرِ وادیٔ ایمن = شجرِ طور جس پر موسیٰ علیہ السلام نے پہلے آگ یا روشنی دیکھی تھی اور پھر خدا سے ہم کلام ہو کر جلوہ دکھانے کی التجا کی تھی۔ (۲۸) جوانانِ گلستاں = مراد پودے۔ (۲۹) شبستاں = خواب گاہ، رات کو رہنے کا مکان۔

(۳۶) خوبانِ جہاں = دنیا کے معشوق۔ (۳۷) یہاں سے خوبانِ جہاں اور مہِ تاباں کا موازنہ نظم کیا ہے اور شعر نمبر ۶۱ میں گریز کر کے منقبت کا آغاز کیا ہے۔ پہلے مصرع میں "واں" کا اشارہ چاند کی طرف ہے اور دوسرے مصرع میں "یاں" کا حسینوں کی طرف۔

(۴۰) دُنبالہ دَوی = پیچھے پیچھے دوڑنا۔ سرگشتہ = حیران، پریشان۔ گبر = آتش پرست، مراد غیر مسلم۔ (۴۴) جزر و مدِ بحر = سمندر کا جُوار بھاٹا، جزر پانی کے اتار یا بھاٹا کو کہتے ہیں اور مد پانی کے چڑھاؤ یا جُوار کو کہتے ہیں۔ چاند کے اثر سے سمندر میں مدّ و جزر آتے ہیں۔ (۴۵) کسبِ ضیا = روشنی حاصل کرنا، چاند سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ چراغِ تہِ داماں = دامن کے نیچے کا چراغ، چراغ جس کی روشنی چھپی ہوئی ہو۔ (۴۶) فرقانِ

مبین = قرآن شریف جس میں چاند کا ذکر آیا ہے ۔ سورۂ رحماں = قرآن کا ایک سورہ جس میں جنّت کے سلسلے میں خوبصورت عورتوں کا ذکر آیا ہے ۔ (۴۸) تولید = پیدائش، خیال ہے کہ چاند کی کرنوں سے جسم میں خون پیدا ہوتا ہے ۔ نشترزنِ شریاں = رگوں میں نشتر لگانے والی، شریان اچھلنے والی رگ کو کہتے ہیں جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے ۔

(۵۰) مساوات = برابری، اس رعایت سے کہ ہر چھوٹا بڑا چاند کو دیکھتا ہے ۔ (۵۵) تُنک = ہلکا، باریک، مراد حقیر ۔ (۵۸) نمک ریزِ جراحت = زخم پر نمک چھڑکنے والا ۔ چاندنی کے اثر سے زخم کی تکلیف بڑھ جاتی ہے ۔ خنجرِ بُرّاں = کاٹنے والا یا تیز خنجر ۔ (۵۹) حلقہ بگوشی = غلامی، فرماں برداری ۔

(۶۱) کَندہ = کُھدا ہوا ۔ مَولِد = پیدا ہونے کی جگہ ۔ حضرت علی کعبے میں پیدا ہوئے تھے ۔ (۶۲) اسدِ خالقِ اکبر = شیرِ خدا، مراد حضرت علی ۔ بنتِ اسد = فاطمہ بنتِ اسد، حضرت علی کی والدہ کا نام ۔ ہادیٔ دوراں = زمانے کا ہدایت کرنے والا، بڑا ہدایت کرنے والا ۔ (۶۳) رجب = ساتواں اسلامی قمری مہینہ ۔ مولودِ حرم = کعبے میں پیدا ہونے والا ۔ (۶۴) نورِ صمدی = خدا کا نور ۔ (۶۵) روایت ہے کہ حضرت علی کی ولادت کے وقت خانۂ کعبہ کی دیوار شق ہو گئی تھی ۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنتِ اسد جب زچگی کے اندر داخل ہو گئیں تو دیوار مل گئی ۔ اس طرح تین دن خانۂ کعبہ کے اندر رہنے کے بعد چوتھے دن پھر دیوار شق ہوئی اور فاطمہ بنت اسد حضرت علی کو لیے ہوئے باہر آئیں ۔ (۶۷) ضیا خانۂ محبوبِ خدا = مراد پیغمبرِ اسلام کا گھر ۔ (۶۹) دُرِ غلطاں = لڑھکتا ہوا موتی، عمدہ اور قیمتی موتی ۔

(۷۰) حبیبِ دوسرا = دونوں جہاں کا محبوب، مراد پیغمبرِ اسلام ۔ سلیماں = حضرت سلیمان پیغمبر اور بادشاہ جن کا تخت ہوا میں اڑتا تھا ۔ (۷۲) چرخِ چہارم = چوتھا آسمان، حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر ہیں ۔ (۷۳) رحل = مخصوص

قسم کا دو تختہ جس پر قرآن شریف رکھ کر تلاوت کرتے ہیں۔

(۸۰) صَلوات = درود۔ (۸۱) قرب درِ سبحاں = خدا کے آستاں کی قربت، مراد قربت خداوندی۔ دفترِ کُن = آفرینش، کن کے لیے دیکھیے صفی لکھنوی کے قصیدے کے شعر نمبر ۱ کا حاشیہ۔ سابق الایمان = ایمان کا پیش خیمہ یا وسیلہ، سب سے پہلے ایمان لانے والا، مراد حضرت علی۔ (۸۲) صبح ازل = ازل کی صبح، مراد ابتدائے آفرینش۔ عالم امکاں = مراد دنیا۔ (۸۳) سرمہ کش = سرمہ کھینچنے والا، سرمہ لگانے والا۔ (۸۵) جذبات = جذبہ (کشش) کی جمع۔ صفدر = صف کو پھاڑنے والا، بہادر۔ (۸۶) نُصیری = حضرت علی کو خدا ماننے والا، دیکھیے صفی لکھنوی کے قصیدے کے شعر نمبر ۶۰ کا حاشیہ۔ (۸۷) بعض عقائد کے مطابق پیغمبر اسلامؐ کو جب معراج حاصل ہوئی تو حضرت علی بھی ہمراہ تھے۔ (۸۸) درِ خیبر = دیکھیے نظم طباطبائی کے قصیدے کے شعر نمبر ۱۳۲ کا حاشیہ۔ احسنت = کلمۂ آفریں، واہ وا، لفظی معنی بہت اچھا کیا تو نے۔ (۸۹) محور = دُھرا، مرکز۔

(۹۰) سمٰوات = سما (آسمان) کی جمع۔ اہلِ سمٰوات = آسمانوں والے۔ دوسرے مصرع کی تلمیح کے لیے دیکھیے سوداؔ کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۱۶ کا حاشیہ۔ (۹۵) تلمیح کے لیے دیکھیے سودا کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۹۶ کا حاشیہ۔ (۹۶) معمّر = لمبی عمر پایا ہوا۔ (۹۸) اشارہ ہے اس واقعے کی طرف کہ اہلِ مکّہ کے قاتلانہ منصوبے کے پیشِ نظر جب پیغمبرِ اسلامؐ نے مکّے سے مدینے کو ہجرت کی تھی تو حضرت علی کو ہدایت فرمائی تھی کہ وہ رات کو آنحضرت کے بستر پر ان کی چادر اوڑھ کر سو رہیں اور صبح کو سب لوگوں کی امانتیں دے کر خود بھی مدینے چلے آئیں۔ حضرت علی نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے اس پر عمل کیا۔ صبح کو اہلِ مکّہ نے پیغمبر اسلام کے بستر مبارک پر حضرت علی کو پایا تو انھیں پکڑ کر خانۂ کعبہ میں لے گئے اور تھوڑی دیر قید رکھ کر چھوڑ دیا۔

(۱۰۰) کشاد = فتح، قلعۂ خیبر کی فتح اور اس کا پھاٹک اکھاڑ پھینکنے کی طرف اشارہ ہے۔ دیکھیے نظم طباطبائی کے قصیدے کے حواشی کا ابتدائی نوٹ اور شعر نمبر ۱۳۲ کا حاشیہ۔ کلّۂ ثعبان = سانپ کا جبڑا۔ اشارہ ہے اس روایت کی طرف کہ بچپن میں ایک دن جب حضرت علی گہوارے میں تنہا لیٹے ہوئے تھے کہتے ہیں ایک خوفناک اژدہا آیا اور آپ کے گھر میں داخل ہو کر گہوارے کے پاس پہنچ گیا۔ آپ نے اس کا کلّہ پکڑ لیا اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر ڈالا۔ (۱۰۳) مہد = پالنا۔ روایت ہے کہ حضرت علی کی والدہ نے بچپن میں جب آپ پالنے میں سو رہے تھے آپ کے ہاتھ باندھ دیے تھے لیکن آپ نے اس زور سے انگڑائی لی کہ ہاتھ کھل گئے۔

(۱۱۶) بزم ناصران بیان = مراد ناصر الملت مولوی ناصر حسین مجتہد جن کے گھر پر لکھنؤ میں قصیدہ خوانی کی محفلیں ہوتی تھیں۔ (۱۱۷) حسان لقب = حسان کا لقب رکھنے والا۔ حسان بن ثابت انصاری مشہور عربی شاعر اور مداح رسول گزرے ہیں۔ سحبان = عرب کا ایک مشہور فصیح و بلیغ شخص سحبان وائل۔ (۱۱۹) مدیح = تعریف۔

اقبال احمد خاں سہیل اعظمی

(۱) تارِ شعاعی = کرن کا دھاگا، مراد کرن۔ (۲) جاں گسل = جان کو توڑنے والا، مراد جان لیوا۔ (۳) دشتِ ایمن = ایمن کا جنگل، وادیٔ ایمن، وہ جنگل جس میں حضرت موسیٰ نے نورِ الٰہی درخت کے اوپر دیکھا تھا۔ اس کو ایمن اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ کوہِ طور کے داہنی طرف تھا۔ ایمن کے لفظی معنی ہیں داہنی طرف۔ دوسرے مصرع میں کوہِ طور پہ خدا کے جلوہ دکھانے اور حضرت موسیٰ کے تاب نہ لا سکنے کی طرف اشارہ ہے۔ (۴) شمعِ شبستانی = خواب گاہ میں جلنے والی شمع۔ (۵) عالم تاب = دنیا کو روشن کرنے والا۔ رخشانی = چمک۔ (۶) خُور = سورج۔ (۷) عنادل = عندلیب (بمعنی بلبل) کی جمع۔ حدی خوانی =

سہیں

حدی پڑھنا - حدی کے معنی شتر بانوں کا نغمہ یا نغمۂ ساربان کے ہیں، مراد نغمہ سرائی - (۸) ورد = بار بار پڑھنا، وظیفہ - فتّاح = کھولنے والا نام اللہ تعالیٰ، لفظی معنی کی مناسبت غنچوں سے ہے - اِقامت = کھڑا ہونا، نماز شروع کرنے سے پہلے تکبیر یا اللہ اکبر پڑھنا - اقامت کی مناسبت قطارِ سروِ بستانی سے ہے - (۹) خوابِ نوشیں = میٹھی نیند -

(۱۰) مشقِ خمیازہ = انگڑائی پہ انگڑائی لینا - نوافل = نفل کی جمع، عبادت جو واجب نہیں ہے - سُبحہ گردانی = تسبیح پڑھنا - (۱۲) فنا فی النور ہو جانا = نور میں مٹ جانا، مراد سورج کی روشنی میں زائل ہو جانا - ادّعا = دعویٰ کرنا - (۱۳) خمار آگیں = خمار سے بھرا ہوا - (۱۴) سعیِ پر افشانی = اڑنے کی کوشش - (۱۵) چشمِ عبرت بیں = عبرت کو دیکھنے والی آنکھ، مراد عبرت حاصل کرنے والی آنکھ - بزمِ امکانی = مراد دنیا - (۱۶) چمن پیرائے کُن = کُن کا چمن آراستہ کرنے والا، مراد خدا - کن کے لیے دیکھیے صفیؔ لکھنوی کے قصیدے کے شعر نمبر ۱ کا حاشیہ - نیرنگ سازی = جادو گری - کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ = ہر روز وہ بیچ ایک شان کے ہے یعنی خدا کی روز ایک نئی شان ہے - قرآنِ کریم کے سورۂ رحمٰن میں کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ آیا ہے - (۱۷) تابستاں = گرمی کا موسم - تر دستی = مشّاقی، لفظی معنی کی مناسبت ابرِ سیہ سے ہے - فصلِ زمستانی = جاڑے کا موسم - (۱۸) خندۂ دنداں نما = ایسی ہنسی جس میں دانت دکھائی دینے لگیں - گل برگ = پھول کی پنکھڑی - (۱۹) باغِ رضوانی = جنّت، اس اعتبار سے کہ رضواں جنّت کے داروغہ کا نام ہے -

(۲۰) شوریدہ سامانی = دیوانگی - (۲۲) آفریں خوانی = آفریں پڑھنا، مرحبا کہنا - (۲۳) قشقہ = ماتھے کا ٹیکہ، تلک - خطِّ شعاعی = کرن کی لکیر، کرن، ایک خط کا نام بھی ہے - ایاغ = پیالہ - صہبائے ریحانی = ایک خوشبودار اور نہایت صاف شراب، ایک قسم کی شراب جو پھولوں سے بنائی جاتی ہے - (۲۴) رگِ گل کو جذب کی ہوئی نگاہوں سے استعارہ کیا ہے - (۲۸)

مصطفیٰ = لفظی معنی برگزیدہ، قبول کیا ہوا، مراد پیغمبر اسلامؐ - پرتو افشانی = مراد جلوہ آرائی - (۲۹) کون = نئی پیدا ہوتی چیز، مراد دنیا - طغرائے پیشانی = صفحے کے بالائی حصے پر تحریر یا اندراج، مراد عنوان - طغرا = ایک قسم کا پیچیدہ خط جس میں بادشاہوں کے القاب اور نام فرمانوں پر لکھے جاتے تھے - حریمِ قُدس = مراد حریمِ ذاتِ الٰہی یا بزمِ خداوندی -

(۳۰) نُخُستیِں = نخست، اوّل، پہلا - اِمضائے توقیعاتِ ربّانی = احکامِ خداوندی کی مہر یا دستخط - توقیعات = توقیع (بمعنی فرمان یا حکمِ شاہی) کی جمع - اِمضا = سرکاری مہر، دستخط، نشان، حکم جاری کرنا - (۳۱) اطلسِ زنگاری گردوں = آسمان کا سبز اطلس - اُمّی = منسوب بہ اُم بمعنی ماں - وہ شخص جس کا باپ ایامِ طفلی میں مر جائے اور باپ کی تربیت سے محروم رہے - مراد اَن پڑھ، لقب پیغمبرِ اسلامؐ کا کیونکہ آپ نے کسی استاد سے تعلیم نہیں پائی تھی - عقلِ کل = عقلِ اوّل، مراد جبرئیل - دیکھیے ذوقؔ کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۶۰ کا حاشیہ -

(۳۲) رابط = ربط پیدا کرنے والا، ملانے والا - فارق = جدا کرنے والا - رُہبانی = منسوب بہ رُہبان (راہب کی جمع، بطور واحد بھی آتا ہے) مراد رہبانیت، عیسائیوں کا ترکِ دنیا کا طریقہ - (۳۳) ناطق = بولنے والا - مُہر بہ لب = مراد خاموش - بلبلِ سدرہ = مراد جبرئیل - سدرہ کے لفظی معنی بیری کے درخت کے ہیں، عقیدہ ہے کہ ساتویں آسمان کے اوپر بیری کا ایک درخت ہے جو رسائی کی آخری حد ہے اور حضرت جبرئیل کا مقام ہے - اس کو سدرۃُ المنتہیٰ بھی کہتے ہیں - سوائے پیغمبر اسلامؐ کے کوئی نبی یا فرشتہ اس مقام سے آگے نہیں جا سکا - نطقِ ربّانی = مراد کلامِ الٰہی، قرآنِ مجید - (۳۴) حاذق = مراد ماہر طبیب - تنزیلِ فرقانی = قرآن مجید کا نزول - عِلّت ہائے = علّت بمعنی بیماری کی جمع - (۳۵) میزان = ترازو - مَسکَنَت = انکسار، عاجزی - (۳۶) باذل = سخی - (۳۸) درس آموز = سبق دینے والا - مشہدِ توحید = توحید کی شہادت گاہ، خدا کو ایک

ماننے کے اسلامی عقیدے کے لیے جان دینے کی طرف اشارہ ہے۔
(۴۰) گنجور = خزانے والا، خزانہ دار۔ مَعارِف۔ مَعرُف کی جمع جس کے لفظی معنی پہچاننے کی جگہ کے ہیں، مراد حقائق، معرفتِ حقائق۔ عمرانی = منسوب بہ عمران بمعنی آبادی، مراد سماجی۔ (۴۱) بوریا مسند = جس کی مسند بوریا ہو، بوریا (چٹائی) پہ بیٹھنے والا۔ کشّافِ سرائر = بھیدوں کو کھولنے والا۔ سرائر = سریرۃ بمعنی بھید کی جمع۔ (۴۳) نسّاخ = بڑا مٹانے والا۔ مَقدم = مراد آنا، قدم رکھنا۔ کیشِ زردشتی = مذہبِ آتش پرستی۔ دینِ نصرانی = عیسائیت۔
(۴۴) مستغاثِ قاصی و دانی = جس سے اعلیٰ و ادنیٰ انصاف چاہیں۔ (۴۵) سلطانَ الامم = امتوں کا بادشاہ۔ برزخِ کبریٰ = دیکھیے کرامت علی شہیدی کے قصیدے کا شعر نمبر ۱۵ اور اس کا حاشیہ۔ تصدیقی = تصدیق کی ہوئی۔ جلالت = بزرگی، شان۔ اِذعانی = منسوب بہ اِذعان بمعنی طاعت، مراد حکم الٰہی کی تابع۔ (۴۶) مُبشِّر = بشارت یا خوش خبری دینے والا۔ بعثت = ظہورِ نبوت۔ مصدّق = تصدیق کرنے والا۔ موسیٰ عمرانی = حضرت موسیٰ جن کے باپ کا نام عمران تھا۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ نے پیغمبرِ اسلام کی نبوت کی پیشین گوئی کی تھی۔ (۴۷) تراشہ = کٹا ہوا ٹکڑا۔ غسالہ = دھوون۔ زُلال = صاف میٹھا پانی۔ آبِ حیوانی = آبِ حیات۔
(۴۸) تعالیٰ اللہ = لفظی معنی خدا بلند کرے، کلمۂ تعریف و تعجب، مرحبا، سبحان اللہ۔ (۴۹) پیغمبروں میں حضرت یونسؑ کی دعا، حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا خُلق، حضرت ایوب کا صبر، حضرت موسیٰ کا جلال، حضرت عیسیٰ کا زہد اور حضرت یوسف کا حسن مشہور ہے۔
(۵۰) جبہہ سائی = پیشانی گھسنا، مراد سجدہ کرنا۔ چرخِ چارمیں = چوتھا آسمان۔ سورج چوتھے آسمان پہ ہے۔ (۵۱) ما اَعظَم شانی = کتنی بڑی ہے میری شان۔ پورا فقرہ سبحانی ما اَعظَمَ شانی ہے اور حضرت جنید بغدادی اور حضرت بایزید بسطامی کی طرف منسوب ہے۔ (۵۲) سبحان اللہ کیا زیب دیتا ہے اس کے سر پہ بادشاہت کا

تاج کہ اس کی درگاہ کی چیونٹی کو حضرت سلیمان کا ناز پہنچتا ہے۔ (۵۳) شہنشاہ سریر قابَ قوسَین = قابَ قوسَین کے تخت کا بادشاہ، قابَ قوسَین کے لفظی معنی ہیں دو کمانوں کا فاصلہ۔ اس کا تعلق معراج سے ہے جس میں پیغمبرِ اسلامؐ سدرۃُ المنتہیٰ سے گزر کر بارگاہِ خداوندی تک پہنچے تھے اور مقامِ قدس اور آپ کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ قابَ قوسَین کو تخت سے استعارہ کیا ہے اور آنحضرتؐ کو اس کا بادشاہ قرار دیا ہے۔ شب اَسریٰ = شبِ معراج، اِسرا کے معنی رات کو لے جانا کے ہیں۔ کاخِ کیوانی = ستارۂ زحل کا محل، مراد ساتواں آسمان جس پر کیوان یا زحل ہے۔ (۵۴) بحثِ روحانی وجسمانی = اشارہ ہے اس اختلاف کی طرف کہ معراج صرف روح کو ہوئی یا جسم کے ساتھ ہوئی۔ (۵۵) بست وہفتم = ستائیسویں تاریخ۔ خلوت آرائے ازل = مراد خدا۔ (۵۶) حریم = اندرونِ خانہ، عورتوں کے رہنے کا مکان۔ اُمِّ ہانی = پیغمبرِ اسلامؐ کی چچازاد بہن کا نام۔ قدسی = فرشتہ۔ (۵۸) بزمِ نور = مراد بزمِ نورِ الٰہی، بزمِ خداوندی۔ تشریف ارزانی کریں = مراد تشریف لے جائیں۔ (۵۹) رُوح القُدس = مراد جبرئیل۔ براق = وہ بہشتی چوپایہ جس پر شبِ معراج رسولِ خدا سوار ہو کر خانۂ کعبہ سے بیتُ المقدس تک تشریف لے گئے تھے۔ سُبک رانی = تیز ہانکنا یا چلانا، مراد تیز رفتاری۔

(۶۰) مسجدِ اقصیٰ۔ بیتُ المقدس۔ جلوہ گاہِ قُدس = بارگاہِ خداوندی۔ (۶۱) برق پیکر = بجلی کی طرح جسم رکھنے والا۔ (۶۴) تَراکُم = جگھٹ، بھیڑ، انبوہ۔ (۶۵) محرمِ سرِ حقیقت = رازِ حقیقت کا جاننے والا۔ جزا = صلہ، معاوضہ۔ محسن = احسان کرنے والا۔ قانِت = فرمانبردار۔ مُذنِب = گنہگار۔ جانی = گنہگار۔ یعنی رسولِ خدا نے ملاحظہ فرمایا کہ دوسروں پر احسان کرنے والوں اور خدا کے اطاعت گزار بندوں کو کس طرح جزا اور گنہگاروں کو کس طرح سزا ملتی ہے۔ (۶۶) عالمِ ناسُوت = مراد دنیا، عالمِ فانی۔ ناسوت کے معنی عالمِ اجسام کے ہیں، مجازاً شریعت اور عبادتِ ظاہری کے معنوں میں

بھی آتا ہے۔ برائے العین = برایٔ العین، چشم دید۔ بہارستانِ رضوانی = مراد جنّت۔ (۶۷) رُمیصہ زوجۂ بوطلحہ = پیغمبرِ اسلام کے صحابی حضرت ابوطلحہ کی بیوی حضرت رُمیصہ۔ فی رَوحٍ وَّ ریحان = راحت اور رزق میں، مراد جنّت میں۔ روایت ظاہر ہے۔ (۶۸) بلال = حضرت بلال حبشی، رسولِ کریم کے مشہور مؤذّن اور جاں نثار، پہلے امیّہ بن خلف کے غلام تھے جو ان پر طرح طرح کے ظلم کرتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو اس سے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ ۲۰ھ میں وفات پائی۔ روایت شعر سے ظاہر ہے۔ (۶۹) ساحت = میدان، صحن۔

(۷۰) نزہت = پاکیزگی۔ ریاضِ خُلد = جنّت کا باغ، جنّت۔ (۷۱) تباشیر = طباشیر، کھریا مٹی، بنس لوچن۔ تباشیرِ سحر = مراد صبحِ صادق کی سفیدی۔ سیم قمر = مراد چاندنی۔ یاقوتِ رمّانی = وہ یاقوت جس کا رنگ انار کے دانے سے مشابہ ہو۔ (۷۲) دُرِ نجف = سفید چمکدار پتھر جو نجف میں پایا جاتا ہے اور جس کے نگ کی انگوٹھی مبارک خیال کی جاتی ہے۔ (۷۳) عدلِ فاروقی = حضرت عمر فاروقؓ کا انصاف۔ جمالِ ماہِ کنعانی = حضرت یوسف کا حسن۔ (۷۴) قوائم = قائمہ کی جمع، ستون، پایے۔ اصفیا = صفی کی جمع، برگزیدہ اور خدادوست لوگ۔

(۷۶) فاروق = حضرت عمر فاروقؓ، پیغمبرِ اسلامؐ کے ممتاز صحابی اور خلفائے راشدہ میں سے دوسرے خلیفہ جو خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکرؓ کے بعد ۱۳ھ سے ۲۳ھ تک خلیفہ رہے۔ مطلوبِ یزدانی = خدا کا محبوب، مراد پیغمبرِ اسلامؐ۔

(۷۷) شہید = حضرت عمر کو فیروز نامی ایک پارسی غلام نے نمازِ فجر کی امامت کے آغاز میں مدینۂ منوّرہ میں شہید کیا تھا۔ صِدّیقیت = سچائی، اتباعِ رسول؛ نبیوں کا اتباع۔ منصبِ صدّیقیت = صدّیقیت سے حضرت ابوبکر صدّیق کا طریقہ مراد لیں تو حضرت ابوبکر کا عہدہ یعنی خلافت جس کی ابتدا حضرت ابوبکرؓ سے ہوئی۔ امیر = سردار، امیرالمومنین۔ ختم الرّسل = مراد پیغمبرِ اسلامؐ۔

(۷۹) ملکوت = فرشتوں کا عالم، عالمِ ارواح۔ آیاتِ ربّانی = خدا کی نشانیاں۔ آیات جمع ہے آیت کی بمعنی نشانی یا آسمانی کتاب کا جملہ۔

(۸۰) اقلیم امکانی = مراد عالمِ امکاں، مخلوقات کی دنیا۔ اقلیم کے لفظی معنی ہیں رُبعِ مسکون کا ساتواں حصہ۔ (۸۱) رفرف = وہ سواری جس پر رسول خدا شبِ معراج سدرۃُ المنتہیٰ سے بارگاہِ خداوندی تک تشریف لے گئے تھے۔ انوارِ ازل = مراد جلوۂ خداوندی۔ (۸۲) جوار = پاس پڑوس، مراد اطراف۔ صدیقِ اکبر = رسولِ خدا کے ممتاز صحابی اور خلیفۂ اوّل جو ۱۱ھ سے ۱۳ھ تک خلیفہ رہے۔ لم یزل = بے زوال، ہمیشہ رہنے والا، مراد خدا۔ (۸۳) سواد = اطراف۔ لامکاں = مکاں کی ضد، بغیر جگہ والا، مراد عالمِ قدس یا وجودِ خداوندی۔ اذنِ گرم جولانی = دوڑنے کی اجازت۔ (۸۴) ملکِ قدم = مراد عالمِ قدس، بزمِ خداوندی۔ قِدم کے لفظی معنی ہیں کہنگی اور پرانا پن، مراد ہمیشگی جو خدا کی ایک صفت ہے۔ خدا کی ذات قدیم یا واجب ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، باقی تمام چیزیں حادث یا ممکن ہیں یعنی نئی اور فانی ہیں۔ (۸۵) بارگاہِ بے نیازی = مراد بارگاہِ خداوندی۔ تحیات = تحیت بمعنی سلام کی جمع۔ (۸۶) رحمتِ عالم = مراد رسولِ خدا۔ اشارہ ہے شبِ معراج میں خدائے تعالیٰ کے اس وعدے کی طرف کہ اُمتِ محمدیہ میں جو شرک نہ کرے گا وہ بخشا جائے گا۔ (۸۷) بہرِ اُمتِ عاصی = گنہگار امت کے لیے۔ نویدِ عفو = معافی کی خوشخبری۔ منشورِ غفرانی۔ بخشش یا معافی کا فرمان، منشور کے لفظی معنی فرمانِ شاہی اور غُفران کے لفظی معنی بخششِ گناہ یا معاف کرنا ہیں۔ (۸۸) مطہر = پاک کیا گیا۔ ذاتِ مطہر = مراد رسولِ خدا۔ (۸۹) خیرہ = حیران۔ کج مج = غیر صاف، مہمل، توتلا۔ قاصر = کوتاہی کرنے والا۔

ابومحمد سحر ۱۰؍اپریل ۱۹۲۸ء کو فتح پور، یو۔پی۔ میں پیدا ہوئے۔ الہ آباد میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ آگرہ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی۔ ۱۹۵۳ء میں گورنمنٹ حمیدیہ کالج، بھوپال میں اردو کے استاد کی حیثیت سے تقرر ہوا اور پھر تاحیات وہ بھوپال میں مقیم رہے۔ وہ اردو کے نامور و بلند پایہ معلم، محقق، نقاد اور شاعر تھے۔ ان کی گرانقدر تصانیف اردو زبان و ادب میں معتبر و مستند مقام حاصل کر چکی ہیں۔ ان کا انتقال ۲۹؍اپریل ۲۰۰۲ء کو بھوپال میں ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆
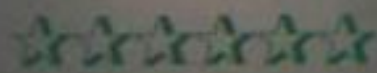
ڈاکٹر ابومحمد سحر ایک عالم، دانشور اور مایۂ ناز معلم ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد نیک اور مخلص انسان بھی تھے۔ وہ نام و نمود، صلہ و ستائش سے قطعاً بے نیاز ایک سنجیدہ و پروقار شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا تخلیقی، تحقیقی اور تنقیدی سفر نصف صدی سے زیادہ پر محیط ہے۔ ان کی ادبی زندگی کا آغاز شاعری سے ہوا۔ ان کی شاعری تجربات، احساسات، معنویت اور حسن بیان کی آئینہ دار ہے۔ یوں تو ان کے علمی و ادبی کارناموں کا دائرہ بہت وسیع ہے لیکن ان کی تحقیق و تنقید کے خاص موضوعات اردو قصیدہ، امیرؔ مینائی، غالبیات، لسانیات، املا، رسم الخط، زبان اور لغت ہیں۔ ان کی تحریریں مطالعے کی وسعت، نظریۂ تحقیق و تنقید کی صحت مندی، جامعیت، تحقیق و تنقید کے امتزاج اور ایک دل چسپ انداز بیان کے اعتبار سے آپ اپنی مثال ہیں۔

مکتبۂ ادب، ۳۹، مالویہ نگر، بھوپال - ۴۶۲۰۰۳